[illegible]

ابیاتِ باہُو

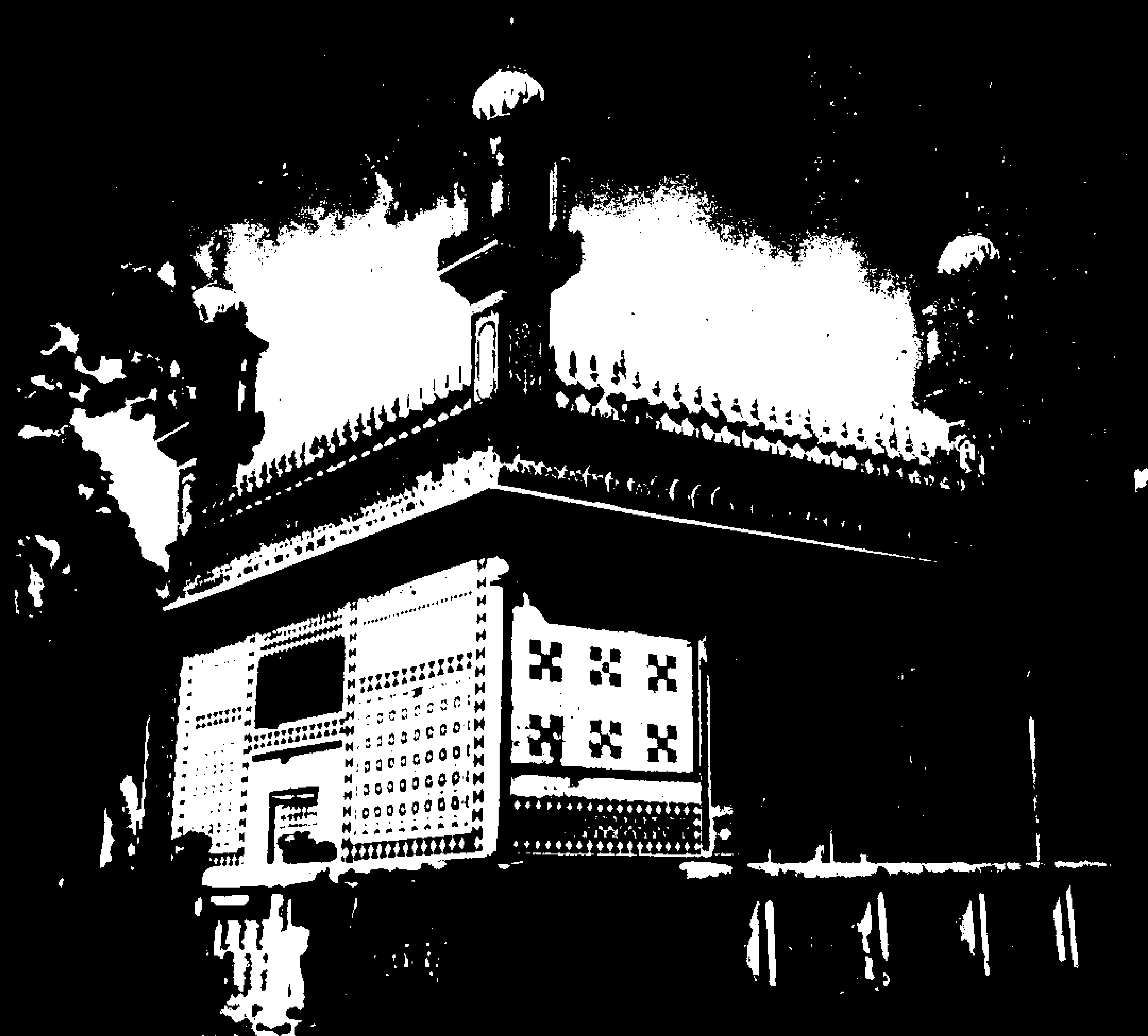
مع ترجمہ و شرح

[illegible]

العارف بک فاؤنڈیشن [illegible]

ابیاتِ باہُوؒ

معہ ترجمہ و شرح



ابیاتِ باھُوؒ

معہ ترجمہ و شرح

انعام یافتہ

پاکِستان رائٹرز گلڈ

بتحقیق و شرح

سلطان الطاف علی (ڈبلیو، پی، ای، ایس)

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ادستہ محمد۔ بلوچستان

نام کتاب : ابیاتِ باہو معہ ترجمہ و شرح

تعداد صفحات : ۶۳۶

محقق و شارح : سلطان الطاف علی (ڈبلیو، پی، ای ایس)

پبلشر : الفاروق بُک فاؤنڈیشن

کاتب : خورشید عالم و منظور احمد نعمانی

طباعت : آفسٹ اعلٰے کاغذ

ہدیہ مجلد : ۶۵/- روپے

ہدیہ مجلد خاص : ۹۰/- روپے

بار دوم : دوم

تعداد : ایک ہزار

مطبع : کاروان پریس - دربار مارکیٹ - لاہور

واحد تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

انتساب

میں اپنی اس پیشکش کو اپنے عظیم برادرِ بزرگ
حضرت سلطان غلام دستگیر القادری (فخرِ کشمیر)
کے اسم گرامی پر جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ
معنون کرتا ہوں جن کی با استقامت و فعال زندگی
کے فقیرانہ دپرشکوہ زاویوں کو دیکھ کر تصوف اسلام
کی روح سے آشنا ہوا اور جن کے فیضانِ توجہ اور
برکاتِ تربیت کا یہ راست نتیجہ ہے۔

سلطان الطاف علی

پیشگفتار بار دوم

خُدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ توقع کے مطابق "ابیاتِ باہُو معہ ترجمہ و شرح" کی علمی، ادبی و عوامی حلقوں میں پزیرائی ہُوئی۔ پاکستان رائٹرز گلڈ نے بھی ۱۹۷۵ء میں پنجابی / سرائیکی ادب پر بہترین کتاب قرار دیتے ہُوئے انعام عطا کیا ہے۔

بار دوم کی طباعت کے ساتھ کتابت کی اغلاط دُور ہو چکی ہیں۔ نظرِ ثانی کے ساتھ ضروری اضافہ اور ترمیم کردی ہے۔ دوبارہ طباعت کے لیے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تعاون کا تہ دِل سے مشکُور ہُوں۔

سُلطان الطاف علی (پروفیسر)
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج اوستہ محمد بلوچستان

ترتیبِ مطالب

تعارف

از جناب الحاج محمد اشفاق قادری خلیفہ و جانشین حضرت حافظ برکت علی قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ سلطان اشفاق علی صاحب نہم پشت میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز کے خانوادہ سے ہیں سکول کی ابتدائی تعلیم کے ساتھ ہی انہیں ایک کامل استاد فقیر صاحب علیہ الرحمۃ نے قرآن حکیم فارسی اور اسلامی علوم کی تعلیم دی۔ اس کے بعد آپ نے لاہور میں ایل ایل بی۔ ایم اے سیاسیات اور ایم اے فارسی کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں۔ بلوچستان میں جہاں سلطان العارفین کا وسیع سلسلہ طریقت ہے آپ نے کوئٹہ کے قریب ہی بود و باش اختیار کر لی۔ چنانچہ آپ کا انتخاب بھی بحیثیت لیکچرار کے بلوچستان کی ایجوکیشن سروس کے لئے ہوا اور اب گورنمنٹ ڈگری آرٹس کالج کوئٹہ کے شعبہ فارسی میں مصروفِ کار ہیں۔

آپ کی پہلی ادبی اور تاریخی تالیف' روابط فرہنگی پاکستان و ایران ہے جو فارسی زبان میں کوئٹہ سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی جس میں پاکستان اور ایران کے پچیس سو سالہ تاریخی اور ثقافتی رشتوں میں ترتیب و اجابرہ کے علاوہ کئی سو علماء، صوفیا اور شعرا کا تذکرہ ملتا ہے۔ مذکورہ کتاب کو ایران کے دانشوروں کے علاوہ ملک کے خواندہ طبقوں نے سراہا ہے۔

زیر نظر کتاب ابیات باہو معہ ترجمہ و شرح آپ کی دوسری تالیف ہے جس میں حضرت باہو قدس اللہ سرہ العزیز کے مشہور و معروف ابیات کو آپ نے نہایت عرقریزی اور تحقیق کے ساتھ جمع کیا ہے گویا تین سو سال کے بعد عوام کو یہ مشہور صوفیانہ ابیات تصحیح حالت میں مل رہے ہیں ابیات باہو کے عارفانہ رموز کی اردو میں تشریح کر کے موصوف نے ہمیشہ کے لیے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو ان ابیات کی تشریحات کے بارے میں عوام اور اصحاب سلوک میں پائی جاتی ہیں۔

امید واثق ہے کہ یہ کتاب نہ صرف مملکت اسلامی پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں مقبول ہوگی بلکہ بیرون ملک بھی تصوف اسلام سے لگاؤ رکھنے والے اس سے استفادہ کریں گے ملک کی تمام یونیورسٹیوں کے تصوف و اخلاق و ادبیات کے شعبوں میں اس کتاب سے گرانقدر علمی اضافہ ہوگا۔ نیز پنجابی و سرائیکی میں ایم اے اور فاضل عالم و ادیب کے امیدواروں کی ایک نصابی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالے صاحبزادہ سلطان الطاف علی صاحب کو اپنے جدِ امجد کی دیگر تصانیف پر اسی طرح تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اس مادی دَور میں اربابِ عشق و معرفت اپنی علمی و روحانی تشنگی بجھا سکیں ۔ آمین

محمد اشفاق قادری

نشیمن غوثیہ کریم پارک لاہور

قدر شناس سخن دے

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو سرزمین پاک کے وہ مایہ ناز مفکر، مبلغ، شاعر اور راہ نما تھے جن پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ حضرت سلطان باہو نے کم و بیش ۱۴۰ کتابیں لکھی ہیں۔

حضرت سلطان باہو کی کتابیں فارسی میں ہیں لیکن انہوں نے چند اشعار پنجابی زبان میں بھی لکھے ہیں جنہیں ابیات سلطان باہو کا نام دیا گیا ہے۔ عوام کی زبان میں سپردِ قلم کیے گئے یہ چند اشعار پنجابی زبان و ادب کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ شہر ہو یا گاؤں پاکستان نیشنل سنٹر لاہور ہو یا کسی دور دراز گاؤں کا چوپال۔ اہل درد حضرت سلطان باہو کی ہُو سے تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔ ان اشعار میں سلطان باہو کا زندگی کا بھرپور مشاہدہ ملتا ہے ضرورت اس امر کی تھی کہ ان ابیات کو پرکھا جاتا اور وہ اسرار و رموز جو سلطان باہو کے سامنے تھے، عوام پر اجاگر کیے جاتے لیکن ایک عرصہ تک اس طرف کسی نے دھیان نہ دیا آخر میں یہ توفیق بھی حضرت سلطان باہو کے خانوادے کے ایک نوجوان صاحبزادہ سلطان الطاف علی کو ہوئی اور انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ہماری خواہش تھی اور صاحبزادہ سلطان الطاف علی بھی یہ چاہتے تھے کہ اس کتاب کو بزم باہو لاہور کی طرف سے شائع کیا جائے لیکن سرمایہ اس خواہش کے آڑے آیا۔ آخر سلطان الطاف علی نے اپنے ایک دوست حاجی محمد اشفاق قادری کے تعاون سے اسے چھاپنے کا بندوبست کیا۔ الحمدللہ کہ کتاب مکمل حالت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ کتاب صرف اہل ذوق کے لئے باعثِ مسرت اور قابل فخر ہو گی بلکہ ادب کے متلاشی لوگوں کے لیے بھی ایک روشنی کا مینار ثابت ہو گی۔

رابعہ رسالو

جنرل سیکرٹری بزم باہو لاہور

حرفِ آغاز

از جناب پروفیسر کرّار حسین ایم اے (انگلش اردو) ڈبلیو پی ای ایس
وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ،

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہ العزیز کی ابیات میں نہ صرف حکمتِ الٰہیہ کے رموز اور حقیقت و توحید کے اسرار تہہ بہ تہہ موجود ہیں جو بقدر ظرف و استطاعت طالب کی آنکھ کو روشنی بخشتے ہیں اور کان کو کھولتے ہیں بلکہ شوق اور عشق کی وہ گرمی بھی ہے جو قلب کی زندگی کے مترادف ہے اور جس کے بغیر تمام علم ایک جسدِ بے روح ہے۔

یہ ابیات نہ صرف تمام خطہ پنجاب میں مشہور و معروف ہیں بلکہ یہ خاص و عام کے اجتماعی شعور کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔

جوان مستعد فاضل گرامی سلطان الطاف علی نے نہ صرف مختلف نسخوں کے تقابل سے متن کی صحت میں کوشش بلیغ صرف فرمائی ہے بلکہ ان کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے جو بیک وقت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی، ترجمہ کے ساتھ ساتھ مبسوط تشریح بھی شامل ہے جس میں آیاتِ الٰہی اور صوفیائے کرام کے اقوال و اشعار کے حوالے دیکر ان ابیات کے اپنے صحیح مدارج میں مقام کی نشان دہی کی ہے۔

زندگی کی یہ روایت جس کا مختلف زبانوں میں اظہار ہوا ہے تمام عالم اسلام کا مشترک ورثہ ہے مجھے یقین ہے کہ پنجابی سے نابلد اردو دان اصحاب ان ابیات میں آوازِ دوست کو پہچان لیں گے اور یہ کتاب پاکستان کے مختلف علاقوں کے روحانی اتحاد کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں بڑی حد تک ممد و معاون ہوگی۔

خدا عزیزِ محترم سلطان الطاف علی کے حصولِ علم اور تلاشِ حقیقت کے شوق میں برکت ارزانی فرمائے۔

کرّار حُسین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی زندگی کے اوائل ہی میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے عقیدت کا جذبہ موجزن تھا۔ یہ جذبہ خاندانی ورثہ سے ودیعت ہوا یا فطرتاً جاگزیں تھا۔ بہرحال اسی جذبہ نے سلوک و محبّت کے کاشانہ کی بنیاد ڈال دی تھی اور اپنے گھرانہ کے درویشانہ ماحول نے اس جذبہ کو مزید پروان چڑھنے میں مدد دی۔

کالج کی زندگی میں فکر اور تحقیق کی راہ پیدا ہوئی تو حضرت سلطان العارفین قدس سرّہ العزیز کے کلام میں عالم انسانیت کے لئے محبّت و پیار کے صوفیانہ رموز سے بھرپور جام نظر آئے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے جواہر حقیقت جو آپ نے فیض عام کے لئے پروئے تھے چند زاہدوں اور بے فکروں کی کھونٹیوں پر غبار آلود نظر آئے۔ جی میں امنگ پیدا ہوئی کہ ان جواہر حقیقت کو اتنا عام کیا جائے کہ محبت کے راہروں کا ہر فرد اور ہر گروہ اپنا دامن ان موتیوں سے بھر کر جائے۔ اسی شوق کے تحت کالج میں اپنے احباب کی محفلوں میں حضرت سلطان العارفین قدس سرّہ العزیز کے کلام و سیرت کا وقتاً فوقتاً تذکرہ ہوجاتا تھا۔ اور ایف۔ سی کالج لاہور کی تاریخ میں پہلی بار میرے ہم جماعت دوست محمد ریاض ٹو نے ۱۹۵۰ء میں کالج کے ہال میں حضرت سلطان العارفین کا کلام نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھا۔ اب بھی وہ آواز میرے کانوں میں سرور و اسرار کے میٹھے بول سناتی ہے۔ انہوں نے ابتدا اس بیت سے کی۔

م۔ مذہباں دے دروازے اُچے راہ ربانان موری ہو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھپ چھپ لنگھیئے چوری ہو
اڈیاں مارن کرن بکھیڑے دردمنداں دے کھوری ہو
باہُوؒ چل اُتھائیں وسیئے جتھے دعوا ناں کِس ہوری ہو

میرے نہایت ہی مہربان استاد جناب بشیر احمد قریشی صاحب جو ایف سی کالج میں فارسی ادب اور اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے میرے شوق کو مزید جلا بخشی۔ ایک بار پروفیسر صاحب موصوف نے دیوان باہوؒ اور

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کی چند نثری کتب طلب فرمائیں تو پیش خدمت کیں۔ یہ کتب عام کاغذ میں طبع ہوئی تھیں اور جا بجا اغلاط بھی تھے۔ ان کتب کے ترجمے متن کا مفہوم ظاہر کرنے یا صحیح تاثر قائم کرنے سے عاری تھے۔ چند روز کے بعد جناب قریشی صاحب نے وہ کتب لوٹا دیں اور فرمایا "بھائی تین سو سال گزر گئے مگر اس عظیم صوفی کے عظیم عارفانہ پیغام کو عوام تک پہنچانے کا کسی کو سلیقہ ہی نہیں آیا بلکہ اصل کلام کو بھی مسخ کیا جا رہا ہے"۔
جناب قریشی صاحب کے اس دردمندانہ تبصرہ نے تازیانہ کا کام دیا۔ اس صاحب نظر شفیق استاد کے ان الفاظ نے طبیعت کی بے قراری اور تجسس کو اجاگر کر دیا۔ کالج ہی میں "سلطان باہوؒ ایک نظر کے آئینے میں" ایک مضمون لکھا جو چند مجلوں میں چھپا۔ پنجاب یونیورسٹی اور ایف۔ سی کالج لاہور کی لائبریریوں میں اسی عظیم صوفی کے احوال و آثار کو ڈھونڈھنے کے لئے تگ و دو جاری کی۔ یہ کوشش ایک انجانے شوق کی بدولت دل ہی دل میں افزائش پاتی گئی۔
اور اس طرح بیس سال کا عرصہ گزر گیا مگر اپنی گوناگوں تعلیمی مصروفیات اور حوادثات زمانہ نے مجھے اس تحقیق و جستجو سے قلیل مواد حاصل کرنے کا موقع دیا۔ میرے لئے جب یہ امر مسلّمہ ہو گیا کہ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے پیغام فیض رسان کو آسان الفاظ میں پیش کر کے عام کر دینا چاہیے۔ تو اس ضمن میں پہلے ضروری سمجھا کہ آپ قدس اللہ سرہ کے اصل کلام کو تلاش کر کے اچھی صورت میں طبع کرایا جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر "ابیات باہوؒ" قدس اللہ سرہ کو اس کام میں اولیت دی اور اس نسخہ کو صحیح رنگ میں پیش کر کے اس کی شرح کا کام بھی ساتھ ہی مکمل کر دیا۔
افسوس ہے، تلاش و جستجو کے باوجود حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے اپنے زمانے کا کوئی مخطوطہ قلمی نسخہ نہ ملا جسے اس کتاب میں متن کی بنیاد ٹھہرایا جاتا۔ بالآخر کچھ مکمل اور کچھ ادھورے مخطوطات، پرانے مطبوعہ ابیات، بعض درویشوں اور اولاد حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ کے بزرگان کی یادداشتوں کو جمع کیا۔ ان کا باہمی مقابلہ و موازنہ کیا۔ لسانیات کا لحاظ رکھا اور خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے مذکورہ مواد میں بکھرے ہوئے اصل کلام کو پرکھنے کی سعی کی اور کتاب کو موجودہ صورت دی۔

"ابیات باہوؒ (رحمۃ اللہ علیہ)" کے بارے میں چند ضروری باتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

I حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے ابیات کے ساتھ اب تک جو سلوک روا رکھا گیا ہے دیکھ کر جی کڑھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں کیونکہ وہ جواہر جنہیں حضرت سلطان العارفین کے جملہ کلام کا لب لباب کہا جاتا ہے انہیں اس قدر بے توجہی کی گرد سے آلودہ کیا گیا ہے کہ اب نہ ان کا صحیح رنگ و حلیہ نظر آتا ہے اور نہ ہی ان کے وزن کا پتہ چلتا ہے۔ ہر کس و ناکس نے بغیر تحقیق و محنت کے ادھر اُدھر سے ابیات لا کر شائع کرانا شروع کر دیئے

جس کی وجہ سے اب کلام کی صحت اور اصل مشکوک نظر آنے لگی۔ وزن و شعریت تو درکنار کلام کے الفاظ بھی ان بے پرواہیوں کی وجہ سے متاثر ہونے لگے۔ جن میں معنی میں کافی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ان تمام مصائب و تکالیف کو دیکھ کر اصل کلام کی تحقیق شروع کر دی اور بالآخر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ابیات باہوؒ (رحمۃ اللہ علیہ) کو اصل حالت میں جمع کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

اصل کلام کو جمع کرنے اور جانچنے کے لئے مندرجہ چند امور کو مدنظر رکھا گیا۔

۱۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کی مادری و علاقائی زبان کا خیال رکھتے ہوئے جو الفاظ اس لحاظ سے زیادہ قریب پائے ان کو درست سمجھا۔ آپ کے حالات زندگی پر غور کرنے سے قیاس ہوتا ہے کہ آپ کی زبان پر جھنگ، ملتان کے علاوہ سرگودھا، کامل پور اور حتیٰ کہ لاہور اور دلی کی لوکل زبانوں کا اثر نمایاں ہونا بھی عین فطری تقاضا ہے۔

۲۔ بیت یا مصرعہ میں صوفیانہ تعلیم و معانی کے لحاظ سے جو حروف و الفاظ زیادہ صحیح و مناسب نظر آئے انہیں بغیر کسی تردد کے درست سمجھا ہے۔

۳۔ جن ابیات کی تعلیمات کو حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کی اپنی دیگر نثری تصانیف اور دیوان فارسی کی تعلیمات و افکار کے مطابق پایا انہیں پوری تسلی کے ساتھ درست سمجھا ہے۔

۴۔ بعض ابیات میں قافیئے درست کرنے پڑے۔ کیونکہ ایسا تضاد محض مختلف پبلشروں کی بے پرواہی سے کلام چھپوانے سے ہی ہوا۔ حالانکہ کلام میں شعریت کے قافیوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک بیت میں شعر کی روانی اور قافیہ بندی ملاحظہ ہو۔

پ۔ پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہو
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر نہ موری ہو
مولا والی سدا سکھالی دل توں لاہ تکوری ہو
باہوؒ رب تنہاں نوں حاصل جنہاں جگ نہ کیتی چوری ہو

۵۔ غیر مطبوعہ مخطوطات اور مطبوعہ کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا مقابلہ و موازنہ کرنا ضروری قرار دیا۔
مخطوطات و مطبوعات و یادداشتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ا

نقل از مخطوطہ لالہ بخش مرحوم

نسخہ میں پینتالیس (۴۵) ابیات درج ہیں۔ اصل نسخہ قاضی عبدالرحمٰن جو حضرت سلطان دوست محمد مرحوم (نائب سجادہ نشین حضرت سلطان باہوؒ) کے خادم و معتمد خاص رہ چکے ہیں کے پاس موجود ہے۔ لالہ بخش مرحوم بھی حضرت سلطان دوست محمد (متوفی ۱۹۴۹) کے خدمت گزار تھے اور ان کے کتاب خانہ سے اوّل الذکر نے یہ ابیات ایک غیر مطبوعہ نسخہ سے نقل کئے تھے۔ اس مخطوطہ کو قاضی عبدالرحمٰن مذکورہ نے حضرت سلطان نور احمد (متوفی ۱۳۲۴ھ) کے مخطوطہ سے بھی مقابلہ کیا اور صحیح پایا۔

۲۔ ب

مخطوطہ از ٹبہ پیر محمد حسین شاہ سلیانہ والے نزد کوٹ شاکر

نسخہ میں ایک سو تیرہ (۱۱۳) ابیات درج ہیں۔ ٹبہ کے سادات سید سل شاہ صاحب (متوفی قریباً ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۴ء) کے خلفاء و متولّی ہیں۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے نثری و منظوم کلام کے مخطوطات جمع کرنے میں انہوں نے نہایت عرقریزی سے کام کیا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحبان نے ازراہ تلطف یہ نسخہ جو ۱۳۰۹ھ کے مکتوبہ کی نقل ہے راقم الحروف کو عنایت فرمایا۔ اصل نسخہ مذکورہ ٹبہ مذکورہ کے سادات کے پاس موجود ہے۔

۳۔ پ

بشکریہ مسکین علی قادری

یہ ایک یادداشت ہے جو مجھے اپنے برادر بزرگوار حضرت غلام دستگیر صاحب کے مکتوب مورخہ ۹ جولائی ۱۹۷۱ء سے ملی۔ اس میں دو (۲) ابیات شامل ہیں۔ جو جناب مسکین علی قادری ریڈیو سنگر ریڈیو پاکستان

نے سنائے اور ضبط تحریر میں لائے گئے۔ جناب مسکین علی قادری مقام گنگو ہر ڈاک خانہ پنوں عاقل ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ جنہوں نے فقیر برکت علی میگھہ تحصیل نارووال سے ان ابیات کی تصدیق بائسنا کی۔ فقیر برکت علی نے میاں رحمت (وفات ۱۹۰۸ء) سے بیعت کی تھی اور فقیر موصوف تادم تحریر بقید حیات ہیں۔

۴۔ ت

بشکریہ فقیر فضل حسین قادری

یہ نسخہ ایک یادداشت ہے جو ۲۸ اگست ۱۹۷۱ء کے ایک تحریر کردہ خط میں صاحب موصوف نے بھیجے۔ اس میں ابیات کی تعداد گیارہ (۱۱) ہے۔ فقیر فضل حسین قادری چک نمبر ۲۰۴ ج ب لا ہوریاں ضلع لائل پور کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ ابیات ایک نابینا درویش مسمی محمد یار قوم جوئیا موضع چوتر بانوانہ سے حاصل کئے۔ اور محمد یار نے یہ ابیات فقیر میاں مہانہ کمہار موضع سرولی ضلع لائل پور سے سنے۔ مؤخر الذکر ۱۹۰۲ء میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے اور انہوں نے حضرت سلطان نور احمد (متوفی ۱۳۲۴ھ) کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔

۵۔ ٹ

گلزار باہو مطبوعہ چنن الدین لاہور

اس مطبوعہ نسخہ میں ایک سو تراسی (۱۸۳) ابیات درج ہیں۔ اس کے دیباچہ پر ۱۹۵۶ء کا سن درج ہے۔ اس میں دراصل ابیات کی شرح کی گئی ہے۔ جس سے اس ضمن میں ہمارا تعلق نہیں۔ البتہ ابیات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک فضل الدین ککے زئی کے جمع کردہ ۱۹۱۵ء کے نسخہ مطبوعہ کی نقل ہے۔ لیکن کافی مقامات پر ۱۹۱۵ء کے نسخہ کے مطابق نہیں۔ شاید بار بار کی کتابت سے فرق پیدا ہوا ہے۔

۶- ث

مجموعہ پنج گنج

اس میں پنجابی کے پانچ صوفی شاعروں کے کلام کا نمونہ شامل ہے۔ ابیات باہو کے ستائیس (۲۷) ابیات اور دو (۲) مصرعے درج ہیں۔ یہ کتاب بھی ملک چنن الدین لاہور کی مطبوعہ ہے۔ دیباچہ پر ۱۲،۵م کا سن درج ہے۔ اکثر بیت غلط ہیں۔ ایک بیت کا مصرعہ دوسرے بیت میں ملا دیا گیا ہے۔

۷- ج

بشکریہ حضرت سلطان محمد عبدالعزیز ابن حضرت سلطان فتح محمد صاحب علیہ الرحمۃ

یہ نسخہ بھی ایک یادداشت ہے جو حضرت صاحب موصوف کی زبانی سُن کر ضبط تحریر میں لایا گیا۔ اس میں دو (۲) ابیات اور ایک بیت کے دو مصرعے شامل ہیں۔ حضرت صاحب ایک صاحب استقامت بزرگ ہیں جو کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ساتویں پشت سے ہیں۔ آپ نے یہ ابیات اپنے مرشد سید پیر بہادر شاہ گیلانی مرحوم (۱۸۲۳-۱۹۳۴ء) کی زبان مبارک سے سنے تھے اور اکثر ابیات انہیں یاد ہیں۔

۸- د

سوانح عمری حاجی محمد دین صاحب (گجرات)

مؤلفہ مولوی محمد باسیان سکنہ موضع چک لالہ مطبوعہ ۱۳۴۲ھ

اس مطبوعہ نسخہ میں مختلف مقامات پر ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ میں سے آٹھ (۸) ابیات درج ہیں۔

۹- ذ

مجموعہ ابیات سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

نقل از مطبوعہ ملک فضل الدین ککے زئی لاہور ۱۹۱۵ء

سن مذکورہ کا یہ نسخہ مطبوعہ نہایت بوسیدہ حالت میں گڑہ جمعہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں اور بذرگوار حضرت سلطان غلام باہو صاحب سے ملا۔ جس کی نقل ۳۱ دسمبر ۱۹۶۸ء کو کی گئی۔ یہ مطبوعہ نسخہ دراصل ملک فضل الدین و ملک چنن الدین لگے زئی لاہور والوں کے بعد ازاں کے مطبوعات ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ کی بنیاد رہی ہے۔ لیکن بعد میں جو بھی نسخہ انہوں نے شائع کیا ۱۹۱۵ء کے نسخہ کے عین مطابق نہ رہا۔ البتہ یہ قابلِ ذکر ہے کہ ۱۹۱۵ء کا مجموعہ نسخہ جس کی میں نے نقل حاصل کر لی ہے زیادہ صحیح ہے اور کافی ممد ثابت ہُوا۔ یہ مجموعہ ملک فضل الدین صاحب نے حاجی محمد دین صاحب قادری اور منشی محمد جلال الدین پٹواری صاحب کے تعاون سے جمع کیا تھا۔ نسخہ میں ابیات کی تعداد ایک سو اناسی (۱۷۹) ہے

۱۰- د

مناقب سُلطانی مؤلفہ حضرت سلطان حامد صاحب

اصل کتاب فارسی میں ہے۔ ملک چنن الدین لاہور نے اردو میں ترجمہ کرا کر شائع کیا ہے اس میں ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دو (۲) بیت ملتے ہیں۔

۱۱- ذ

ابیات سلطان باہو پبلشرز ملک نذیر احمد تاج بکڈپو لاہور

نسخہ مطبوعہ ہے۔ اس میں ایک سو تراسی (۱۸۳) ابیات مندرج ہیں۔

۱۲- س

بشکریہ خلیفہ محمد شاہ

خلیفہ محمد شاہ عنبرہ تحصیل کھاریاں کے ہیں۔ جو کہ سلطان محمد اکبر صاحب کے خلیفہ ہیں ان سے دُو ابیات حاصل ہوئے۔ جو ان کی زبانی سُن کر یادداشت کے لئے ضبط تحریر میں لایا گیا۔

۱۳۔ش

مجموعہ ابیات سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

ناشر شوکت بک ڈپو۔ گجرات

مستبوعہ نسخہ ہے۔ ملک فضل الدین کے ۱۹۱۵ء کے مطبوعہ نسخہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کہیں کہیں فرق بھی موجود ہے۔ اس میں ایک سو چوراسی (۱۸۴) ابیات مندرج ہیں۔

۱۴۔ف

مجمُوعہ ابیات سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ ملک فضل الدین ناشر ملک چنن دین لاہور

اس مطبوعہ نسخہ میں ایک سو تراسی (۱۸۳) ابیات درج ہیں۔ یہ نسخہ دراصل ملک فضل الدین کے ۱۹۱۵ء کے نسخہ کا تازہ ایڈیشن ہے مگر اصل نسخہ اولین سے مختلف ہے البتہ یہ نسخہ ش سے زیادہ قریب ہے۔

۱۵۔ ل

دی پنجابی صوفی پوئٹس (آکسفورڈ)

مؤلفہ مس راما کرشنا لاجونتی

اصل کتاب انگریزی ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ جس کو مجلس شاہ حسین لاہور نے ۱۹۶۶ء میں پنجابی میں ترجمہ کرکے چھپوایا ہے۔ کتاب میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے ساتھ ابیات کا نمونہ بھی درج ہے۔ اس نسخہ میں ابیات کی تعداد سترہ (۱۷) ہے۔

۱۶۔ م

ابیات حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ حافظ محمد تاجر کتب دربار حضرت سلطان باہوؒ۔ پبلشر شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور

اس مطبوعہ نسخہ میں ایک سو تراسی (۱۸۳) ابیات درج ہیں۔

۱۷- ن

الف اللہ چنبے دی بوٹی ——— مرتبہ:- شیخ محمد سعید نولکھا بازار لاہور

اس مطبوعہ نسخہ میں ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸) ابیات درج ہیں۔

۱۸- و

الف اللہ چنبے دی بوٹی

مرتبہ و ناشر جہانگیر بکڈپو- نولکھا بازار- لاہور

اس مطبوعہ نسخہ میں ایک سو اُنسٹھ (۱۶۹) ابیات درج ہیں۔

۱۹- ہ

انوارِ سلطانی

مرتبہ فقیر نور محمد قادری کلاچوی

یہ کتاب فقیر صاحب کے فرزند ارجمند صاحبزادہ عبدالرشید نے ۱۹۶۶ء میں طبع کرائی۔ دراصل یہ کتاب ابیات باہو کی شرح میں لکھی گئی ہے جو دستاویز نمبر ۵- ٹ کی نسبت بہتر لکھی گئی ہے۔ نیز اس نسخہ میں ابیات بھی کافی صحت کے ساتھ درج ہیں۔ اس میں ابیات کی تعداد ایک سو چودہ (۱۱۴) ہے

۲۰- ی

دی ابیات آف سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ مقبول الٰہی لاہور ۱۹۶۷ء

حضرت سلطان العارفین کی پنجابی ابیات پر یہ کتاب ایک بے نظیر کام اور بہترین ادبی شاہکار ہے۔ ایک حصہ میں ابیات کو جمع کیا گیا ہے اور دوسرے حصہ میں ان کا انگریزی میں منظوم ترجمہ ہے۔ انگریزی میں نہایت مؤثر اور شعریت سے بھرپور ہے۔ ہر بیت کا مفہوم کمال ذوق و ہنر کے ساتھ صحیح طور پر کافی حد تک کامیابی سے ادا کیا گیا ہے۔ بہرحال حضرت سلطان العارفین کے کلام پر کام کرنے کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک گراں مایہ اضافہ ہے۔ اس میں ایک سو چوراسی (۱۸۴) ابیات کو جمع کیا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے مرتب نے ملک فضل الدین ککے زئی کے ۱۹۱۵ء کے مجموعہ ابیات کے کسی نئے ایڈیشن پر اکتفا کرتے ہوئے اس میں سے ابیات کو نقل کر کے ترتیب دی ہے۔

۲۱- ت

پنجابی ادب دی مختصر تاریخ از دیوانہ

مطبوعہ گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور

کتاب موہن سنگھ دیوانہ کی تالیف ہے اور پنجابی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو پر تذکرہ کرتے ہوئے مؤلف نے ان کا کچھ نمونہ کلام بھی دیا ہے۔ صرف پانچ (۵) ابیات درج ہیں پنجابی ادب کی تاریخ پر یہ سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب پنجابی ادب پر پہلی تحقیقی کوشش بھی ہے۔

۲۲- وب

پنجابی ادب د تاریخ

از شمیم چوھدری

ناشر مولا بخش کشتہ۔ مطبوعہ اشرف پریس ایک روڈ لاہور

یہ کتاب پنجابی ادب کی تاریخ پر ایک تازہ ترین کام ہے۔ اس میں حضرت سلطان العارفین پر تذکرہ لکھتے ہوئے مؤلف نے ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ میں سے بارہ (۱۲) ابیات کو بطور نمونہ درج کیا ہے۔ یہ ابیات نسخہ نمبر ۱۴- ف کے مطابق نظر آتے ہیں۔

۲۳- وج

بشکریہ حضرت سلطان غلام باہو سجادہ نشین گڑھ جمعہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان

یہ قیمتی یادداشت ہے جو ایک فقیر اور صاحب حال و دانائے راز شخصیت کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ راقم الحروف کے برادر بزرگ ہیں۔ دسمبر ۱۹۶۰ء میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ابیات باہو کے جمع کردہ مجموعہ کو پڑھا۔ اور انہوں نے اپنی یادداشت کے مطابق ہر بیت پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا کہیں تصحیح فرمائی اور کہیں کسی لفظ میں اضافہ یا کاٹ چھانٹ کرنے کا فرمایا۔ نیز ابیات کی شرح کے بارے میں بھی ان کے ارشادات قلمبند کئے۔ یہ یادداشت پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۴- و د

بشکریہ رحمت فقیر- چھپر تحصیل کھاریاں

یہ صرف ایک مصرعہ کی یاد داشت ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے ایک بیت کے ایک مصرعہ کو رحمت فقیر کی زبانی سُن کر ضبط تحریر میں لایا گیا۔ کیونکہ یہ مصرعہ اکثر نسخوں میں ذرا مختلف طور پر درج ہے۔ یہ مصرعہ جنوری ۱۹۶۹ء کو عنبرہ کے تحصیل کھاریاں کے مقام پر تحریر کیا گیا۔

۲۵- و ر

کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاءؒ

مؤلفہ حافظ برکت علی قادری لاہوریؒ

مطبوعہ آدمی پریس بیرون شاہ عالمی لاہور

اس میں حضرت سلطان العارفین کے صرف دو ابیات درج ہیں جو پیران پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں لکھے گئے ہیں۔

۲۶- و س

مجلہ ماہِ نو ——— (نومبر ۱۹۵۲- کراچی)

اس میں جناب عابد لُگھیانوی کا ایک محققانہ اور بصیرت افروز مضمون " سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ " تقریباً پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ صاحب مضمون نے اس میں جن ابیات کو نقل کیا ہے ان کی تعداد نو ۹ ہے

۲۷- و ک

بشکریہ حضرت سلطان غلام دستگیر القادری (فخر کشمیر)

یہ نہایت ہی گرانمایہ یادداشت کا مجموعہ ہے۔ ابیات باہو پر تحقیق کے دوران جب مجھ پر اشتباہ کا موقع آیا جس کا حل اور جواب کسی اور ماخذ یا کسی اور جانب سے نہ ملتا تو میں نے ہمیشہ اپنے برادر بزرگوار سلطان غلام دستگیر صاحب کی رائے اور تنقید کو فوقیت کا مقام دیا۔ انہوں نے ابیات کو جن الفاظ کے ساتھ پڑھا۔ وہ سات صفحات کی یادداشت پر مشتمل ہے۔ موجودہ دور میں ان کی زندگی ایک عظیم صوفی کا کردار

پیش کرتی ہے۔ وہ عالم بھی ہیں اور عارف بھی۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنی اس تالیف کو ان کے نام گرامی سے منسوب کیا ہے۔

۲۸۔ و ل

مغربی پاکستان کے صوفی شعراء

ادارہ مطبوعات محکمہ اطلاعات مغربی پاکستان

اس کتاب میں ہمعصر صوفی شعرا۔ رحمن بابا۔ سلطان باہوؒ۔ بلھے شاہ۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا تذکرہ ہے۔ ابیات باہوؒ کے تین ابیات اور ردو مدت اس میں درج ہیں۔

۲۹۔ و م

بشکریہ ایک درویش از کھمبی حنان پور تحصیل کھاریاں

یہ یاد داشت جو صرف ایک بیت پر مشتمل ہے۔ میرے برادر بزرگوار حضرت غلام دستگیر صاحب نے اپنے ایک خط محررہ اپریل ۱۹۷۰ء میں میری طرف ارسال کی۔ افسوس سے انہوں نے جس درویش کی زبانی سن کر بیت کو ضبط تحریر میں لایا ان کا نام یاد نہیں رہا۔

۳۰۔ و ن

بشکریہ حاجی دوست محمد چھمبی ضلع جہلم والے

یہ یادداشت بھی مجھے اپنے برادر بزرگوار سلطان غلام دستگیر القادری کے ایک نامہ گرامی محررہ گیارہ مئی ۱۹۷۱ء کے ذریعہ وصول ہوئی۔ انہوں نے حاجی صاحب مذکورہ سے کچھ ابیات زبانی سن کر نوٹ فرمائے۔ ان ابیات کی تعداد چار (۴) ہے

۳۱۔ و و۔ و ہ۔ و ہ ہ

بشکریہ رحمت فقیر۔ چھپر۔ گجرات

یہ نسخہ رحمت فقیر کی زبانی سنے ہوئے یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ و و میں ایک (۱) بیت ہے۔ جو رحمت فقیر نے جناب علی فقیر آف منیا آباد گجرات کی زبانی سنا۔ و ہ میں بھی صرف ایک بیت

ہے جو میں نے خود رحمت فقیر سے بمقام کوئٹہ مورخہ جولائی ۱۹۷۱ء کو سُنا اور احاطہ تحریر میں لایا۔ ہر دو ابیات دوسرے نسخوں سے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ ہیں۔

یادداشت ۹ ۸ ۸ ۲۳ فروری ۱۹۷۳ء کی ہے۔ جسے ایک ہی نسخہ یادداشت میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک بیت کے ایک مصرعہ کے ایک لفظ کی تصحیح ہوئی ہے۔

۳۲-ا ء

مجلہ سلطان العارفین۔(نومبر دسمبر ۱۹۵۹ء) گگھڑ۔ گوجرانوالہ

اس رسالہ کے مختلف صفحات پر (۱۴) ابیات درج ہیں۔

۳۳-ا ی

مجلہ سلطان العارفین۔(مارچ اپریل ۱۹۶۲ء) گگھڑ گوجرانوالہ

اس رسالہ میں "ابیات سلطانی" کے عنوان سے نو (۹) ابیات درج ہیں۔

۳۴- ا پ

پنجاب کی شاعری پر فارسی روایات کا اثر

ازصوفی تبسم۔ لاہور۔ ۱۹۷۱ء

حال ہی میں جشن شاہنشاہی ایران کے موقع پر جناب صوفی تبسم صاحب نے ایک کتابچہ بالا عنوان پر شائع کیا۔ جس میں حضرت سلطان العارفین کا ایک[1] بیت بطور نمونہ درج ہے۔

۳۵- ب ا - ب ب - ب پ - ب ج - ب چ

غیر مطبوعہ قلمی نسخہ بملکیہ سیّد سلطان شاہ آف جیکب آباد

مکتوبات ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۵ء

اس میں پانچ مختلف کاتبوں کی تحریریں ہیں۔ ب ا تو ۱۹۱۴ کی تحریر ہے اور باقی ۱۹۴۵ کی ہیں۔ نہایت قیمتی نسخہ ہے۔ اصل نسخہ سیّد سلطان شاہ ولد لال شاہ، شہر سومرہ جیکب آباد کے پاس موجود ہے کئی نئے بیت ملے جو اب تک میری نظر سے نہ گزرے تھے۔ اس میں ابیات کی تعداد ایک سو تہتر (۱۷۱) ہے

۳۶ - ب د

سلسلہ شریفہ قادریہ معہ ابیات ہندی

باہتمام خلیفہ موجد یا خادم درگاہ حضرت سلطان العارفین - مطبوعہ ۱۹۰۰ء لاہور

کتاب بیس صفحات پر مشتمل ہے جس میں صفحہ ۷ تا ۱۲ پر ابیات درج ہیں - اس میں مطبوعہ ابیات کی تعداد ۴۲ ہے - اس میں بعض الفاظ کا لہجہ دامانی علاقہ کی سرائیکی ہے - آخر میں صاحبزادہ نور احمد کی شان میں ایک کافی ہے - جن کی فرمائش پر کتاب طبع ہوئی - آخر میں فقیر خدا بخش حنفی ساکن لاہور لوہاری دروازہ کا نام درج ہے اور تاریخ ۳ صفر ۱۳۲۴ھ درج ہے -

یہ نسخہ صاحبزادہ نور سلطان مہتمم جامعہ انوار باہو بھکر نے جستجو کے پیر صاحبان سے حاصل کر کے میرے حوالے کیا - جس کے لئے میں تہہ دل سے مشکور ہوں -

۳۷ - ب س

یادداشت از مکتوبہ نسخہ بملکیہ سائیں محمد مشتاق آف برہان ضلع کامل پور

(مکتوبہ جات مجلد، رسالہ روحی - کشف الاسرار مجالستہ النبی)

محررہ ۱۳۲۳ھ کاتب کریم حیدر ساکن برہان

یہ یادداشت جو بالا نسخہ مذکورہ سے نقل کی گئی اس میں بحساب ابجد شعر میں حضرت سلطان العارفین کی تاریخ وفات درج ہے - اس میں چار ابیات بھی نوٹ کئے گئے ہیں -

۳۸ - ب ش

یادداشت از سلطان محمد اشرف ابن سلطان محمد نواز بزبانی حضرت سلطان محمد شریف ابن حضرت حافظ فتح محمد رح

اس یادداشت میں صرف ایک بیت مندرج ہے - یہ بیت دیگر کسی یادداشت مخطوطہ یا مطبوعہ میں نہیں ملتا -

---

۳۹- ب ص

یادداشت از فقیر عبدالعزیز کابی سکنہ میہاں سرائے عالمگیر

اس میں دو ابیات ہیں۔ ایک بیت حصہ و سے متعلقہ ہے اور دستاویز ۳۸ ب ش سے کافی مطابقت رکھتا ہے۔ دوسرا بیت حصّہ ل سے متعلق ہے جو پہلی بار ہی میرے سننے میں آیا۔

۴۰- ب ط

مدینہ منوّرہ میں برادر بزرگوار غلام دستگیر صاحب نے ایک پاکستانی درویش سے ایک بیت سنا جو یادداشت کے لئے لکھ لیا گیا ہے۔

۴۱- ب ع

یادداشت از حضرت سلطان محمد عبدالعزیز ابن حضرت حافظ سلطان فتح محمد علیہ الرحمۃ

کوئٹہ میں قیام کے دوران حضرت صاحب موصوف نے مجھے ایک بیت سنایا جو میں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ اور فرمایا کہ نہ جانے کیوں یہ بیت کتب میں سے حذف ہوگیا۔ حالانکہ پاکستان بننے سے پہلے اکثر درویشوں کی زبان پر یہ بیت ہوتا تھا۔ اس بیت کے بارے میں عجیب کرشمہ قدرت ہوا۔ حضرت صاحب موصوف نے جب یہ بیت مجھے نوٹ کرایا تو اس طرح پڑھا کہ بیت حصّہ و سے موسوم ہو سکتا تھا۔ دوسرے روز مجھے بلا کر فرمایا کہ رات کو خواب میں ایک فقیر نے یہی بیت میرے سامنے صحیح کرکے پڑھا ہے۔ اور اب یہ بیت حصہ ج سے متعلق بن جاتا ہے۔ بیت کا مفہوم نہایت اعلیٰ اور انداز بیان اور انداز فکر پوری طرح حضرت سلطان العارفین کا پایا۔ چنانچہ اس بیت کو کتاب میں حصہ ج کے بیت ۴۷ میں شامل کر دیا ہے۔

۴۲- ب ف

لعلاں دی پنڈ ——— مرتبہ اقبال صلاح الدّین لاہور۔ ۱۹۷۳ء

اس میں کم و بیش ۴۷ ابیات بطور نمونہ مختلف مقالات میں درج ہیں۔

۴۳ - ب ک

کتابچہ ——— عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا ——— مرتبہ بزم باہو۔ لاہور ۱۹۰۳ء

اُس کے مختلف مقالات میں چالیس (۴۰) ابیات درج ہیں۔

۴۴ - ب ل

(یادداشت از بابا فیروز تارڑ۔ علیگ ——— لاہور)

ابیات کے بارے میں زبان کی اہم یادداشتیں اور ان سے متعلق اصلاح کی یادداشتوں پر مشتمل نوٹس اُن سے ایک ملاقات میں لکھے گئے۔ تارڑ صاحب کے خاندان کے ایک بزرگ میاں رحمت کے مرید تھے۔ جن سے بارہا انہوں نے ابیات سُنے تھے۔ ویسے تارڑ صاحب خود پنجابی زبان کے محقق اور اہل زبان ہیں۔

۴۵ - ب م

یادداشت از ڈاکٹر ظہور الٰہی ساکن گھوڑے شاہ روڈ لاہور

ایک بیت اپریل ۱۹۷۴ء میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے سُن کر لکھ لیا گیا ہے۔

۴۶ - ب ن

(پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر ——— مؤلفہ ڈاکٹر بنارسی داس جین)

پنجابی ادب پر موہن سنگھ دیوانہ کی کتاب کے بعد دوسری اہم مطبوعہ کتاب ہے جو ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی۔ مجلس شاہ حسین لاہور نے اسے ۱۹۶۷ء میں دوبارہ طبع کرایا ہے۔ پنجابی ادب اور بالخصوص زبان پر اہم کتاب ہے۔ اس میں صوفیانہ لٹریچر کے حصہ میں حضرت سلطان العارفین کے دو بیت بطور نمونہ شامل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر جین نے پوری دقت اور تحقیق کے ساتھ ابیات کو نہیں لکھا۔ کیونکہ ان کے مصرعے تین چار مختلف ابیات سے لئے گئے ہیں اور انہیں صرف دو ابیات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے

۴۷-ب و

(یادداشت از بابا محمد انور باغبان پورہ لاہور)

ایک بیت ہے جو پہلے کسی نسخہ میں درج نہیں ہے۔

۴۸ب کا ایک بیت کی اصلاح گل محمد ولد گل شیر مغل سکنہ ڈبا تحصیل پنڈدادن خاں سے حاصل کی۔

مزید دستاویزات :۔ ابیات کی تشریح کے سلسلہ میں کچھ دستاویزات کا بھی ذکر آتا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے :

اے (A)	غلام مصطفٰے قاسمی	حیدرآباد سندھ	چٹھی	محررہ	۱۲ ستمبر ۱۹۶۸ء
بی (B)	غلام دستگیر سلطان، حضرت		״	״	۲۵ اپریل ۱۹۶۹ء
سی (C)	نور سلطان قادری	بھکر	״	״	۱۶ فروری ۱۹۷۰ء
ای (E)	شاہ برات پروفیسر محسود۔ ٹانک		״	״	۹ جنوری ۱۹۷۱ء
ایف (F)	سلطان بخش حکیم	مدینہ منورہ	״	״	——— ۱۹۷۱ء
جی (G)	غلام دستگیر، سلطان حضرت۔	کراچی	״	״	۱۱ مئی ۱۹۷۱ء
ایچ (H)	غلام باہو سلطان حضرت، گڑھ جبہ	ڈیرہ اسماعیل خاں	״	״	۱۲ مئی ۱۹۷۱ء
آئی (I)	غلام باہو ״ ״ ״	״	״	״	۱۴ مئی ۱۹۷۱ء
جے (J)	عبدالرشید صاحبزادہ۔	کلاچی	—	״	۲۴ جون ۱۹۷۲ء
کے (K)	علی اکبر سید، سلیانہ	———		״	۱۲ جنوری ۱۹۷۲ء
ایل (L)	غلام باہو، سلطان، حضرت، گڑھ جبہ شریف			״	۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء
ایم (M)	״ ״ ״	״	״	״	۲۸ اپریل ۱۹۷۳ء
این (N)	״ ״ ״ ״	״	״	״	جون ۱۹۷۳ء
او (O)	״ ״ ״ ״	״	״	״	

II ھُو کا استعمال

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ابیات باہُوؒ میں ہر مصرعہ کے آخر میں ھُو کا استعمال اصل میں نہ تھا۔ یہ خیال محض اس بنا پر ہے کہ ان کی نظر سے جو دو چار قلمی مکتوبہ نسخے گزرے۔ ان میں ھُو کے بغیر ابیات درج ہیں۔ غالبًا اسی بنا پر فقیر نور محمد کلاچویؒ (۱۲۴۲ھ – ۱۳۰۸ھ) کے مرتب کردہ ابیات باہو بنام "انوار سلطانی" کے دیباچہ میں ان کے فرزند صاحبزادہ عبدالرشید لکھتے ہیں کہ اصل ابیات باہوؒ میں ھو کا استعمال نہیں۔

مجھے درج بالا پس آرائی سے اختلاف ہے۔ درحقیقت حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے ابیات کا امتیازی و نمایاں نشان ہی ان کے ہر مصرعہ کے آخر میں ھُو کا استعمال ہے۔ دو چار قلمی مکتوبہ نسخوں میں اگر ھو کو درج نہیں کیا گیا تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کاتبوں و درویشوں نے ھُو کو ہر مصرعہ کے آخر میں بار بار اس لئے نہ لکھا کہ وہ ابیات کو جلدی سے لکھنا یا نقل کرنا چاہتے تھے۔ اور ابیات باہو میں ھو ان کے خیال میں ایک واضح طور پر معلوم (Understood) ردیف ہے۔ ان کاتبوں اور درویشوں کو قطعی یہ خیال نہ ہوا ہوگا کہ ان کے اس طریق سے کتابت کرنے پر بعد کے لوگ سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے ابیات سے ھو کو مفقود سمجھنے لگیں گے۔

افسوس ہے کہ مجھے ابیات باہوؒ کا کوئی قدیم قلمی مکتوبہ نہ ملا ورنہ کلام باہوؒ میں اس امتیازی و بنیادی اہمیت رکھنے والے لفظ 'ھو' پر یہ وضاحتی نوٹ لکھنے کی ضرورت بھی نہ رہتی۔

دراصل ابیات باہوؒ کے ہر مصرعہ کے آخر میں 'ھو' کی ردیف کا استعمال مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ

۱۔ ملک فضل الدین ککے زئی لاہور کا مرتب کردہ ۱۹۱۵ء کے مطبوعہ نسخہ میں باقاعدہ ھُو کا استعمال نمایاں ہے۔ اور اس طرح اس کے بعد تمام شائع ہونے والے نسخوں میں ھُو کا استعمال موجود ہے۔

۲۔ موہن سنگھ دیوانہ کی 'پنجابی ادب دی مختصر تاریخ' اور اس کے بعد انگریزی میں ۱۹۳۸ء میں طبع ہونے والی مشہور کتاب 'دی پنجابی صوفی پوئٹس' مؤلفہ مس راما کرشنا لاجونتی اور ڈاکٹر بنارسی داس جین کی

کتاب "پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر" مطبوعہ ۱۹۴۱ء میں باقاعدہ ابیات باہوؒ کے ہر مصرعہ کے ساتھ 'ھو' کا استعمال موجود ہے۔ ۳:- ابیات باہو مخطوطہ ۱۲۶۴ھ (پنجاب یونیورسٹی لائبریری) میں 'ھو' موجود ہے۔

۴:- **دیوان باھو** فارسی کے ابتدائی اشعار میں 'ھو' کا استعمال نمایاں ہے اور معنی کے لحاظ سے تمام کلام کا محور 'ھو' کی ذات ہے۔ جیسے فرمایا

یقیں دانم دریں عالم کہ لامعبود اِلّاھُو　　ولاموجود فی الکونین ولا مقصود الّاھو

۵:- وظائف قادریہ میں **ھو** کا خاص تعلق ہے۔

بہر حال یہ امر یقینی ہے کہ ابیات باہوؒ کے ہر مصرعہ کے آخر میں 'ھو' کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے از خود استعمال فرما کر ابیات کو امتیازی حیثیت عطا فرمائی۔

دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر جب دور دراز کے علاقوں کے شیدائی حاضر ہوتے ہیں اور کانوں پر ہاتھ دھر کر باری باری پاٹولی کی صورت میں ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے ہیں تو اس وقت 'ھو' کے لگاؤ، تاثیر اور گھلاوٹ کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

جناب فرحت شاہجہان پوری نے کیا خوب فرمایا "ھو" ردیف ہی نہیں ہے، یہ ہمارے فکر کی ایک منزل، ہمارے درد کی ایک پناہ گاہ اور زندگی کے تپتے ہوئے ریگستان میں ایک سایہ دار نخلستان بھی ہے ____ پُرسکون، اداس اور خاموش اور اسی فضا میں دل کی جوت جلتی ہے۔ عشق کی لہر اُٹھتی ہے۔ دنیا کی حقیقت کھلتی ہے اور آنکھیں معرفت کے نور سے چمک اٹھتی ہیں۔ گویا "ھو" کی ردیف فکر و احساس کے لئے ایک تازیانہ ہے۔ یہ تازیانہ فکرِ دنیا سے فکرِ عقبیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔" اور میں کہتا ہوں ____ لفظ "ھو" سے تمام کائنات، دنیا و عقبیٰ کا احساس روپوش ہو جاتا ہے اور ہر سُو ذات اللہ کا احاطہ کر لینے کا احساس طاری ہو جاتا ہے۔

III ابیات باہو پر ایک نظر:- ابیات کو انتخاب کرنے اور جانچتے وقت ان پر لسانی، معنوی اور تعلیم سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے لحاظ سے تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ جس کی وضاحت یوں ہے:

اوّل:- ابیات باہو قدس اللہ سرہ العزیز میں مختلف لوک زبانوں کا اثر نمایاں ہے۔ اس کی ایک وجہ حضرت سلطان العارفین کی اپنی زبان پر مختلف علاقائی زبانوں سے روابط کے اثرات ہیں۔ جس کی بنا پر ان ابیات میں تقریباً ہر صنف اور ہر بول کا استعمال پڑھنے میں آتا ہے۔ دوسری وجہ جس سے کسی صورت میں

ہم قطع نظر نہیں کر سکتے وہ آپ کے خلفاء، درویشوں اور عقیدت مندوں کا اپنے اپنے لہجے میں ابیات شریف کا بار بار پڑھنے سے ان میں حروف و الفاظ کا تغیر و تبدل رونما ہو جاتا ہے۔ یہ صورت یوں پیدا ہوتی گئی کہ آپ کے ابیات شریف کو تو اب تک باضابطہ تحقیق کے ساتھ کسی نے شائع نہ کرایا۔ لیکن کلام کی عوامی مقبولیت کے پیش نظر بعض حضرات ابیات شریف کو بغیر تحقیق و جستجو کے جس رنگ اور جس لہجہ میں سنتے رہے زیر قلم کرتے گئے۔ اکثر درویش اور عقیدت مند جو کہ مختلف علاقوں اور مختلف لب و لہجہ و زبان سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں جذب و سرور کے عالم میں آپ کے ابیات پڑھتے آئے ہیں اور اس طرح وہ نہ صرف اپنا مخصوص لہجہ استعمال کر کے مصنف علیہ الرحمۃ کے اصل لہجہ کو بھولتے گئے بلکہ بعض مصرعوں میں اپنی مخصوص علاقائی زبان کے حروف بھی داخل کرتے گئے۔ اس طرح مختلف لوک زبانوں کا ابیات پر عملی طور پر اثر نمایاں ہو گیا۔ پھر تحقیق اور فکر کے بغیر ہونے والی اشاعتوں نے ان حوادثاتی تغیرات کو مزید تقویت بخشی۔

مثال کے طور پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی آبائی زبان جسے ہم جھنگ کی مخصوص زبان کہہ سکتے ہیں اس میں اردو کے لفظ "تیری" کو بعینہٖ "تیری" ہی استعمال کرتے اور بولتے ہیں۔ مگر آپ کے ایک جو مصرعہ (بیت) میں اس لفظ کو "تینڈی" لکھا گیا ہے۔

ع کر عبادت پچھوتاسیں تینڈی عمراں چار دہاڑے ہو

اس لئے یہ لفظ "تینڈی" جو خالص کامل پور کی زبان ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت سلطان باھوؒ نے خود استعمال فرمایا ہو اور یہ بھی زیادہ قرین قیاس ہے کہ آپ کے بعد عقیدت مندوں اور درویشوں نے لفظ "تیری" کو اپنی مخصوص زبان میں "تینڈی" کہتے رہے ہوں۔ اور اب کثرت استعمال سے اکثر نسخوں میں یہی لکھا جانے لگا ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کا سلسلہ طریقت سندھ، پنجاب، سرحد، بلوچستان اور کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔ جس سے ہر علاقائی زبان والے سالک مستفید ہوئے۔ بلوچستان میں براہوئی قبیلوں کے بعض خلفاء اور درویشوں سے حضرت قدس اللہ سرہ العزیز کے ابیات سننے کا اتفاق ہوا۔ ان خلفاء نے جن کی مادری زبان براہوئی ہے۔ جو کہ بالکل مختلف زبان ہے اپنے مخصوص براہوئی لہجہ میں ابیات باھو پنجابی کو پڑھا۔ جس سے بالکل نئے الفاظ اور نیا لہجہ سننے میں آیا۔ اس طرح اس تحقیق کو تقویت پہنچی اور مختلف زبانوں اور لہجوں والے جب اپنے مخصوص لہجہ میں پنجابی ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو نئے

الفاظ بنتے اور جمع ہوتے گئے۔

دوم:۔ (ا) بعض ابیات کو حضرت سلطان العارفین سے منسوب کیا گیا ہے اور وہ چند غیر معروف کتابچوں میں چھپ بھی چکے ہیں مگر ان کے انداز، معانی، اور سٹائل سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کلامِ ابیات باہُوؒ قدس اللہ سرہ میں سے نہیں۔ چنانچہ اس کتاب سے خارج کر دیا ہے۔

مثلاً نسخہ ۲۔ ف کے صفحہ ۱۲ پر آخر میں ایک بیت درج ہے۔ جو مشکوک نظر آیا۔ اور مجموعہ ابیات میں شامل نہیں کیا۔ یہ بیت کسی دوسرے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ میں بھی نہیں۔ بیت یہ ہے :۔

گ۔ گھڑی گھڑی تے پل پل اندر خالی ہوئے ڈیرے ہو
دل وچہ خوف ربے دا رہندا رب سنبھالے تیرے ہو
خوف رضا وچہ دلدے کریئے اِکّے ویں وچہ تاثیرے ہو
جنہاں خوف ربے دا باہُو انہاں ونجہ بدھے جا سہرے ہو

(اا) پریشان بیت :۔

نسخہ ۱۱۔ث میں ایک اور بیت درج ہے جس میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو دیگر مقامات پر حضرت سلطان العارفین نے استعمال فرمائے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیت ضرور کہا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ کسی اور نسخہ میں ایسا بیت نہیں لکھا گیا ، نہ کسی درویش نے سنایا اور جو کچھ اس نسخہ سے ملا ہے اس قدر ردوبدل کے ساتھ اور مسخ شدہ ہے کہ ہم اس کو ترتیب دیکر کوئی صحیح معنی برآمد نہیں کر سکتے۔ اسے بھی مجموعہ ابیات سے بصد افسوس خارج کیا جاتا ہے۔ اس نسخہ سے بیت جس حالت میں ملا ہے تبرکاً تحریر کیا جاتا ہے۔

چار امام تے پنج مصلّے اسیں کسنوں سجدہ کریئے ہو
• چار محل تے پنج پٹواری کس نوں حاصل بھریئے ہو

چار پیر چوداں حسانوا دے کتول سرنوں دھریئے ہو

نام فقیر تد تھیندا باہُوؒ جد وچہ فقر دے مریئے ہو

نوٹ: دستاویز ابن ۱ ۸ کے اسی بیت کے آخری مصرعہ میں لفظ (فقر) کی بجائے (طلب) درج ہے۔

سوم:۔ پریشان مصرعے:۔ کچھ نامکمل ابیات بھی نظر سے گزرے۔ ممکن ہے کہ ان کے باقی مصرعے حوادثات زمانہ کی نظر ہو چکے ہوں۔ یہ پریشان مصرعے مختلف نسخوں میں ملے ہیں۔ مثلاً

ع رتیں خواب نہ انہاں ہرگز جھڑے اللہ دالے ہو

ع کامل مرشد سوئی الھیوے جھڑا گھر وچ مکہ دکھالے ہو

نسخہ ۔ ث میں کچھ مصرعے محض عامیانہ رنگ میں اور نقالی کی صورت میں ہیں۔ حضرت سلطان العارفین کے نام منسوب کر کے لکھے گئے ہیں۔ دراصل ایک اعلیٰ مفہوم اور سلجھے ہوئے انداز میں حضرت سلطان العارفین جو بیت فرما چکے ہیں، یہ مصرعے انہیں کی ایسی نقل معلوم ہوتی ہے جو بغیر سوچ اور فکر کے محض خانہ پُری کے طور پر جمع کر دیئے گئے ہیں۔

مثلاً

ایہہ مرداں مول نہ کیتی باہو کر کر زاری روندا ہو

سولی چڑھنا کی غم کرنا نئے ایہو راہ فقر دا ہو

نام فقیر تنہاں دا باہو ہور چھڈ نکما جھیڑا ہو

(یہ مصرعہ تو خواہ مخواہ ٹھونسا گیا ہے اور حضرت سلطان العارفین کا قطعاً نہیں ہے)

چل با زار کیا کجھ گھٹے باہو دشمن ہنتہ کنارے ہو

حالانکہ اصل مصرعے جو مجموعہ ابیات میں پوری تحقیق کے ساتھ شامل ہیں۔ یوں ہیں

ع عاشقاں مول قبول نہ کیتی باہو تو ٹے کر کر زاریاں روندی ہو

(حصہ ۱۔ بیت ۶)

ع سر سولی تے چاڑھیونے ایہو راز پرم دا ہو

(حصہ ر - بیت ۹۹)

ع نھی سوداگر کرلے سودا جاں جاں ہٹ ناں تاڑے ہو

(حصہ ک - بیت ۱۵۵)

نسخہ ب د میں ایک بیت کا تیسرا مصرعہ یوں ہے:

ع رب اساں تے راضی ہوسی توبہ کلمہ پڑھئے ہو

متعلقہ بیت مشہور ہے - جو کتاب کے حصّہ ت - بیت نمبر ۴۵ میں درج ہے لیکن اس طرح کا مصرعہ اور کسی نسخہ میں نہیں ملا - اسی نسخہ ب د میں ایک بیت کا چوتھا مصرعہ یوں ہے:

ع ایمان سلامت اوسدا باہو جیہڑا رب اگے سر دھردا ہو

اصل بیت کتاب کے حصہ ج - بیت نمبر ۶۲ میں درج ہے - اور یہ مصرعہ پریشان نظر آتا ہے -

چہارم: شش مصرعیہ ابیات - نسخہ ۲۸ - ول میں ڈو ایسے مصرعے ملے جو حضرت سلطان العارفین سے منسوب تھے - کسی دوسرے مطبوعہ یا مکتوبہ نسخہ میں یہ شامل نہیں ہیں - ان دونوں مصرعوں کو پرکھنے کے بعد مجموعہ ابیات میں شامل کر لیا ہے - مصرعے یہ ہیں:

ع مکہ محبوب دا خانہ کعبہ جیتھے عاشق سجدہ کرے ہو

ڈو زلفاں وچ نین مصلے جیتھے چاروں مذہب ملدے ہو

معانی اور شعریت کے اسلوب و الفاظ پر غور کرنے پر تسلی ہوتی ہے کہ دونوں مصرعے حضرت سلطان العارفین کی زبان گوہر فشان سے ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں - البتہ ان مصرعوں کے ساتھ والے دو یا اس سے زیادہ مصرعے ضائع ہو چکے ہیں - اس بات کا بھی امکان ہے کہ ان کے ساتھ والے مصرعے ضائع نہ ہوئے ہوں لیکن ترتیب و اشاعت کی غلطیوں سے یہ دو مصرعے اپنے اصل بیت سے جدا ہو گئے ہوں - اسی امکان کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے ایک چو مصرعیہ میں انہیں معنی، مفہوم اور قوافی پر مشتمل مصرعوں کو جب پایا تو ان دو مصرعوں کو بھی ان میں شامل کر دیا ہے - یہ بیت حصہ گ کے نمبر ۱۵۶ میں ہے اور اس کا بیت شش مصرعیہ بن جاتا ہے -

اسی طرح دو اور مصرعے پریشان اور بے مقام نظر آئے - جنہیں بعض معروف نسخوں میں بھی دیکھا - چنانچہ انہیں ایسے چو مصرعیہ سے پہلے رکھ دیا جو حصہ ی میں اب تک لکھا جاتا رہا ہے - ان دو پریشان مصرعوں کو اس

جو مصرعیہ سے پہلے مقام دے دینے سے جو مصرعیہ حصہ ﺍ کے بجائے حصّہ پ کے نمبر ۳۶ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس طرح شش مصرعیہ بیت وجود میں آ گیا۔ مذکورہ دو مصرعے یہ ہیں ۔

ع پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہو
اک حرف عشق دا پڑھن نہ جانن بُھلے پھرن بچارے ہو

پنجم :۔ ابیات مشہورِ عام مگر مشکوک :۔ بعض درویشوں سے ایسے ابیات سنے جو کسی مطبوعہ یا مکتوبہ قلمی نسخہ میں نہیں ملتے۔ ملاحظہ ہو:

ﺍ اگلے پہر جو کجھ نہیں کھٹیا ہن دگیر نوں کی کرسیں ہو
کرے توشہ علاں والہ جاں جاں ایہہ دم سر سیں ہو
جھوک لڈیسی ونج پچھوں تاسیں جد جو گی وڑسیں ہو
ایتھے کامل مرشد اتے نیک وسیلہ باہو تاں پڑے رسول دے چڑھسیں ہو

ج جمال تیرے دا ڈٹھا میں ہور مراد نہ منگاں ہو
ہکو کن گن پا کلمے دا لوڑ نہیں کجھ ونگاں ہو
مونہہ نکا تے گل وڈیری میں عرض کریندا سنگاں ہو
ہکو رنگ عشقے دا دیویں باہو تن من میں اپناں رنگاں ہو

مذکورہ بالا ہر دو بیت نسخہ ۱۲۔ س سے ماخوذ ہیں۔ شعریت میں باقی ابیات کا سا رنگ نہ دیکھتے ہوئے انہیں مشکوک قرار دیا اور کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔ قیاس کیا جا سکتا ہے ہر دو بالا چو مصرعے کسی ایسے درویش نے کہے ہوں گے جس نے حضرت باہوؒ کا نام بھی تبرکاً شامل کر دیا ہوگا۔
ڈو ابیات نسخہ ۳۔ پ سے ماخوذ ہیں حضرت سلطان العارفین کی تعلیمات کے مطابق بھی نظر آئے

مگر شعریت و اسلوب و زبان میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ نیز کسی معروف نسخہ یا مطبوعہ و غیر مطبوعہ کسی کتاب سے ان کی تصدیق نہ مل سکنے پر ان دونوں ابیات کو بھی مجموعہ ابیات میں شامل نہیں کیا جاتا ابیات ملاحظہ ہوں:۔

و۔ ایسا مرشد ملیا سانوں جس دل وچ نظر ٹکائی ہو
وہم خیال کر گئے کنارا جدوں مرشد کل ہلائی ہو
ذاتے نال چا ذات رلائی کیتوس فضل الٰہی ہو
اتھے اوتھے دو ہیں جہانیں باہوؒ مینوں مرشد جیہا نہ کائی ہو

ج۔ جس نوں مرشد کامل ملیا اس دی کی نشانی ہو
قلب کمال جمال کریندا ایہہ نفس کریندا فانی ہو
دوہیں جہانیں ضامن ہوندا نال ملیندا جانی ہو
ایسے کامل مرشد توں باہو میں جان کراں قربانی ہو

دستاویز ا ن سے ماخوذ ایک بیت کو بھی ذرائع معتبر نہ ہونے اور تصدیق نہ ملنے کی بنا پر مشکوک قرار دیا اگرچہ انداز کے لحاظ سے ابیات سے مشابہت رکھتا ہے۔ بیت یوں ہے:

ب۔ برقعہ نور حضور اپنے دا مرشد میں تے پایا ہو
نام نشان نہ اپنا کوئی ہرگز باھر آیا ہو
ایہو حال اُسے دا کرساں جیہڑا میں دل آیا ہو
ایہہ سچا راہ توحید دا باہو کامل پیر پڑھایا ہو

اسی طرح نسخہ ب ج سے ایک بیت ملا جس میں لفظوں کا کچھ ہیر پھیر نظر آتا ہے ورنہ اصل بیت حصہ ع کے بیت ۱۳۲ میں ہے۔ تاہم اسے مقدمہ میں شامل کیا جاتا ہے ۔

عشق اسانوں نماز پڑھائی تاں پڑھدے چپ چپاتی ہو
دم دم دے وچ لکھ رکعتاں لوگ جانن گنگی باتی ہو
مرشد اسانوں وضو سجایا دریا وحدت وچ ناتی ہو
پیاں نمازاں قبول تدائیں باہوؒ جد یاراں یار پچھاتی ہو

ششم :۔ ابیات غیر مصدقہ (ل) گیارہ ابیات نسخہ ہ۔ ت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں پانچ ابیات کی تصدیق مختلف نسخوں اور یادداشتوں سے حاصل ہوگئی اور انہیں کتاب میں درج کر دیا گیا۔ وہ ابیات یہ ہیں۔

حصہ د -- بیت ۹۹	حصہ د -- بیت ۹۳
حصہ ع -- بیت ۱۴۱	حصہ ن -- بیت ۱۸۹
حصہ ہ -- بیت ۱۹۵	

البتہ باقی چھ ابیات کی تصدیق کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ سے حاصل نہ ہو سکی تاہم انہیں مقدمہ میں درج کیا جاتا ہے تاکہ اہل فن واصحاب بصیرت شاید کسی موقعہ پر ان کے بارے میں حتمی فیصلہ کر سکیں۔ ابیات یہ ہیں :۔

۱:۔ ک کر دل پاک تاں پاک ہی بن پا کیوں پاک نہ ملدا ہو
اس تن دی میں دھوون نالوں اک دھوویں قطرہ دل دا ہو
جے تن ذکر کرے نہ من فکر کرے تاں کیا دھوون اس ہلدا ہو
تن ذکر کرے من فکر کرے باہو تاہیں دلبر ملدا ہو

۲۔ پ پار چھناؤں بلبل بولے ٹُنج رتی پر ساوے ہو
رات اندھیری چکڑ گلیاں مینوں وہڑا کھاون آوے ہو
جس دم نال پریت لگائی مینوں سو دم نظر نہ آوے ہو
جان ونجے گھول گھتاں باہو میری یار وتّوں رہ آوے ہو

اس بیت کی تصدیق مائی فاطمہ حجانی زوجہ لال چنگا قریشی جو چھپّر سرائے عالمگیر (ضلع گجرات) میں حضرت سلطان العارفین کی دردمند درویشہ ہیں نے بھی کی ہے۔ مگر بیت کا پہلا مصرعہ 'ماہیا' کے انداز میں ہے اور میں نے حضرت سلطان العارفین کا کوئی بیت چونکہ 'ماہیا' کے انداز میں نہیں دیکھا اس لئے اسے بھی مجموعہ ابیات میں شامل نہیں کیا۔ ورنہ معانی اور انداز کے لحاظ سے یہ بیت "ابیاتِ باہو" سے کافی قریب ہے۔

۳۔ د دل دی دوڑ ہوری دل ہووے تاں کیوں مل بہن مسیتی ہو
ظاہروں باہروں پاک دسیندے من وچ کھوٹ پلیتی ہو
خالص نیل پُرانے اُتے نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ہو
میں قربان تنہاں توں باہوؒ جنہاں مگر سجن دے نیتی ہو

اس بیت میں تیسرا مصرعہ تو ابیاتِ باہو کے حصہ ث کے بیت ۵۱ میں بعینہٖ استعمال ہوا ہے چوتھے مصرعہ میں لفظ "مگر" جس کے معنی پیچھے ہونا، پیچھے لگنا یا پیروی کرنا کے ہیں جھنگ کی ٹھیٹھ زبان میں شامل ہے جو کہ حضرت سلطان العارفین کے اسلوب زبان سے ہم خارج سمجھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیشہ ابیات میں جو جھنگوی زبان استعمال فرمائی ہے وہ کافی سادہ ہے نہ کہ ٹھیٹھ انداز میں۔

۴۔ م مکے گیوں تے کی پھل پایو سکھ آیوں ہنر بازی ہو
ہتھ وچ تسبیح تے پکڑ مصلے بنیوں پاک نمازی ہو
سارے کپڑے گل وچ پادیں آکھن سب حجازی ہو
باجھ فنا حق حاصل ناہیں باہوؒ ناں ہی مولے راضی ہو

بیت کے آخری دو مصرعے دستاویز این ۱ N ، کے مطابق اصلاح کے ساتھ یہاں درج کئے گئے ہیں۔

۵۔ ا آل ماہی لا نہ بھاہیں ساڑ نہ سکدیاں روحاں ہو
اک دل بے چارا کی کریسی جد شوق نہ ہووے دوہاں ہو
نیناں بیٹھ عدالت کیتی میں چا کیتے رُوحاں ہو
لوگ رُسے اک وال نہ گھُسے : ہُو رسیں نہ اک توہاں ہو

۶۔ ت تن تندور ہڈاں دا بالن برہوں نال تپایا ہو
دُکھاں دا میں آٹا پیہٹا ہنجواں نال گنھایا ہو
خُون جگر تھیں پڑے کیتے عشق پلیتھن لایا ہو
ایہہ پیالا آب حیاتی والا باہوؒ مینوں مرشد گھول پلایا ہو

ششم : (ب) ، نسخہ ۲۷ ب میں درج بالا بیان ششم کے بیت ۴ - م کی طرح کا ایک بیت ملا ہے مگر قدرے فرق واختلاف الفاظ کے ساتھ ہے۔ اس میں بیت یوں ہے :

م :۔ مکّے گیاں کے پھل پایا سکھیا ہنر بازی ہو

کوزہ مسلّہ تہمد وِچ پھڑ کے نام دھرایا قاضی ہو

تسبیاں رولن مکہ کماون نام دھراون حاجی ہو

جد تک سینہ صاف نہ ہووے باہُوؔ رب کدے نہ ہوندا راضی ہو

یہ بیت معانی کے لحاظ سے حضرت سلطان العارفین کی تعلیمات کے مطابق ہے مگر الفاظ کی بندش اور مصرعوں کا توازن ابیاتِ باہو جیسا نہیں۔ نیز نسخہ ۴۔ ت۔ کا بیت اس سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔ البتہ یہ ایک عجیب اتفاق نظر آتا ہے کہ نسخہ ۴۔ ت کی روایت کا ماخذ ۱۳۲۴ھ سے بیس تیس سال قبل کے زمانہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اور نسخہ ۳۷۔ ب س جس کتاب غیر مطبوعہ سے نقل شدہ ہے وہ کتاب بھی ۱۳۲۳ھ کی تحریر کردہ ہے۔ بہرحال اندازہ ہوتا ہے کہ سال ۱۳۲۳ھ اور اس سے قبل یہ بیت عوام تک کسی نہ کسی وجہ سے ضرور پہنچا ہے۔ البتہ اس کی صحت کے بارے میں بھی ناظرین کرام فیصلہ صادر فرمادیں گے۔

ششم:۔ (ج) یادداشت ب ش۔ سے جو ایک بیت حاصل ہوا ہے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ یہ بیت میرے بھائی سلطان محمد اشرف کو زبانی یاد تھا انہوں نے عم بزرگوار حضرت سلطان محمد شریف مرحوم سے سنا تھا۔ بیت یہ ہے:

ک کامل مرشد اوہو ہووے جیہڑا رج حرام کھواوے ہو

پڑھن گوڑھن دا سبق نہ ڈیوے ہتھوں تسبی چا رہاوے ہو

مکّے ویندیاں نوں موڑ لیاوے گھر وِچ مکّہ وکھاوے ہو

جیں مرشد وِچ فیض نہ حاصل اونکوں پانی گھت لڑھاوے ہو

یہ بیت بھی صاحب بصیرت حضرات کی توجہ اور رائے کے لئے دیباچہ میں درج کیا گیا ہے۔ یادداشت ب ص کے مطابق بھی یہی بیت ملتا ہے جو قدرے لفظی تبدیلیوں کے ساتھ یوں ہے:

۹ ایسا مرشد کامل ہووے جیہڑا رج حرام کھواوے ہو
پڑھن گڑھن دے راہ نہ جاوے تسبی سبھوں سٹاوے ہو
ٹکے گیاں نوں موڑ لیاوے گھر وچ حج کراوے ہو
ایسا مرشد کامل ہووے باہوؒ جیہڑا نت حضور کراوے ہو

اس بیت پر تحقیق کرتے ہوئے جب میں نے حضرت سلطان غلام باہو کی رائے لی تو انہوں نے مطابق دستاویزات ۷ خط محررہ ۲۲ ء میں فرمایا " یہ بیت بہت سننے میں آیا ہے ۔ گو الفاظ میں ہیر پھیر ہوا ہے ۔ مگر افسوس ایسے کلام سے فاسق آوارہ لوگ ۔ اچھے پرہیزگاروں اور شعائر اسلام کی تحقیر کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ خیال ہے کلام بادشاہ صاحب (سلطان باہوؒ) کا ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔ کلام پسندیدہ ہے مگر یہ کلام خواص کے لئے تو مشعل راہ حقیقت ہے ۔ مگر عوام کے لئے زہر قاتل بے ہودگی آوارگی بے دینی ۔ اسی وجہ سے یہ کتابوں میں درج نہیں ہوا " (نوٹ : بیت کے آخری تین مصرعوں میں کوئی دقت نہیں ہے البتہ پہلے مصرعہ کو سمجھ لینا چاہیئے ۔ یہاں 'حرام' سے مراد آلائش دنیا یعنی حسد، غصہ، بغض، کینہ، شہوت، بدبینی وغیرہ ہیں ۔ پس مرشد کامل وہ ہے جو طالب کو یہ تمام چیزیں اس کے باطن میں ختم کرا دے ۔ (رج کھواوے سے مراد سیر ہو کر کھلوا دینا یعنی ہضم کرا دینا ہے) جب تک یہ نفسانی خطرات طالب میں ہضم ہو کر ختم نہ ہو جائیں گی وہ آگے قدم نہ بڑھا سکے گا ۔)

ششم (د) مدینہ منورہ میں برادرم محترم حضرت غلام دستگیر القادری نے ایک جہلمی درویش مسمی عبدالرحیم کی زبانی یہ بیت سنا جو حضرت سلطان العارفین سے منسوب ہوا ہے ۔ مزید تصدیق نہ ہونے کی بنا پر فی الحال دیباچہ میں درج کیا جاتا ہے ۔ اور نسخہ ب ط میں ریکارڈ کیا گیا ۔ بیت یوں ہے :

ع علم دے پڑھیاں جوہر نہیں بندا جیہڑے ہونوں ذات کمینے ہو
پتلوں سونے کدی نہیں بندا بھانویں جڑیئے لعل نگینے ہو
شوم کولوں کدے داد نہیں لبھدی بھانویں ہونون لکھ خزینے ہو
باجھوں عشق نجات نہ باہوؒ بھانویں مریئے وچ مدینے ہو

ششم (ر) لاہور میں یادداشت ۴۵ ۔ ب م کے مطابق ڈاکٹر ظہور الٰہی صاحب سے سنا گیا ایک بیت دیباچہ میں ہی درج کیا جاتا ہے ۔ بیت میں جو یاسیت کا رنگ ملتا ہے وہ حضرت

سلطان العارفینؒ کے انداز فکر کے خلاف نظر آیا۔ اس لئے کتاب کے ابیات میں شامل نہیں کیا۔ بیت یہ ہے:

ل۔ لتھی رات نکلے نیں تارے ساڈوں بانگ خروس سُنائی ہو
ساڈے دل دے جانی لدسدھائے کائی کانگ غماں دی آئی ہو
ایہہ تن میرا جل کولے ہویا پائی سجن وینْ جُدائی ہو
عقل فکر دی جا نہ رہ گئی باہو جتھے کاتب قلم چلائی ہو

ششم (س) لاہور میں بزبان بابا محمد انور باغبان پورہ لاہور والے کے ایک بیت سنا گیا جو درج ذیل ہے۔ ان کے مطابق پہلے اکثر درویش کہا کرتے تھے۔ یادداشت کے لئے مقدمہ میں درج کیا جاتا ہے۔

و ویہن بنا دریا نہیں رجدے تے درخت نہ رجدے ڈالوں ہو
علم بنا علماء نہیں رجدے فقرا نہ رجدے حالوں ہو
رعیتاں بنا شاہ نہیں رجدے شوم نہ رجدے مالوں ہو
سب جگ رجیا یا حضرت باہوؒ دو نین نہ رجدے جمالوں ہو

ہفتم:۔ ابیات غیر معروف و شمول بعد تحقیق و تصدیق:۔

چند ابیات ایسے بھی ملے جو کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ یادداشتوں کا مجموعہ ہیں لیکن انہیں کتاب میں شامل کر لیا ہے ان میں حضرت سلطان العارفین کے کلام کی تقریباً تمام خصوصیات ملتی ہیں۔ نیز ان کے راوی نہایت معتبر اور سنجیدہ اشخاص ہیں۔ البتہ ان ابیات میں بعض الفاظ ٹھیٹھ جھنگ کے ہیں جو حضرت سلطان العارفین کے ابیات کی زبان میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ دیگر پنجابی علاقوں کی زبانوں کے اثرات ان کے ابیات میں نسبتاً زیادہ ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے اختلاف محسوس ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ قرین قیاس ہے کہ یہ چند بیت انہوں نے اپنے آبائی علاقہ کی زبان میں

بھی کہے ہوں گے ۔ کیونکہ معانی اور انداز میں اختلاف نظر نہیں آتا ۔ یہ ابیات چونکہ ابیات باہو میں شامل کر دیئے ہیں اس لئے یہاں ان کا لکھنا ایک زائد کام ہوگا ۔ البتہ ان ابیات کے نمبر شمار ملاحظہ ہوں ۔

حصہ ل ۔ بیت ۱۹	حصہ م ۔ بیت ۱۰۶
حصہ ن ۔ بیت ۱۹۲	حصہ ن ۔ بیت ۱۸۸

ہفتم (الف) حبیب آباد کے ایک درویش سید سلطان شاہ سے ایک مکتوبہ نسخہ ابیات باہو قدس سرہ ہو ملا اس نسخہ میں سے چند نہایت بیش قیمت ابیات حاصل ہوئے جنہیں پورے یقین کے ساتھ کتاب میں شامل کر لیا ہے ۔ ان ابیات کے نمبر شمار یہ ہیں ۔ آخری بیت نسخہ ۴ ۔ ت میں بھی درج ہے ۔

حصہ ا ۔ بیت ۲۰	حصہ ب ۔ بیت ۲۵
حصہ خ ۔ بیت ۱۵	حصہ ج ۔ بیت ۶۲
حصہ د ۔ بیت ۹۲	حصہ س ۔ بیت ۱۱۰
حصہ گ ۔ بیت ۱۵۹	حصہ ہ ۔ بیت ۲۰۱

ہفتم (ب) اسی طرح عزیزم صاحبزادہ نور سلطان نے نسخہ ب د عنایت فرمایا جس میں ایک بیت جو حصہ ا سے متعلق ہے اور کسی دوسرے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ میں نہیں ملتا مگر معانی و انداز کے لحاظ سے حضرت سلطان العارفین کا ہی معلوم ہوتا ہے ۔ اس بیت کو شامل کتاب کر لیا ہے ۔ بیت کا نمبر شمار درج ذیل ہے :

حصہ ا ۔ بیت ۲۱

ہفتم (ج) ایک بالکل نیا بیت جو کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے ۔ یادداشت ب ص سے ملا ۔ تحقیق کرنے پر اس کی تصدیق دستاویز پی (P) کے علاوہ حضرت سلطان محمد عبدالعزیز نے بھی کر دی ہے ۔ اس بنا پر شامل کتاب کر دیا گیا ہے ۔ کتاب میں یہ بیت حصہ ل کا بیت ۱۶۴ ہے ۔

ہشتم :۔ ابیاتِ خارجی ۔ دوسرے شاعروں کا کلام اور ان کا ’ھو‘ کے استعمال کی غلط کوشش

بعض ایسے ابیات جن کے بارے میں تحقیق کرنے پر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ

کے نہیں ہیں انہیں تو یکسر خارج کر دیا ہے اور ان کو مقدمہ میں بھی ظاہر کرنا نا مناسب خیال کیا ہے مثلاً کچھ بیت مجھے ایسے ملے جو میاں محمد مصنف "سیف الملوک" کے ہی تھے اور یار لوگوں نے 'ھو' کا اضافہ کر کے حضرت سلطان العارفینؒ سے منسوب کئے ہوئے تھے۔ انہیں دنوں جب کہ میں بعض تشریحات پر نظر ثانی کر رہا تھا میرے علم میں لایا گیا کہ لائل پور کے ایک صاحب نے کچھ ابیات چھپوائے ہیں جن کے ہر مصرعہ کے آخر میں اس نے 'ھو' کے لفظ کا شمول اسے 'ابیاتِ باھوؒ' کا رنگ دینے کے لئے کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کلام کو حاصل کیا تو اچھا خاصہ کتابچہ تھا۔ جس کا نام "جوڑ توڑ" ہے۔ اس کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ حضرت سلطان العارفین کی اجازت سے کتابچہ لکھا گیا۔ کتابچہ پنجابی نظم کی صورت میں ہے اور اس میں مختلف سیاسی عنوانات دیئے گئے ہیں۔ اشعار کی تعداد چار سو اور پانچ سو کے درمیان ہے۔ ہر مصرعہ کے آخر میں 'ھو' نہایت چستی کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ ہمیں اس مصنف کے اس دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں کہ آیا اسے حضرت سلطان العارفین سے اس کتابچہ کی اس مفہوم و اسلوب میں اشاعت کی روحانی مکاشفہ کے ذریعے سے اجازت ہوئی تھی یا نہ۔ بلکہ ایک محقق کی حیثیت سے جو 'ابیاتِ باھوؒ' پر کام کر رہا ہو یہ خدشہ بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ اسی کتابچہ "جوڑ توڑ" کے بعض مصرعے آئندہ چند سالوں میں جب مختلف زبانوں پر آئیں گے تو اکثر لوگ غلطی سے انہیں 'ابیات باھوؒ' سے منسوب کرنے لگیں گے۔

اسی طرح بلوچستان کے علاقہ اسپلنجی کے ایک درویش خلیفہ ساتھی نے ایک روز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ایک بیت سنایا جس میں بدستور "حضرت باھو" کا نام بھی شامل تھا مجھے انداز بیان میں سراسر اختلاف نظر آیا اور بیت کو حضرت سلطان العارفین سے منسوب کرنے پر قطعاً یقین نہ آیا۔ دریافت کرنے پر خلیفہ مذکور نے بتایا کہ اس کے والد مرحوم نے مرشد کامل حضرت سلطان العارفینؒ کے عشق میں یہ بیت 'ابیاتِ باھوؒ' کی طرز پر کہا تھا۔ بہر حال ایک دردمند دل کے جذبہ نے یہ کام کیا اسے قارئین کی دلچسپی کے لئے تحریر کرتا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے ہی ابیات جو بیسیوں درویشوں کے کہے ہوئے ہیں۔ غلطی سے انہیں کا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابیات باھوؒ میں شامل ہو جانے کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے بیت یوسف بروہی اسپلنجی والے کا ملاحظہ ہو:-

الف   اللہ تینوں شہباز بنایا تاج ملیا سُلطانی ہو

دردمنداں دیاں خبراں گھندا تیرا فیض سُبحانی ہو

در تیرے تے کھڑا پکاراں محبّت شوق دیوانی ہو

فقیراں اپناں راز چھپایا حضرت باہُوؒ فیض حقانی ہو

دیکھئے باقاعدہ 'ھو' کی ردیف ہے اور حضرت باہوؒ بھی آخری مصرعہ میں شامل ہے۔ ایسے ابیات کا عوام کی زبان پر آ کر کچھ وقت کے بعد اصل کلام میں مدغم ہو جانے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

17 کسی بھی دو نسخوں میں حصہ ل اور حصہ ع کے ابیات ایک ہی ترتیب یا تعداد میں نہیں ملے کسی نسخہ میں ل کے بیت ع میں دیکھے تو کسی اور نسخہ میں ع کے بیت ل میں دیکھے۔ غور کرنے پر اس تقسیم کو زیادہ آسان بنانے کے لئے میں نے پنجابی دیوانِ ابیات کی پرانی روش سے ہٹ کر یکسانیت کی خاطر ل اور ع کے تمام ابیات ابتدائی حصہ ل میں ہی درج کر دیئے ہیں۔

ابیات کی تشریحات کے بارے میں:- حضرت سلطان العارفین عارف کامل تھے۔ جن کے عرفان کا منبع حقیقت سرّ سبحانی، قرآن حکیم و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے ابیات کی شرح کرنے کے سلسلے میں قرآن حکیم و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ممکن توجہ کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سلطان العارفین کے دیگر نثری کلام کا بھی غور سے مطالعہ کیا تاکہ جو تعلیمات انہوں نے ابیات میں دی ہیں انہیں کا اعادہ ان کے دیگر کلام سے بھی اخذ کیا جا سکے۔ اس طریق کار سے ابیات کے معانی و مفہوم کی صحت پر بھی تسلّی ہوتی ہے۔ نیز ابیات کی وضاحت کے لئے دیگر اکابرین دین و صوفیائے عظام کے اقوال و حالات سے بھی حوالے دیئے ہیں۔ اس انداز اور اصول سے تشریح کا کام مکمل کرنا کافی محنت طلب رہا ہے اور وقت بھی بہت صرف ہوا۔ مگر اسی معیار کو آخر تک قائم رکھنا بھی ہر لحاظ سے ضروری تھا جسے خدا کے فضل سے مکمل کرنے میں کافی حد تک کامیابی ہوئی۔

بعض ابیات کی شرح کرنے میں کافی پیچیدگیاں اور دقتیں پیش آئیں۔ کلام الملوک ملوک الکلام ہوتا ہے ہمارے لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ہر بات پر رسائی حاصل کرنا تو ناممکن بات ہے البتہ ان اصحاب کے لئے سمجھنا ممکن ہے جو علم باطن کے مالک ہوں۔ تاہم حضرت سلطان العارفینؒ کے نثری کلام کا بار بار مطالعہ کرنے اور ان کے سلوک کو کافی حد تک سمجھ لینے کے بعد ان مشکل ابیات کی تشریح کرنے میں بھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ کامیابی اور رسائی دراصل خداتعالیٰ کے فضل اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا ہی نتیجہ ہے۔

سب سے مشکل تشریح حصہ ک کے بیت ۴۵ کی تھی۔ اس میں دو ممکن مطالب نظر آتے تھے۔ اوّل یہ کہ بیت مکان یا تکوین کائنات سے متعلق ہے۔ دوم یہ کہ بیت لامکان یا لامکانی حالت پیدا کرنے کے صوفیانہ تصورات سے متعلق ہو سکتا ہے جو فقیر کے لئے ایک لاثانی کیفیت حال بن جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے تو اوّل مفہوم پر کافی تحقیق کی مگر بعد میں کلید جنت کے مطالعہ پر مجھے تسلی ہوئی کہ یہ بیت لامکان کے اذکار و تصورات سے متعلق ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے ہی تشریح کی گئی ہے۔

دوسرا مشکل بیت حصہ پ کا بیت ۱۴ تھا۔ جس کے لئے بہت سے صوفیانہ رموز کو زیر نظر رکھنا پڑا۔ حضرت سلطان العارفین کی تعلیمات کو زیر نظر رکھ کر بالخصوص جن امور کو اس بیت کے معانی و مفہوم سمجھنے کے لئے مناسب سمجھا اور ان پر غور کیا یہ ہیں:۔

(۱) پنج جمعیت یا پانچ مراتب (۲) پنجتن پاک (۳) خمسہ عوالم (۴) لطائف ستہ میں پانچ آخری لطائف (۵) پانچ ارکان اسلام (۶) حواس خمسہ۔ بالآخر اس آخری امر کو بیت کی تشریح کے لئے درست سمجھا اور اسی مفہوم میں تشریح کی گئی۔

تیسرا مشکل بیت حصہ پ کا بیت ۲۴ تھا۔ جسے نہ صرف غلط لکھا جاتا رہا بلکہ معنی اور مفہوم میں بھی غلط رنگ دیا جاتا رہا۔ پہلی غلطی تو یہ کی جاتی رہی کہ لفظ "پیراں" کو "چیلاں" لکھا جاتا رہا۔ جس کی بنا پر بیت کے ماحول، علاقہ اور تاریخی اہمیت کو مسخ کیا جاتا رہا۔ اور بغداد (عراق) سے مراد لینے کی بجائے گڑھ بغداد (نواح ملتان) مراد لیا گیا۔ جو سراسر غلط خیال تھا۔ اصل لفظ 'پیراں' تھا جس سے بیت کی شعریت بھی درست رہتی ہے اور معنی کے لحاظ سے بھی مقصد صاف ہو جاتا ہے۔ بہرحال اس بیت کی شرح بھی صرف ایک لفظ کی بنا پر دقت کا باعث بنی۔ اسی ضمن میں بعض لفظی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جن کی وجہ سے معنوی دشواری

پیدا ہوجاتی ہے - اس لحاظ سے سب سے مشکل بیت حصہ ع کا بیت ۱۲۰ تھا - جسے عام طور پر تمام سابقہ مطبوعہ کتب میں یوں لکھا گیا ہے -

ع عاشق دی دل موم برابر معشوقاں دل کالی ہو

معشوق تو خالق حقیقی ہے جس کے حق میں کوئی عارف اسے سیاہ دل ، نہیں کہہ سکتا - مجازی کنایے بھی حضرت سلطان العارفین نے بہت ہی کم استعمال کئے ہیں - اس لئے یہ تسلیم نہیں ہوتا تھا کہ یہ لفظ اسی طرح 'دل کالی' ہوگا - میری یہ دشواری برادر بزرگوار حضرت غلام دستگیر صاحب نے ہی دور فرمائی اور انہوں نے بتایا کہ مصرعہ دراصل یوں ہے -

ع عاشق دی دل موم برابر معشوقاں 'ول کاہلی' ہو

گویا اصل لفظ 'ول کاہلی' تھا جو کثرت استعمال سے 'دل کالی' مشہور ہوگیا -

صاحب ابیاتؒ پر اجمالی نظر :-

اسم مبارک :- کتاب عین الفقر میں آپ اپنی والدہ مکرمہ کے اس احسان کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کا نام " باہو " رکھا - اپنی ہر ایک نثری کتاب کے آغاز میں اپنا تعارف 'فقر باہوؒ' کے نام سے کرایا ہے - نیز ابیات میں فرماتے ہیں -

ع ذاتے نال جاں ذاتی رلیا باہو نام سدایں ہو (حصہ ی - بیت ۲۲)

گویا 'باہو' ہونے کی وجہ تسمیہ خود بیان فرما دی ہے -

مناقب سلطانی کے مؤلف آپ کا پورا نام 'سلطان باہو' لکھتے ہیں - آج کل بعض مصنفین آپ کا نام 'محمد باہو' یا سلطان محمد باہو لکھ رہے ہیں - آپ نے اپنی تصنیفات میں ہمیشہ اپنا اسم گرامی " باہوؒ " لکھا ہے - گویا اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ کا اصل نام ' باہو ' رکھا گیا - عارفانہ عظمت وفقر حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب 'سلطان ' نام کا حصہ بن گیا -

ولادت و وصال :- شورکوٹ میں ۱۰۳۹ھ آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۱۰۲ھ میں وہیں پر آپ کا وصال ہوا -

اسمائے والدین :- والد ماجد کا نام 'محمدؒ بازید تھا جو حافظ قرآن' فقیہ' صالح اور بیدار مغز انسان تھے -

عرف :۔ اعوان۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق وادی سُون کے مشہور بہادر غیور اور پرہیز گار اعوان قبیلہ سے تھا۔ جو جانبے ہرات کے راستے سے کالا باغ اور سون سکیسر میں وارد ہوئے۔

نسب :۔ ہاشمی علوی۔ شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے جا ملتا ہے۔

علم وفیض۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رح کی اپنی کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں تشریف لاکر کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا۔ مادر زاد ولی کامل تھے۔ علم لدنی حاصل تھا۔ جس کی برکت سے آپ حافظ قرآن، حافظ الحدیث، عالم فقہ، تصوّف وقانون فلسفہ ومنطق پرحاوی تھے۔ ان جملہ علوم کا ثبوت آپ کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔

آپ کو باطنی فیض وارشاد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ جس کے بارے میں آپ نے اپنی اکثر کتب میں اظہار فرمایا ہے۔

آپ کے علم لدنی کی تصدیق اس بیان سے واضح ہوتی ہے کہ " نہ میں نے کسی کی تصنیف سے کچھ چرایا ہے جو کچھ لکھا ہے محض اللہ اور اس کے رسولؐ سے صحیح طور پر پایا ہے۔ یہ فقیر حق سے ہو کر آیا ہے اور وہاں سے حقیقت حق لایا ہے۔ اس لئے میری سب باتیں حق ہیں۔ اور غیر ماسوٰی باطل سے بالکل مبرّا مطلق ہیں۔" (نور الہدیٰ)

رسالہ روحی میں فرماتے ہیں :۔

؎ شد اجازت باھوؒ را از مُصطفیٰؐ

خلق را تلقین بکن بہرِ خدائی

دست بیعت کرد ما را مصطفیٰؐ

فرزند خود خواندست مارا مُجتبیٰؓ

کتاب شمس العارفین کے مطابق آپ نے حضرت مخدوم سید موسیٰ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد کہہ کر پکارا ہے۔ یہ تعلق باطنی کشف کا ہے۔ کیونکہ موسیٰ شاہ جیلانی کا آپ سے بہت عرصہ پہلے وصال ہوا ہے۔

صاحب کتاب مُناقب سُلطانی نے آپ کی ظاہری بیعت حضرت پیر عبدالرحمٰن دہلوی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کی ہے۔

حضرت سلطان العارفین کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عارفانہ و دقیق علم کامل رکھنے کے علاوہ آپ بیشتر اکابرین دین و صوفیائے کرام کی تصنیفات کا بھی گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ ان مصنفین و اکابرین کے اسمائے گرامی جن کے کلام سے حضرت سلطان العارفین نے اکثر اپنی تصنیفات میں حوالے دیتے ہیں درج ذیل ہیں:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ
حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شمس الدین حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ
مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ
مرغوب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صائب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے علاوہ معلوم ہوتا ہے حکیم افلاطون وارسطو کے فلسفہ و مقالات کو بھی آپ نے گویا نظر باطن سے پرکھ لیا تھا۔ گویا علم باطن کی کامل روشنی اور نور کے ساتھ ساتھ حضرت سلطان العارفین علوم ظاہر میں بھی وسیع مطالعہ اور عمیق نظر رکھتے تھے۔ قرآن شریف وحدیث شریف، فقہ، فلسفہ، تصوف، ادب وشعر کے جملہ بلند پایہ علماء، صوفیاء و شعراء کی تصنیفات پر عبور حاصل تھا۔ فتاویٰ عالمگیری، شامی، مشکوٰۃ اور نزہت الارواح وغیرہ کتب کا آپ نے بارہا اپنی تصنیفات میں حوالے دیئے ہیں۔

تصنیفات: مصدقہ روایات کے مطابق حضرت سلطان العارفین ایک سو چالیس(۱۴۰) کتب کے مصنف ہیں۔ اس وقت جو کتب دستیاب ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ دیوان باہو	۲۔ تیغ برہنہ	۳۔ گنج الاسرار	۴۔ کلید التوحید
۵۔ محبت الاسرار	۶۔ مجالستہ النبیؐ	۷۔ اورنگ شاہی	۸۔ رسالہ روحی
۹۔ امیر الکونین	۱۰۔ محک الفقراء خورد	۱۱۔ محک الفقراء کلاں	۱۲۔ کشف الاسرار
۱۳۔ حجت الاسرار	۱۴۔ فضل اللقاء	۱۵۔ توفیق الہدایت	۱۶۔ طرفتہ العین
۱۷۔ نور الہدیٰ کلاں	۱۸۔ کلید جنت	۱۹۔ جامع الاسرار	۲۰۔ محکم الفقراء
۲۱۔ مفتاح العارفین	۲۲۔ اسرار قادری	۲۳۔ عین الفقر	۲۴۔ عقل بیدار
۲۵۔ قرب دیدار	۲۶۔ نور الہدیٰ خورد		

۲۷۔ شمس العارفین (یہ کتاب دراصل سلطان العارفین کی مختلف کتب سے اخذ کر کے ابواب

کی صورت میں ترتیب دی گئی ہے اور اب سلطان العارفین کی تصنیف مشہور ہے)

درج بالا تصنیفات آپ نے فارسی زبان میں تحریر فرمائیں اور تمام تصوف وعشق الٰہی وفقر کامل سے متعلق اپنی نوع کی بے مثال کتب ہیں۔

۲۸- ابیات باہو۔ جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ حضرت سلطان العارفین کے جملہ کلام کا لب لباب ہے۔ یہ واحد کتاب ہے جو آپ نے سرائیکی پنجابی زبان میں لکھی۔

کتاب شمس العارفین اور مناقب سلطانی سے آپ کی چند ایسی تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں جو اس وقت نایاب ہیں۔ مثلاً (۱) مجموعۃ الفضل (۲) عین الفنا (۳) تلمیذالرحمٰن (۴) قطب الاقطاب (۵) شمس العاشقین (۶) دیوان باہو کبیر وصغیر۔ جو دیوان دستیاب ہے اگر اسے دیوان صغیر کہا جائے تو دیوان باہو کبیر بہرحال دستبرد زمانہ سے نہیں بچ سکا۔

سلوک: حضرت سلطان العارفینؒ کا سلسلہ طریقت قادری سروری ہے۔ اور آپ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے طریقہ عالی سے منسلک ہیں۔

طریق زندگی و معاش: نہایت سادہ زندگی بسر کی۔ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا خاصہ تھا۔ خود کھیتی باڑی کا شغل اختیار فرمایا۔ دنیاوی دھندوں کو بڑھنے نہیں دیا۔ مختصر گذر اوقات پر صبر وقناعت اختیار فرمایا بلکہ آپ نے اپنے والد صاحب کی دو جاگیریں۔ قلعہ شورکوٹ اور قلعہ قہرگاں کی سب املاک اور اپنا باقی مال ومتاع فی سبیل اللہ عوام میں تقسیم کر دیا ـــــ یکے بعد دیگرے چار نکاح کئے۔ راہ حقیقت کی تلاش و اصلاح خلق کے لئے دور دراز کے سفر بھی اختیار کئے۔

خدمت خلق: حضرت سلطان العارفین صوفی مشرب اور روح اسلام سے سرشار طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کا علم باطن جملہ علوم ظاہری پر حاوی تھا۔ مرشد کامل کی حیثیت سے ہزار ہا بے دین وملحد کفار کو دائرہ اسلام میں لائے۔ آپ جلال وجمال الٰہی کے پیکر تھے۔ اکثر کفار آپ کو دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیتے اور ان کی ایک نظر ہدایت وتلقین کا سرچشمہ بن جاتی تھی۔ اپنی سادہ زندگی اور رزق حلال سے اپنے پیروکاروں اور عوام کے لئے مثال قائم فرمائی۔ سلاطین وامراء کو قابل توجہ نہ سمجھا۔ اگر کوئی حاضر خدمت ہو جاتا تو ہدایت فرماتے۔ خلق خدا کی رہنمائی کے لئے ایک سو چالیس کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔

کرامات: آپ کا وجود خود کرامت تھا۔ کیونکہ عشق الٰہی میں مستغرق اور فقر کامل کی فنا میں محو ہو کر ذرہ بھر

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز نہ کیا۔ لوگ آپ کو دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیتے تھے۔ وقتاً فوقتاً آپ سے جو خارق عادات واقع ہوئیں ان کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

پیغام: آپ کے پیغام کا لب لباب اصلاح نفس ہے۔ جس کے بغیر انسان ناکارہ ہے۔ خودشناسی اور خداشناسی کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ دنیا و عقبیٰ کے منازل فقیر کامل کے سامنے ہیچ سمجھتے ہیں اور دنیا میں سچائی اور ثابت قدمی رکھنا مرد مولیٰ کا شعار بتاتے ہیں۔ حصول فقر کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کو لازمی قرار دیتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی طلب و رضا کے حصول کی تلقین فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے طالب کو پکار پکار کر کہتے ہیں ؎

هر کہ طالب حق بود من حاضرم — ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

طالب بیا طالب بیا طالب بیا — تا رسانم روز اول با خدا

محاسن کلام (ابیاتِ باہوؒ)

ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کلام ایسے جامع صفات عظیم شخصیت کا ہے جس میں تمام بلند و بالا افکار موجود ہیں اور اس کے مصنف بیک وقت عظیم صوفی، عظیم مفکر، عظیم مصلح اور عظیم ہادی شریعت عظیم رہبر طریقت ہیں۔

نمایاں انداز:۔ یہ ابیات اپنی قسم و نوعیت کے لحاظ سے صوفیانہ اور پنجابی شاعری میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں اور اس قدر نمایاں انداز میں ہیں کہ کسی ایک مصرعہ کو سننے یا پڑھنے سے دل میں ایک مخصوص سوز و گداز اجاگر ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کس مرد حق کا پیغام ہے۔

محض عشق خاص:۔ ان ابیات میں عشق حقیقی کی کیفیات اور طالب مولیٰ کو ہدایات فرماتی ہیں۔ ان میں نہ دنیا ہے اور نہ کوئی مجاز کی بات۔ مگر عام انسان ان کے پڑھنے سے مسرور ہوا جاتا ہے۔ حقیقت کی سچی باتیں دلوں میں کھبتی جاتی ہیں اور عارفانہ فکر و ذوق پیدا کر دیتی ہیں۔

منبع خیال:۔ تمام تر ابیات کسی نہ کسی آیت قرآنی یا احادیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہیں اور کوئی فکر و خیال رموز دین و عرفان سے باہر نہیں۔ کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ عاشق حقیقی اور مادرزاد ولی ہونے کی حیثیت سے مبلغ قرآن و حدیث ہیں۔ ابیات اپنے مخصوص انداز اور سچائی کے پیغام سے دل کی گہرائیوں میں اسلام کی روح پھونکتے ہیں۔ ان سے صفائی باطن اور عمل صالح کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

عشق حقیقی:۔ صوفیانہ شاعری میں عشق حقیقی کے بیان میں یہ ابیات اس لحاظ سے منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان میں کوئی اشارہ یا کنایہ مجازی تاثر پیدا نہیں کرتا۔

حضرت سلطان العارفین سچائی کے داعی اور سچ کے پرستار ہیں۔ ان کی تلاش باکمال نے الٰہی صفات والی طاقت کو مصرف میں لانا کمال انسانیت بتایا۔ کامل مصنف نے بلا امتیاز نسل و رنگ مذہب وملت طالب اللہ کو سچی طلب کی راہ بتائی ہے ۔

ہر انسان کے دل میں حقیقت کی چاشنی موجود ہے مگر وہ دنیوی اور اپنے اپنے مخصوص مصنوعی ماحول میں مبتلا ہو کر اپنے دل وجان کو آلائشوں سے بھر چکا ہے۔ وہ حقیقت کو بھی سمجھنا چاہتا ہے تو مثالوں اور صنائع کے ساتھ ۔ مگر ابیات باہوؒ میں یہ صفت نمایاں ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے انسان کے اس گوشہ کو جس میں حقیقت کی چاشنی خفتہ ہے بیداری عطا ہوتی ہے اور حقیقی احساس کی خبر ملتی ہے۔ ان ابیات میں کوئی تصنع نہیں مگر سیدھی سادی عارفانہ باتیں ہیں جو ہر ایک دل کو بیدار اور باخبر کرتی چلی جاتی ہیں۔ ان ابیات میں لمبی چوڑی دلیلیں نہیں بلکہ ہر مصرعہ میں پتہ کی بات اور ہدایت ملتی ہے ۔ ان میں سچی بات اس انداز میں کہی گئی ہے جسے کوئی اور ادا نہیں کر سکا۔

ع باجھ وصال اللہ دے باہوؒ دنیا کوڑی بازی ہو (حصہ ن بیت ۱۸)

یہ کس قدر مختصر اور بے تکلف کلمہ ہے مگر کتنی جامع اور مکمل بات کہہ دی گئی ہے۔

جوشش بیان:۔ ابیات باہوؒ کی سیدھی سادی عارفانہ باتوں میں جوشش بیان موجود ہے ۔ کیونکہ تمام ابیات محویت ذات الٰہی کا نتیجہ ہیں اور صاحب ابیات (رحمۃ اللہ علیہ) کے ذاتی حالات، واردات وکیفیات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً

ع نال ہیں جوگی نال ہیں جنگم نال میں چلا کمایا ہو
نال میں بھج مسیتیں وڑیا ناں تسبا کھڑکایا ہو (حصہ ن۔ بیت ۱۰۴)

ناپسندیدہ عناصر کی پردہ دری:۔ کامل مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مختصر ابیات میں ان ناپسندیدہ عناصر کی قلعی کھولی ہے جو قوم وملت ومعاشرہ میں خرابیاں پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان میں دنیا پرست امراء وسلاطین، شکم پرست ملا وعالم، ریاکار زاہد وعابد اور بد باطن ناقص پیر ومرشد شامل ہیں۔

مثلاً حضرت سلطان العارفین نے دنیا اور دنیا پرستوں کی مذمت یوں فرماتے ہیں:۔

ع ادھی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیاداراں ہو (حصہ ا۔ بیت ۱۰)

پھر فرمایا۔

ع ایہہ دنیا رن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہو (حصہ ا۔ بیت ۱۱)

اور۔

ع دنیا گھر منافق دے یا گھر کافر دے سوہندی ہو۔ وغیرہ

(حصہ د۔ بیت ۸۸)

واعظین کی پردہ دری یوں فرماتے ہیں۔

ع پڑھ پڑھ عالم کرن تکبّر حافظ کرن وڈیائی ہو (حصہ پ۔ بیت ۳۴)

ع جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو (ایضاً)

ریاکار زاہدوں کو یوں خطاب فرمایا۔

ع تسبیح دا توں کسبی ہویوں ماریں دم ولیاں ہو
من دا منکا اک نہ پھیریں گل پائیں ہنج ویاں ہو (حصہ ت۔ بیت ۴۶)

ع سے روزے سے نفل نمازاں سے سجدے کر کر تھکے ہو
سے واری مکے حج گزارن دل دی دوڑ نہ مکے ہو (حصہ س۔ بیت ۱۰)

روزمرہ:۔ ابیات میں بعض مصرعے اور ترکیبیں عالمی سچائی (UNIVERSAL TRUTH) کے حامل ہیں۔ اس لئے ابیات روزمرہ کے استعمال کے لئے سرائیکی پنجابی ادب میں بالخصوص ضرب الامثال بنتے جارہے ہیں جو الفاظ اور ترکیبیں رات دن استعمال میں آتے رہتے ہیں اور جو حقائق عام زندگی میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا اظہار بڑی خوبی وسادگی سے ادا فرمایا ہے۔ اس طرح اکثر مصرعے زبان زدِ عام ہونے کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے ضرب الامثال کا مقام پا رہے ہیں۔ مثلاً

ع پیوواں کوں پُتر کوہاوے بھٹھ دنیا مکاراں ہو (حصہ ا۔ بیت ۱۰)

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو (حصہ ا۔ بیت ۱۲)

جیڑھے مُڈھ قدیم دے کھیڑے ہوون کدی نہ ہوندے رانجھے ہو (حصہ ب - بیت ۲۷)

ہرگز مکھن مول نہ آوے پھٹے دودھ دے کڑھیاں ہو (حصہ پ - بیت ۳۳)

اک بُت خانیں واصل ہوئے اک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ہو (حصہ پ - بیت ۳۸)

راہ فقر رت ہنجوں روون باہو لوکاں بھانے ہاسہ ہو (حصہ ت - بیت ۴۲)

توڑے تنگ پرانے ہوون گجھے نہ رہندے تازی ہو (حصہ ت بیت ۴۵)

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو (حصہ ث - بیت ۵۰)

مرداں تے نامرداں دی گل تداں پوسی باہو جداں عاشق بنھسن گانے ہو (حصہ ج - بیت ۵۰)

جے کر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ہو (حصہ ج - بیت ۶۸)

کوڑا تخت دنیا دا باہوؒ تے فقر سچی بادشاہی ہو (حصہ ح بیت ۶۹)

شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہو (حصہ خ - بیت ۷۴)

تاڑی مار اڈا نہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو (ایضاً)

لعل جواہراں دا قدر کیہہ جانن جو سوداگر بل دے ہو (حصہ غ - بیت ۷۷)

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہو

(حصہ د - بیت ۷۸)

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا جے کوئی اس نوں جانے ہو

(حصہ د - بیت ۸۲)

ہسن کھیڈن سبھ بھلیا باہو جد عشق چنگھیاں دھاراں ہو

(حصہ د - بیت ۸۰)

فکر دا پھٹیا کوئی نہ جیوے پٹے مڈھ چا پاڑوں ہو

(حصہ د - بیت ۹۶)

عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ہو

(حصہ ر - بیت ۹۸)

کوڑل وانگ کوکیندی وتاں متاں مولا مینہ وسائے ہو

(حصہ س - بیت ۱۰۷)

عاشق ہوویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو

(حصہ ع - بیت ۱۲۴)

عقل فکر دیاں بھل گیاں گلاں باہو جد عشق وجائی تاڑی ہو

(حصہ ع - بیت ۱۳۱)

سچا عشق حسین علی دا باہو سر دیوے راز نہ بھنے ہو

حصہ ع - بیت ۱۳۳)

قاضی چھوڑ قضائیں جاون جد عشق طمانچہ لایا ہو

(حصہ ع - بیت ۱۳۷)

کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگائیے ہو

(حصہ ن - بیت ۱۷۸)

کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باہو توڑے سے مناں کھنڈ پائیے ہو حصہ ن - بیت ۱۷۸

اُچیاں بانگاں سوئی دیون نیت جنہاندی کھوٹی ہو (حصہ ن بیت ۱۸۵)

سچ تو یہ ہے کہ تمام کا تمام کلام صداقت کی وجہ سے زبان زدعام ہو رہا ہے۔ کیونکہ سادہ الفاظ میں سچے بول عشق حقیقی کے درد بھرے سوز وگداز سے بھرپور ابیات، منازل عشق میں تکالیف کی سچی کیفیات اور عوامی ماحول میں رچے ہوئے ہر لمحہ دل کو لینے والے گیت لافانی اقتدار کے حامل ہیں۔

ابیات میں فکر و فلسفہ:۔ ابیات باہوؒ سے ہمیں جا بجا گہرے صوفیانہ خیالات سے بھرپور فلسفہ کے اسباق ملتے ہیں۔ ان ابیات میں جذباتیات نہیں بلکہ فلسفیانہ افکار حقائق اور عارفانہ مشاہدات کا اظہار ہے۔

عرفان نفس:۔ انسانی معاشرہ میں جہاں کہیں بھی کوئی اچھا مفکر پیدا ہوا اس نے اس حقیقت کو لازماً ظاہر کیا ہے کہ عرفان نفس سے ہی اصل آگہی حاصل ہوتی ہے۔ گو ہمارے زیر نظر قرآن و حدیث وصوفیائے اسلام کے علوم ہی ہیں مگر یہ اظہار بے جا نہ ہوگا کہ غیر مسلم مفکرین میں بھی بعض اس حقیقت کو سمجھتے تھے جن میں سر آرتھر اسٹینلے اڈنگٹن قابل ذکر ہے۔ اڈنگٹن کے مطابق "عالم شہود اور عالم غیب دونوں کے متعلق ہمیں اپنے سلسلہ استدلال کے لیے کچھ مقدمات ملیں گے تو نفس کے علم بالذات میں"۔

(خطبہ سوار تھ مورہ ۱۹۲۹ء)

عظیم صوفیائے کرام و مفکرین عظام کی طرح حضرت سلطان العارفین بھی اپنے من میں جھانکنے اور اپنی ذات پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ مثلاً

ع ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو (حصہ و۔ بیت ۱۷)

ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو (ایضاً)

ع ایہہ تن رب سچے دا حجرہ دل کھڑیا باغ بہاراں ہو (حصہ و۔ بیت ۱۸)

وچے کوزے وچے مصلے وچے سجدے دیاں تھاراں ہو (ایضاً)

اس مقصد میں ہی فرمایا:

ع دل دریا سمندروں ڈوگھے کون دلاں دیا جانے ہو (حصہ د۔ بیت ۸۷)

چودہ طبق دلے دے اندر جتھے عشق تمبو ونج تانے ہو (ایضاً)

پھر فرمایا:۔

ظاہر ویکھاں جانی تائیں نالے دِستے اندر سینے ہو (حصہ ظ۔ بیت ۱۱۹)

توکل و عمل پیہم :۔ ابیات میں کئی بار اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انسان کو مشکل سے مشکل کام میں بھی ہمت نہ ہارنی چاہیئے بلکہ ہر تکلیف اور دکھ کے بعد آسانیاں لازم ہیں۔

ع تلہ بجھ توکل والا ہو مردانہ تریئے ہو

جس دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ تھیں ناں ڈریئے ہو (حصہ ت۔ بیت ۴۳)

جوہر شناسی :۔ حقیقت شناس آنکھ ظاہری نمود و نمائش پر نہیں جاتی بلکہ پوشیدہ عظمت و صلاحیت کو بھانپ لیتی ہے۔

ع توڑے تنگ پرانے ہوون گجھے نہ رہندے تازی ہو (حصہ ت۔ بیت ۴۵)

لعل جواہراں دا قدر کے جانن جو سوداگر بلدے ہو (حصہ خ۔ بیت ۷۷)

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا جے کوئی اس نوں جانے ہو (حصہ د۔ بیت ۸۴)

وحدت الوجود و شہود میں یگانگت :۔ ابیات میں وہ اشعار جو ذات فقر سے متعلق ہیں خالصتاً وجودی کیفیات کے حامل ہیں اور وہ اشعار جو طالب کو ہدایت و تلقین کرنے سے متعلق ہیں ان میں شہودی فلسفہ کارفرما ہے۔ گویا وجود اور شہود کے دقیق نظریات کو زندگی میں منازل کا مقام دے کر اسے نہ صرف آسان کر دیا بلکہ یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ دونوں درحقیقت ایک ہی مقصد رکھتے ہیں۔ مثلاً:۔

جہاں کہیں فقیر فنا فی اللہ کی ذات کا بیان ہے تو فرماتے ہیں۔

ع الف احد جد دتی دکھالی ازخود ہویا فانی ہو (حصہ ل۔ بیت ۳)

ع عینوں عین تھیوسے باہو سرّ وحدت سبحانی ہو (ایضاً)

یہ وجودی مقام تھا جہاں فقیر کی ذات مظہر جمال ہوتی ہے۔ حقیقی طالب شہودی کیفیات و منازل کا حامل ہوتا ہے کیونکہ شوق، عشق، مرشد کامل کا قرب، ہجر کے غم وغیرہ سب اسی کے لئے ہیں اور اسے ہر بار مقام فقر کے حصول کی تلقین ہوتی ہے۔

مثلاً ع و ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو

ع شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ہو

اس موقع پر مقام عشق کے تمام تکالیف اور الائم کا ذکر ہوتا ہے اور وہ لوگ جو نہ مقام فقر پر فائز

ہیں اور نہ حقیقی طالب ہیں وہ تو ہیں ہی اندھیرے میں اور تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اپنی ذات کی پہچان سے محروم ہیں چہ جائیکہ طالب مولیٰ بن کر فقر کا عظیم مقصد حاصل کریں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تصوف کی تاریخ میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ ہی اولین صوفی ہیں۔ جنہوں نے عینیت اور ماثرائیت کو یگانگت دی۔ ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۴ھ - ۱۱۷۶ھ) نے وجود و شہود کی یگانگت کے مسئلہ کو کھل کر سمجھایا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ (۱۲۶۱ھ - ۱۳۱۹ھ) نے اسی موضوع پر یوں اظہار فرمایا کہ" دونوں فرقوں میں نزاع لفظی سے زیادہ کوئی خاص اختلاف نہیں" (خواجہ غلام فرید از مسعود حسن شہاب ص ۵۵)

حضرت سلطان العارفین کے ہمعصر دارہ شکوہ نے بھی کتاب مجمع البحرین لکھ کر مسئلہ وحدت الوجود و شہود کو نہایت احسن طریقے سے سمجھایا ہے۔

توحید : ابیات باہو (رحمۃ اللہ علیہ) میں مقام توحید سے متعلق واردات وکیفیات کے ساتھ عارف باللہ کے مشاہدات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین توحید کے جن مراتب کا اظہار فرماتے ہیں وہ مراتب تصوف کی اصطلاح میں توحید طریقت، توحید حقیقت اور توحید معرفت ہیں۔

توحید طریقت سے متعلق بیت بالخصوص حصہ ا میں بیت ۹ پر ہے جس کا مصرعہ اول معنی پر محمول ہے۔ مصرعہ یوں ہے: ع اندر ہُو تے باہر ہُو ایہہ دم ہُو دے نال جلیندا ہُو

اس کے بعد حصہ ج میں بیت ۵۲ حصہ ر میں بیت ۱۰۱ توحید طریقت سے متعلق ہیں۔ باقی کلام میں آپ نے بیشتر توحید حقیقت کے مختلف مراتب پر محمول ابیات بیان فرمائے ہیں مثلاً حصہ ا میں بیت ۳ - ۱۷ - ۱۸ ، حصہ ب میں بیت ۲۳ حصہ ت میں ۴۲

حصہ ث میں بیت ۵۰ حصہ ض میں بیت ۱۱۶ حصہ ط میں ۱۱۷، ۱۱۸

حصہ ظ میں بیت ۱۱۹ حصہ ع میں بیت ۱۲۱ ، ۱۲۵ حصہ غ میں بیت ۱۴۲

حصہ ق میں بیت ۱۴۴ حصہ م میں بیت ۱۶۵ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۷

حصہ و میں بیت ۱۹۱ حصہ ہ میں بیت ۱۹۵

اسی طرح توحید معرفت سے معمور ابیات کا شمار یوں کیا جا سکتا ہے:

مثلاً حصہ ا میں بیت ۸ ، ۱۶ حصہ ت میں بیت ۴۷ حصہ ج میں بیت ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۰

حصہ د میں بیت ۸۳ — حصہ ذ میں بیت ۱۰۳ — حصہ ن میں بیت ۱۶۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۳

تفصیل بالا کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حصہ ج میں بیت ۱۵۰ اور حصہ د میں بیت ۹۵ توحید الٰہی کا بیان کرتے ہیں اسی طرح حصہ ذ میں بیت ۹۴ میں توحید علمی کا بیان ہے۔

اس تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے بیشتر واردات حقیقی کو توحید حقیقت اور توحید معرفت کی اعلیٰ سطحوں پر بیان فرمایا ہے۔ گویا ابیات باہو قدس سرہٗ میں تینتالیس (۴۳) ابیات خالصتًا توحید کے نہایت ارفع بیان سے متعلق ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کا ذوق و وجدان معرفت توحید میں کس قدر مستغرق ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ وعلّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

یہ امر قابل بیان ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) کے کلام میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے اثرات ملتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎ ایہہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ہو (حصہ ا بیت ۱۰)

اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

حضرت سلطان العارفین کا مثالی پر پرواز شہباز ہے۔ علامہ اقبال نے بھی شہباز کی خصوصیات کو پسند کر کے انہیں کی طرح بارہا اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔ حضرت سلطان العارفین کی طرح اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو صوفیانہ رنگ میں الفاظ و اصطلاحات استعمال کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

مثلاً باز، شہباز، عشق، فقر، فقیر، فیقری، مرشد، عارف، ملّا، زاہد، عاشق، عالم وغیرہ۔

حضرت سلطان العارفین نے طالب مولا بننے کی تلقین کی ہے اور فرمایا:

؎ ناں دل میرا دوزخ منگے ناں شوق بہشتیں راضی ہو (حصہ ن بیت ۱۸۱)

علامہ اقبال فرماتے ہیں: ؎ حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

بلکہ ؎ یزداں بکمند آور ای ہمت مردانہ

علامہ اقبالؒ کے کلام میں جا بجا اس قسم کے خیالات اور بعینہٖ ایسی اصطلاحات کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ علامہ صاحب نے جہاں رومی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے اس کے ساتھ ہی لازمًا انہوں نے افغانستان، ایران و ہند و پاکستان کے صوفیائے کرام کے کلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہوگا۔ چنانچہ اسی خیال کی تصدیق

کے لئے میں نے لاہور میں شورش کاشمیری صاحب سے ۱۹۶۴ء میں ان کے دفتر "ہفتہ وار چٹان" میں ملاقات کی۔ میرے استفسار کرنے پر شورش صاحب نے فرمایا۔ "علامہ صاحب نے یقیناً حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے تاثرات بھی حاصل کئے ہیں"۔ اس کے بعد شورش صاحب نے واقعہ سنایا کہ ایک بار علامہ صاحب حضرت سلطان العارفین کے پنجابی ابیات پڑھ رہے تھے اور جب یہ مصرعہ پڑھا۔

ع تاڑی مار اڈاؤ نہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو (حصہ ت۔بیت ۴)

تو علامہ صاحب بے تحاشا رونے لگے۔

موتوا قبل ان تموتو :۔ ابیات میں اس امر کی تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنی ہستی کو حصول مقصد کے لئے فنا کر دیا جائے۔ مثلاً فرمایا :

ع باہو باجھ مویاں نہیں حاصل تھیندا توڑے سے سے سانگ اتارے ہو (حصہ ب بیت ۱۴)

ع واہ نصیب انہاں دا باہو جہڑا وچ حیاتی مردا ہو (حصہ ج بیت ۲۴)

ع مرن توں اگے مرگئے باہو تاں مطلب نوں پایا ہو (حصہ ج۔بیت ۴)

ع مرن تھیں مر رہے اگے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو (حصہ و بیت ۱۰)

فطرت :۔ ابیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت سلطان العارفین کے نزدیک فطرت کو بدلنا محال ہے۔ جو فطرت کسی مخصوص دائرہ کے لئے ہے اس سے باہر نہ جائے گی اور جو طبیعت ایک مخصوص رنگ رکھتی ہے اس سے نہ کٹے گی۔

مثلاً فرمایا ع جہڑے تھاں مٹی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجے ہو (حصہ ب بیت ۲۷)

ع خالص نیل پرانے اتے نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ہو (حصہ ث۔بیت ۵۱)

ع جہڑے مڈھ قدیم دے کھڑے ہوون کدی نہ ہوندے رانجھے ہو (حصہ ب بیت ۲۶)

ع نے تربوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جائیے ہو (حصہ ن بیت ۱۶۸)

ع کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باہو توڑے سے منّاں کھنڈ پائیے ہو (ایضاً)

بلند پروازی :۔ یہ فقیری کا شیوہ ہے جو دنیا کی خواہشات و لذات کی پستی سے بلند تر رہتا ہے۔ مثلاً دنیوی حکام و فلاسفر اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ مثلاً فرمایا ع مکھی قید شہد وچ ہوئی کیا اڈسی نال شہبازاں ہو (حصہ ۔بیت ۱۰۴)

ع میں شہباز کراں پروازاں وچ دریا کرم دے ہو (حصہ م بیت ۱۱۰)

ع افلاطون ارسطو جیہیں میرے اگے کس کم دے ہو (حصہ م۔ بیت ۱۷۷)

صدق دل:۔ سچائی کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین اور سچ کی اہمیت کی وضاحت بار بار بیان ہوئی ہے۔ مثلاً فرمایا:۔ ع من دا مٹکا اک نہ پھیریں گل پائیں تسبیح دیاں ہو (حصہ ت۔ بیت ۴۶)

نیت کی صفائی انسان کو جلد قرب خداوندی عطا کرتی ہے۔ چاہے وہ ظاہراً بھٹکتا ہی کیوں نہ دکھائی دے۔

ع۔ ہک بتخانیں واصل ہوئے ہک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ہو (حصہ پ۔ بیت ۳۸)

ع ثابت صدق تے قدم اگیرے تائیں رب لبھیوے ہو (حصہ ث۔ بیت ۵۰)

فقر شبیری:۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فقر شبیری کو انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ عالم انسانیت اور دین کی دنیا میں حفاظت اسی کے دم سے ہے۔ اس کا مقام علم سے بلند ہے کیونکہ فقر شبیری کا معراج عشق سے ہے۔ مثلاً فرمایا۔ ع۔ سچا عشق حسین علی دا باہو سر دیوے راز نہ بھنّے ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۳۳)

ع۔ جیکر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ہو (حصہ ج۔ بیت ۶۸)

ع۔ سر سولی تے چاڑھیگو نے ایہو راز پرم دا ہو (حصہ ر۔ بیت ۹۹)

ع۔ سجدیوں سر نہ چایئے باہو توڑیں کافر کہن ہزاراں ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۲۴)

ع۔ زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ہو (حصہ م۔ بیت ۱۷۷)

دنیا ہیچ ہے:۔ یہ مضمون ابیات میں بار بار دہرایا گیا ہے کیونکہ سالک جب تک اس بات کو واضح طور پر سمجھ نہ لے بلند پروازی حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً فرمایا:

ع۔ کوڑا تخت دنیا دا باہو تے فقر سچّی بادشاہی ہو (حصہ ت۔ بیت ۶۹)

ع ایہا دنیا بُت پرستی مت کوئی اس تے وسّے ہو (حصہ ر۔ بیت ۹۷)

ضروریات زندگی لازم ہیں:۔ ابیات میں رہبانیت اور گوشہ نشینی کی تو مکمل مذمت موجود ہے۔ بلکہ واضح طور پر ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ مرشد کامل کی نظر ایک ماہر اقتصادیات و معاشیات کی سی بھی ہونی چاہیئے۔ جو سالک کو پہلے معاشی حالات سدھارنے کی طرف توجہ دلائے۔ مثلاً فرمایا:

ع۔ مرشد کامل اوہ سہیڑیئے جہڑا دو جگ خوشی وکھاوے ہو (حصہ م۔ بیت ۱۶۸)

پہلے غم ٹکڑے دا میٹے وت رب دا راہ سمجھاوے ہو (ایضاً)

اس کلّر والی کندھی نوں چا چاندی خاص بناوے ہو (ایضاً)

خیال بے ثبت دبے ثباتی دنیا :- یہ مضمون مختلف الفاظ میں ادا فرمایا گیا ہے۔ اس دنیا کو محض سرائے کی حیثیت دی گئی ہے۔ اور جہان آخر کو "اصل وطن" سے موسوم فرمایا۔ مثلاً

ع۔ حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ہو (حصہ ا۔ بیت ۶)

ع۔ اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈھا باہو دم دم غم سوایا ہو (حصہ ب بیت ۳۰)

بے ثباتی کا اظہار کیسے سادہ اور مؤثر الفاظ میں ہے۔

ع۔ عمر بندے دی اینویں وہانی جیویں پانی وچ پتاسا ہو (حصہ ک۔ بیت ۱۹۹)

رسوم منزل :- حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ مشیت ایزدی سے دنیا میں تعلیمات کاملہ کے ساتھ تشریف لائے۔ انہوں نے دنیا کے کسی خاص مذہب یا ازم یا گروہ یا فرقہ سے سبق نہیں لیا۔ بلکہ جملہ علوم اس قادر مطلق کے راز سے حاصل کئے جو پوری انسانیت و پوری مخلوق کا مالک و رازق ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے اپنا حق وصداقت کا پیغام صوفی کی حیثیت سے پیش کیا ہے جس پیغام وصداقت کا مدعیٰ عالم انسانیت کو ایک عالمی برادری میں لانا اور ایک ہی رشتہ اخوت ومحبت میں سرشار کر دینا ہے۔ اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے کے لئے ایک منظم سلوک وضبط کی ضرورت ہے جس میں فرد کی انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ پوری ملت اور پھر جملہ عالم انسانیت کی اصلاح کا راز مضمر ہے۔ کوئی شخص انسانی اصلاح کا مشن اس وقت تک کامیاب نہیں بنا سکتا جب تک اس میں اپنی انفرادی اصلاح کی خاصیت موجود نہ ہو۔ یعنی ہر طالب راہ حق کے نفس کی اصلاح کا کامل پروگرام درکار ہے۔ اور ہر فرد اس وقت تک عظمت حاصل نہیں کر سکتا جب تک پوری قوم کے ساتھ اس کی یکانگت نہ ہو اور پھر ہر قوم کی بقا عالم انسانیت کے ساتھ رشتہ الفت کے لپیٹ میں آجانے سے ہے گویا صوفی کا مشن انفرادی نفس اور اجتماعی نفس کی اصلاح ہے۔ جو طالب مولیٰ کا کام ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفی نہ دنیا کا طالب ہے نہ عقبیٰ کا۔ وہ طالب مولیٰ ہے۔ وہ مخلوق خدا سے غیریت اور نفاق کو نکال کر اخلاق خداوندی عطا کر کے اسے جلال وجمال الٰہی سے آراستہ کرتا ہے۔

مقصد : حضرت سلطان العارفین اس طرح انسان کے لئے بلند ترین مقصد پیش کرتے ہیں۔ اور اسے طالب مولیٰ بننے کی تلقین فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس سے کم تر مقام دراصل مقام انسانیت کے لئے مناسب نہیں اور نہ اس کے بغیر عالمی یگانگت ومحبت پیدا ہو سکتی ہے۔ گویا حقیقی مقصد

'طالب مولیٰ' ہوکر دنیا میں رہتا ہے۔

ع۔ نام فقیر تد تھیندا باھو جد وچ طلب دے مریئے ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۴۰)

فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یہ فقر پوری دنیا کے سامنے ایک عظیم الشان مقام اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے طرزِ زندگی کی بہترین مثال ہے۔ جس میں سادگی، پاکیزگی، مساوات، انصاف، محبت، نظم و ضبط جرأت و کارکردگی کے تمام جواہر موجود ہیں اور اسی فقر میں انسانیت کی عظمت پنہاں ہے۔ اسی لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ ہدایت وراہ طریقت اختیار کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا صوفی کا خاصہ ہے۔ یہی وہ راہ مسنون ہے جس پر چلنے سے طالب مولیٰ کا مقام ملتا ہے۔ ع۔ میں قربان اُس مرشد باھو جس دسیا بھیت الٰہی ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۳۹)

شفاعت رسول ؐ پر آپ کا ایمان ہے۔ فرمایا: ع۔ نال شفاعت سرورِ عالم چھٹسی عالم سارا ہو (حصہ ب بیت ۲۹)

ع حدوں بے حد درود نبیؐ نوں جیندا اڈ پسارا ہو (ایضاً)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبیؐ سوھارا ہو (ایضاً)

فقیر تو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے سرفراز ہے۔

ع جنہاں مجلس نال نبی دے باھو سوئی صاحب ناز نوازاں ہو (حصہ ز۔ بیت ۱۰۴)

محبّت اہلبیت:۔ کربلا میں اہلبیت کے ساتھ ظلم سراسر حضور کے ساتھ گستاخی کے مترادف ہے۔

فرمایا:۔ ع۔ جے کچھ ملاحظہ سرورؐ دا کردے تاں خیمے تمبو کیوں سڑدے ہو (حصہ ج۔ بیت ۶۸)

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ:۔ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم راہِ سلوک میں واحد مقصد ہے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت سیّدنا غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۷۱ھ تا ۵۶۱ھ) کا بلند ترین مقام ہے ان کے دامن عاطفت سے طالب کا منسلک رہنا قرب الٰہی وخیر و برکت کا باعث ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے اس مردِ کامل رحمۃ اللہ علیہ سے ہی اپنا تعلق ظاہر کیا اور خلقِ خدا تعالیٰ کو بھی اس سے منسلک رہنے کی ہدایت فرمائی۔ مرشد کامل سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سلطان العارفینؒ کی محبت وعقیدت کا اندازہ کیجئے کہ کس زبان حال سے ان کے شہر بغداد کو پیش کرتے ہیں۔

ع۔ بغداد شہر دی کیا نشانی اُچیاں لمیاں چیراں ہو (حصہ ب۔ بیت ۲۴)

بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھو کرساں میراں میراں ہو (ایضاً)

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہیں :

ع ۔ سُن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ہو (حصہ س۔بیت ۱۰۸)

پھر فرماتے ہیں:۔ ع ۔ پیر جنہاندے میراں باہوا وہی کدھی لگدے تر کے ہو (ایضاً)

ع طالب غوث الاعظم والے شالا کدے نہ ہوون ماندے ہو (حصہ ط۔بیت ۱۱۸)

ع حق حضور انہاں نوں حاصل باہو جنہاں ملیا شاہ جیلانی ہو (حصہ ر۔بیت ۹۰)

مرشد کامل : حضرت سلطان العارفین کے نزدیک مرشد کامل کا دل ایسے فقیر کی ذات ہے جو کہ صفات وجمال الٰہی کا مظہر بن چکا ہے۔ ایسے مرشد کامل کی ذات طالب مولیٰ کے نفس کو صاف و پاک کرنے میں مدد ومعاون ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ مرشد کامل طالب مولیٰ کے من میں اسم اللہ ذات کا تخم بو دیتا ہے۔

ع ۔ جیہڑے مرشد کامل باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو (حصہ الف بیت ۱)

مرشد فرد کی اصلاح کے لئے اس کے نفس کو ہلاک کرتا ہے۔

ع ۔ باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باہو ایہو چور اندر دا ہو (حصہ الف۔بیت ۲)

مرشد کی ذات فیض رساں و باعث بلندی درجات ہے۔

ع ۔ مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو (حصہ الف۔بیت ۱۳)

ضرورت مرشد : ع ۔ باجھوں مرشد کجھ نہ حاصل توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ہو (حصہ ن۔بیت ۹)

نظرِ مرشد : ع ۔ سبھے مطلب حاصل ہوندے باہو جد پیر نظر اک تکے ہو (حصہ س بیت ۱۰۰)

مرشد اور سرِ خدا تعالیٰ : ع ۔ میں قربان اس مرشد باہو جس دسیا بھیت الٰہی ہو (حصہ ع بیت ۱۳۹)

مرشد کا صفائی باطن کا کردار : ع ۔ کامل مرشد ایسا ہووے جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہو (حصہ ک۔بیت ۱۵۴)

میلیاں نوں کر دیندا چٹا وچ ذرہ میل نہ رکھے ہو (ایضاً)

جملہ رسوم منزل میں مرشد کامل کا اہم ترین کردار ہے۔ وہ دین و دنیا کے لئے رہبر کامل ہے شوق وعشق کی کشتی کا کھیون ہارا ہے۔ اسے عام الفاظ میں قائد و رہنما اور تصوف کی زبان میں مرشد کہتے ہیں۔

عشق :۔ حضرت سلطان العارفین نے اس خاص جذبہ و کیفیت حال و مشاہدہ باطن کے شوق کو حصول فقر کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ یہی وہ طاقت ہے جو راہ فقر میں طالب مولیٰ کو حضرت غوث الاعظم کے دامن سے منسلک رکھ کر فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتی ہے اور یہی عشق محبت انسانیت کے

عالمی رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے۔ یہی عشق انسان کو خدا تعالیٰ کا راز عطا کرتا ہے اور خدا کا رازدار بنا دیتا ہے
یہ طالب مولیٰ کو ہی حقیقی عشق حاصل ہے اس لئے اس میں روز افزوں تڑپ ہے نہ کہ وصال کا سکون۔ اس
کی کیفیات بھی عجیب ہیں اور اس کے مراحل بھی کٹھن۔ مگر اس کے بغیر سچا اور صحیح راستہ بھی نہیں ہے
دیکھئے عشق کی روشنی :- ع۔ الف اللہ صحی کیتو سے جداں چمکیا عشق اگوہاں ہو (حصہ و۔ بیت ۴)

عشق کی اہمیت :- ع۔ میرا عشق سلامت رکھیں باہو ایمانوں دیاں دھروئی ہو (حصہ ا۔ بیت ۱۲)

عشق امر لازم ہے :- ع۔ جنہاں عشق خرید نہ کیتا باہو اوہ دو ہیں جہانیں مارے ہو (حصہ پ۔ بیت ۳۶)

صرف عاشق ہی صحیح المرتبہ ہیں :- ع۔ جیں دل عشق خرید نہ کیتا سوئی خسرے مرد زنانے ہو (حصہ ج بیت ۵۹)

عاشق کو اعزاز :- ع۔ مرداں تے مرداں دی گل تداں پوسی باہو جداں عاشق ہنھسن گانے ہو (ایضاً)

عشق سے ایمان کو تقویت پہنچتی ہے :

ع۔ جیتھے رتی عشق وکاوے اوتھے مناں ایمان دویوے ہو (حصہ ج۔ بیت ۶۱)

عاشق کم گفتار اور پُر عمل ہے ع۔ جنھاں عشق حقیقی پایا موہوں نہ کجھ الاون ہو (حصہ ج بیت ۶۳)

عاشق صابر اور سخت جان ہے : ع۔ عاشق ہونویں تے عشق کمانویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو (حصہ ع بیت ۱۲۴)

عشق کی گرفت تمام عالم پر یکساں ہے : ع۔ عشق دی بازی ہر جا کھیڈی شاہ گدا سلطاناں ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۲۶)

عاشق کا مقام بلند تر ہے : ع۔ غوث قطب ہن اورے اوریرے عاشق جان اگیرے ہو (حصہ ع۔ بیت ۱۴۲)

عشق خود شراب ہے : ع۔ جیندے اندر عشق دی رتی اوہ بن شراباں کھیوے ہو (حصہ ج۔ بیت ۱۵۲)

فقیر :- حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں راہ سلوک میں غوثی، قطبی، ابدال، اوتادی، درویشی سب منازل ہیں۔ مقام نہیں۔ مقام منتہا فقر کہلاتا ہے۔ جس کے بارے میں الفقر فخری والفقر منی۔ وارد ہے اور اذا اتم الفقر فھو اللہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین اسی کو فقیر ٹھہراتے ہیں جس کا نفس منزہ اور مطمئنہ ہو کر عشق الٰہی میں مر کر پھر زندہ ہوا ہو اور اسے موتوا قبل ان تموتوا۔ کے بعد حیات جاودانی حاصل ہو۔ یہ فقیر لا یحتاج کہلاتا ہے۔

فقیر اولی الامر ہے :- امیر الکونین میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں فقیر وہ نہیں جو اپنے نفس کا قیدی ہو یا گدائی کرتا ہو۔ فقیر وہ ہے جو مفلس کو ہفت اقلیم کا مالک کر دے۔ اور ہفت اقلیم کے بادشاہ کو گدا گر بنا دے۔ نیز فرمایا :- ع۔ لا یحتاج جنہاں نوں ہویا فقر تنہاں نوں سارا ہو (حصہ ل۔ بیت ۱۶۰)

ابیات میں فقیر کے بارے میں فرمایا: ع - نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ہو (حصہ ث - بیت ۵۰)

ع - نام فقیر تنہاں دا باھو جھڑا دم دم دوست سمہالے ہو (حصہ م - بیت ۲۶)

ع - فقیری نام تنہاں دا باھو جہڑے دل ذبح دوست ٹکاون ہو (حصہ ن - بیت ۹۰)

ع - نام فقیر تنہاں دا باھو جنہاں لامکانی جا ہیں ہو (حصہ و - بیت ۱۱۵)

ع - نام فقیر تنہاں دا باھو جہڑا گھر وچ یار وکھالے ہو (حصہ ش - بیت ۱۲۱)

اہل زبان کو غلط فہمی: بعض غیر مسلم صاحب علم و دانش۔ ڈاکٹر مس راما کرشنا لاجونتی اور ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے اپنی کتب "دی پنجابی صوفی پوئٹس" اور "اے ہسٹری آف پنجابی لٹریچر" میں حضرت سلطان العارفین کے چند ابیات بطور نمونہ کلام دینے کے ساتھ ان کے خیالات و فلسفہ پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ انگریزی زبان میں اس موضوع پر چھپنے والی یہ پہلی کتابیں ہیں اور اس لحاظ سے قابل صد تحسین ہیں۔ مگران ہر دو اہل قلم نے حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے خیالات و فلسفہ و مقام کو غلط سمجھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اس عظیم عارف کے فلسفہ سے قطعاً بیگانہ ہیں۔ بلکہ انہوں نے ان کے فارسی کلام کو تو دیکھا تک ہی نہیں۔ دونوں مصنفین کا اصل مضمون اور کام پنجابی ادب سے متعلق ہے۔ تاریخ، فلسفہ اور تصوف سے ان کی عدم واقفیت تعجب کی بات نہیں ہے۔

زبان و اسلوب: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کی زبان کو اگر سرائیکی کہا جائے تو اس میں لہندی کہا جا سکتا ہے اور اگر پنجابی کہا جائے تو اس میں آ چکی ہے "پنجابی صوفی پوئٹس" کے مطابق حضرت سلطان العارفین کی زبان میں جھنگ کی دھقانیت یعنی درشتی یا سختی پن نہیں ہے۔ زبان کے بارے میں یہ تبصرہ بالکل درست ہے۔ ابیات میں خاص انداز جھنگ کی لوکل زبان کا بھی ہے۔ مگر لوکل زبان میں جو لہجہ اور مادہ میں سختی پن موجود ہے۔ ابیات ان سے پاک ہیں۔ اس کی شاید یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت سلطان العارفین کی زبان پر ملتانی، دامانی بہاولپوری شاہپوری کے علاوہ لاہور وغیرہ کی لوکل زبانوں کے اثرات شامل ہیں۔ ابیات شریف کی زبان محض ٹھیٹھ جھنگوی نہیں بلکہ اس میں سرائیکی زبان کے تمام ملاقائی عنصر موجود ہیں۔

سرائیکی (پنجابی) زبانوں میں ملتانی جھنگوی، کاملپوری، لاہوری، دامانی، بہاولپوری، وغیرہ مختلف زبانیں شامل ہیں۔ سرائیکی، پنجابی کے رسم الخط کا مسئلہ قابل غور ہے۔

کچھ عرصہ سندھی اثرات کی وجہ سے جو عربی سے اثر پذیر رہی، پنجابی خط، نسخ میں جاری رہا۔ پھر فارسی کے اثرات زیادہ ہونے پہ رسم الخط نستعلیق ہوگیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ نقص نمایاں ہوا ہے کہ سرائیکی (پنجابی) کی مخصوص صوتیات کا صحیح طور پر اظہار نہیں ہو سکتا۔ زبان کے مصلحین نے بعض علامات مقرر کیں۔ جن کے استعمال سے کسی حد تک یہ مسئلہ حل ہوتا ہے۔ مگر سرائیکی پنجابی کی فصاحت کو صحیح طور پر تحریر میں لانے کے لئے ایک ایسے رسم الخط اور اس کی صوتیات کو ظاہر کرنے کے لئے علامات کے جامع منصوبہ کی ضرورت ہے، جن میں زبان کی مکمل فصاحت بلاغت ولب ولہجہ اور توضیح سما سکے۔ بہرحال لسانیات کے ماہرین کے لئے یہ میدان پڑا ہے۔ جس کے لئے تا حال کسی نے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔

سرائیکی پنجابی زبان میں بعض ایسے الفاظ ہیں جن کو تحریر میں لانا سخت مشکل کام ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات کو تحریر کرنے کے لئے میں نے قدیم سرائیکی طریق کو پسند کیا ہے جن سے بعض اہم صوتیات کو تحریر میں ظاہر کیا جا سکا ہے۔ ورنہ اب تک جو طریق کار رہا ہے اس سے پنجابی کی فصاحت، بلاغت لب ولہجہ اور اس کے مخصوص توضیح کے ساتھ صریحًا بے اعتنائی اور ناانصافی برتی گئی۔ مثلاً ہم خط نستعلیق میں جب اردو کے انداز میں "سن" لکھتے ہیں اور اسے پنجابی بنانے کے لئے "سنڑ" پڑھتے ہیں (جس میں ن کو غنہ سمجھا جاتا ہے) تو صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ کو "سُن" لکھنا کتنا غلط ہے۔ جبکہ ہم اسے پڑھنے کے لئے کچھ اور بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح اس لفظ کو ہمیں "سنڑ" بھی نہیں لکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم ہر ایک سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ "سنڑ" کے 'ن' کو غنہ سمجھیں۔ اس لئے اس لفظ کے آواز (نون غنہ اور ڑ) کے لئے مخصوص حرف تہجی کی ضرورت پڑتی ہے جسے قدیم سرائیکی کے رسم الخط نے پورا کیا ہے اور اس حرف کو "ݨ" کی طرح لکھ دیا ہے یہ اور اس قسم کے بیشتر ایسے الفاظ بھی آتے ہیں جن کی صوتیات کے لئے علیحدہ حروف تہجی تشکیل کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض ایسے الفاظ لکھے جاتے ہیں جن میں نون (ن) لازمًا معہ نقطہ کے لکھا جاتا ہے۔ مگر پڑھا نہیں جاتا۔ مثلاً موہنہ (منہ) دیہنہ (دن) گانویں (تو گائے) وغیرہ ایسے الفاظ کی ن کو غنہ ظاہر کرنے کے لئے ان پر علامت جزم ٥ لگا دی گئی ہے تاکہ ان کو غنہ کے صوت کے ساتھ پڑھا جائے۔ یعنی موںہہ، دیںہہ، گاںویں وغیرہ۔

اس کے علاوہ حضرت سلطان العارفین کے ابیات میں کافی الفاظ جو پڑھنے میں تو خالص سرائیکی

ہیں انہیں اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس نقص کو بھی بہت حد تک دور کر دیا ہے۔ اب وہ الفاظ جو پڑھنے میں سرائیکی ہی کے ہیں۔ تحریر میں بھی انہیں خالصتاً سرائیکی لہجہ اور آواز میں تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً لفظ "پلیت" کو عام طور پر اردو کے انداز میں "پلید" لکھا جاتا رہا ہے۔ اب اسے سرائیکی میں "پلیت" ہی تحریر کر دیا ہے۔

حضرت سلطان العارفین کے ابیات کے تحریر کرنے میں وہ الفاظ جو پہلے اردو کے خط و انداز میں لکھے جاتے تھے۔ اور انہیں اب موجودہ شکل میں سرائیکی انداز میں تحریر کیا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ وہ سرائیکی پنجابی کے اہم الفاظ جن کو خواہ مخواہ اردو بنا دیا گیا تھا اور اب انہیں ان کی اصل صورت میں لا کر تحریر کیا ہے۔ ان کی تفصیل بھی درج ذیل ہے۔ بہر حال یہ کوشش کی گئی ہے کہ جس طرح ہم سرائیکی بولتے ہیں لکھتے وقت بھی اس کی صوتی حیثیت کو قائم رکھا جائے الفاظ یہ ہیں:-

سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد
آن	(آکر)	آݨ
اُڈن	(اُڑنا)	اُڈݨ
اپنے	(اپنے)	اپݨے
ایانے	(مضدی)	ایاݨے
انھائیں	(یہاں پر)	اتھائیں
بھانے	(کے لیے)	بھاݨے
جندا	(بنتا ہے)	بݨدا
بنے	(بنے)	بݨے
بالن	(جلن یا ایندھن)	بالݨ
بہناں	(بہنیں)	بھیݨاں
بیچارے	(بیچارے)	بچارے
بیاہی	(عورت کا نکاح ہو جانا)	ویاہی
بھٹ	(جل جائے)	بھٹھ

سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد
باندے	(بیٹھتے ہیں)	بہندے
بناون	(بناتے ہیں)	بݨاوݨ
باہجہ	(بجز سوائے)	باجھ
بہتی	(بہت ہی)	بوہتی
پڑھن	(پڑھنا)	پڑھݨ
پچھانے	(پہچانے جان لے)	پچھاݨے
پلیدی	(ناپاکی)	پلیتی
پھڑنا	(پکڑنا)	پھڑناں
پہنچاوے	(پہنچائے)	پچاوے
پر	(اوپر-نیز)	تے
پیالہ	(پیالہ)	پیالا
پانی	(پانی)	پاݨی
پرانا	(پوسیدہ ضعیف)	پراݨا

سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد	سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد
تانے	(تنے ہوئے)	تانڑے	دینا	(دینا)	دیناں
تریجی	(تیسری)	تریجھی	دوراڈا	(دور)	دوراڈھا
تہائے	(پیاسے)	ترہائے	دہاں	(دن کو)	دیہاں
توڑے	(اگر)	تونڑے	ڈرنا	(ڈرنا)	ڈرناں
توڑیں	(اگر)	تونڑیں	رہنا	(رہنا)	رہنڑاں
ٹکانے	(ٹھکانے)	ٹکانڑے	دینے	(دیسرا ہا)	دینڑے
ٹکن	(آرام-قیام)	ٹکنڑ	روشنائی	(روشنی)	روشنائی
جالن	(رہنا سہنا)	جالنڑ	رون	(رونا)	رونڑ
جان	(جان لینا)	جانڑ	زکواتاں	(زکواتیں)	زکاتاں
جانے	(سمجھے)	جانڑے	سجن	(دوست)	سجنڑ
جائیں	(جگہیں-مقامات)	جاہیں	سن	(سنو)	سنڑ
چھنیاں	(چھنتے ہوئے)	چھنڑیاں	سنیا	(سن لیا)	سنڑیا
چانن	(روشنی)	چانڑن	سنیں	(تم سنو)	سنڑیں
چن	(چن)	چنڑ	سون	(سونا-آرام)	سونڑ
دعویٰ	(دعویٰ)	دعوا	سوہاگن	(نیک بخت)	سوہاگنڑ
دین	(دینا)	دینڑ	سوہنی	(اچھی-خوب)	سوہنڑی
دھواں	(دھواں)	دھوہاں	سب	(سب تمام)	سبھ
دیئے	(دینا چاہیے)	دیبئے	سوہنا	(خوبصورت)	سوہنڑا
دودھ	(دودھ شیر)	ددھ	صحیح	(صحیح)	صحی
دھرنا	(رکھنا)	دھرناں	صلوتاں	(نمازیں)	صلاتاں
دوری	(دگنا)	دوہری	صابون	(صابن)	صبون
دوجا	(دوسرا)	دوجھا	طعمہ	(بازکو خوراک دینا)	طاماں

سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد
شیاں	(شینہ کی طرح)	ششیہاں
کوں	(کون)	کونڑ
کھیڈن	(کھیلنا)	کھیڈنڑ
کاں	(کلھ)	کلھاں
کرن	(کرنا)	کرناں
[illegible]	(کھدی)	کھدچی
[illegible]	(کلھے)	کلہیں
کہانیاں	(کہانیاں)	کہانڑیاں
گہناں	(زیور)	گہنڑاں
گانوں	(گاؤں)	گانوڑیں
لیں	(لیں۔ لینا)	لینڑ
لون	(نمک)	لونڑ
ماکھن	(مکھن)	ماکھنڑ
نکھنے	(جنس قیمت)	نکھنڑے
منکا	(تسبیح کا دانہ)	منڑکا
وسناں	(برسنا)	وسنڑاں
ونجناں	(جانا)	ونجنڑاں
ہوون	(ہونا)	ہوونڑ

سابقہ روش کے مطابق		اصلاح کے بعد
مناں	(ایکی من)	منڑاں
مہناں	(دگھہ طعنہ)	مہنڑاں
موہانے	(مدت)	موہانڑے
ملن	(ملنا)	ملنڑ
ملوانیاں	(مولوی لوگ)	ملوانڑیاں
ماں	(ماں)	ما
مطالعہ	(مطالعہ)	مطالیہ
مشعلاں	(مشعلیں۔ چراغ)	مشالاں
ماہ	(مہینہ)	ماہنہ
نین	(آنکھ)	نینڑ
نمانے	(بیچارے)	نمانڑے
نہ	(مت)	ناں
نہاتے	(نہائے)	ناتے
نے	(نے)	(نہیں)
ہینے	(زیردست۔ کمزور)	ہینڑے
ہسن	(ہنسنا)	ہسنڑ
ہمیشہ	(ہمیشہ)	ہمیشاں

سرائیکی و ہندی کی عام شاعرانہ روش کے مطابق حضرت سلطان العارفین اپنا یا عاشق کا عجز ظاہر کرنے کے لئے بعض مقامات پر اپنے آپ کو یا عاشق کو صیغہ تانیث میں ظاہر فرماتے ہیں۔ اور اس طریق کار میں شعر اور اس کے معنی میں اثر اور لطف بڑھ جاتا ہے۔ سرائیکی ہندی شاعری میں عاشق اس ترکیب سے کلام میں عجز و نیاز کے عنصر کو تقویت پہنچاتا ہے اور اکثر الفاظ کو تصغیر میں ڈھال کر اس کیفیت کو زیادہ موثر بناتا ہے

مثلاً سرائیکی یا پنجابی میں 'دل' کے استعمال کی بجائے اس کا مصغر 'دلڑی' جو لطف دیتا ہے وہ 'دل' کے استعمال میں نہیں ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے اس طریق کو بخوبی نبھایا ہے۔

ع نال میں سوہنی نال دولت پلے کیویں کر یار مناواں ہو (حصہ دوم - بیت ۱۰۵)

البتہ مذکورہ انداز بیان کا استعمال حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے ان ابیات میں فرمایا ہے۔ جن میں واردات وکیفیات عشق کا بیان ہے ورنہ جہاں کہیں بحیثیت فقیر کامل کے شان فقر کا مقام ظاہر فرمایا ہے وہاں انداز بالکل مختلف ہے۔ جیسے فرمایا ۔

ع ۔ میں شہباز کراں پروازاں وچ دریا کرم دے ہو
زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ہو (حصہ دوم بیت ۱۰۰)

مقدمہ کے آخر میں بعض الفاظ کی وضاحت کئے دیتا ہوں ۔ جن کا استعمال میں نے مقدمہ میں کیا ہے

(۱) سرائیکی: میرے خیال میں دراوڑی اور سنسکرت سے نکلنے والی زبانوں میں سے ایک زبان سرائیکی ہے جو پنجاب کے علاقوں میں زیادہ بولے جانے کی بنا پر پنجابی کہلانے لگی ۔ ورنہ زبان کا اصل نام سرائیکی ہی ہے ۔ مجھے جناب اختر بلوچ (سیکرٹری خان آف قلات) کی اس تحقیق سے اس قدر اتفاق ہے کہ سندھ پنجاب کی اور سرحد کے دامانی یا میدانی علاقوں کی بنیادی زبان سرائیکی ہے ۔ اور مجھے اس امر پر اتفاق نہیں ہو سکتا کہ سرائیکی کا سرچشمہ ڈیرہ غازی خان کے کوٹ مٹھن شریف اور اس کا گردونواح ہے ۔ البتہ یہ درست سمجھتا ہوں کہ جب یہ زبان جنوب کی طرف علاقہ سندھ میں بولی گئی تو سندھی کہلائی یا سندھی بن گئی ۔ قدرے جنوب مغرب کو گئی تو یہ کچھی اور سبی نصیر آباد کے علاقوں میں جٹکی کہلائی ۔ جب یہی سرائیکی پنجاب کے مختلف علاقوں میں بولی جانے لگی تو وہاں کے لسانی عوامل کے زور سے قدرے اختلافات کے ساتھ ملتانی ، جھنگوی، لاہوری، کاملپوری وغیرہ کہلائی۔ اور یہی سرائیکی جب شمال کی طرف صوبہ سرحد کے علاقوں میں بولے جانے لگی تو وہاں کے لب ولہجہ ولسانی عوامل سے متاثر ہو کر قدرے اختلاف کے ساتھ دامانی کہلائی۔

(۲)۔ ذات :۔ مقدمہ میں اور کتاب میں بارہا میں نے لفظ ذات کا استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد ذات رب تعالیٰ جل شانہٗ ہی ہے۔ جس کا اصل مفہوم اسم اللہ تعالیٰ میں ملتا ہے جس میں جملہ صفات کاملہ موجود ہیں۔

(۳) ترک دنیا :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا ترک دنیا سے مراد معاشی امور واہل وعیال

وغیرہ کو ترک کر دینے سے نہیں ہے۔ بلکہ ضروریات لازمہ سے زائد دنیوی علائق کو ترک کرنا اور حب و ہوس دنیا کو ترک کردینا اصل مراد ہے۔ یعنی دنیا سے تعلق محض اس کی ضرورت کے مطابق ہو جس سے سالک زندگی گزار سکے۔ اور اس زندگی میں اپنے اصل مقصد عرفان ذات کے حصول اور اس میں فنا حاصل کرنے کی سعی کرے۔ جس طرح کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے :۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا سے مراد الاکش دنیا ہے یعنی تکبر، ظلم، حسد، کینہ، شہوت، ہوس وغیرہ اور دنیا دار سے مراد ہوس دنیا کی حب رکھنے والا ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے نزدیک معاش اور ضروریات زندگی کو پورا کرنا دنیا نہیں ہے۔ اسرار قادری میں فرماتے ہیں۔ دنیا سوائے پانچ چیزوں کے فضول ہے۔ اوّل۔ روٹی جس سے زندگی قائم رہے۔ دوم۔ پانی جس سے پیاس بجھے۔ سوم۔ کپڑا جس سے ستر ڈھانپے۔ چہارم۔ گھر جس میں گزارہ ہو سکے۔ پنجم۔ علم جس پر عمل ہو سکے۔ گویا حضرت سلطان العارفین انسانی زندگی کے لوازمات میں طعام، لباس اور مکان کے ساتھ حصول علم کو بھی شامل فرماتے ہیں۔ اور یہ چیزیں دنیا یا دنیاداری نہیں ہیں بلکہ زندگی کے قیام اور توازن کے لئے ضروری ہیں۔

سلطان الطاف علی

دربار حضرت سلطان باہوؒ۔ جھنگ

۲۹ محرّم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء

بعونہٖ تعالیٰ

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وِچ مرشد لائی ہو (۱)
ا
نفی اثبات دا پانی مِلیس ہر رگے ہر جائی ہو (۲)
اندر بوٹی مُشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہو (۳)
جیوے مرشد کامِل باھو جیں ایہ بوٹی لائی ہو ٥ (۴)

لغت : من : دل ، رُوح لائی : لگائی ، کاشت کی
جَیں : جس نے

ترجمہ : ۱- اسم اللہ جو کہ چنبے کے بوٹے (کی طرح پر مہک ہے) میرے دل وجان (کی زمین) میں مرشد کامل نے کاشت کیا۔

۲- (میرے من میں بوئے ہوئے اسم ذات کے پودے کے) ہر رگ (وریشہ) اور ہر مقام پر (لا الٰہ الا اللہ) کے نفی اثبات کے پانی سے سیرابی ہوئی۔

۳- (یہ اسم اللہ ذات) کا پودا رجب نشوو نما پا کر غنچہ آور ہوا تو اُس نے میرے) اندر (مَن میں) خوشبو پھیلائی۔

۴- (اے) باھو! (خدا کرے) کامل مرشد سلامت رہے جس نے (مَن میں اسم اللہ ذات) کا یہ پودا کاشت کیا ہے۔

---

(۱) ا - ہ = ب د - (میرے) کی بجائے (مینڈے) تحریر ہے۔
(۲) ا - ش
(۳) ا - ب = ب د - (جاں پھلاں) کی بجائے (جان پھلان) درج ہے۔
(۴) ب - ۶ - ذ - ف - ش
٥ نسخہ ا میں ہے ع چرجگ جیوی مرشد باھو جیں بوٹی من وِچ لائی ہو
ہ میں ع مرشد کامل ہردم جیوے (حضرت باھو) جَیں اے بوٹی لائی ہو
ب ج میں ع جیوے مرشد کامل باھو جیں بوٹی من وِچ لائی
ب د میں ع مرشد کامل ہردم ہووے جیں باھو ایہ بوٹی لائی

تشریح : اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرالعزیز (۱) نے اسم اللہ ذات کو چنبیلی کے خوشبودار پھول سے تشبیہ دی اور عارف کامل ہونے کی حیثیت سے اپنے من میں اسم اللہ ذات کو بسا لینے کا اظہار فرمایا۔ نیز فرماتے ہیں کہ مرشد کامل نے اس شجر معرفت (اسم ذات) کو ان کے من میں بو کر نگہبانی فرماتے ہوئے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی نفی اثبات کے فیوضات سے آبیاری کی اور گوہر مقصود عرفان اسم اللہ ذات نے (جو چنبے کے خوشبودار پھول کی طرح ہے) آپ کے دل وجان کو منور و معطر کر دیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال بات پاکیزہ کی مانند درخت پاکیزہ کی جڑ اس کی محکم ہے اور ڈالیاں اس کی بیچ آسمان کے دیتا ہے میوہ اپنا ہر وقت ساتھ حکم پروردگار اپنے کے (۲)

حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگ جاتا ہے تو کلمہ طیب دریا کی طرح اس کے ہر رگ اور ریشے میں جاری ہو جاتا ہے (۳)

اسم اللہ ذات کے خوشبودار پھول کو من میں بسانے کا خیال حضرت سلطان العارفین نے ان الفاظ میں بھی ادا فرمایا ہے ؎

یکی گویم یکی جویم یکی در دل چو گل رویم ہموں یک را ببیک پویم نپویم غیر الاھو (۴)

مولانا روم نے فرمایا ہے (۵)

---

(۱) حضرت سلطان باھو شورکوٹ، وفات جمعرات جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ سلطان حامد مناقب سلطانی ترجمہ اردو حسن الدین ۱۳۴۵ھ ص ۱۲۵

(۲) الم ترکیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا (ابراہیم - ۲۴)

(۳) سلطان باھو، نور الہدے مترجمہ فقیر محمد لاہور ۱۹۷۰، ص ۳۰

(۴) ترجمہ: میں اسے ذاتِ واحد پکارتا ہوں، اسی کو تلاش کرتا ہوں اور اسی ذات کو دل (کے گوشہ) میں مثل پھول کے اگاتا ہوں۔ اسی طرح میں اس ذات واحد کو ڈھونڈتا ہوں اور اس کے بغیر کسی کی تلاش نہیں۔ سلطان باھو، دیوان باھو فارسی ص ۲ - (۵) مولانا جلال الدین رومی (۶۰۴ھ ۶۷۲ھ)

دید آں مرشد کہ او ادراک داشت
تخمِ پاک اندر زمینِ پاک کاشت (۶)

اسی طرح ابن العربی (۷) بھی اسی عرفان کے فیضان کو راحت و خوشبو سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ خلقِ خدا کو عرفانِ الٰہی کی غذا دیا کرو تو تم سراپا راحت و خوشبو ہو جاؤ گے

(۸) حضرت سلطان العارفین اپنے مرشد کامل کی عنایات اور ان سے حصولِ فیوضات کے ذکر کے بعد آخر میں ان کے لئے سلامتی کی آرزو بھی فرماتے ہیں ۔

بقول خسروؒ (۹) ؎

من درویش را کشتی بغمزہ
کرم کردی الٰہی زندہ باشی (۱۰)

سید عبد القادر جیلانی سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں فرماتے ہیں ۔" ولی خدائے تعالیٰ کا خوشبودار پھول ہے ۔ اس کی سرزمین میں صدیق (یعنی انبیاء علیہم السلام کے سچے متبعین) اس کو سونگھتے ہیں ۔ اس کی خوشبو اُن کے دلوں میں اُتر کر جاتی ہے تو ان کا جذبۂ شوق اپنے مولا کی طرف بڑھ جاتا ہے "۔

پھر فرمایا " تو شریعت کا بیج دل کی زمین میں بوئے کہ اس میں شریعت کا درخت پیدا ہو کر درجات کا پھل لائے "۔

پھر فرمایا "توحید کا بیج کسی زندہ دل (مرشد) سے اخذ کرنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے "۔

---

(۶) ترجمہ : مرشد نے (جب) دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے تو اس کے پاک دل کی زمین میں (اسرار معرفت کا) پاک بیج بو دیا ۔ جلال الدین رومی ۔ الہام منظوم مثنوی رومی مرتبہ مولوی فیروز الدین دفتر اول ، مثنوی ۱۲۹ ، ص ۱۰۲

(۷) محی الدین ابن العربی شیخ اکبر (۵۵۲ھ ۔ ۶۳۷ھ)

(۸) وغذ خلقہ منہ تکن روحاً وریحاناً ۔ ابن العربی ۔ فصوص الحکم ۔ ترجمہ اردو ۔ ص ۲۶۰

(۹) حضرت امیر خسرو دہلوی ۔ ولادت پٹیالی آگرہ (۶۰۵ھ ۔ ۶۹۹ھ) صاحب درد صوفی سپہ سالار و شہسوار ۔ ۹۲ کتب کے مصنف (مطابق مولینا شبلی نعمانی ۔ شعر العجم حصہ دوم ، مطبوعہ لاہور ۔ ص ۸۳ تا ص ۶۲ ۔

(۱۰) امیر خسرو ۔ غزلیات ۔ بشکریہ شبلی نعمانی ۔ شعر العجم حصہ دوم ، مطبوعہ لاہور ۔ ص ۴۳ ۔ سر الاسرار ص ۱۲۲ ، ۶۰

الف اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں ناں گیا حجابوں پڑاہو (۱)

۲ پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زراہو (۲)

سیئے ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مَردا ہو (۳)

باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھو ایہو چورا ندر دا ہو (۴)

لغت : پڑھیوں : تونے پڑھ لیا — ناں : نہ
ہویوں : تو ہوا — سیئے : سینکڑوں
پر : مگر، لیکن — باجھ : بغیر، سوائے
ایہو : یہی

ترجمہ : ۱- (اے زاہد) تونے اللہ اللہ کا ورد تو پڑھا اور اس کا حافظ بھی ہوگیا لیکن (پھر بھی) تجھ سے حجاب دور نہ ہوا۔

۲- (تو علم ظاہری) پڑھ پڑھ کر عالم فاضل تو بنا (لیکن پھر) بھی دنیا (ہی) کا طلب گار رہا۔

۳- تونے سینکڑوں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ تو کرلیا لیکن (تیرا) ظالم نفس نہیں مرا۔

۴- اے باہو! یہی (نفس امارہ) (جو کہ دل کے) اندر کا چور ہے اسے بغیر فقرا (اہل اللہ) کے کسی نے نہیں مارا۔

---

(۱) ل ک

ل میں مصرعہ یوں ہے ع اللہ پڑھایوں پڑھ حافظ ہویوں گیا نہ حجابوں پردا ہو

ہ میں مصرعہ یوں ہے ع اللہ پڑھ حافظ ہویا نہ گیا حجابوں پردہ ہو

(۲) ل

(۳) ل

(۴) ل

تشریح : اس بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ زاہدوں اور عالموں سے مخاطب ہیں اور ان پر واضح فرماتے ہیں کہ بغیر عرفان حاصل کیے زہد و ریاضت بے سود ہے اور محض علوم ظاہر کی سینکڑوں کتب پڑھ لینے سے ہی تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا بلکہ عرفان اور تزکیہ نفس دونوں کے لئے فقیر کامل کی رہنمائی ضروری ہے۔

اسی طرح حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**۔ یعنی جس نے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور نفس ظاہری علم پڑھنے اور ظاہری ریاضت کرنے سے بہت موٹا اور خوش ہو جاتا ہے۔ چونکہ نفس وجود باطن میں ہوتا ہے اس لئے اسے باطنی ریاضت جلا دیتی ہے اور اسم اللہ ذات کی تاثیر سے خراب حال ہو جاتا ہے۔ جو کوئی پہلے نفس کو تابع نہیں کرتا وہ اپنا مقصد صحیح راہ پر نہیں لا سکتا۔ اہل نفس و ہوا کے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچنا محال ہے۔ (۱)

پھر فرماتے ہیں "ان لوگوں پر حیرت ہے جن کی زبان پر ہر وقت اسم اللہ، حفظ قرآن شریف" تلاوت اور مسائل فقہ ہیں لیکن ان کی زبان سے جھوٹ، دل اور وجود سے حرص و حسد اور غرور نہیں جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام خلوص سے نہیں لیتے۔ (۲)

اور فرمایا نفس کے مرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ شرک، کفر، تکبر اور بری خصلتیں چھوڑ دے" (۳)

پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو شب و روز ذکر جہر میں مشغول رہ کر وہ سنگدل اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اور اسم اللہ ذات کی کنہ و معرفت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، وہ بدعت

---

(۱) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ..... تا .... اہل نفس و ہوا ست (سلطان باہو، کلید التوحید، ۱۳۴۷ھ۔ ص ۱۰)

(۲) عجب دارم از آں قوم ...... تا .... نام اللہ تعالےٰ نمی گویند (سلطان باہو، کلید التوحید، شرح نظام الدین ۱۳۴۷ھ ص ۲۸)

(۳) سلطان باہوؒ۔ کلید جنت ترجمہ اردو ص ۶۵۔ مطبوعہ ملک چنن الدین لاہور

رجعت اور ہوائے نفس کی خواہشات میں پڑکر پریشان حال رہتے ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بہ خلوت محض عوام کے لیے دامِ تزویر بچھانا ہے اور ان کا حجرہ معرفت نہیں بلکہ حجاب ہے۔ وہ بادشاہ، امرا اور دینوی مسخرات کی طلب میں خراب رہتے ہیں۔ معلوم ہوا اسم اللہ ذات پاک ہے۔ اسم اعظم سوائے وجود عظیم کے اثر نہیں کرتا اور نہ قرار حاصل کرتا ہے۔ اور نہ نفع دیتا ہے تاوقتیکہ ذاکر کی نیت میں اخلاص نہ ہو۔ اور یہ سبق بھی بغیر مرشد کامل کے حاصل نہیں ہوتا (۱)

عارف شیراز (۲) فرماتے ہیں ؎

بیا ای شیخ و از خمخانۂ ما ۔۔۔ شرابی خور کہ در کوثر نباشد
بشو اوراق اگر ہمدرس مائی ۔۔۔ کہ علم عشق در دفتر نباشد (۳)

دیوان باھو میں شراب معرفت کے حصول اور مرشد کامل سے تلقین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ؎

الا ای یار فرزانہ بیا با ما بمیخانہ ۔۔۔ چو مرداں باش مستانہ بکن با جام پیمانہ
چو مستاں نوش ایں مے را فنا کن با من خود را ۔۔۔ بجوای یار باھو را صلا از پیر میخانہ (۴)

اسی ضمن میں مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظل پیر
دامن آں نفس کش را زود گیر (۵)

---

(۱) عجب دارم ازاں قوم ...... تا ...... بغیر از عطا اعظم مرشد (سلطان باھوؒ۔ کلید التوحید۔ شرح نظام الدین ۱۳۴۷ھ، ص ۳۱)

(۲) خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی۔ شیراز (۷۲۴ھ، ۷۹۱ھ) مطابق کلیات حافظ شیرازی بضمن شرح زندگانی حافظ مطبوعہ ۱۳۲۷ شمسی

(۳) حافظ شیرازی کلیات خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی مطبوعہ ۱۳۲۷ شمسی، ص ۱۳۱

(۴) سلطان باھو، دیوان باھو فارسی۔ غزل ۵ مکتوبہ۔ از کتابخانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری

(۵) جلال الدین رومی۔ مثنوی

الف احدؔ جد دتی وکھالی ازخود ہویا فانی ہو (۱)
۳ قرب وصال مقام نہ منزل ناں اوتھے جسم نہ جانی ہو (۲)
نہ اوتھے عشق محبّت کائی نہ اوتھے کون مکانی ہو (۳)
عینوں عین تھیوسے باھو سرّ وحدت سبحانی ہو (۴)

لغت : جد : جب — دِتی : دی

وکھالی : نظارا، جھلک، تجلی — اوتھے : وہاں

کائی : کوئی — تھیوسے : ہم ہو گئے

ترجمہ : ۱۔(مقام احدیت میں) جب ذاتِ احد نے تجلیات وارد فرمائیں (تو میں تجلی ذات میں مستغرق ہو کر) اپنے آپ سے فانی ہو گیا۔

۲۔ (فنافی الذات ہونے کے بعد) وہاں نہ تو قرب و وصال رہا اور نہ مقام و منزل نہ ہی وہاں جسم رہا اور نہ روح۔

۳۔ (محویت اور قرب حق کے عالم میں عارف پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہاں) نہ تو عِشق و محبت (باقی رہتی) ہے اور نہ ہی کون و مکان (کا وجود رہتا) ہے۔

۴۔(اس حال میں) اے باہو۔ ہم وحدتِ سبحانی کا عین راز بن گئے۔

---

(۱) ل، ب، ذ، ک،

(۲) ل، ب، ذ، ک،

(۳) ل، ب، ذ، ع

(۴) ل، ب، ک،

ب د، (تھیوسے) کی بجائے (ہویا سی) درج ہے۔

تشریح : اس بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے مقامِ احدیت پر اور فقیر کے مقام احدیت میں فنا ہو جانے پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی موضوع پر ایک محقق (۱) لکھتے ہیں۔ عبد حقیقی کا عمل یہی یافت و شہود ہے، اسی یافت و شہود کا نتیجہ محویت فی الذات ہے یعنی جب تجرید نفس کے ساتھ استغراق فی الحق ہو تو ہو الباطن کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ یہ فنا ر الفنا کا مقام ہے 'محویت' ہے 'استرداد امانت' اب عبد نہیں رہتا۔ اللہ ہی اللہ رہتا ہے ؎

ماند آں اللہ باقی جملہ رفت　　　اللہ لیس فی الوجود غیر اللہ (۲)

مزید تشریح کرتے ہیں عقلاً و استدلالاً اول ذات کا باعتبار صفات جو تصور قائم کیا گیا اس کا نام احدیت رکھا گیا۔ اسی کو بشرط لاشئی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قل ہو اللہ احد میں سمجھا جاتا ہے کہ اسی طرف اشارہ ہے عملاً و شہوداً۔ عروج علی کے وقت عارف کی نظر عالم کثرت پر پڑتی ہے۔ پھر تفصیل و تعدد سے اجمال کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کثرت میں وحدت (جو مرتبۂ اجمال ہے) کا ملاحظہ کرتی ہے۔ جب عارف کو شہود وحدت میں استغراق تام ہوتا ہے تو اس پر ذات کی تجلی ہوتی ہے۔ اور یہ تجلی مستہلک ہوتی ہے جس کی وجہ سے علم و شہود جو باعث امتیاز ہے فنا ہو جاتا ہے۔ اور یہ غائب ہو جاتا ہے۔ فانی زخویش ہو جاتا ہے۔" (۳)

بالا عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس طرح احدیت کی تجلی سے ہر شے یا حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کی زبان میں 'از خود فانی ہو جاتا ہے اور وہاں آن و زمان کو مطلق دخل نہیں جس مقام پر علم و شہود کو فنا حاصل ہوتا ہے وہاں مقام واحدیت کے عشق اس کی کیفیات قرب و صال کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

اسی محقق کی زبان سے سنیے کہ کس طرح فقیر وحدت سبحانی کا عین راز ہو جاتا ہے، کتاب و سنت سے یہ بات قطعی ثابت ہے کہ ذاتِ خلق، ذاتِ حق کے غیر ہیں، دونوں میں کلی غیریت ہے، اور بدیہی ضدیت افغیر اللہ تتقون تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے (پ ۱۴ ع ۱۳۶) و نیز

---

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین حیدر آباد دکن　(۲) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۹۸

(۳) ڈاکٹر میر ولی الدین، قرآن و تصوف، ص، ۱۱۵ - ۱۱۴

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللهِ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے (پ ۲۲ ع ۱۳) سے اس کا ثبوت مل رہا ہے۔ باوجود اس غیریت کے ذوات خلق سے ذات حق کی معیت واقربیت واحاطت، اولیت وآخریت، ظاہریت و باطنیت، یا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں عینیت، بھی کتاب وسنت سے قطعی طور پر ثابت ہے (۱)

پھر لکھتے ہیں" ذات کے اعتبار سے ایک ہی جماعت ہوسکتی ہے اور وہ مقربین کی جماعت ہے یہ لوگ نہ صرف اللہ کا علم رکھتے ہیں بلکہ اللہ کو بھی رکھتے ہیں۔ ان پر سِر معیت کھل گیا ہے (۲)

نیز یاد رہے یہ بیت سراسر توحید سے متعلق ہے اور تصوف کی اصطلاح میں اس مقامِ توحید کو توحید حقیقت کا مرتبہ تنزیہی کہا جاتا ہے جبکہ اس مقام میں جملہ کائنات کی ہستی انوار الٰہی کے پرتو میں ایسی فنا ہوجاتی ہے کہ سالک کی نظر میں (کسی چیز کا وجود سوائے ذاتِ ربانی نہیں رہتا) جب اس دریائے ناپیدا کنار کا شناور صفاتِ موجودات کی تجلیات سے فنا کلی حاصل کرلیتا ہے اور حدوث و امکان کی آلائش سے مجرد ہوجاتا ہے تو ایک موج دریائے ذات کی گہرائی سے سِر خفی پر وارد ہوتی ہے جو عارف کو ورطہ عدم میں ڈال دیتی ہے۔ محو در محو اور فنا در فنا ہوجاتا ہے اس مقام میں نہ وجود نہ شہود اسم نہ مسمےٰ نہ قدم نہ عدم نہ فرش نہ عرش نہ اثر نہ خبر نہ علم نہ خود نہ علم حق غرضیکہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا ہے، لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملکٌ مقرب ولا نبی مرسل دریائے جمع الجمع میں مستغرق ہوجاتا ہے اس وقت من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہست از پس پردہ ایں صدائے من و تو   چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من (۳)

اسی طرح رسالہ روحی میں حضرت سلطان باہو رب تعالےٰ کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ فرمایا تو عین ہماری ذات ہے اور ہم عین تم ہیں اور حقیقت میں تم ہماری حقیقت ہو اور معرفت میں ہمارے واقف یار ہو۔ (۴)

---

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین، قرآن وتصوف ص ۲۰ (۲) ڈاکٹر میر ولی الدین، قرآن وتصوف۔ ص ۱۸

(۳) مولانا سید گل حسن شاہ قلندر قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ء ص ۱۳۸

(۴) فرمود تو عین ذاتِ ماہستی و ما عین تو ہستم و در حقیقت حقیقت ماہستی و در معرفت یار مائی سلطان باہو، رسالہ روحی مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۶

الف اللہ صحی کیتوسے جداں چمکیا عشق اگوہاں ہو، (۱)
۴ راتیں دیہاں دیوے تانکھیرے نت کرے اگوہاں سوہاں ہو (۲)
اندر بھاہیں اندر بالنڑ اندر دیوچ دھوھاں ہو (۳)
باھو شوہ تداں لدھیوسے جداں عشق کیتوسے سوہاں ہو (۴)

لغت : صحی : صحیح   اگوہاں : اور آگے   دیوے : دیتا ہے ۔
تاء : تپش   تکھیرے : تیز تر
صحی کیتوسے : ہم نے پہچان لیا   سوہاں : واقف
دھوہاں : دھواں   بالنڑ : ایندھن
شوہ : مالک ، محبوب ۔

ترجمہ : ا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو (اس وقت) پہچان لیا جب اور آگے (پہچانے والا) عشق (دل اور جان میں) چمکا ۔

۲ - (وہ عشق حقیقی) مجھے دن رات تیز تر تپش دے رہا ہے (اور راہ معرفت میں) روز بروز اور آگے (منزل) کا واقف بنا رہا ہے ۔

۳ - (اب میری یہ کیفیت ہے) کہ (میرے من کے) اندر ہی شعلہ ہائے آتش (عشق) بھی ہیں - ایندھن بھی ہے اور دھواں بھی ۔

۴ - اے باہو - ہم نے مالک (حقیقی) کو تب ہی پایا جب عشق نے (رسوم راہ) کا واقف کیا ۔

---

(۱) ا ۔ ب

(۲) ا

(۳) ا ۔ ب

ب ل میں (بھاہیں) کی بجائے (بھائیں) ہے

(۴) ا ، اک ،

تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اظہار فرماتے ہیں کہ عرفانِ حق اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کامل عشق تمام رسوم وراہ سے آگہی کر دیتا ہے پھر عشق کے راہ میں جن کیفیات اور واردات کا سامنا ہوتا ہے ان کو سوزِ باطن اور نت نئی آگہی کے نام سے ملقب فرماتے ہیں۔

شیخ اکبر(۱) کی زبان میں یہی بات سُنیئے " تجلیات الٰہی کسی ایک حد پر ٹھہر نہیں جاتے وہ کُلّ یومٍ ھو فی شان ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے متعلق علم بھی عارفین کے پاس کسی حد پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ہر درجہ علم پر طالب زیادت رہتا ہے۔ مدینۃ العلم صلے اللہ علیہ وسلم پکارتے ہیں، ربِّ زدنی علماً، ربِّ زدنی علماً، خدایا مجھے علم دیتا چلا جا، نہ عارف کی طلب کی انتہا، نہ متجلی کی تجلیات کی انتہا۔ متناہی طرفین کے پاس نہیں پھٹکتی۔ (۲)

خود حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں " بعض لقاء (دیدار) سے دن رات جلتے ہیں اور آہ آہ کرتے ہیں۔ ان المشتاق المدبرین ھل من مزید، یہ فرد توحید تجرید اور تفرید کے مراتب ہیں" (۳)

اسی طرح حضرت غوث الاعظمؒ (۴) فرماتے ہیں کہ "عام شوق اچھی چیز ہے۔ لیکن بہترین شوق وہ ہے جو مشاہدہ کے بعد پیدا ہو، اور دیکھنے اور سننے کے بعد بھی اس میں سستی اور سردی نہ آسکے، محبت سے زائل اور قرب سے دور نہ ہو، بلکہ دیدار و ملاقات کے ساتھ ساتھ ہر لحظہ بڑھتا رہے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ شوق کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے اسباب و محرکات سے پاک ہو جائے یعنی اس سے حظِ نفس مقصود نہ ہو کیونکہ مشاہدہ اسی وقت ہوتا ہے جب شوق حقیقی ہو اور پھر مشاہدہ ہی سے مشاہدے کا شوق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ (۵)

---

(۱) محی الدین ابن العربی (۵۵۲ھ - ۶۳۷ھ)

(۲) محی الدین ابن العربی، فصوص الحکم، ص ۲۰۷

(۳) بعضے از لقاء شب و روز میشود دیدار آہ آہ ان المشتاق مدبرین ہل من مزید این است مراتب فرد توحید تفرید تجرید (سلطان باہوؒ، امیر الکونین، ص ۵۷)

(۴) سید عبدالقادر جیلانیؒ (۱۱۶۶ھ - ۱۰۷۸ھ)

(۵) ابوالعنیسض قلندر علی سہروردی - الفقر فخری (دربیان تعلیم تقرب الی اللہ، ص ۲۲۴)

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں "درویش کو چاہیئے کہ ان مقامات میں سست ہو کر سکونت کسی مقام میں نہ کر بیٹھے آگے بڑھنا چاہیئے حدیث شریف میں ہے کہ اس کے پیاروں کے قلوب پر سکون حرام ہوتا ہے" (۱)

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ ترجمہ: اور کہہ اے رب میرے زیادہ دے مجھ کو علم (۲)

عشق کی اسی کارفرمائی اور حق کو پہنچنے کے جذبہ کامل کے بارے میں حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

سَیل بے رہبر بہ دریا میرساند خویش را
شوق چوں رہبر شود مارا رہبری درکار نیست (۳)

---

(۱) درمقام تجلیات ساکن مباش و غرہ مشو، پیشتر باید رفت "قال علیہ السّلام السکون حرام علی قلوب اولیائہ . سلطان باہو: عین الفقر (شرح فقیر نظام الدین)

(۲) (طٰہٰ - ۱۱۴) قرآن مجید عکسی مترجم، ترجمہ شاہ رفیع الدین، تاج کمپنی، ص ۳۸۵

(۳) سلطان باہو عقل بیدار، ترجمہ اردو، چمن الدین ۱۹۷۰ - ص ۱۱

الف ایہہ دنیاں زن حیض پلیتی کِتّسی ململ دھودن ہو (۱)
۵
دنیاں کارن عالم فاضل گوشے بہہ بہہ رددن ہو (۲)
جیندے گھر وچ بوہتی دنیاں اوکھے گھوکر سوون ہو (۳)
جنہاں ترک دنیا تھیں کیتی باھوؒ واہندی نکل کھلون ہو (۴)

لغت : دنیاں : دنیا
پلیتی : پلیدی ، ناپاکی
بہہ بہہ : بیٹھ بیٹھ کر
اوکھے : مشکل سے، دشواری سے
گھوک : اطمینان کی نیند
واہندی : بہنے والی ندی
بوہتی : زیادہ ، وافر ،

ترجمہ: ۱- یہ دنیا (جو کہ راہ حق سے باز رکھے ہے) (خواہ اسے کتنا ہی مل مل کر دھوئیں زن حیضہ جیسی پلید ہی ہے
۲- حصول مال وزر اور دنیا کے عز وجاہ کے لئے (کئی) عالم و فاضل (بھی) (ریاضت و چلہ کشی) کے گوشوں میں بیٹھ بیٹھ کر روتے ہیں۔
۳- (یہ امر مسلم ہے کہ) جس کے گھر میں (مال و دولت) جس قدر زیادہ ہو (وہ اس کی حفاظت و انتظام کے علاوہ اس کی آلودگیوں میں مبتلا ہو کر) آرام کی نیند بھی بمشکل سوتے ہیں ؛
۴- اے باہو (جن عارفان صادق نے مقصد حیات کو سمجھ کر خواہشات دنیا سے ترک کر لی ہے وہ (اس دنیا کے بہتے ہوئے) دریا سے (بعافیت) نکل کر (پار ہو گئے)

(۱) ا= ب د (بکتنی) کی بجائے (کیتی) درج ہے (۲) ا- اک
(۳) ب ل = ا میں یوں ہے : جیندے گھر وچ بوہتی دنیا اوکھے ہو کر سوون ہو
ب د میں یوں ہے ۔ دنیا کارن خلقت ساری ہک پل سکھ نہ سوندے (۴) ا
٭ بطابق ا ج بیت یوں ہے ایہ دنیا زن حیض پلیتی کائی ململ دھوندے ہو
دنیا کارن عالم فاضل گوشے بہ بہ روندے ہو
دنیا کارن خلقت ساری ہک پل سکھ نہ سوہندے ہو
جنہاں ترک دنیا دی کیتی باہو اوہ کدھیاں چڑھ کھلوندے ہو

تشریح : قولہ تعالیٰ ، کہہ دنیا کی متاع قلیل ہے (۱) اور ایک بار ابلیس نے حضرت غوث الاعظم (۲) سے کہا درم دینار میری متاع قلیل ہے اور متاع قلیل عورت کے حیض آلودہ کپڑے کے ٹکڑے کو بھی کہتے ہیں اور پھر کہا اے پیر اہل ہوا اور اہل دنیا چاہے عالم فاضل ہو یا متقی یا جاہل فقیر پارسا ہو وہ سب میرے طالب ہیں (۳) چونکہ مقصود حیات عرفان حق ہے نہ کہ عیش حیات اس لئے انسان جب ہوس دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے سرکشی، انانیت ، فرعونیت، حرص و ہوا اور تساہل وارد ہوتا ہے جو کہ عرفان حق میں مانع ہے ۔ایسی حالت میں انسان مقصد حیات د عرفان ذات حق تعالیٰ کو بھول کر محض تن پروری میں مبتلا ہو جاتا ہے البتہ اگر مہمات و فراوانی دنیا کی بجائے محض معاش کا حصول ہو جو کہ عرفان ذات کے حصول کے لئے زندہ رہنے کا معاون ہے تو وہ یبتغون من فضل اللہ (۴) میں آجاتا ہے ۔ ایسے لوگ جنہوں نے دنیا کے دریا سے پیٹ بھر کر پی لیا ان کے پیٹ تو بانیان بنی اسرائیل کی طرح پھیل گئے ۔ان کی تشنگی فرو نہ ہوئی اور تباہ ہو گئے اور جنہوں نے غرفہ یعنی ایک چلو پر اکتفا کیا وہ تندرست رہے صحیح وسلامت پار اترے اور انہوں نے جالوت (نفس) کا فر پر فتح حاصل کی (۵) نیز حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور ترک دنیا تمام عبادتوں کی اصل ہے (۶) حافظ شیرازی بھی اس راہ میں دنیا کو ترک کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں :-

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ ۔۔۔ متی ما تلق من تہویٰ دع الدنیا و اہملہا (۷)

---

(۱) قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی (النساء ۷۷) تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی (قرآن عظیم، ترجمہ از شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی، تاج کمپنی عکسی، ص ۱۴۴

(۲) حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ، قصبہ جیل ، یکم رمضان ۴۷۱ ھ - ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ھ ، بمطابق ترجمہ صوفیائے بنگال مولفہ اعجاز الحق قدوسی ۱۹۶۵ ، ص ۴۰ ، ۳۹

(۳) درم دینار متاع قلیل من است و متاع قلیل پارچہ حیض آلودہ زن را نیز گویند۔ یا پیر دستگیر اہل ہوا دنیا خوار عالم فاضل باشد و خواہ جاہل فقیر تقویٰ باشد طالب من (لشکریہ سلطان باہو، گنج الاسرار مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲

(۴) وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ (المزمل ۲۰) اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے (قرآن عظیم عکسی ترجمہ شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی ، تاج کمپنی ، ص ۹۱۹

(۵) فلما فصل طالوت بالجنود ...... تا ..... واللہ مع الصابرین (البقرہ - ۲۴۹)
پھر جب طالوت لشکروں کو لیکر شہر سے جدا ہوا بولا بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے ، تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے ، پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے ، بولے (باقی ص ۸۶ پر

الف الست بربکم سنڑیا دل میرے نِت قالوٰبلےٰ کوکیندی ہو (۱)
حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سوَڑ نہ دیندی ہو (۲)
قہر پوے تینوں رہزن دنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ہو (۳)
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھُوؒ توڑنے کر کرزاریاں روندی ہو (۴)

لغت : نِت : ہر روز ہمیشہ — کوکیندی : باآوازِ حزیں پکارتی ہے
مرینیدی : مارتی ہے — مُول : ہرگز
توڑنے : چاہے ، گو ، اگرچہ

ترجمہ : ۱۔ (ازل کے روز جب اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح کو خطاب فرمایا) تو میرے دل نے اُلستُ بربکم سنا (جب سے مسلسل میری روح) "قالو بلیٰ" (باآوازِ حزیں) پکار رہی ہے۔

۲۔ (عالم اجسام میں وارد ہو کر اور سفرِ دنیا میں مبتلا ہو کر اب میری روح پر) وطن (اصلی) عالم بقا کی محبت غالب ہو گئی ہے (اور اسقدر بیقراری اور تڑپ ہے کہ وہ محبت) مجھے ایک لمحہ بھی سونے نہیں دیتی۔

۳۔ اے رہزن دنیا تجھ پر قہر پڑے کیونکہ تو تو راہ حق کی راہزن ہے۔

۴۔ اے باہو (یہ دنیا اگرچہ ہزار ہا حیلہ دفن بنا کر اور) گریہ وزاری کرکے (اپنے پر فریفتہ کرنا چاہتی ہے) (لیکن) عشاق (ذات الٰہی جنہوں نے آواز الست بربکم سنی اور جواب میں قالو بلیٰ کہا انہوں) نے اسے ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا۔

بقیہ از صفحہ ۷۶ : ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

قرآن عظیم عکسی ترجمہ شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی ۔ تاج کمپنی ۔ ص ۶۶

(۶) حب الدنیا راس کل خطیئۃ وترك الدنیا راس کل عبادۃ (بشکریہ سلطان باہو ، محبت الاسرار ، ص ۶)

(۷) کلیات حافظ ۱۳۲۷ ش ، غزل اول ص ۳

---

(۱) ر ، ۵ — (۲) ل ، ب ، ۵
(۳) ل ، ل ک — (۴) ل ۵

نثر شرح — چوں بگوش جاں رسد بانگِ الست — از بلیٰ گفتن مکن کوتاہ دست (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) تو اس پر تمام ارواح کہتہ دمہتہ نے کہا، بلیٰ (یعنی ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے) لیکن بعض روحیں بعد از اقرار بلیٰ کہنے ناخوش اور پشیمان ہوئیں پس یہ روحیں کافروں مشرکوں اور منافقوں اور کاذبوں کی ہوئیں اور بعض روحیں آواز الست سے قالو بلیٰ کے بعد خوش وخرم ہوگئیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارواح سے فرمایا جو چاہتے ہو مانگو تاکہ میں عطا کردوں تمام روحوں نے کہا اے خدا ہم تم سے تمہیں کو مانگتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بائیں جانب دنیا، زیب وزینت آرائش دنیا اور دنیا کا تماشا روحوں کے سامنے پیش کیا۔ سب سے پہلے نفس امارہ کی توفیق سے شیطان دنیا میں داخل ہوگیا اور جیسے ہی دنیا میں پہنچا اس نے بلند آواز سے چوبیس آوازیں بلند کیں، دس حصہ ارواح میں سے نو حصہ ارواح یہ آوازیں سن کر شیطان کے گرد جمع ہوگئے ...... شیطان کی متابعت کرنے والے دنیا کے مرتبوں کو پہنچے اور انہیں پسند کرلیا دنیا دنیا میں غرق ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن کما کان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تذل من تشاء الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء (شیطان تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور مکر ومعصیت کا) اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کا وعدہ فرماتا ہے۔ باقی دسواں حصہ ارواح کا دست بستہ کھڑا تھا اللہ تعالیٰ نے ان سے مہربانی اور کرم سے خطاب فرمایا کہ اے ارواح بتاؤ کیا چاہتے ہو تاکہ تمہیں عطا کیا جائے انہوں نے عرض کیا اے خدا ہم تجھ سے تجھ کو ہی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دائیں طرف سے بہشت حور وقصور کو دکھایا ان ارواح میں سے بھی نو حصہ ارواح بہشت میں داخل ہوگئے، پہلے وہ ارواح جو بہشت میں داخل ہوئیں اہل تقوےٰ تھے، اہل صفا نے تقوےٰ کی اذان دی جسے تمام متقی تقوےٰ کی آواز سن کر بہشت میں جمع ہوگئے اور شریعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب آگئے، جن میں عالم فاضل متقی اور پرہیزگار لوگ تھے، ارواح کا باقی ایک حصہ روبرو کھڑے رہے ان کے کانوں پر نہ آواز دنیا نے اثر کیا اور نہ انہوں نے عقبےٰ سے محبت کا اظہار کیا وہ ارواح غرق فنا فی اللہ بقا باللہ مجلس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی مطابقت سے عارف باللہ ہوئے۔ ان کے بارے میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والصلوٰۃ نے فرمایا ہے:

---

(۱) فریدالدین عطار، منطق الطیر، مطبوعہ مبارک علی لاہور، ص ۲۴۳

الفقر فخری والفقر منّی (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے ، یعنی فقر میری سنّت) اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے : الدنیا حرام علیٰ اھل العقبیٰ ، والعقبیٰ حرام علیٰ اھل الدنیا والدنیا والعقبیٰ حرام علیٰ طالب المولیٰ (صاحبِ عقبیٰ پر دنیا حرام ہے اور اہلِ دنیا پر عقبیٰ حرام ہے اور طالب مولیٰ پر دنیا اور عقبیٰ دونوں حرام ہیں) اور نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ، من لہ المولیٰ فلہ الکل (جس کا مولیٰ ہے اس کا سب کچھ ہے) (۱)

پھر حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں ، حب الوطن من الایمان (یعنی حدیث شریف میں ہے کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے) اس سے مراد وطن ازل ہے علماً کو بہشت کے درجوں کی امید ہے اور فقرا کے لیے منزل اور مقام حرام ہے ۔ کیونکہ انہوں نے ازل سے ابد تک کا احرام باندھا ہوا ہے ان کے لیے دیدار ہی حج ہے ۔ (۲)

پھر فرمایا ، حدیث : ترك الدنیا رأس کل عبادۃٍ وحب الدنیا رأس کل خطیئۃٍ ، (دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیائے دُوں کی چاہت میں ہونا تمام گناہوں کا سر ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام نے اس ملعون دنیا کے بارے میں اسی طرح فرمایا ہے (۳)

نیز عشاق ذات نے کس طرح دنیا کو ٹھکرا دیا ہے اس بارے میں ایک مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا "جو فقیر عالم عارف باللہ اولیا اللہ تلمیذ الرحمٰن ہوتا ہے وہ نفس شیطان پر غالب ہوتا ہے دنیا اس کے پیچھے سرگرداں اور پریشان ہوتی ہے ، دنیا چاہے جس قدر عجز و انکسار کے ساتھ التماس کرتی ہے لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتا ۔" (۴)

بیت کے آخری مصرعہ کی مناسبت میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ کس طرح عشاق کی زندگی

---

(۱) اللہ تعالیٰ فرمود الست بربکم ...... تا ...... فلہ الکل (سلطان باہو ، کلید التوحید ، ص ۱۵ تا ۱۹ تلخیص ، مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۲) حدیث حب الوطن تا ...... حج تمام است (سلطان باہو ، محبت الاسرار ، ص ۲۱ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۳) حدیث ترک الدنیا ...... تا ...... ہمچنیں فرمودند (سلطان باہو ، گنج الاسرار ص ۲۰) مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۴) فقیر عالم عارف باللہ ...... تا ...... قبول نشود (سلطان باہو ، امیر الکونین ، ص ۶۹) مکتوبہ ۱۳۳۲ھ

کے دامن کو دنیا آلودہ کرنا چاہتی ہے مگر یہ عشاق ہر حالت میں دنیا سے اپنا دامن محفوظ رکھتے ہیں امام احمد بن حنبل (۱) کو جب معتصم باللہ (۲) کے زمانۂ خلافت میں طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں تو خلیفہ متوکل (۳) نے اپنے دور خلافت میں آکر سب سے پہلے امام صاحب کی دلجوئی کی تدبیریں کیں تاکہ گذشتہ واقعات کی تلافی ہو۔ اس مقصد کے لئے متوکل نے ایک لاکھ درہم خدمت میں بھجوائے تو امام صاحب نے فرمایا "یا اللہ یہ معاملہ تو میرے لئے اس سے بھی زیادہ سخت ہے، وہ تو دین کا فتنہ (آزمائش) تھا اور یہ دنیا کا فتنہ ہے۔ یہ سکے کوڑوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں (۴)

اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ ایک مقام پر فرماتے ہیں "فقیر روشن ضمیر ہر دو جہان پر غالب ہوتا ہے۔ وہ معرفت اللہ نور ذات کی تجلیات کے مشاہدہ میں اس قدر غرق رہتا ہے کہ اگر اس کو ملک سلیمانی پیش کیا جائے تو اسے ہرگز قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا باطن مثل اس مرد کے ہے جس کا دل دنیا، اہل دنیا اور سیم و زر سے سرد رہتا ہے۔" (۵)

خلاصۂ کلام ابو سعید ابوالخیر (۶) نے کیا خوب فرمایا :

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را ‏ ‏ ‏ دوزخ بد را و بہشت مر نیکاں را
تسبیح ملک را و صفا رضواں را ‏ ‏ ‏ جاناں ما را و جان ما جاناں را (۷)

---

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل (وفات ۲۴۱ ھ۔ بغداد)
(۲) المعتصم باللہ (خلافت ۲۲۷ ھ - ۲۸۱ ھ)
(۳) المتوکل (۲۳۲ ھ خلافت)
(۴) بشکریہ سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر، لاہور، نومبر ۱۹۶۹ ص ۱۴۶)
(۵) فقیر روشن ضمیر بر ہر دو جہان امیر .... تا ...... دل او سرد است (سلطان باہو علیہ الرحمۃ۔ کلید التوحید)
(۶) حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر، خاوران، خراسان۔ وفات ۴۰۶ ھ (مطابق تذکرۃ الکرام م شاہ محمد کبیر ابوالعلا دانا پوری)
(۷) بشکریہ سید گل حسن شاہ قادری "تذکرہ غوثیہ" مرتبہ ۱۸۸۴ء۔ ص ۱۶۹

الف ایہو نفس اساڈا بیلی جو نال اساڈے سِدّھا ہو (۱)
ب
زاہد عالم آن نوائے جتھے ٹکڑا ویکھے تھِدّھا ہو (۲)
جو کوئی اسدی کرے سواری اس نام اللہ دا لدّھا ہو (۳)
راہ فقر دا مشکل باھُوؒ گھر ما نہ سیرا رِدّھا ہو (۴)

لغت :

ایہو : یہی	بیلی : دوست ، ساتھی
نال : ساتھ	اساڈے : ہمارے
نوائے : جھکائے	جتھے : جہاں کہیں
تھدّہا : روغن ، گھی ، مرغن	لدّہا : ڈھونڈا ، حاصل کیا
رِدّھا : پکایا	ما : ماں ، والدہ

ترجمہ ۱- یہی نفس (جو کہ مطمئنہ ہو کر) ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے ساتھ راہِ راست پر ہے

۲- (اسی نفس نے بصورت امارگی) زاہدوں اور عالموں کو (حریص) نظر سے چرب نوالے (کے در پر) لا جھکایا ہے۔

۳- جس (مرد کامل نے) (نفس امارہ پر) سوار ہو کر (اسے مطمئنہ بنا لیا) اس نے اسم اللہ ذات (کی تجلیات کی معرفت) کو پا لیا۔

۴- اے باھو۔ فقر کے راستہ میں مشکل (مراحل و منازل) ہیں (یہ کوئی) اماں جی کا گھر میں پکا ہوا (نرم نرم) حلوہ نہیں ہے (کہ بآسانی کھا لیا جائے)

---

(۱) ز

(۲) ا

ب

(۳) ا

(۴) ب ، ذ

تشریح: بیت میں اصلاح نفس کی تلقین بڑے موثر انداز میں فرمائی گئی ہے جس کے بارے میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنے نفس کی خواہشات سے قطع تعلق کرلیا وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کو پالیتا ہے۔ (۱)

پھر فرمایا جو شخص اپنے نفس کو زیر پائے نہیں رکھتا اور نفس کے گھوڑے پر سوار نہیں ہو جاتا تو اس کے لئے محال ہے کہ ان باطنی مراتب پر پہنچے، اگرچہ ظاہر میں تمام عمر ریاضت کرے بے سود ہوگا۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ینام عینی ولا ینام قلبی (بمطابق تمام صحاح ستہ و مشکوٰۃ) یعنی حضور کی چشم تو سو جایا کرتی تھی لیکن قلب کو نیند نہ آتی تھی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج الفقر ء لیلۃ الفاقہ (فقرا کی معراج فاقہ برداشت کرنے والی رات ہوتی ہے (۲)

اسی عنوان میں منقول ہے کہ سیدنا عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ آخرت کو اپنا راس المال مقرر کر اور دنیا کو اس کا نفع سمجھ۔ پہلے اپنے وقت کو آخرت حاصل کرنے میں خرچ کر اور آخرت کو دنیا سے بیچ ڈالنے والا نہ بن، اور نہ اپنے نفس کا غلام اور گھوڑا ہو، کیونکہ تجھے اس پر سوار ہونے اس کی اصلاح کرنے، اس کو نرم کرنے اور اس پر سوار ہو کر زاد آخرت جمع کرنے کا حکم ہوا ہے۔ (۳)

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ اے جان آرام پکڑنے والی پھر جا طرف پروردگار اپنے کے خوش ہے تو پسند کی گئی۔ پس داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے (۴)، پس جب نفس مطمئنہ نے جگہ لے لی اور نفس امارہ کو محکوم کر دیا گیا تو گویا قرب خداوندی کی ساعت آگئی! اسی موقعہ کیلئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا (۵)

آخر میں راہ فقر کی مشکلات کا اظہار کیا گیا ہے جس کے متعلق اسی ہی انداز میں ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ فقیری تو یہ درد و پرغم رہنا ہے ماں اور خالہ کے گھر میں بیٹھ کر حلوے مانڈے کھانا نہیں (۶)

---

(۱) ہر کہ قطع کند از نفس ہوا دریابد معرفت خدا (سلطان باہو، کلید التوحید، ص ۹) مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۲) ہر کہ ہوا النفس را زیر پائی ندید ..... تا سود ندارد (سلطان باہو، کلید التوحید، ص ۱۰) مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۳) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۱۳۱

(۴) یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر ۲۷ تا ۳۰)

(باقی بر صفحہ ۸۶)

الف ازل ابد نوں صحی کیتوسے ویکھ تماشے گزرے ہو (۱)

۸

چوداں طبق دلیندے اندر آتش لائے حجرے ہو (۲)

جنہاں حق نہ حاصل کیتا اوہ دوہیں جہانیں اجڑے ہو (۳)

عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت باھو ویکھ تنہاں دے مجرے ہو (۴)

لغت : صحی : صحیح — دوہیں : دونوں

حجرے : ڈیرے — مجرے : خوارق عادات۔ ناممکن کا باحسن سرانجام دینا

چوداں طبق : ساری کائنات — اجڑے : برباد ہوئے

ترجمہ : (ہم نے تخلیق کائنات کے) گزرے ہوئے تماشے دیکھ کر ازل و ابد کو بخوبی پہچان لیا

۲- (وحدت الوجود ایسا ایٹم ہے جس سے) ساری کائنات (میرے) دل کے اندر (سمٹ گئی ہے) (اور اس میں) آتش (عشق الٰہی) نے (مستقل) ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔

۳- جنہوں نے (عرفان) حق حاصل نہ کر لیا وہ (بے نصیب) (مقصد حیات سے محروم رہ کر) دنیا و آخرت میں برباد رہے۔

۴- اے باہو (عارفان ذات) کی خوارق عادات تو دیکھئے (وہ) عشاق (ذات) تو (دریائے) وحدت (ذات) میں غرق ہو کر (عین ذات بن گئے ہیں)

---

(۱) ا، ب، ہ — (۲) ا، ب، ہ، ع، ذ

(۳) ا، ب، ذ — (۴) ا، ذ، ب،

تشریح : از ازل تا ابد بینی بایک نظر — تاشوی عارف خدا ثانی خضر (۱)

جو عارف باللہ اور خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح فقیر کامل ہیں وہ ازل سے ابد تک کے جملہ حالات کو ایک نظر میں دیکھ لیتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت والارض وما خلق اللہ من شیء کیا نہیں نظر کرتے بیچ بادشاہی آسمانوں کے اور زمین کے اور جو کچھ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز سے (۲) یقیناً آیۃ کریمہ کا عرفان فقیر کامل کو حاصل ہے جو ازل سے ابد تک کی تخلیقات پر نظر رکھتا ہے اور تمام کائنات کا نظارہ اپنے دل کی گہرائیوں میں کر لیتا ہے :

غوث علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (۳) حضرت امام حسنؓ (۴) نے جبکہ آپ کی عمر بارہ برس کی تھی حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ (۵) سے سوال کیا کہ آپ کے دل میں کس کی محبت ہے فرمایا کہ تمہاری، پھر پوچھا کہ بھائی حسینؓ (۶) کی فرمایا کہ ان کی بھی، پھر پوچھا کہ اماں جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی، پھر پوچھا کہ نانا جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی۔ پھر پوچھا کہ اللہ میاں کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی۔ تب حضرت امام حسنؓ بولے کہ ابا جان آپ کا دل ہے یا کوئی مسافر خانہ ہے، حضرت علیؓ نے ان کو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو محبت ایک کی ہی رہیگی (۷) پھر فرمایا اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں تیرے لیے کافی ہے تیرا درد اور تیری دوا تجھ میں ہے۔ کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں، تو ام الکتاب ہے

---

(۱) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ جین الدین لاہور، ۱۹۶۸، ص ۵۹ - (۲) پ ۹ ع ۱۳)

(۳) سید غوث علیشاہ قادری۔ ولادت ۷ دسمبر ۱۸۰۴ء وفات ۲۵ فروری ۱۸۸۱ء پانی پت (سنین مطابق تذکرہ غوثیہ مولفہ سید گل حسن قلندر قادری۔ ص ۲، ۵۰۴)

(۴) امام حسنؓ۔ عہد خلافت ۴۰ھ، شہادت ۵۰ھ مطابق تاریخ اسلام جلد دوم۔ مولفہ عبدالرحمن شوق مطبوعہ لاہور۔ ص ۴۹۲

(۵) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، مدینہ وفات ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری

(۶) حضرت امام حسین علیہ السلام، کربلا۔ وفات ۶۱ ہجری (سن مطابق تذکرۃ الکرام مولفہ سید شاہ محمد کبیر ابو العلا دانا پوری)

(۷) مولانا شاہ گل حسن قلندر قادری۔ تذکرہ غوثیہ شجرہ معرفت، محررہ جون ۱۸۸۴ء۔ تجلی برقی پریس دہلی۔ ص ۲۳۱۔

اے میرے فرزند تو ایک چھوٹا جسم ہے اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے (۱) گویا اسی جہان میں اپنی ذات پر غور کرنے سے ذاتِ حق کا قرب اور رازِ کائنات کو پایا جا سکتا ہے اگر اس دنیا میں بے مقصد اور بے فکر زندگی گذرے گی تو آخرت میں بھی مقصود نہ ملے گا۔

قولہ تعالیٰ: ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ اور جو کوئی ہے بیچ اس دنیا کے اندھا پس وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ (۲) عطار کیا خوب کہتے ہیں۔

ہر کہ ایں جا ندیدہ محروم است — در قیامت زلذتِ دیدار (۳)

جس نے یہاں حق کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن بھی دیدار کی لذت سے محروم رہا۔ یہی فکر ذات عشاق کا کام ہے جس کے بارے میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات معلوم کرنا نجومیوں کا کام ہے۔ فقیر وہی ہے جو نور محمدی لازوال میں مستغرق رہے اور نور فنے اللہ اور کل الوصال میں مستغرق رہے۔ (۴)

جب حضرت منصور حلاج (۵) کی خاکستر میں سے صدائے انا الحق آتی تھی اس وقت ایک عاشق آیا اور کہا کہ اب تو حق ہے پھر انا الحق کہنا کیا ضرور ہے کہتے ہیں اس کے بعد آواز بند ہوگئی (۶) اسی طرح عشاق ذات کے خوارق عادات بیشمار ہیں یہ خوارق عادات اسرار الٰہی ہوا کرتے ہیں جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہا ہم نے اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامتی اوپر ابراہیم کے (۷)

---

(۱) یا ولدی فکرک فیک یکفیک داءک ودواءک فیک لیس شیٔ خارجا منک انت ام الکتاب یا ولدی انت جسم صغیر وفیک عالم اکبر (بشکریہ تذکرہ غوثیہ شجرہ معرفت' محررہ جون ۱۸۸۴ء مطبوعہ تجلی برقی پریس دہلی، مولفہ مولانا شاہ گل حسن قلندر قادری، ص ۲۳۱)

(۲) بنی اسرائیل ۷۲

(۳) شیخ فریدالدین عطار قصیدہ (بشکریہ تذکرہ غوثیہ مولفہ مولانا شاہ گل حسن قلندر قادری محررہ جون ۱۸۸۴ ص ۱۶۵)

(۴) سلطان باہو، توفیق الہدایت، ترجمہ اردو، چمن الدین لاہور ۱۹۶۸، ص ۹،

(۵) شیخ منصور حلاج، وفات ۳۰۵ھ (سن مطابق تذکرۃ الکرام، مولفہ شاہ محمد کبیر ابو العلا دانا پوری)

(۶) شاہ گل حسن قلندر قادری تذکرہ غوثیہ محررہ ۱۸۸۴ مطبوعہ تجلی برقی پریس دہلی۔ ص ۲۰۳-۲۰۴

(۷) قلنا یا نار کونی بردا و سلٰما علیٰ ابراھیم (الانبیاء-۶۹)

یاد رہے یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے ۔ اس کو توحید ازلی قدیمی اور الٰہی بھی کہتے ہیں "جس وقت عارف کامل مقامات و مراتب سیر الی اللہ و فی اللہ و مع اللہ سے عروج کرکے مقام عین الجمع و جمع الجمع میں پہنچتا ہے جو کہ انتہائی مراتب توحید سے ہے اس وقت اپنے آپ کو عدم محض پاتا اور خودی سے بیخود ہوجاتا ہے جیساکہ پیشِ از ترکیب اجزائے جسمی بصور اعیانِ ثابتہ علم قدیم میں موجود تھا اسی حالت کا بیان ہے ۔" (۱)

(بقیہ از صفحہ ۸۲) (۵) دع نفسك وتعال (بشکریہ سلطان باہو ، محبت الاسرار ، ترجمہ اردو ، چنن الدین لاہور ، ص ۲ ، ۱۹۶۶ء)

(۶) فقیری پر در کشادہ نہ حلوا خوردن ورخانہ ، در رخارد (سلطان باہو عین الفقر ، شرح نظام الدین ، ج ۲ ، ص ۵)

---

(۱) بشکریہ مولانا گل حسن ، تذکرہ غوثیہ ۱۸۸۴ء ، ص ۱۳۸

9

الف اندر ہو تے باہر ہو ایدم ہو دے نال جلیندا ہو (۱)

ہو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ہو (۲)

جتھے ہو کرے رُشنائی چھوڑ اندھیرا دیندا ہو (۳)

مَیں قربان تنہاں توں باھُوؒ جہڑا ہو نوں صحی کریندا ہو (۴)

لغت : جلیندا : رہ رہا ہے ۔ سڑیندا : جلاتا ہے

کریندا : کرتا ہے ۔ رشنائی : روشنائی

ترجمہ : میرے اندر بھی ہُو ہے اور باہر بھی ہُو ہے (یعنی وہی ذاتِ واحد دل و جان کے اندر و باہر جلوہ گر ہے) مَیں ہُو کے ساتھ ہی زندگی بسر کر رہا ہوں ۔

۲ ۔ ہُو نے (مجھے اپنی) محبت کا (درد) و داغ (عطا کیا ہے)، جو کہ مجھے ہمیشہ نیا سوز بخش رہا ہے

۳ ۔ جہاں کہیں ہُو کی تجلی کارفرما ہوتی ہے تو وہاں اندھیرا (خواہ کفر و عصیان کا ہو یا نفسِ امارہ کا) چھوڑ جاتا ہے ۔

۴ ۔ اے باہو ۔ میں (اس عارف کامل) کے قربان ہو جاؤں جس نے ہُو کا عرفان حاصل کر لیا

---

(۱) ا، ب، د میں یوں ہے ، ع اندر بھی ہوتے باہر بھی ہوا ہدم ہودے نال جلیندا

(۲) ا (۳) ا ، ب ، ب د ،

(۴) ا ، ب د میں یوں ہے ۔ ع دو ہیں جہان غلام تنہاندے باہو جہڑا ہو نوں صحیح کریندا ۔

٭ بعض درویشوں کا خیال ہے کہ اس بیت کے دو اولین مصرعے کانوشاہ ابن شیخ جنید جو حضرت سلطان العارفین کے معاصر اور معتقدین میں تھے کے کہے ہوئے ہیں حالانکہ کانوشاہ نے جو واقعی اسی انداز میں فی البدیہہ موقع کے مطابق مصرعے کہے یوں تھے ؎

اندر ہو باہر ہو باہو کتھ لبھیندا ہو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا

یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ کانوشاہ نے حضرت سلطان العارفین کا یہ بیت پہلے سے سنا ہوا اور دفورِ جذبات میں موقعہ اس بیت کے دو مصرعے ان کی زبان پر آئے ہوں (دیکھیے سلطان حامد مناقب سلطانی اترجمہ اردو مطبوعہ چنن الدین ۱۹۴۱ء ص ۴۴)

تشریح : تصوف کی اصطلاح میں بیت کا مصرعہ اول توحید طریقت کے مرتبہ توحید ذاتی سے متعلق ہے ۔ یعنی وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالیٰ یقین کرنا اور موثر حقیقی و موجود اصلی ذات حق کے سوا دوسرے کو نہ جاننا ۔ (۱) اور مصرعہ سوم توحید حقیقت کے مرتبہ آفاقی سے متعلق ہے ۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ موافق آیت اللہ نور السموات والارض (۲) عارف کی نظر میں متجلی ہوتا ہے اور وجود جملہ موجودات واحد نظر آتا ہے اس وقت ہمہ اوست کا نعرہ دل عارف سے نکلتا ہے ۔ (۳)

خواجہ غلام فرید (۴) نے کیا خوب فرمایا ہے ؎ ہُن میں رانجھن ہوئی ۔ رہیا فرق نہ کوئی (۵)

اسی مقصد کے لیے ہی خواجہ حافظ (۶) فرماتے ہیں ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز (۷)

آشکار (۸) کہتے ہیں ؎

---

(۱) مولوی گل حسن شاہ قلندر قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۹۹۴ ۔ ص ۱۳۶

(۲) ترجمہ : اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا (پ ۱۸ ع ۱۱)

(۳) مولوی گل حسن شاہ قلندر قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۹۹۴ ۔ ص ۳۷

(۴) خواجہ فرید چاچڑاں شریف ۔ (۱۲۶۱ھ ۔ ۱۳۱۹ھ) مطابق پنجابی ادب و تاریخ مؤلفہ شمیم احمد ۔ مطبوعہ لاہور ۔ ص ۱۵۳

(۵) " اب میں خود محبوب ہوں محب و محبوب میں اب کوئی فرق نہیں رہا ۔ خواجہ غلام فرید ۔ اسرار فریدی (دیوان فریدی) مجمع خصر مجتبائی ملتان ۔ کافی نمبر ۲۶۷ ۔ ص ۲۱۶ ۔

(۶) خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی ۔ شیراز ۔ ۷۲۴ھ ۔ ۷۹۱ھ ۔ بشکریہ کلیات حافظ شیرازی بخط علی شاہلمیری ۔ مطبوعہ ۱۳۲۸ شمسی ۔ درشرح زندگانی حافظ ۔

(۷) خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی ۔ کلیات حافظ بخط علی شاہلمیری ۔ مطبوعہ ۱۳۲۸ شمسی ۔ ص ۱۵۰

(۸) نجل سرست تخلص آشکار ۔ مزار واقع درازان ضلع خیرپور سندھ نزد رانی پور شریف ۔ مصنف دیوان آشکار ۔ زہر نامہ (مثنوی) روزنامہ (مثنوی) قتل نامہ ۔ مرغ نامہ ۔ وحدت نامہ ۔ ولادت (۱۷۵۷ء) مطابق اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لاہور ۔ ۱۹۶۸ ۔ ص ۸۰۰

بہر سوئی بہر کوئی بہر جا یار می بینم
شعائے پر تو حسنش بدر دیوار می بینم (۹)

اور ماسوائے اللہ کو جلا دینا عشق کا خاصہ ہے ۔ فرمان ہوتا ہے ۔ العشق نارٌ یحرق ماسوا المحبوب (۱۰)
پھر فرمان ہوتا ہے لیخرجکم من الظلمٰت الی النور (۱۱) اور سیدنا غوث الاعظمؒ (۱۲) نے فرمایا ۔ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ خداوند تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے اور خدا کے ذکر سے تاریکی و غفلت کا پردہ دلوں سے اٹھ جاتا ہے (۱۳)

پھر فرمان الٰہی ہوتا ہے اور کہو کہ آیا سچ اور گیا اور ناچیز ہوا جھوٹ اور مقرر جھوٹ ہے جانے جانے والا اور ناچیز ہونے والا (۱۴) اور آخر مصرعہ میں عرفان ذات ھُو کی تلقین ہوتی ہے ۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا ۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا ۔ اور جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا اس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا" (۱۵)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ، اسم ھُو کی شرح میں فرماتے ہیں " یہ مرتبہ وصال ہے یحیی و یمیت (۱۶) فنا کو بقا تک پہنچاتا ہے لیکن بقا کو فنا نہیں کرتا" (۱۷)

(۹) آشکار ۔ دیوان آشکار ۔ کلام ۱۹۶ ۔ ص ۱۰۵ ۔

(۱۰) حدیث ۔ بشکریہ سلطان باہوؒ ۔ عین الفقر ۔ شرح نظام الدین ۔ حصہ اول ۔ ص ۲۳

(۱۱) تو کہ نکالے تم کو اندھیروں سے طرف روشنی کی" (۲۲ ع ۳)

(۱۲) حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ۔ قصبہ جیل ۔ ولادت یکم رمضان ۔ ۴۷۱ھ ۔ وصال ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ مطابق صوفیائے بنگال مولفہ اعجاز الحق قدوسی ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۵ ۔

(۱۳) حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ۔ غنیۃ الطالبین ۔ ص ۲۸۸

(۱۴) وقل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ۔ ۸۱) تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر مطبوعہ ۱۳۵۸ھ لاہور ص ۲۹۵

(۱۵) من عرف نفسہ ، فقد عرف اللہ من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء ۔ (بشکریہ سلطان باہوؒ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ چمن الدین ۱۹۶۸ ۔ ص ۹۷

(۱۶) "جلاتا ہے اور مارتا ہے" ۔ (۹ ع ۱۰) تفسیر موضع القرآن شاہ عبدالقادر مطبوعہ ۱۳۵۸ھ لاہور ۔ ص ۱۵۸

(۱۷) حضرت سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ چمن الدین ۔ ۱۹۶۸ ۔ ص ۱۰۱

الف ادھی لعنت دنیاں تائیں تے ساری دنیاں داراں ہو (۱)

۱۰ جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ہو (۲)

پیوواں کولوں پتر کوہاوے بھٹھ دنیاں مکاراں ہو (۳)

جنہاں ترک دنیاں دی کیتی باھو لیسن باغ بہاراں ہو (۴)

لغت : پیو : باپ پتر : بیٹا

کوہاوے : ذبح کرائے بھٹھ : جل جائے

لیسن : لیں گے

ترجمہ : (خدا تعالیٰ کی) آدھی لعنت (تو) دنیا پر ہے اور ساری لعنت دنیا داروں پر ہے (جو عرفان حق کو چھوڑ کر دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں)

۲ - جنہوں نے (متاع) دنیا (یعنی اپنا مال و جان) (خوشنودی خدا و رسول کے لیے) راہ حق میں صرف نہ کیا وہ (دنیا و آخرت میں) غضب کے سزاوار ہیں -

۳ - (اس دنیا کا یہ عام کردار ہے کہ (حرص و حسد میں مبتلا ہو کر) باپ سے بیٹے کو ذبح کرا دیتی ہے - اے مکار دنیا - خدا کرے تجھے آگ لگ جائے -

۴ - اے باھو - جن مردان کامل نے (محبت) دنیا کو قطعاً چھوڑ دیا وہ (مالک حقیقی سے قیامت کے دن) جنۃ تجری من تحتہا الانہار (کی عطا) لیوینگے -

---

(۱) ہ

(۲) ب

(۳) د ، ب د - (بھٹھ) کی بجائے (بھٹ) درج ہے

(۴) ا ک

ہ

ب د - (لیسن) کی بجائے (ہوسن) درج ہے

تشریح : دنیا دار معاشرہ میں ہر فساد کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ پیغمبروں کے ساتھ منافقت کرنے والے دنیا دار ہی تھے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ **وما نقموآ اِلّآ ان اغنهم الله ورسوله من فضله** (۱) یعنی دشمنی نہ کی، منافقوں نے پیغمبر سے مگر اس واسطے کہ دولت مند کر دیا۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبر اس کے نے فضل و کرم اپنے سے۔

گویا ایسے لوگ جو حب دنیا رکھتے ہیں ان کے پاس دولت کی فراوانی انہیں ایمان سے دور لے جاتی ہے۔

معراج کی رات حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، تجھے کون سی چیز ناپسند ہے تاکہ وہ تجھ سے دور کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا مجھے دنیا ناپسند ہے، اسے مجھ سے دور کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں کو تو دنیا پیاری ہے اسے جان سے عزیز سمجھتے ہیں۔ دنیا کی خاطر بیٹا باپ کو ہلاک کرتا ہے اور باپ بیٹے کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا۔ وہ اندھے ہیں دنیا کی حقیقت سے واقف نہیں۔ لیکن میں نے دنیا کو اچھی طرح دیکھا اور پہچانا ہے۔ جس دن تو نے دنیا کو پیدا کیا اور آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا تو یہ دن رات فریاد کرتی تھی۔ اے خدا مجھ پر اک نگاہِ رحمت کر۔ لیکن تو نے کبھی اس پر نگاہِ رحمت نہ کی۔ تو نے دنیا کو مچھر کے پر کے برابر عزت نہ دی۔ اور کلام مجید میں بھی کہیں اس کی عزت کا ذکر نہ کیا۔ (۲)

تقویٰ کے بیان میں حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ "مال خدا کی راہ میں خرچ کرو اور باطل کاموں میں خرچ نہ کرو بموجب حکم خداوند تعالیٰ کے وہ لوگ کہ خرچ کرتے ہیں فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں (۳)

(۱) قرآن حکیم (پ ۱۰ - س ۹)

(۲) سلطان باہو۔ جامع الاسرار ترجمہ اردو صـ ۱۱) مطبوعہ لاہور چنن الدین

(۳) ان ينفق ماله في الحق ولا ينفقه في الباطل بقوله تعالى والذين اذا انفقوا لم يسرفو

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مال میرا مال ہے اور دولت مند لوگ میرے وکیل ہیں۔ اور علما و فقرا میرے عیال کی طرح ہیں۔ جس نے میرا مال میرے عیال پر خرچ کیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے اور جس نے میرے عیال پر خرچ نہ کیا پس اس کے لیے آگ ہے" (۴)

تیسری صدی ہجری کے عظیم صوفی ذوالنون مصری (۵) کہتے ہیں "صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر خدا کو لیا ہے" (۶)

ولم یفتروا (سیدنا عبد القادر جیلانی۔ غنیۃ الطالبین ص ۴۰۲)

(۴) المال مالی والاغنیاء و مالی والعلماء والفقراء بمنزلۃ العیالی من انفق مالی علی عیالی فلہ الجنۃ البقعۃ ومن لم ینفق مالی علیٰ عیالی فلہ النار (بشکریہ محک الفقر خورد سلطان باہو۔ ترجمہ اردو ص ۹۳)

(۵) ذوالنون مصریؒ وفات ۲۴۵ ہجری

(۶) میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔

الف ایہہ دنیاں رن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہُو (۱)

ا جیں فقر گھر دنیاں ہووے لعنت اس دے جیوے ہُو (۲)

حب دنیاں دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہُو (۳)

سہ طلاق دنیاں نوں دیئیے جے باھُو سچ پچھیوے ہُو (۴)

لغت : رن = زن ۔عورت نہ تھیوے :- نہیں ہوتی

جیوے : زندہ رہنے سے کچیوے : کیا جائے

پچھیوے : پوچھا جائے ویلے : بروقت

ترجمہ : یہ دنیا حائضہ عورت کی ناپاکی ہے جو کہ ہرگز پاک نہیں ہوتی ۔

(۲) جس کا دعوے ، فقر کا ہو اور اس کے گھر (میں) (معاش سے زیادہ متاع) دنیا کی بہتات ہو ، تو اس کے زندہ رہنے پر (خدا تعالیٰ کی) لعنت ہے ۔

(۳) دنیا کی محبت (میں یہ نقص ہے کہ وہ) (عرفان و اطاعت) رب سے روگردانی کراتی ہے ۔اس لیے اس خطرہ کو) بروقت فکر میں لانا چاہیئے ۔

(۴) اے باہو۔ اگر سچ پوچھو تو (سالک کو چاہیئے کہ) اس (زن ناپاک) دنیا کو تین بار طلاق ہی دے دیوے ۔

---

(۱) ہ

(۲) ہ

(۳) ب

ذ

ش

(۴) ع

ب د میں یوں ہے ۔ عہ سہ طلاق دنیا نوں پے جے باہو سد کچھیوے ۔

تشریح: حضرت سلطان العارفینؒ اس چاربیتی میں دنیا کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ دنیا کے پاک ہونے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ حق تعالیٰ یعنی مقصودِ حقیقی سے دور لے جاتی ہے۔ اس لیے اس نجس و ناپاک چیز کو چھوڑ دینا چاہیے۔ دراصل معاش سے زیادہ ساز و سامان کا رکھنا اور خدا تعالیٰ سے غافل ہو جانا ہی دنیا ہے۔ بقول رومی علیہ رحمۃ سے

چیست دنیا از خدا غافل بودن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن (۱)

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں " جان لے کہ اگر حب دنیا جو کے برابر بھی دل میں ہوگی تو چاہے روئے زمین کے تمام اولیائے کرام جمع ہو جائیں جب تک اس کے دل سے حب دنیا نہ اٹھ جائے معرفت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ راہ معرفت میں دل کی سیاہی زنگار اور کدورت مخل رہتی ہے۔ اس لیے کہ حب دنیا زہر قاتل ہے۔ دنیا ایمان کو کھاتی ہے اور زہر جان کو کھاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا کی محبت ایمان کو اس طرح کھاتی ہے جیسے لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے۔ (۲) واضح رہے کہ ایک روز حضرت محبوب سبحانیؒ گھر سے باہر تشریف لائے تو ابلیس کو دروازہ پر کھڑا پایا۔ فرمایا اے ابلیس تو یہاں کیوں کھڑا ہے۔ جاؤ۔ ابلیس نے کہا اے غوث الاعظم آپ کا غلام درم دینار اندر لے گیا ہے۔ درم کے انتظار میں کھڑا ہوں۔ درم دینار میری متاع قلیل ہے اور متاع قلیل عورت کے حیض آلودہ کپڑے کے ٹکڑے کو بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہہ دو دنیا کی متاع قلیل ہے (۳) جو کوئی درم و دینار سے محبت رکھتا ہے۔ اے پیر۔ وہ میری جان اور میرا بھائی ہے۔ اور شیاطین بدین علیہ لعنت مجھ سے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر اندر گئے اور درم و دینار اندر سے لاکر ابلیس کے حوالہ کیے ابلیس نے کہا اے پیر۔ اہل ہوا اور اہل دنیا چاہے عالم فاضل ہو یا فاضل یا متقی یا جاہل فقیر ہو یا پارسا ہو وہ سب طالب میرے ہیں۔ دنیا کا مرید میرا مرید ہے۔ دنیا کا غلام میرا غلام ہے " (۴)

حضرت سلطان العارفینؒ نے پھر فرمایا " جس کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی وقعت ہے وہ دونوں جہان میں ملعون طالب ہے۔ وہ درویش نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ " ذکر الٰہی کے سوا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے " (۵)

اسی طرح حب دنیا کے نقصان سے متنبہ فرماتے ہوئے اسے ترک کرنے کے لیے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ " حدیث شریف میں وارد ہے کہ " دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور ترک دنیا

تمام عبادتوں کی اصل ہے (۶) پس جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی دنیا کی محبت ہے وہ اپنے تئیں شیطان کے سلسلے سے سمجھ لے۔

(ترجمہ بیت) اے باہو۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو تین طلاق دے دیں۔ جس نے دنیا کا خیال رکھا وہ قبول نہ ہؤا۔" (۷)

پھر فرماتے ہیں "محی الدین عبد القادر جیلانی علیہ رحمۃ نے دنیا کو تین طلاق دیں اور اللہ تعالےٰ سے یگانگت پیدا کی" (۸)

نیز فرمان الٰہی ہوتا ہے۔ اور چھوڑ دے ان کو چھوڑ دینا اچھا (۹) یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ جھگڑ کر نہیں سلوک سے۔

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ جب میں نے اللہ جل شانہ' کے مطالعہ سے قرآنی آیات اللہ تعالیٰ پڑھیں تو دنیا کو تین طلاقیں دے دیں۔ (۱۰)

---

(۱) جلال الدین رومی۔ مثنوی مثنوی مولانا روم مع شرح مولانا عبد العلی بحر العلوم۔ نولکشور۔۱۲۹۳ھ۔ ص ۷۱

(۲) حدیث۔ الدنیا یاکل الایمان کما تاکل النار الحطب۔

(۳) قولہ تعالیٰ۔ قل متاع الدنیا قلیل۔۔ النساء۔ ۷۷)

(۴) بدانکہ اگر مقدار جو حب دنیا در دل داشتہ باشد ..... تا ..... مرید دنیا مرید من است و غلام دنیا غلام من است سلطان باہو۔ گنج الاسرار مطبوعہ ۱۳۱۶ھ۔ ص ۱۱۔۱۲۔

(۵) حدیث۔ الدنیا ملعون ومافیہا الا ذکر اللہ تعالیٰ (سلطان باہو۔ محبت الاسرار ص۱۲۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۶) حدیث۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ وترک الدنیا راس کل عبادۃ (سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ ص ۶۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۷) باہو سہ طلاقش داد دنیا را رسول۔ ہر کہ دنیا را نگہدارد آن نا قبول (سلطان باہو۔ محبت الاسرار ص ۶۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۸) محی الدین دنیا را دادہ سہ طلاق و اتفاق یگانگت با خدا شود۔ (سلطان باہو۔ توفیق الہدایت قلمی مکتوبہ ۱۳۳۴ھ ص ۱۴۴)

(۹) واهجرهم هجرا جميلا (پ ۲۹ ع ۱۳)

(۱۰) سلطان باہو۔ بقول بیدار۔ ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ۱۹۷۰۔ ص ۷۱)

الف ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہُو (۱)

۱۲ منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہُو (۲)

جس منزل نوں عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہُو (۳)

میرا عشق سلامت رکھیں باھو ایمانوں دیاں دھروئی ہُو (۴)

لغت : منگے : مانگے

پچاوے : پہنچاوے - پہنچائے

دھروئی : قسم دیتا ہوں - واسطہ دیتا ہوں

ترجمہ : سلامتی ایمان تو ہر شخص مانگتا ہے - (لیکن) سلامتی عشق کوئی خاصان حق ہی طلب کرتا ہے -

۲ - یہ طالبان ناقص جو کہ) (صرف) ایمان مانگتے ہیں اور عشق (الٰہی) سے شرماتے ہیں (ان کا حال دیکھ کر میرے دل میں غیرت فقر و عشق الٰہی جاگر ہو رہی ہے -

۳ - (حقیقت یہ ہے کہ) جس منزل (اولیٰ) کو عشق پہنچاتا ہے - ایمان کو اس (منزل کی) خبر تک ہی نہیں ہے (کیونکہ انتہائے ایمان جنت الماوی ہے اور انتہائے عشق ذات حق تعالےٰ) -

۴ - اے باہو - (اے مرشد کامل) میرے عشق کو سلامت رکھنا (اور میں احترام عشق کے لیے) اپنے ایمان (کامل) کو بھی قسم ور واسطہ دیتا ہوں -

---

(۱) ب - ش - ذ - ع

(۲) ع - ذ - ش - ب

(۳) ہ

(۴) ذ - ع

تشریح : ہر عاشق ایماندار ہے لیکن ہر ایماندار عاشق نہیں ہو سکتا ۔ عشق خودداری، جانبازی، پرسوزی اور بلند نظری کا حامل ہے ۔ ایمان، عبادت، ریاضت اور بہشت کا دھیان کرتا ہے ۔ عاشق کا مقصود رضائے الٰہی اور لقائے الٰہی ہے ۔ ایمان کو وصول بہشت و حور و غلمان ہیں ۔ اور عاشق ان کی طرف ایک نگاہ ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا ۔ عشق مولا کی طلب ہے ۔ عشق خدا کی راہ میں سر قربان کرتا ہے ۔ سچائی اور اعلیٰ اصول کے لیے جہاد کرتا ہے ۔ مسلمان مسلسل ذلت و رسوائی اسی لیے آج کل اٹھا رہا ہے کہ اس نے عشق جو خاصا رسم شبیری ہے اسے ترک کر رکھا ہے ۔ جاہ طلبی ۔ دنیا پرستی تو درکنار عاقبت کی آرزو بھی عاشق و مومن جانباز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ مسلمان میں دنیا پرستی اور سرمایہ داری اور ملوکیت کے انداز جب بھی آئے وہ اپنے ملک و قوم کو تباہ کر بیٹھا ۔ اسی طرح مسلمان جب محض آرزوئے بہشت و عاقبت میں زاہد و عابد بن کر بیٹھا تو نہ صرف اس کا نفس شیطان فربہ ہوا بلکہ کفر کا ہر حربہ اس کو غلام و محکوم کرنے میں کامیاب ہوا ۔ جب مسلمان طالب مولیٰ بنا ۔ اس نے روئے زمین پر حکومت کی ۔ کائنات اس کے سامنے مسخر ہوئی ۔ عاشق کی حیثیت سے اسے لقائے الٰہی بھی عطا ہوا ۔ دنیاداری اور ملوکیت کا انجام خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ کے پردرد و خونچکاں اختتام میں دیکھیے ۔ زہد و ملائیت کا انجام بھی تاریخ کے اوراق میں افراد کی ہلاکت اور قوموں کے تنزل کی صورت میں دیکھا جاتا ہے ۔ حریت و عشق کامل جب کبھی مسلمانوں میں آیا وہ حاکم بن کر رہے ، وہ دور خلفائے راشدین[1] کا ہو سکتا ہے ۔ وہ دور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز[2] و اورنگزیب عالمگیر[3] کا ہو سکتا ہے ۔ اور یہ عشق افراد میں عود کرتا ہے تو بلال[4]، اویس قرنی[5]، خالد بن ولید[6]!

---

(۱) خلفائے راشدین ۱۱ھ تا ۴۰ھ ۔ مطابق تاریخ اسلام حصہ دوم مولانا عبدالرحمن ... مطبوعہ ... ص ۱۰۳ تا ص ۵۰۲ ۔
دمطابق اسلامک سرد بیز ایڈنبرگ حصہ ۳

(۲) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۔ وفات ۱۰۱ھ ۔ حصہ دوم ۔ ص ۶۱۲ تا ص ۶۱۶

(۳) سلطان محی الدین محمد اورنگزیب ۔ سال جلوس ۱۰۶۷ء ۔ وفات ۱۱۱۸ھ ۔ ... مولانا شاہ ... داناپور

(۴) بلالؓ ۔ مدینہ ۔ وفات ۲۰ھ

(۵) اویس قرنی تابعی ۔ کوفہ ۔ وفات ۳۲ھ ۔

(۶) خالد بن ولید قبول اسلام ۸ھ ۔ عظیم مسلمان جرنیل ۔ خلافت راشدہ ۔ مطابق تاریخ اسلام ۔ جلد اول ص ۲۲۳ و جلد دوم کامل مولفہ عبدالرحمن شوق ۔

طارق بن زیاد[۱] - حسین ابن علی[۲] - محمد بن قاسم[۳] اور اقبال[۴] جیسے مرد مومن پیدا ہوتے ہیں -

حضرت سلطان العارفین اس بیت میں اسی بنا پر ان لوگوں پہ افسوس کرتے ہیں - جو ایمان چاہتے ہیں اور عشق کی طلب نہیں کرتے - جب کہ عشق اس دنیا میں سربلندی اور اس جہان میں بھی سرفرودئی و حصول لقاکے باعث ہے - ایمان کی منزل خیر و عاقبت و بہشت ہو سکتی ہے بشرطیکہ سچائی - حلال خوری اور دیانت کی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ شریعت میں ثابت قدمی رہی ہو - اور عشق کی آخری منزل خود ذات الٰہی ہے - اس لیے حضرت سلطان العارفین آخر میں اپنے عشق کی سلامتی کے لیے ایمان کامل کو بھی واسطہ دے رہے ہیں - اس ضمن میں اقبال نے بھی کیا خوب فرمایا ہے -

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی - نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق (۵)

---

(۱) طارق ابن زیاد - فاتح اندلس - اندلس میں ورود ۹۲ھ - مطابق تاریخ اسلام جلد سوم - مؤلفہ عبدالرحمٰن شوق - ص ۵۱۲ -

(۲) امام حسین - کربلا - وفات ۶۱ھ ______ مطابق تذکرۃ الکرام مؤلفہ شاہ محمد کبیر دانا پوری -

(۳) محمد بن قاسم - فاتح سندھ - وفات ۹۷ھ مطابق تاریخ اسلام - جلد سوم - مؤلفہ عبدالرحمٰن شوق - ص ۵۸۳ تا ۶۱۱

(۴) علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) مطابق بیست و پنج قرن روابط فرہنگی پاکستان و ایران مؤلفہ مؤلف کتابنہ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۷۱ء - ص ۲۰۲ تا ص ۲۰۸

(۵) علامہ اقبالؒ - بال جبریل - ص ۵۴

الف ۔ ایہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجّاں ھُو (۱)
۱۳ لُوں لُوں دے مڈھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجّاں ھُو (۲)
اتنیاں ڈٹھیاں صبر ناں آوے ہور کتے ول بھجّاں ھُو (۳)
مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو (۴)

لغت : ناں رجاں : سیر نہیں ہوتا ہوں مڈھ : جڑ ۔ بنیاد
کجاں : بند کرتا ہوں ڈٹھیاں : دیکھتے ہوئے
بھجاں : دوڑوں لوں لوں : بال بال ۔ ہر تن مو

ترجمہ : میرا یہ جسم اگر تمام چشم بنا ہو جاوے (تب بھی انتہائے شوق دیدار میں) میں (اپنے) مرشد (جس نے راہ حق کی رہبری کی ہے) کو دیکھ دیکھ کر سیر نہیں ہوتا ۔

۲ (میرے جسم کے) ہر تن مُو میں لاکھ لاکھ آنکھیں (شوق دیدار مرشد کے لیے) روشن ہیں ۔ جنہیں تسلسل دیدار قائم رکھنے کے لیے) ایک کو کھولتا اور ایک کو بند کرتا ہوں ۔

۳ (اس قدر لا منتہا وسائل سے) شرف دیدار حاصل کرنے کے باوجود بھی (ھل من مزید جیسی بیقراری لاحق ہے) (اے شوق دیدار) میں اب اور کس طرف بھاگوں ! اور کیسے تشنگی دیدار کو فرو کروں)

۴ اے باھو ۔ (اس طرح انتہائے شوق میں) (مرشد کامل) (جو کہ فنا فی الذات ہے) کا دیدار میرے لیے لاکھوں کروڑوں حج (کا ثواب) ہے ۔

---

(۱) ع ۔ ب
(۲) ہ ۔ ش ۔ ذ ۔ ع
(۳) ش ۔ ذ ۔ ع ۔ ب ل میں (اتنیاں) کی بجائے (ایہناں) ہے
(۴) ذ

تشریح : بت میں شیخ کامل سے ارادت. محبت اور اس کی راہ طریقت و معرفت میں اہمیت کو بیان فرمایا گیا ہے ۔ ابوالفیض قلندر سہروردی فرماتے ہیں " پیر یا شیخ سے پہلے محبت اور والہانہ محبت ہوئی تو طالب منزل مقصود کی امید کر سکتا ہے ۔ کیونکہ محبت ہی ایک وہ تلش ہے جو فراق محبوب میں انسان کی اعانت کرتی ہے جب کہ دنیا اس کے سامنے ایک انگوٹھی کے حلقے کی طرح ہوتی ہے ۔ یہی وہ نشہ ہے جس کا کوئی اتار نہیں اور یہی وہ بیتابی ہے جس کے لیے سکون نہیں ۔ گویا مبتدی کی پہلی منزل اور طالب کی طلب کی پہلی سیڑھی محبت ہی ہے ۔ جب تک شیخ کے لیے تمام محبوبات کو قربان کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے اور سب طرف سے آنکھیں بند کر کے اسی کا نہ ہو رہے تب تک اس کو مقام محبت حاصل نہیں ہوگا ۔ عشاق نشہ محبت میں ایسے سرشار ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرف کا ہوش ہی نہیں رہتا ۔ اور دنیا کی کسی شے کو محبت شیخ پر ترجیح نہیں دے سکتے ۔

حکایت : حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اجودھنی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (۱) کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں علیہ بتقرب الی اللہ کی بلند ی منازل طے کر رہے تھے اور وہیں قیام بھی رکھا کرتے تھے ۔ آپ کے ذمہ شیخ کی ظاہری خدمات میں سے یہ خدمت تھی کہ آدھی رات کو آگ جلا ئی جائے اور تہجد کے لیے پانی گرم کیا جائے ۔ یعنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (۲) (جو آپ کے شیخ تھے) کے اٹھنے سے قبل پانی گرم تیار ہونا چاہیے ۔ ان دنوں آگ جلانے اور محفوظ رکھنے کا بڑا انتظام و اہتمام ہوا کرتا تھا ۔ اور سالہا سال اپنی ضروریات کے لیے آگ کا ذخیرہ موجود رکھا جاتا تھا ۔ اتفاق سے ایک رات آگ بجھ گئی ۔ اور بابا فرید الدین صاحب علیہ الرحمۃ جو رات کو پانی گرم کرنے کے لیے اٹھے تو آگ کو بجھا ہوا دیکھ کر نہایت مغموم و پریشان ہوئے ۔ اور آگ کی تلاش کو خانقاہ سے باہر نکلے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلہ پر آگ جل رہی ہے ۔ فوراً وہاں پہنچے ۔ دیکھا تو وہ ایک بڑھیا نے جلا رکھی تھی ۔ اس کے سامنے جا کر آگ مانگی ۔ تو وہ کہنے لگی فرید اس آگ کی قیمت آنکھ ہے ۔ آنکھ دے دو اور آگ لے جاؤ ۔ آپ نے کہا کہ جس آنکھ کی ضرورت ہو فوراً

---

(۱) حضرت فرید الدین شکر گنج ۔ پٹن ۔ وفات ۶۶۴ھ مطابق کتاب بیست و پنج قرن روابط فرہنگی پاکستان و ایران مؤلفہ سلطان الطاف علی ص ۳۰

(۲) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ۔ دہلی ۔ وفات ۶۳۴ھ مطابق بیست و پنج قرن روابط مؤلفہ سلطان الطاف علی مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۷۱ء ص ۳۶

نکال لو اور آگ دے دو کیونکہ حضرت شیخ اٹھنے والے ہیں۔ اور مجھے ان کے لیے وضو کا پانی گرم کرنا ہے اس بڑھیا نے داہنی آنکھ نکال لی۔ اور آگ دے دی۔ حضرت فرید الدین شکر گنج آگ لے آئے۔ پانی گرم کرلیا۔ اور حضرت شیخ وضو کرکے اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت شیخ نے درویشوں میں حضرت بابا فرید الدین صاحب کو یاد فرمایا اور پوچھا کہاں ہیں۔ الغرض حضرت فرید الدین بلائے گئے جب آئے تو آنکھ پر پٹی بندھی تھی —— حضرت شیخ نے پوچھا کہ آنکھ کو کیوں بند رکھا ہے۔ پنجابی محاورہ میں عرض کیا کہ "آگئی" خراب ہوگئی ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا پہلے سے "سوائی" ہوگئی ہے۔ کھول دو اور تمہاری نسل میں بھی میرا یہ نشان موجود رہے" (۳)

مرشد کے دیدار کی اہمیت کو ایک مقام پر خود حضرت سلطان العارفین قدس سرہ ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔ " فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر کیا تو کچھ اور بیان سننے کا متمنی ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی ان میں سے ایک طرف نظر کرے تو وہ دیکھنا اللہ کو بیت اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پیارا ہے .. (۴)

سے اصل بیت اللہ قلوب عاشقان — کی بہ بیند این محجوب فاسقان

چون بدیدم ذات حق اندر وجود — بر در پیر مغان کردم سجود (۵)

---

(۳) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۲۴۳ - ۲۴۲

(۴) سلطان باہو۔ محک الفقر۔ ترجمہ اردو ص ۱۱۹

(۵) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور۔ ۱۹۶۲ء۔ ص ۱۱

الف اندر وچ نماز اساڈی ہکسے جا نیتیوے ہو (۱)
۱۴ نال قیام رکوع سجودے کر تکرار پڑھیوے ہو (۲)
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑیا ایہہ دم مرے نہ جیوے ہو (۳)
سچا راہ محمدؐ والا باھوؒ جیں وچ رب لبھیوے ہو (۴)

لغت : نیتیوے : نیت کی جائے   نال : ساتھ
لبھیوے : ملے

ترجمہ : ۱ - ہماری نماز (عشق وحدت ذات) (ہمارے محراب دل) کے اندر ہے جو کہ ایک ہی جگہ نیت کی جاتی ہے ۔
۲ - (یہ نماز عشق ذات) قیام اور رکوع وسجود کے ساتھ باتکرار پڑھی جاتی ہے ۔
۳ - (اس قدر قرب صلوۃ دائم کے باوجود میرا) یہ دل ہجر و فراق سے جلتا ہے اور یہ دم (کشمکش موت وحیات میں مبتلا ہوکر) نہ مرتا ہے اور نہ جیتا ہے ۔
۴ - اے باھوؒ، راہِ حق تو (یہی راہ اطاعت ومحبت) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس راہ میں (وصال و دیدار) رب تعالےٰ جل شانہٗ ملتا ہے ۔

---

(۱) ذ ، ش ، ب
(۲) ش
ذ
ع
(۳) ب
(۴) ع ، ذ
ش
ب

تشریح : حضرت سلطان العارفین عاشق کی نماز صلوٰۃ دائم' کا بیان فرماتے ہیں' اور یہ نماز فراق محبوب (حقیقی) کی صورت میں دل کی کیفیات میں مسلسل جاری ہے اور یہی وہ طریق ہے، جسے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں' طالب قادری دنیا سے غسل کر لیتا ہے اور آخرت سے وضو کرتا ہے اور دوگانہ نماز اس ترتیب سے پڑھتا ہے کہ اشغال ذکر الٰہی سے یگانہ ہو کر ایک رکعت میں ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ (۱) اور دوسری رکعت میں وکفیٰ باللہ وکیلاً (و) ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہٖ (۲) پڑھتا ہے اور رکوع وسجود میں اپنے آپ کو فنا کر کے نیاز حاصل کرتا ہے اور قعدہ میں بے حساب پڑھتا ہے" (۳)

حضرت سلطان العارفین کے ہمعصر رحمٰن بابا (۴) ہجر و فراق کے بارے میں فرماتے ہیں۔" جسے دنیا میں محبت کا کاروبار پسند ہو اس کے قتل کے لیے ہجر کے خنجر بنائے جاتے ہیں" (۵)

طریق محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کی سچائی پر قرآن حکیم میں فرمان وارد ہوتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۶) اور پھر حکم ہوتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا ۝ (۷)

---

(۱) ترجمہ: اور جو کوئی توکل کرے اوپر اللہ کے پس وہ کفایت ہے اس کو (پ ۲۸ ع ۱۷)

(۲) ترجمہ: اور کفایت ہے اللہ کارساز۔ (اور) نہیں کیے اللہ نے واسطے کسی شخص کے دو دل بیچ پیٹ اس کے (پ ۲۱ ع ۱۷)

(۳) سلطان باہو، گنج الاسرار، مکتوبہ فارسی ۱۳۰۶ھ، ص ۱۰

(۴) عبدالرحمٰن المعروف بابا غوری خیل مہمند (۱۰۴۲ھ - ۱۱۱۸) (بمطابق تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی)

(۵) دیوان عبدالرحمٰن بابا ص ۲۳۲ ترجمہ امیر حمزہ شنواری (بشکریہ 〃 〃 〃 ص ۴۳۳)

(۶) جس نے حکم مانا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانا خدا تعالیٰ کا (پ ۵ س ۴)

(۷) اور جو کوئی حکم مانے خدا تعالیٰ کا اور اسکے بھیجے ہوئے کا پھر وہ لوگ ساتھ انکے ہیں جن پر نعمت دی ہے خدا تعالیٰ نے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور نیک بختوں سے اور کیا اچھے لوگ ہیں یہ رفیق (پ ۵ س ۴)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ایک روز شیخ جنید بغدادی (۸) اور شیخ شبلی (۹)
دونوں شہر سے باہر جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ دونوں صاحبوں نے وضو کر کے نماز کا ارادہ کیا کہ اس اثنا میں ایک مزدور آیا اور اپنے سر سے لکڑیوں کا گٹھا اتار کر وضو کیا اور ان کے پاس آ گیا۔ انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شخص اولیاء اللہ سے ہے اور ان دونوں نے اس کو امام بنایا اور خود مقتدی بنے۔ مگر اس بزرگ نے ہر رکوع و سجود میں بہت دیر لگائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے پوچھا کہ رکوع و سجود میں اس قدر دیر کیوں لگائی۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ ہر رکوع و سجود میں تسبیح پڑھتا تھا اور ہر تسبیح کا جواب جب تک لبیک عبدی نہ سن لیتا تب تک سر نہیں اٹھاتا تھا اس وجہ سے رکوع و سجود میں دیر ہوتی تھی۔

پس جو نماز با صواب نہیں ہوتی وہ نماز نماز نہیں بلکہ وہ دل کی پریشانی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ حی و قیوم ہے اور اس کے ہاں کوئی بت پرستی نہیں کہ انہیں بت کی طرح کوئی جواب نہ ملے بت مردہ ہیں خدا حی و قیوم ہے جب کوئی بندہ اس کو پکارتا ہے تو وہ اسے جواب دیتا ہے اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنی سوائے حضور دل کے نماز کامل طور پر ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے نماز خدا تعالیٰ کی طرف کامل توجہ اور یکسوئی سے ہو ورنہ وہ ایک پریشانی و رجدائی ہوتی ہے۔

فقیر باہو کہتا ہے کہ اہل نماز کے لیے رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کی طرف سے لبیک عبدی جواب ملتا ہے اور عارف باللہ کے لیے ہر دم اور ہر ساعت اور ہر لحظہ لبیک عبدی کا جواب موجود ہے" (۱۰)

قرآن حکیم میں مراد محمدی کی تجلی پر ورد ہوتا ہے یس۔ والقرآن الحکیم ٥ انک لمن المرسلین علیٰ صراطٍ مستقیم ٥ (ترجمہ) اے سید قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے اوپر راہ سیدھی کے (۱۱)

---

(۸) شیخ جنید بغدادی۔ بغداد۔ وفات ۳۰۲ھ (سنین مطابق تذکرۃ الکرام تاریخ خلفاء عرب و اسلام من تالیف مولوی سید شاہ محمد کبیر ابو العلاء دانا پوری)
(۹) شیخ ابوبکر شبلی۔ بغداد۔ وفات ۳۳۸ھ (" " " " " " " " ")
(۱۰) نقل است روزی شیخ جنید ...... تا، ہر وقت لبیک عبدی (سلطان باہو۔ عین الفقر حصہ دوم شرح نظام الدین $\frac{۱۰}{۱۱}$)
(۱۱) سورہ یٰس ۱، ۲، ۳

الف اکھیں سرخ موہیں تے زردی ہر دلوں دل آہیں ہُو (۱)
۱۵ مہا مہاڑ خوشبوئی والا پہونتا دنج کداہیں ہُو (۲)
عِشق مُشک نہ چھپے رہندے ظاہر تھیں اتھاہیں ہُو (۳)
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ جنہاں لامکانی جاہیں ہُو (۴)

لغت : ہردلوں : ہر طرف سے — مہا مہاڑ : رخ ، سمت

اتھاہیں : یہیں پر — جاہیں : مقام

ترجمہ : ۱- (عاشقوں کی) آنکھیں سرخ ہیں اور (ان کے) چہرہ پر زردی ہے ۔ اور ہر طرف سے (ان کا) دل آہوں سے (لبریز ہے)

۲- (محبوب حقیقی کی محبت کی) خوشبو کا رُخ کہیں جا پہنچا ہے ۔

۳- عشق اور مشک چھپے نہیں رہتے اس لیے یہیں (اس کے آثار) ظاہر ہو گئے ہیں ۔

۴- (لیکن) اے باہو ۔ فقیر تو ان (مردانِ کامل) کا نام ہے جن کا مقام (راہ عشق) میں لامکان ہے ۔

---

(۱) د ، ن

(۲) ش

ذ

ع

ب ، ل میں (مہا مہاڑ) کی بجائے (مہا مہاٹ) درج ہے

(۳) ذ

(۴) ع ، ذ ، ش

نوٹ : یادداشت ب ل میں آہیں ، کداہیں ، اتھاہیں ، جاہیں کی بجائے ہائیں ، کدائیں اتھائیں ، جائیں ہے ۔

تشریح : اس بیت میں حضرت سلطان العارفین شدت عشق کے اثرات جانِ عاشق پر بتا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں محبت وعشق الٰہی کی خوشبو نے عاشق کے شوق وغم کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ اس کے جسم میں زردی اور آنکھوں میں اشکِ غم اور ہر سانس کے ساتھ سوزِ آہ شامل ہے۔ یہ عاشق کی مخصوص کیفیت حال ہے جبکہ اس پر ہجر و فراق کی آزمائش آتی ہے۔ وہ شوق محبوب میں دراصل اس زندہ جہان میں فنا ہو جاتا ہے وہ زندگی میں بھی مرچکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا مکان لامکان ہے ؎

از دفتر عشق ہر کہ فردے دارد   اشکِ گلگون و چہرہ زردے دارد
برگرد سرے شود کہ سوزیست درو   قرباں دلے رود کہ دردے دارد ، (۱)
عاشقاں را سہ نشاں انداے پسر   آہ سرد و رنگِ زرد و چشم تر ، (۲)

اسی ضمن میں رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

ہر کہ او آگاہ تر رخ زرد تر   ہر کہ او بیدار تر پر درد تر (۳)

واقعی اصل آگہی تو صاحب عشق کو حاصل ہوتی ہے جو رموز جاں کے ہاتھوں اس دنیا سے بے نشاں ہو کر لامکانی کیفیات کا حامل ہو جاتا ہے۔

چو عیسیٰ قصد بالا کن برون بر لاشۂ زیں پستی   میا ایں جا کہ خر گیرند دجالان یونانی (۴)

---

(۱) ابوسعید ابوالخیر ، رباعیات ، مرتبہ مولوی غلام محمد لوہری ، ۱۹۴۴ لاہور ، رباعی ۱۷۹ ، ص ۴۲
(۲) بقول کسے ، شاعر نامعلوم
(۳) مفتاح العلوم شرح مثنوی از مولوی محمد نذیر عرشی ، دفتر اول حصہ پہلا ۱۹۵۹ لاہور ۔ ص ۲۶۲
(۴) فخر الدین عراقی

الف اندر کلمہ کل کل کرداعِشق سکھایا کلماں ہو (۱)
۱۶
چوداں طبق کلمے دے اندر قرآن کتاباں علماں ہو (۲)
کانے کپ کے قلم بناون لِکھ نہ سکن قلماں ہو (۳)
باھو ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا ذرا نہ رہیاں الماں ہو (۴)

لغت : کل کل : مخصوص آواز (شور)

الماں : غم و اندوہ

ترجمہ : ۱- (میرے) اندر کلمہ (طیب) (ایک مخصوص آواز) کل کل (پیدا) کر رہا ہے (مجھے) عشق نے کلمہ (توحید و رسالت) سکھایا ہے۔

(۲) چودہ طبقات (کائنات) (کلمہ طیب کی کنہ سے پیدا ہوئے ہیں) اور کلمہ (طیبہ) کے اندر ہیں۔ قرآن (اور تمام) کتابیں (اور سب) علوم (کلمہ طیبہ) میں سمٹے ہوئے ہیں اور (اس کی شرح ہیں)

(۳) (دنیا کے تمام مصنف) کانے کاٹ کر قلمیں بنا کر شرح لکھتے چلے آرہے ہیں (لیکن ان کی قلمیں (شرح کلمہ طیب کی انتہا) نہیں لکھ سکیں۔

(۴) اے باہو، یہ کلمہ (جو کہ میرے اندر کل کل کر رہا ہے) مجھے پیر (کامل) نے پڑھایا ہے (اس لئے میرے دل میں) ذرہ (بھر) غم و آلام نہیں رہے۔

---

(۱) ع، ف، ذ، ش،

(۲) ش، ذ، ف، ع

(۳) ع

ف

ش

ب ل کے مطابق (قلماں) کی بجائے (کلماں) ہے۔

(۴) اک

تشریح: اس باب میں توحید معرفت کے اسرار ہیں۔ توحید کا مرتبہ اول یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے مگر دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل منافقین کے۔ مرتبہ دوم یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی کو دل سے سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مرتبہ سوم یہ ہے کہ بذریعہ نور حق یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جائیں۔ یہ مقام مقربین کا ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اشیاء کو کثیر تو جانتا ہے مگر باوجود کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہے۔ مرتبہ چہارم یہ ہے کہ جملہ موجودات کے وجود میں بجز ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین کلمہ طیبہ کی وسعت و احاطت کے بیان کے ساتھ ساتھ کلمات رب کے لامتناہی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یہ بحر علوم جن کی وسعت بیکراں ہے مرشد کامل کی تعلیم و ارشاد سے آسان ہو جاتے ہیں۔

کلمہ کی کنہ تک پہنچنا عاشق کا کام ہے اور عاشق کے دل و جان میں کلمہ کی حقیقت اس طرح سما جاتی ہے کہ گویا اس کا دل و جان ہر دم کلمہ طیبہ کا ورد کر رہا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے قل لو كان البحر مدادا لكلمت ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمت ربي ولو جئنا بمثله مددا۔ یعنی کہہ اگر ہووے دریا سیاہی واسطے باتوں پروردگار میرے کے البتہ تمام ہو جاوے دریا پہلے اس سے کہ تمام ہوں باتیں رب میرے کی اور اگرچہ لاویں ہم برابر اس کے مدد۔ (۲)

قرآن حکیم۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ولو ان ما في الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمت الله ط ان الله عزيز حكيم۔ یعنی۔ اور اگر ہو یہ کہ جو بیچ زمین کے ہے درختوں سے قلمیں اور دریا سیاہی اس کی پیچھے اس کے ہوں سات دریا نہ تمام ہو دیں کی باتیں اللہ کی تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔ (۳)

---

(۱) بشکریہ مولانا گل حسن تذکرہ غوثیہ۔ ۱۸۹۴۔ ص ۱۳۹

(۲) سورہ الکہف۔ ۱۰۹۔

(۳) سورہ لقمان۔ ۲۷۔

یہ ہے کلمہ اور کلماتِ ربی کے وسعت کا بیان جو قرآن حکیم سے بھی واضح ہو جاتا ہے ۔حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " واضح رہے کہ علم سے انسان مشرف بلقائے الٰہی ہوتا ہے اور اسم اللہ ذات کے حاضرات مقام کبریا تک پہنچاتے ہیں ۔ اور کلمہ طیب سے تمام مخلوقات کا تماشا حاصل ہوتا ہے ۔" (۴)

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جسے یہ کلمہ مرشد کامل نے پڑھا دیا ہو بھلا اسے کیا غم ہے جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہ بوٹی لائی ہو (۵)

---

(۴) باید دانست کہ راہ مترف ..... تا ..... محمد رسول اللہ (سلطان باہو ۔ امیر الکونین ص ۶۷) مکتوبہ ۱۳۳۲ھ

(۵) دیکھئے حصہ ا ۔ بیت ۔ا

۱۷

الف ایہہ تن رب سچے دا حُجرا وِچ پا فقیرا جھاتی ہو (۱)

ناں کر منت خواج خِضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو (۲)

شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی وست گھڑاتی ہو (۳)

مرن تھیں اگے مر رہے باھُو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو (۴)

لغت : حجرا : حجرہ — جھاتی : جھانکنا

وَست : چیز، اثاثہ — گھڑاتی : گم شدہ

دیوا : دیا ، چراغ — بال : جلا ، روشن کر ،

ہنیرے : اندھیرے میں — متاں : شاید

لبھی : تجھے مل جائے ۔

ترجمہ : ۱ ۔ اے فقیر (ترا) یہ جسم سچے رب تعالیٰ کی قیام گاہ ہے ۔ تو (اپنے من کے) اندر جھانک (کر دیکھ)

۲ ۔ تو خواجہ خضر علیہ السلام (جس نے آب حیات پی کر ظاہری حیاتِ جاودانی حاصل کرلی ہے) کی منت نہ کر (اور اس کا احسان مند نہ ہو) (کیونکہ) تیرے (اپنے) اندر (عشق الٰہی) کا (چشمۂ) آب حیات موجود ہے ۔

۳ ۔ (اپنے) اندھیرے (من میں) شوق (الٰہی) کا دیا روشن کر شاید تجھے وہ اپنا کھویا ہوا اثاثہ (حقیقی) (جو کہ تیرے اپنے ہی من میں روپوش ہے) مل جائے ۔

۴ ۔ (اے) باہو (وہ سالک فقیر) جس نے حق (تعالیٰ) کی رمز (شہُود و وجود) کو پہچان لیا ۔ ان کے (نفوس) موت (جسمانی) سے پہلے ہی مر گئے ہیں (اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہو گئی ہے)

---

(۱) ﮦ ، ف ، ش ، ع

(۲) ع ، ش ، ف ، ﮦ

(۳) ب ل ، ﮦ میں دست کی بجائے ددست درج ہے ۔

(۴) ع ، ف ، ش

تشریح : بیت کی وضاحت کے لیے پہلے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں ۔

" عزیز من سنو ! تم بے عقلی اور قیاس نہ کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں پہچانتے ۔ تمہاری جان لعلوں کی کان ہے جس سے تم مطلق بے خبر رہ کر حیران و سرگرداں اور پریشان پھرتے ہو"۔ (۱)

ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ ہمارے ' اول ' ہیں ۔ ' آخر ' ہیں ۔ ' ظاہر ' ہیں ۔ ' باطن ' ہیں ۔ ہم سے ' قریب ' ہیں ۔ ' اقرب ' ہیں ۔ ' محیط ' ہیں ۔ ' ساتھ ' ہیں ۔ تو پھر ہم کیا ہیں ؟ ہم کون ہیں کہ ہماری ذات ہی کے عرفان سے حق تعالیٰ کا عرفان ممکن نظر آتا ہے ؟ اس علم نفسی کے بغیر علوم رسمی کا ذخیرہ آخر ہمارے کس کام ؟ ہمارے کس درد کی دوا ؟

لیکن یہ خود شناسی قیاس و تخمین یا ظن کی راہ سے نہ ہونی چاہیئے ۔ بلکہ قرآن و حدیث کی رو سے ، اللہ اور اس کے رسول کے ' قال ' سے " ۔ (۲)

" اے فقیر تو اوروں سے کیا پوچھتا ہے ۔ زمین و آسمان اور عرش و کرسی تو خود تجھ میں موجود ہیں ۔ تو جو کچھ چاہتا ہے اپنے دل سے مانگ ۔ ہاں (اس کے لیے) دل چاہیئے (معرفت الٰہی سے سرشار) نہ کہ مٹی کی مٹھی (دل) قلب (دل) چاہیئے نہ کہ کلب (کتا) ۔ دل سے تو بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا پتہ چلتا ہے " (۳)

قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے ۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (۴) یعنی خدا کی قدرت و وجود کے دلائل تمہارے اپنے اندر موجود ہیں ۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے " تیرے اندر آب حیاتی " فرما کر حق تعالیٰ کی احاطت ذاتی کے راز کا انکشاف فرمایا ہے ۔ جس احاطت ذاتی کی تفصیل میں ایک حدیث کا ذکر ضروری ہے ۔ حدیث کے ایک حصہ کے معانی یہ ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

---

(۱) سلطان باہو ۔ جامع الاسرار ۔ ترجمہ اردو ص ۲

(۲) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ص ۵۶

(۳) سلطان باہو ۔ محک الفقر خورد ۔ ترجمہ اردو ص ۳۸ ۔ ۳۹ ۔

(۴) ترجمہ ۔ اور بیچ جانوں تمہاری کے ہے کیا پس نہیں دیکھتے ہو تم ۔ (الذریت ۔ ۲۱)

بیان ہے ۔ اگر تم تینوں چھوڑ دو تم رسی کو زمین کے آخر تک البتہ پڑے گی وہ رسی اللہ تعالیٰ پر ۔ پھر پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کہ هو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شئی علیم ۔ (۵)
معلوم ہوا انسان کی اپنی ذات میں قیمتی خزانہ موجود ہے ۔ البتہ اس خزینہ کی تلاش کے لیے اسے شوق و عشق کی شمع روشن کرنا ہو گی ۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

ہمچو موسےٰ مست شو بر طور خویش — رب ارنی گو تجلی حق نگر
طور سینا چیست دانی بے خبر — نور سینا سینہ خود را نگر (۶)

پھر فرماتے ہیں ؎

بر امید وصل او دل زندہ دار — یک زماں جو ید ترا باری تعالیٰ (۷)

حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا یہ ہوا کرتی تھی ۔ اللھم انی اسئلك لذۃ النظر الی وجھك و شوقاً الی لقائك فی غیر ضرآء مضرۃ و لا فتنۃ مضلۃ ۔ (۸) یہاں شوق کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب و مطلوب کی تلاش کی جائے ۔ یہاں تک کہ وہ نظروں کے سامنے آ جائے ۔ یہی لقا ہے جو شوق کا منتہا ہے ۔
حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں شوق آئینہ سکندر یا جام جمشید کی طرح جہاں نما ہوتا ہے (۹) اور پھر فرمایا ۔

---

(۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شئی علیم (رواہ احمد و ترمذی)

(۶) موسیٰ کی طرح تو اپنے طور العزیز پر من کے اندر وہیں مست ہو جا ۔ رب ارنی (یعنی اے خدا مجھے اپنا دیدار) اور حق کی تجلی کو دیکھ (سلطان باہو دیوان باہو فارسی)

(۷) اس کے امید وصل میں اپنے دل کو زندہ رکھ ۔ ایک وقت تجھے حق تعالیٰ کی یافت ہوگی (سلطان باہو ۔ دیوان باہو)

(۸) اے اللہ میں سوال کرتا ہوں آپ کے رخ کی طرف نظر کی لذت کے لئے اور سوال کرتا ہوں شوق ملاقات کا ضرر رسانی کے بغیر اور نہ فتنہ گمراہ کرنے والے سے ۔ رواہ نسائی

(۹) شوق ہم چون آئینہ سکندر یا جام جم جہان نما (سلطان باہو ۔ قصص اللقاء ۔ قلمی ص ۸۰ ، مکتوبہ ۱۹۱۶)

؎ شوق در دل چون شود رہبری در کار نیست — سیل بی رہبر بدریا میرساند خویش را
نیم گاہی ہم نباشد شوق چون رہبر شود — کعبہ مقصود گر باشد ہزاران سالہ راہ (۱۰)

شوق کے چراغ سے جب گوہر مقصود دل جاتا ہے تو حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ فقیر اپنی ذات سے فنا ہوجاتا ہے ۔ جیسے کہ موتوقبل ان تموتو (۱۱) کے مصداق اپنی ذات کو فنا کرکے حق شناسی کے حصول کے بارے میں ایک مسلمان محقق کہتے ہیں ۔

" (فقیر) اپنی قیومیت ذاتیہ سے خالی ہوکر حق تعالے کی قیومیت (ہویت وجود دانا) سے باقی ہے ۔ جب وہ اپنی ذات سے میت ہوجاتا ہے تو اس کو حق تعالے کی ذات سے بقا حاصل ہوتی ہے ۔ وہ فانی زخویش باقی بہ حق ہوجاتا ہے ۔ (۱۲)

ابن العربی لکھتے ہیں "جو تشبیہ محض کا قائل ہے اور تنزیہہ نہیں کرتا ہو ۔ وہ صاحب تجسیم یعنی خدائے تعالی کو صاحب جسم سمجھتا ہے ۔ وہ حق تعالے کو مقید و محدود سمجھتا ہے ۔ اس کو حق تعالی کی معرفت ہے ہی نہیں ۔ جو عرفان حق میں تنزیہہ و تشبیہہ دونوں کا قائل ہے ۔ اس کو اجمالاً کچھ معرفت نصیب ہوئی ۔ تفصیلاً کیونکر معرفت نصیب ہوگی ۔ جب کہ عالم کے غیر تلناہی ، لامحدود صور کا احاطہ ناممکن ہے ۔ انسان خود اپنے نفس کو جانتا ہے تو اجمالاً ہی جانتا ہے ۔ تفصیلاً کب جانتاہے ۔ یہی تو وجہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفت حق کو معرفت نفس سے مرتبط کیا ہے اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ فرمایا ۔ جس نے خود کو جانا تو خدا کو جانا " ۔ (۱۳)

اور پھر فرماتے ہیں " جس نے اس طرح معرفت حاصل کی یعنی اصل و حقیقت ۔ ذات حق کو سمجھا ۔

---

(۱۰) حقیقی اور مستقل شوق جس دل میں ہو اس کو کسی رہبر کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ طغیانی کا پانی بغیر کسی رہبر کے اپنے تئیں دریا میں پہنچا دیتی ہے ۔ کعبہ مقصود خواہ ہزاروں سال کی راہ پر ہو مگر شوق جب رہبر ہوتا ہے تو وہ دور دراز سفر بھی آدھے قدم کا بھی نہیں رہتا ۔" (سلطان باہو ۔ فضل اللقاء قلمی ۔ صہ ۰، ۰، ۰ ، مکتوبہ ۱۹۱۰ء

(۱۱) حدیث قدسی

(۱۲) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف صہ ۹۳ ۔

(۱۳) محی الدین ابن العربی ۔ فصوص الحکم صہ ۵۵ ۔

اور سارے عالم اور خود اپنے کو تجلّی گاہ حق سمجھتا اور معلوم الٰہی پر پرتو موجود مطلق دیکھا۔ تو بیشک اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اس کی معرفت سے سرفراز ہوا۔ اور من عرف کو پایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا بلکہ عبد منشا کے لحاظ سے عین رب۔ ہویت حق وحقیقت مطلق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علمار وحکمار میں سے کسی نے معرفت و حقیقت نفس کو حاصل نہ کیا۔ مگر حق پرستوں، علمائے الہین پیغمبروں اور اکابر صوفیہ نے حقیقت نفس کو دریافت کر لیا۔ (۱۴)

بیت کا مفہوم حضرت خواجہ باقی باللہ کے ان خیالات سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ۔ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود سے ہوتی ہے۔ اور اسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معرفت شہود اور حیرت کا تعلق اپنے نفس سے ہی ہے اور اس سے باہر کچھ نہیں ہے۔ (۱۵)

یاد رہے یہ بیت توحید وجودی کی خبر دیتا ہے۔ " وجود یعنی ہستی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن۔ باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لیے بمنزل ایک جان کے ہے۔ اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ہر اسم وصفت وفعل جو عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تجلیات حق ہیں۔ سبحان الذی خلق الاشیاء وھو عینھا اور اس کثرت اعتباری کا وجود اسی وحدت حقیقی سے ہے۔ " (۱۶)

---

(۱۴) محی الدین ابن العربی۔ فصوص حکم ص ۲۰۲

(۱۵) اہل اللہ بعد از فنا و بقا ہرچہ می بیند ..... تا ..... حیرت در نفس است در بیرون ہیچ کرام انبیار نیست۔ محمد عبد الاحد۔ مقامات امام ربانی۔ دہلی۔ ۱۳۱۸۔ ص ۴۵

(۱۶) بشکریہ مولانا گل حسن۔ تذکرہ غوثیہ۔ ۱۸۸۴۔ ص ۱۴۰

○ خواجہ باقی باللہ دہلوی۔ ۹۷۱ھ ۔ ۱۰۱۲ھ۔ مطابق روابط فرہنگی پاکستان وایران مؤلفہ مولف کتاب ہذا۔ لاہور۔ ۱۹۷۱ء۔ ص ۱۷۷۔

الف ایہہ تن رب سچّے دا حجرا دل کھڑیا باغ بہاراں ہو (۱)
وچّے کوزے وچے مصلے وچے سجدے دیاں تھاراں ہو (۲)
وچے کعبہ وچے قبلہ وچے الّا اللّٰہ پکاراں ہو (۳)
کامل مرشد ملیا باھوؒ اوہ آپے لیسی ساراں ہو (۴)

لغت : کھڑیا : کھلا
تھاراں : مقامات
ساراں : خبرگیریاں
آپے : اپنے آپ ، خود بخود

ترجمہ : ۱۔ (میرا) یہ تن سچے رب (تعالیٰ) کی قیام گاہ ہے (اس حقیقت کا مشاہدہ کرکے فرطِ مسرت میں) (میرا) دل باغ بہاراں (بن کر) کھل گیا ہے۔

۲۔ (اب کیفیت یہ ہے کہ) (میرے اپنے من کے) اندر ہی کوزے اور مصلے موجود ہیں اور اندر ہی سجدوں کے مقامات ہیں۔

۳۔ (میں نے اپنے) اندر ہی کعبہ (اور) اپنے اندر ہی قبلہ (پا لیا ہے) (اور اپنے ہی من کے اندر) (اثبات ذات پاکر) الّا اللّٰہ پکارتا ہوں۔

۴۔ (اے) باہو، کامل مرشد ملا (جس کے طفیل عرفانِ حق حاصل ہوا) وہ (مرشد کامل) خود بخود (ہی راہ سلوک میں) خبرگیری (اور نگہبانی) کرے گا۔

---

(۱) ف ، ش ، ع
(۲) ا ، د
(۳) ف ، ش ، ع
(۴) ف ، ش
ع

تشریح : یہ بیت توحید شہودی کی خبر دیتا ہے ۔ " وحدت شہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ظہور آثار و صفات مختلفہ واحد مطلق ذات و صفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل یہاں صاحب ظل نہیں بلکہ محض ایک مثال ہے " ۔ (۱)

فرمان باری تعالیٰ ہے ۔ " سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝

ترجمہ : شتاب دکھلا دیں گے ہم ان کو نشانیاں اپنی بیچ ملکوں کے اور بیچ جانوں ان کی کے یہاں تک کہ ظاہر ہوگا واسطے ان کے کہ تحقیق یہ ہے حق ۔ آیا کفایت نہیں رب تیرے کو یہ کہ وہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے ۔ خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات رب اپنے کی سے خبردار ہو وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے ۔ (۲)

حضرت فریدالدین (۳) فرماتے ہیں " اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ جانا جاؤں اس لیے میں نے خلق کو پیدا کیا ۔ اور یہ خزانہ دل ہے ۔ القلب بیت الرّب (دل پروردگار کا گھر ہے) اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے ۔ دل خدائے تعالیٰ کا حرم خاص ہے اور حرم خاص دل کی اصل صورت ہے اور دل کی اصل صورت گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ دل کی اصل صورت موتی ہے اور دل کے موتی کی اصل نور ہے ۔ اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہے ۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے ۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ انا من نور اللہ والمومن من نوری ۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ نور السموات والارض یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے " ۔ (۴)

---

(۱) بشکریہ سید گل حسن ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ ۱۹۰۰ء ص (۲) (پ ۲۵ ۔ ع ۱) (۳) حضرت فریدالدین ڈشکر گنج ؒ

(۴) شیخ الاسلام حضرت فریدالدین ۔ گنج الاسرار (بشکریہ رسالہ الرحیم ۔ حیدرآباد ۔ جولائی اگست ۱۹۶۸ء) ۔ غالباً گنج الاسرار سے مراد کتاب الاسرار الاولیاء ہے جو آپ کے ملفوظات پر مشتمل ہے ہو سکتی ہے ۔ دیکھیے کتاب روابط فرہنگی پاکستان و ایران مؤلفہ مؤلف کتاب ہذا کوئٹہ ۱۹۷۱ء ۔ ص ۳۱ ۔

جیساکہ پہلے بیت نمبر ۵ میں ذکر کیا جا چکا ہے ۔ قدرے مزید وضاحت کے ساتھ پھر درج کیا جاتا ہے ۔ " حضرت سیدنا مولانا اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے حضرات حسنین علیہما السلام کو نصیحت فرماتے وقت ایک مسئلہ میں فرمایا تھا ۔ یا ولدی فکرک فیک یکفیک کہ اے میرے بیٹے تیرا فکر تجھ میں تیرے لیے کافی ہے ۔ اپنی شناخت اور اپنے اندر فکر کر ۔ کہ فلیس شئ خارجاً منک کہ کوئی شے تجھ سے خارج نہیں ۔ تیرا درد تیرے اندر سے اس کو دیکھ اور تیرا دوا تجھ میں پوشیدہ ہے اس کو جان اور تجھ کو گمان ہے کہ تو ایک چھوٹا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بہت بڑا جہان مستور ہے اور تو وہ ام الکتاب ہے جس کو اپنے حرفوں سے سب کچھ جان لینا بعید از قیاس بات نہیں کیونکہ رب العزت نے انسان کے لیے ہی فرمایا ہے ۔ وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ذات ہی میں موجود ہے کیا پس تم نہیں دیکھتے ۔ حضور رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ، یعنی جس نے اپنے نفس و ذات کو پہچان لیا پس اس کو عرفان رب العزت حاصل ہو گیا ۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۶) نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ این اللہ فقال النبی علیہ السلام فی قلوب عبادہ یعنی عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کہاں ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے بندوں کے دل میں ہے ۔ " (۷)

اور اس حجرہ تن میں تلاش محبوب اور وصال محبوب درحقیقت مرشد کامل کی نظر کامل کے تصدق سے ہی آسان ہوتا ہے ۔ بقول رومی علیہ الرحمۃ ؎

این چنیں کامل بجو گر رہ روی | تا ز وصل دوست با بہرہ شوی (۸)
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی | چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

---

(۵) حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ مدینہ ۔ وفات ۴۰ ہجری (رحمۃ اللعالمین ۲ : ۷۹) کبیر داناپوری ۔ (۶) حضرت عبداللہ بن عمر ۔ مدینہ ۔ وفات ۷۴ ہجری تذکرہ الکرام تاریخ خلفائے عرب اسلام مؤلفہ سید شاہ ...

(۷) ابو الفیض قلندر سہروردی ۔ الفقر فخری ص ۹ ـ ۲۵۸ ۔ (۸) ایسے کامل کی تلاش کر جو تجھے دوست کے وصال سے مشرف کرے ۔ جلال الدین رومی مثنوی ۔ ترجمہ :۔ اگر تو سخت پتھر یا سنگ مرمر بھی ہو تو جب کسی صاحبدل سے ملے گا تو اس کی برکت سے موتی بن جائے گا ۔ جلال الدین رومی ۔ مثنوی حصہ اول دفتر مفتاح العلوم عربی مطبوعہ ۱۹۳۹ء لاہور ص ۲۸۲

الف اوجھڑ جھل تے ماروبیلا جتھے جالݨ آئی ہو (۱)

۱۹ جس کدھی نوں ڈھاہ ہمیشاں اوہ ڈھٹھی کل ڈھائی ہو (۲)

نیں جنہاں ندی دے سرہاندی اوہ سکھ نہیں سوندے راہی ہو (۳)

ریت تے پانی جتھے ہون اکٹھے باھو اتھے بنی نہیں بجھدی کائی ہو (۴)

لغت : اوجھڑ : جھاڑیاں ، ایسا علاقہ جہاں راستہ ہی نہ ہو۔ جھل : دریا کے کنارے جنگل

مارو : ویرانے بیلا : بیلہ ، دریا کے کنارے کا گھاس کائی وغیرہ جنگل

جالݨ : گذر اوقات کدھی : کنارہ دریا

ڈھاہ : کنارہ دریا کا گرنا نیں : ندی

بنی : بند بجھدی : بندھی جاتی

ترجمہ : ۱۔ (یہ جہان فانی) جہاں ہماری گزر اوقات ہے، سنسان اور خطرناک جنگل ہے۔

۲۔ (زندگی بمصداق کنارہ دریا ہے) جسے ہمیشہ گرنے کا خطرہ لاحق ہے) ایسا (کنارہ دریا) آج نہیں تو کل گرنے کو ہے۔

۳۔ جن (مسافروں بیٹھے ہوؤں) کے سر کی طرف (ڈبو دینے والا اور کنارے گرانے والا) دریا ہو وہ کبھی سکھ کی نیند نہیں سو سکتے۔

۴۔ اے باہو (جہاں فنا ہی فنا ہو کے مصداق) ریت اور پانی اکٹھے ہوں تو محض ریت اور پانی سے کوئی بند نہیں بندھا جاتا۔

---

(۱) ج ، ا ک

(۲) ج (۳) ج

ب ل میں (سرہاندی) کی بجائے (سرہاندی) ہے

(۴) ج

تشریح : حضرت سلطان العارفین اس دنیا کو جنگل اور ویرانہ کا نام دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں یہاں ویرانوں میں رہنا پڑ گیا ہے اور اس دنیا کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی دریا کا کنارہ ہو، جو ہمیشہ گرنے کے خطرہ میں ہو۔ اور انسان کی مثال اس دنیا میں ایسے بے قرار اور مضطرب حال مسافر کی سی ہے جس کے سرہانے پانی کی ندی بہ رہی ہو، بھلا ایسے حال میں مسافر کیا چین و آرام کر سکتا ہے۔ ندی کے بہاؤ کے خوف میں اسے کیا خاک نیند آ سکتی ہے۔ جبکہ ندی کے ساحل کے کناروں کے گرنے کا ہمیشہ خدشہ بھی رہتا ہو۔

آخر میں فرماتے ہیں اس دنیا کا انجام یقینی طور پر فنا ہی ہے اور اس کے قیام کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ریت اور پانی کے مقام پر کوئی بند تعمیر کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح اس دنیا کو بھی قیام اور بقاء دلانا ناممکن ہے کیونکہ اس میں ہر عارضی چیز والے آثار موجود ہیں ؎

ہر بنائی کاں بود بر روئی آب ۔۔۔ گر ہمہ ز آہن بود گر دد خراب

کس ندیداست آب ہر گز پائیدار ۔۔۔ کی بود بر آب بنیاد استوار (۱)

ایک مقام پر سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ عمر ریت کی طرح ہے اور وجود شیشے کی مانند، سانس کی آمد و رفت ریت کی آمد و رفت کی طرح ہے۔ ان مراتب میں اہل چشم کو آنکھ کھولنی چاہیے یہ رمز ہے جسے اولیاء اللہ ہی پہچانتے ہیں ؎

خاکِ پایت گاہ درین است مارا گاہ دراں

متصل چوں شیشہائی ساعت ریگ رواں (۲)

(۱) شیخ فرید الدین عطار، منطق الطیر، مطبوعہ مبارک ملی لاہور، ص ۶۰

(۲) سلطان باہو۔ عقل بیدار، اردو ترجمہ، چمن الدین لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۲۰، ۱۲۸

الف آپ نہ طالب ہین کہیں دے لوکاں نوں طالب کردے ہو (۱)

۲۰ چاؤن کھیپاں کردے سیپاں اللہ دے قہر توں ناہیں ڈردے ہو (۲)

عشق مجازی تلکن بازی پیر اوَتّے دھر دے ہو (۳)

اوشرمندے ہوسن باھوؒ اندر روز حشر دے ہو (۴)

لغت : کھیپاں : مقررہ معاوضہ کے عوض خدمت کا معاہدہ جیساکہ دیہاتوں میں حجام ترکھان لوہار موچی کمہار وغیرہ طے کر لیتے ہیں ۔

سیپاں : مقررہ معاوضہ کے تحت معاہدہ شدہ خدمت کا سرانجام دینا جیسا کہ حجام ترکھان لوہار موچی کمہار وغیرہ سرانجام دیتے ہیں ۔

تلکن بازی : پھسلنے والی کھیل پیَر : پاؤں اوَتّے : ٹیڑھے ، بے جا

ترجمہ : ۱ - (یہ مرشدانِ ناقص) خود تو کسی (مرشد کامل اور سلسلہ طریقت) کے طالب نہیں ہیں لیکن وہ مرشد بن کر) اَور لوگوں کو طالب (اللہ) بناتے (اور سلسلہ مریدی میں داخل کرتے ہیں)

۲ - (انہوں نے گویا دیہاتی لوہاروں، ترکھانوں وغیرہ کی طرح) مقررہ معاوضہ کے عوض خدمت کا معاہدہ (جیسے) کیا ہوا ہے اور اس عہد کے مطابق خدمت سرانجام دے رہے ہیں (خود ناقص ہو کر حصولِ معرفت و عرفان و بخشش کے دعویدار ہیں) یہ (مرشدانِ ناقص) اللہ تعالٰے کے قہر سے (بھی) نہیں ڈرتے ۔

۳ - یہ (مرشدانِ ناقص) عشق مجازی (جو کہ) پھسل جانے والی کھیل ہے (میں) بے جا پاؤں دھرتے ہیں اور شیطان انہیں پھسلا کر راہِ حق سے دور کر دیتا ہے ۔

۴ - اے باہو، یہ (مرشدانِ ناقص) قیامت کے دن شرمندہ ہونگے ۔

---

(۱) ب ا ، ب ب - البتہ (کہیں) کی بجائے (کسے) درج ہے

(۲) ب ا ، ب ب - البتہ (قہر کنوں ناہیں) کی بجائے (غضب کنوں نئیں) درج ہے

(۳) ب ا ، ب ب - البتہ (اوتّے) کی بجائے (اولڑے) درج ہے ۔

(۴) ب ا ، ب ب - ب ل میں (او) کی بجائے (اوہ) درج ہے
البتہ ہر دو نسخوں میں (باہو) سے پہلے (حضرت) کا اضافہ ہے ۔

تشریح : ؎ غیر از پیران کس پیری نہ شد غیر از میران کس میری نہ شد ۔ (۱)

بعض ناقص مرشدان 'پدرم سلطان بود' کی خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ وہ ارشاد و ہدایت کی راہ طریقت کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ وہ اس منصب مرشد کی رسومات اور لوازمات سے قطعاً ناواقف ہوتے ہوئے بے عملی اور خود ستائی کا شکار ہوتے ہیں ۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ایسے مرشدان ناقص خود تو کسی مرشد کامل سے بیعت و ارشاد حاصل نہیں کرتے لیکن دوسروں کو مخاطب بنا کر ایسی زندگی کے فریب میں مبتلا رکھتے ہیں جس کا انجام بے سود رہ جاتا ہے ۔ مرشد کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کسی مرشد کامل کے سامنے زانوئے تلمذ خم کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرے ۔

دراصل سلسلۂ طریقت ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہے جس کی پہلی کڑی آنحضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ جو کوئی سالک کسی مرشد طریقت سے بیعت نہیں ہوا تو وہ گویا زنجیر معرفت کی کڑی سے منسلک نہیں ہوا ۔ اس لیے ایسا سالک اگر کسی کو بیعت کرے گا تو اس کا کوئی فائدہ روحانی حاصل نہ ہوگا کیونکہ وہ خود معرفت کی زنجیر کی کڑی میں شامل نہیں ہے ۔ دوسروں کو کس طرح منسلک کر سکے گا ۔ گویا ایسا مرشد خود تو کچھ ہے اور دوسروں کو کچھ اور دکھاتا ہے ۔ ایسا طریق کار محض ظلم ہے کیونکہ ایسے طریق سے خلق خدا گمراہی میں مبتلا رہتی ہے ۔ ایسے مرشدان ناقص تو گویا دیہاتی کارندوں کی طرح ایک معاوضہ کے بدلے میں لوگوں کو معرفت عطا کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں ۔ حضرت سلطان العارفین نے ان کی اس بے سود ذمہ داری کو کھیپ کا نام دیا ہے اور ان کے اس عمل کو 'سیپ' کا مخصوص نام دیا ہے ۔ ایسے خام و ناقص مرشد کے بارے میں ایک مقام پر فرمایا "اس سے تلقین لینا محض حرام ہے ۔ کیونکہ جس طرح کسی کامل استاد کے بغیر پارہ کشتہ نہیں ہوتا جو کھانے کے قابل ہو ۔ اسی طرح توحید الٰہی کی معرفت اس مرشد کامل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی جو وجودی طلسمات کو توڑ کر خزانہ دکھائے ۔ معمے کو معمے والا ہی حل کر سکتا ہے ۔ اللہ بس باقی ہوس ۔ مرشد کامل بہتر ہوتا ہے ۔ ناقص سے نقصان پہنچتا ہے"۔ (۲)

---

(۱) سلطان محمد نواز ۔ مجموعہ کلام (از عندلیب لاہوت) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ۔ ص ۱۷

(۲) سلطان باہو ۔ اسرار قادری ۔ ترجمہ اردو ۔ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۴

بہت سے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ایسے مرشدان ناقص جو مجازی عشق اور ہوا و ہوس کی پھسلن میں قدم رکھے ہوئے ہوتے ہیں - بالآخر خود شرمندہ و خوار ہوتے ہیں - اسی ضمن میں ایک مقام پر فرمایا - " احمق حرص و ہوس میں مارا مارا پھرتا ہے -

باھو مرد مرشد می بود بر سر مقام
نامرد مرشد عاجز است ناموس نام " (۳)

---

(۳) سلطان باہو - اسرار قادری - ترجمہ اردو - لاہور ۱۹۶۳ء - ص ۵

۲۱

الف اندر بھی ہو باہر بھی ہو باھو کتھاں لبھیوے ہو (۱)

سَے ریاضتاں کر کراہاں توڑے خون جگر دا پیوے ہو (۲)

لکھ ہزار کتاباں پڑھ کے دانشمند سدیوے ہو (۳)

نام فقیر تہیندا باھو قبر جنھاندی جیوے ہو (۴)

لغت : کتھاں : کہاں

لبھیوے : ملے

سَے : کئی سو

توڑے : چاہے

تہیندا : اُسی کا

ترجمہ :۱- (میرے) اندر بھی ہو (ذات اللہ تعالیٰ ہے اور) (میرے) باہر بھی ہو (ذات اللہ تعالیٰ ہے) (لیکن اے) باہو (اس ذات باری تعالیٰ کا دیدار اور وصال) کہاں ملے (گا)

۲- (زاہد اور عابد) چاہے (اس کی تلاش میں) ریاضتیں کر کر کے (اپنا) جگر کا خون (بھی) پی لیں (مگر اس ذات باری تعالیٰ کا وصال اس طرح سے تو حاصل نہیں ہوتا)

۳- (اسی طرح عالم اور فاضل چاہے) لاکھ ہزار کتابیں پڑھ کر دانشمند (بھی) کہلائیں۔ (مگر اس ذات باری تعالیٰ کا وصال اس طرح سے حاصل نہیں ہوتا)

۴- (البتہ) فقیر (واصل باللہ) وہ ہوتا ہے جس کی قبر زندہ ہو۔

---

(۱) ب د

(۲) ب د

(۳) ب د

( ) ب د

تشریح : علی ہجویریؒ کا قول ہے ۔ وہ شخص جو مجرد عبارتوں کو حفظ کیے ہوئے ہو لیکن حفظ معنی سے محروم ہو وہ عالم ہے ۔ اور جو ان کے معنی اور حقیقت سے بھی آگاہ ہو وہ عارف ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب مشائخ طریقت اپنے معاصرین کی سبکی یا تحقیر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں " دانشمند " کہا کرتے ہیں اور علوم اس رمز کی باریکی سے جاہل ہونے کے باعث اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں ۔ حالانکہ مشائخ کا مقصد حصول علم کی ملامت کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ ملامت اس بات پر کیا کرتے ہیں کہ علم حاصل کیا ہے تو عمل کو کیوں ترک کر رکھا ہے ؟ کیونکہ عالم قائم ہوتا ہے اپنے نفس کے ساتھ جب کہ عارف اپنے رب کے ساتھ قائم ہوتا ہے ۔ (۱)

بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ ذات مطلق ہر جگہ موجود ہے حتیٰ کہ ہماری جان میں بھی وہی جلوہ گر ہے مگر اس کے باوجود اس ذات اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور پانے کا حق بھلا کس کو حاصل ہو سکتا ہے ۔ صوفی زاہد چاہے عبادتوں اور ریاضتوں میں اپنی جان دے دے اور عالم فاضل حضرات چاہے اتنا علم حاصل کرلیں کہ دانشمندی کا دعوے کرلیں مگر ان عبادتوں ۔ ریاضتوں اور دانشمندیوں سے حق تعالےٰ کا حصول نہیں ہوتا ۔ حق کا حصول اس ذات فقیر کو حاصل ہے جس کی قبر بھی زندہ ہوتی ہے ۔

اس ذات مطلق کا انسانی جسم و جان میں جلوہ گر ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں وارد ہے ۔ " اور تمہارے بدن میں اور جسم میں ہیں نشانیاں بہت خدائے تعالیٰ کی ، پھر کیا تم نہیں دیکھتے ۔ (۲) اسی طرح جملہ کائنات میں اس ذات باری تعالیٰ کی جلوہ گری کے بارے وارد ہوا ہے ۔ " اور زمین میں نشانیاں ہیں خدائے تعالیٰ کی قدرت کے واسطے یقین لانے والوں کے ۔ " (۳)

---

(۱) علی ہجویری ۔ کشف المحجوب ۔ ترجمہ اردو ۔ پروفیسر یزدانی ۔ لاہور ۔ ص ۶۲۰

(۲) وفی انفسکم ط افلا تبصرون ۔ (پ ۲۷ ۔ الذریت) تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر ۔ ۱۳۵۸ھ لاہور ۔ ص ۶۴۴

(۳) وفی الارض ایت للموقنین ۔ (پ ۲۷ ۔ الذریت) " " " " "

"اور اللہ تحقیق پہنچا ہے ساتھ سب چیز کے اور علم اس کا محیط ہے اوپر سب چیز کے" (۴)
بلکہ۔ "اور خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو (تم)" (۵)

گویا اس ذات مطلق کا ہر شے اور ہر مقام پر موجود ہونا تو لازم ہو گیا۔ اسی لیے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ ذات مطلق میرے من میں بھی ہے اور جملہ کائنات میں بھی مگر اس کو کہاں پہ پایا جائے۔ اس کا وصل کس طرح حاصل ہو مگر وہ تو زاہدانہ عبادتوں اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہمارے علم و فضل کی دانشمندیوں سے ملتا ہے۔ بھلا ہماری عبادت و ریاضت کی اس کے سامنے کیا حیثیت۔ جب کہ تمام کائنات اسی کی تسبیح کر رہی ہے۔ "پاکیزہ اور ستھری طرح سے یاد کرتے ہیں، خدا تعالےٰ کو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں"۔ (۶) نیز اس عقلِ کل اور اصل علم کے مالک کے سامنے ہمارے محدود عقل کی دانشمندیوں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور نہ ہمارا محدود علم و فضل اس تک رسائی کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اصل علم و حکمت کا مالک تو وہ خود ہی ہے۔ "وہی جانتا ہے مضبوط کام کرنے والا" (۷) البتہ سب زُہد و عبادت اور علم و فضل کے دعوے ترک کر کے فقر الی اللہ اختیار کرنے سے حصول حق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ احساس بھی رلانے والا بن جاتا ہے۔ بقول رُومیؒ ؎

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جان　　گفت رو رو برمن ایں افسوں مخواں۔ (۸)

یہاں تو ترکِ ترک کا مقام کام دیتا ہے۔ اسی لیے سالک کے انانیت کے ہمہ دعوے ختم ہو جاتے ہیں۔ پس بھاگو طرف اللہ کی، (۹) کیونکہ۔ "اے لوگو تم محتاج ہو خدا تعالےٰ کے اور خدا تعالےٰ بے پرواہ ہے

---

(۴) وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علماً (پ ۲۸ - الطلاق) " " " " ص ۵۸۵
(۵) وھو معکم این ما کنتم (پ ۲۷ الحدید) " " " " ص ۵۶۲
(۶) سبّح للہ ما فی السمٰوٰت والارض (پ ۲۷ - الحدید) " " ص ۵۶۲
(۷) وھو العلیم الحکیم (پ ۲۸ - التحریم) " ص ۵۸۵
(۸) ترجمہ: جب میں نے کہا کہ میری عقل اور جان تو تیری ذات میں فنا ہے تو جواب ملا جا و یہ فسوں کاری یہاں نہیں چلے گی
مفتاح العلوم شرح مثنوی - مولانا محمد نذیر عرشی - دفتر اول حصہ دوم - ۱۹۵۹ لاہور ص ۲۹۰ -
(۹) ففروا الی اللہ (پ ۲۷ ع ۲)

سراہا گیا خوبیوں والا ۔ (۱۰) بس اس راہ میں واحد راستہ فقر کا ہے ۔ فقیر اسی زندگی میں ترک جان و ترک عام اختیار کر کے زندہ جاوید ہو جاتا ہے بلکہ اس کی قبر کو جاودان زندگی مل جاتی ہے ۔ اسی ضمن میں ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ۔ ؎

وہم خلق اینست جثہ در قبر — جثہ را با خود برد صاحب نظر
گاہ در توحید گاہ با مصطفیٰ — عارفاں را جثۂ قدرت الٰہ
گاہ بالا عرش و گاہی در قبر — جثہ سراست نوری سر بسر
جثہ نوری نباشد زیر خاک — معرفت توحید اللہ راز پاک
اولیاء را قبر جنت خانہ — ہر کہ محرم نیست زاں بیگانہ
از قبر بیروں بر آید اولیاء — ہم سخن با تو شود بہر از خدا
ہر کہ مرشد را نیابد در جہان — از قبر عارف شود صاحب عیاں ۔ (۱۱)

---

۱۰ یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید (پ ۲۲ - فاطر) موضح القرآن عبدالقادر، ۱۳۵۹ھ لاہور ۔ ص ۴۵۶ ۔

۱۱ سلطان باہوؒ ۔ عقل بیدار ۔ ترجمہ اردو ۔ چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۷۰ ۔ ص ۱۱۱

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لاندا ہُو (۱)
۲۲ جس گت اتے سوہنا راضی ہوندا اوہو گت سکھاندا ہُو (۲)
ہردم یاد رکھے ہر ویلے سوہنا اٹھاندا بہاندا ہُو (۳)
آپ سمجھ سمجھیندا باھو آپ آپے بن جاندا ہُو (۴)

لغت: لاندا : لگاتا ہے
بہاندا : بٹھاتا ہے
گت : حالت ۔ کیفیت

ترجمہ: (اسم) اللہ (ذات) چنبے (کا پرمہک) پودا ہے ۔ جو کہ مرشد میری (زمین) دل میں کاشت کرتا ہے ۔

۲ (میرا) پرجمال (مرشد) جس حالت و کیفیت کو پسند کرتا ہے (مجھے) وہی طرز عمل سکھاتا ہے (یعنی میرے سب حرکات و سکنات اس کی رضا کے مطابق ہیں)

۳ (میرا) محبوب (مرشد) میرا (اس قدر نگہبان ہے کہ وہ) ہمیشہ میری نگہبانی فرماتا ہے (یعنی ہر آن ہیں) مجھے یاد رکھتا ہے (اور اپنی نظر رحمت سے فراموش نہیں کرتا) (میرا ہر فعل مرشد کامل کے فرمان پر ہے) حتیٰ کہ مجھے اٹھاتا بھی وہی ہے اور بٹھاتا بھی وہی ہے ۔

۴ اے باہو ۔ وہ خود ہی مجھے (دقائق) معرفت سمجھاتا ہے ۔ (اور مجھے اپنی محبت میں فنا کرکے) وہ خود ہی (مجھ میں وجود باقی) بن جاتا ہے ۔

---

(۱) ف ۔ ش ۔ ۶
(۲) اہ ۔ ف ۔ ش ۔ ۶ میں ہوندا (کی بجائے) ہوئے درج ہے ۔ ب ل میں (سکھاندا) کی بجائے دنچاندا ہے
(۳) اک ۔ اہ
(۴) اہ ۔ اک ۔ ف ۔ ش ۔ ۶ میں یوں درج ہے ۔ ۶ آپے سمجھ سمجھاندا باھو اوہ آپے آپ ہو جاندا ہو ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ مرشد کامل ان کے من میں اسم اللہ ذات کے پودے کی کاشت فرماتا ہے ۔ اور پھر وہ محبوب معرفت ذات عطا کرنے کے بعد جس حالت میں بھی چاہتا ہے فقیر کو وہی حالت عطا فرماتا ہے ۔ کیونکہ فقر کے حصول کے بعد فقیر کا جسم اپنا جسم نہیں رہتا ۔ اس کا کوئی فعل اپنا فعل نہیں رہتا ۔ وہ رضائے الہٰی کے اس قدر تابع ہو جاتا ہے کہ اس کا ہر فعل خدا کی طرف سے سمجھا جاتا ہے ۔

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین فنا فی الشیخ کے مقام کی کیفیات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اور اپنے مرشد کامل کی مہربانیوں اور عنایات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ بڑی طریقت و معرفت سے ان کی ہر دم نگہبانی فرماتا ہے حتیٰ کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی مرشد کامل کے حکم کے مطابق ہے ۔

جس طرح قرآن حکیم میں اصحاب کہف کی نگہبانی کرنے میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے ۔ اور تم انہیں جاگتا سمجھو ۔ اور وہ سوتے ہیں ۔ اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں ۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ مرشد کامل اسی طرح نہ صرف مکمل نگہبانی فرماتا ہے بلکہ ان کا اپنا جسم فنا فی الشیخ ہونے کی وجہ سے اپنا نہیں رہتا بلکہ مرشد کامل کا وجود ہوتا ہے جو پھر ہر راز معرفت کائنات و معرفت ذات سے مطلع کرتا ہے ۔

ایسے ہی مقام کے لیے رحمن بابا (۲) نے فرمایا ۔

وڑا تہ ئے خنداول کہ جڑاول کڑے زے پہ اخپلہ نہ خنداکڑم نہ جڑا (۳)

ایسی ہی کیفیات کے لیے کہا گیا ہے ۔

مقصد میرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا میں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں (۴)

---

(۱) وتحسبهم ايقاظا وهم رقود ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال ۔ (۱۵ع۱۵)
قرآن عظیم ۔ مترجمہ شاہ محمد احمد رضا خان ۔ تاج کمپنی ۔ ص ۴۷۲ ۔

(۲) عبدالرحمٰن المعروف بابا (۱۰۴۲ھ ۔ ۱۱۱۸ھ) کوہاٹ (بشکریہ اعجاز الحق قدوسی ۔ تذکرہ صوفیائے سرحد)

(۳) رحمن بابا ۔ دیوان عبدالرحمن (پشتو) ترجمہ ۔ میرے ہنسنے میں اور رونے میں تو ہی ہے ۔ میں خود تو نہ ہنستا ہوں اور نہ روتا ہوں

(۴) مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقی ۔ نسیم عرفان ۔ حیدرآباد دکن ۔ ص ۲۱ ۔

ب
۲۴۳

باھو باغ بہاراں کھڑیاں نرگس ناز شرم دا ہُو (۱)
دل وچ کعبہ صحی کیتو سے پاکوں پاک پرم دا ہُو (۲)
طالب طلب طواف تمامی حب حضور حرم دا ہُو (۳)
گیا حجاب تھیوسے حاجی باھو جداں بخشیوس راہ کرم دا ہُو (۴)

لغت: کیتوسے : ہم نے کیا
پرم : محبت ۔ پیار
صحی : صحیح

ترجمہ: ۱ اے باھو ۔ میرے دل و جان میں) باغ و بہار اس طرح کھل گئے ہیں کہ وہ نرگس و ناز (جیسے خوشبودار پھول کے لیے بھی رشک اور) شرم کا باعث بن گئے ہیں ۔
۲ محبت (الٰہی) کے مقدس کعبہ (کو ہم نے اپنے) دل میں پہچان لیا ۔
۳ (میں بہ حیثیت) طالب (میری) طلب اور (میرا) طواف (اور سعی) سب (محو) حب حضور حرم رہے ۔
۴ اے باھو ۔ جب (اس ذات حقیقی نے) (اپنے عطا د) کرم کا (راہ معرفت کا عرفان) بخشا تو حجاب (من و تو) دور ہو گیا ۔ (اور اپنے من میں کعبۂ حقیقت پا کر) ہم حاجی بن گئے ۔

---

(۱) ا ۔ ع ۔ ف ۔ ب ۔ ذ
(۲) ا ۔ ب ۔ ہ
(۳) ع ۔ ف ۔ ش ۔ ذ ۔ ب ۔ ہ ۔ ا
(۴) ا ک

ب ج میں یوں ہے ع ۔ گیا حجاب ہویوسے حاجی باھُو بخشیس راہ کرم دا ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ' سی حرفی کے سب سے پہلے بیت میں بھی اسی کیفیت حال کا اظہار فرماتے ہیں کہ جب مرشد کامل نے اسم اللہ کا خوشبودار تخم آپ کے من میں بویا تو وہ شجر بارآور ہوا اور پھول کھلے جس کے نتیجہ میں جسم و جان معطر ہوا گویا عرفان کاملہ حاصل ہوا - (۱)

اس بیت میں بھی سب سے پہلے اسی امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اسم اللہ ذات کے شجر کے بارآور ہونے پر ان کے مشام جان میں جو عرفان و معرفت کے پھول کھلے ہیں دنیا کے تمام پھولوں کے لیے قابل رشک ہیں - ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

تعال اللہ چہ زیبا روئی دلدار　　　چو رویش ہم بدیدم گشت گلزار (۲)

یعنی اللہ کی شان بلند ہے ! محبوب کا چہرہ کس قدر حسین ہے - میں نے جب اس کا حسن دیکھا تو میں باغ و بہار ہوگیا -

اسی طرح حضرت سلطان العارفین اپنے دل میں شوق و یقین کی کیفیات کے ساتھ جو طواف حرم قائم کرتے ہیں اس کا ایک منظر ان کے ایک اور شعر میں ملاحظہ ہو ؎

دل مسجد الحرام یقین قبلہ من است　　　شوق دگر ندارم جز شوق حقیقت (۳)

یعنی دل کعبہ ہے اور یقین میرا قبلہ ہے - سوائے اس حقیقت (کے حصول) کے میں اور کوئی شوق نہیں رکھتا - اور فرمایا " اہل اللہ حاجی بے حجاب ہوتے ہیں - بعض بزرگ اپنے نفس پر دس سال کا احرام باندھتے ہیں - بعض چالیس سال کا اور بعض تمام عمر کا احرام باندھتے ہیں - اور شب و روز مراقبہ توحید میں غرق ہوتے ہیں ؎

روئی ما را سوئی کعبہ کعبہ را یا سوئی من　　　کعبہ قبلہ گشت در دل آنچہ دارم جان من

یعنی " یا تو میرا منہ کعبے کی طرف ہے یا کعبہ کا میرے طرف ہے - کعبہ جو تھا دل میں آکر قبلہ بن گیا - یہی مجھے حاصل ہے " (۴)

---

(۱) دیکھیے حصہ ۱ کا بیت نمبر ۱　(۲) سلطان باہو - دیوان باہو فارسی مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۵ء ص ۵

(۳) سلطان باہو - دیوان باہو فارسی مطبوعہ ملک چنن الدین ۱۹۵۵ء غزل نمبر ۴۲ - ص ۱۱

(۴) سلطان باہو - عین الفقر - حصہ دوم - شرح نظام الدین - ص ۲۲ -

دراصل یہ وجدانی کیفیت صرف ایک فقیر کو ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ قلندر سہروردی کیا خوب کہتے ہیں۔ " بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد کی ابتدا حجابات کا اٹھ جانا۔ تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا۔ فہم کا حاضر ہونا۔ اسرار غیب کا ملاحظہ اور گم گشتگی و تنہائی کو پسند کرنا ہے۔ وجد کی شرط یہ ہے کہ اس کے سبب سے اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں اور جس وجد سے بشریت کا فقدان حاصل نہ ہو حقیقت میں وجد وجد نہیں ہے۔" (۵)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " بعض حرم کے حاجی ہوتے ہیں اور بعض کرم کے۔ جو شخص اخلاص اور مکمل اعتقاد سے بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے تو بیت اللہ شریف اور اس کے تمام در و دیوار نور ہو جاتے ہیں اور اس نور میں حاجی مشرف بدیدار ہوتا ہے۔ یہ جس شخص کے مراتب ہوں اس کے لیے حج زیبا ہے۔ اگر حاجی مدینہ منورہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں داخل ہو تو روضہ منورہ کی ہر در و دیوار سے نور ٹپکتا ہے جس میں وہ حاجی دیدار سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے۔ اہل دیدار اور بالیقین بہ اعتبار یہ حاجی اگر کوہ عرفات کے میدان میں خطبہ سن کر ہاتھ اٹھا کر لبیک لبیک وحدک لا شریک لک لبیک کہے تو تمام میدان اور پہاڑ نور ہی نور ہو جائیں اور دیدار الٰہی نصیب ہو۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔

ہر دمے من حاجیم قرب از کرم   کعبہ را در دل بہ بینم نیست غم
ہم صحبتم با مصطفیٰ با ہر دوام   ظاہر و باطن یکے گردد تمام " (۶)

یعنی۔ قرب رب تعالے کے اکرام کی وجہ سے میں ہر لحظہ اور ہر دم حج کر رہا ہوں۔ اور مجھے کوئی غم نہیں۔ کیونکہ کعبۃ اللہ کو اپنے دل میں دیکھ رہا ہوں۔ اور ہمیشہ مجھے حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور اسی طرح تمام ظاہر و باطن مجھ پر ایک ہو چکا ہے

---

۵ ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۲۷۹

۶ سلطان باہو۔ امیر الکونین ص ۹۸۔ مکتوبہ فارسی ۱۳۳۲ھ

۷ بشکریہ مولانا گل حسن۔ تذکرہ غوثیہ ۱۸۸۲ء۔ ص ۱۳۷

(بے حجاب ہو چکا ہے)

یاد رہے مجموعی طور پر یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ شہودی کی خبر دیتا ہے ۔" یعنی اللہ تعالےٰ عارف پر اس طرح تجلی فرماتا ہے کہ حجاب ظلمانی رفع اور کیفیت نورانی منکشف ہو جاتی ہے اور معرفت بے کیف و مشاہدہ مدام میں مستغرق رہتا ہے۔" (۷)

---

(۷) بشکریہ مولانا گل حسن ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ ۱۸۸۴ ۔ ص ۱۳۷

ب بغداد شہر دی کیا نشانی اچیاں لمیاں چیراں ھُو (۱)
۲۴ تن من میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ھُو (۲)
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ھُو (۳)
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھو کرساں میراں میراں ھُو (۴)

لغت : اچیاں : اونچی
لمیاں : لمبی
چیراں : زخم ۔ گھائل ہونے کے چیر
لیراں : پرزے ۔ کپڑے کے ٹکڑے
رلساں : شامل ہو جاؤں گا ۔

ترجمہ : ۱ (میرے پاس) بغداد شہر کی (ماسوائے اس کے) کیا نشانی ہے (کہ میرے دل میں خنجر فراق کے) گہرے اور لمبے زخم (اجاگر) ہیں ۔
۲ میرا جسم اور دل وجان (بھی) (درد و داغ اور فراق زار ہیں) کسی درزی کے کٹے ہوئے ٹکڑوں کے مصداق پرزے پرزے ہے ۔
۳ محبت و فراق میں) کٹے ہوئے (دل وجان کے) ان ٹکڑوں کی کفنی بنا کر اپنے گلے میں پہنوں گا اور (بھیک مانگنے والے) فقیروں کے گروہ میں مل جاؤں گا ۔
۴ ایسی حالت میں (میں) بغداد شہر کی گلیوں میں (دیدار کی بھیک مانگ کر میراں میراں (کی صدا) پکاروں گا

---

(۱) ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع ۔ ب ل میں (میراں کی بجائے (پیڑاں) ہے
(۲) ع ۔ ف ۔ ش ۔ ذ ۔ ب
(۳) ہ ۔ ب ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع
(۴) ب ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع

تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ صوفیہ میں طریقۂ قادری سے منسلک ہیں - اور اس لحاظ سے سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بے پناہ عقیدت و محبت ہے اور اسی محبت وعقیدت کے جذبات کا اظہار آپ نے بارہا اپنی مختلف نثری کتب میں بھی فرمایا ہے -(۱) اس بیت میں غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ہی ان کے شہر بغداد (عراق) کو انتہائی محبت اور دلسوزی کے الفاظ کے ساتھ یاد فرمایا ہے - اور آپ جب بغداد کو یاد کرتے ہیں تو جسم و جان پر درد و الم اور خنجر ہجر و فراق کے چرکے لگتے ہیں - اور محسوس کرتے ہیں جیسے ان چرکوں سے تن و من

---

(۱) دیکھیے - قرب دیدار - ترجمہ اردو - ناشران ملک چنن الدین فضل الدین مطبوعہ ۱۹۶۳ء ص ۴۸

محکم الفقرا	"	"	"	"	۱۹۶۳ء ص ۲۹
توفیق الہدایت	"	"	"	"	۱۹۶۸ء ص ۲۸ - ۵۸
اسرار قادری	"	"	"		۱۹۶۳ء ص ۹ - ۳۷
فضل اللقاء	"	"	"	"	۱۹۶۴ء ص ۷ - ۳۷
امیر الکونین	"	"	"	"	۱۹۵۶ء ص ۱ - ۷ - ۴۵
مجالسۃ النبی	"	"	"		۱۳۷۲ھ ص ۲۶
تیغ برہنہ	"	"	"	"	کتاب محل بین قریشی گوجرانوالہ ص ۳
عقل الفقر خورد	"	"	"	"	۱۹۶۱ء ص ۲ - ۲۷
شمس العارفین	"	"	"	"	۱۹۶۶ء ص ۵ - ۹۹
رسالہ روحی	"	"	"	"	۱۹۵۷ء ص ۵
کشف الاسرار	مع شرح مولوی نظام الدین ملتانی	"	"		۱۳۵۱ھ
گنج الاسرار	"	"	"	"	۱۳۴۸ھ ص ۱-۴-۱۵-۱۸-۱۹-۲۱
عین الفقر حصہ اوّل	"	"	"		ص ۲۲-۲۴-۲۹-۹۷

محبت الاسرار ترجمہ اردو ناشران ملک چنن الدین فضل الدین مطبوعہ ۱۹۶۶ء ص ۲۸

نور الہدیٰ فقیر نور محمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء آخری باب -

کے ہزاروں ٹکڑے ہو چکے ہوں۔ جسمِ زار کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کسی درزی کی دکان پر کپڑوں کے کترن ہوں۔ حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر انہیں کیفیات کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

تارہا زلفش چو دیدم مارہا پارہا گشتم دلم چوں پارہا (۲)

یعنی۔ میں نے محبوب کی زلفوں کے تار جب دیکھے جو سانپوں کی طرح بل کھا رہے تھے، تو میرا دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

دم زدن در راہ عشق یار نیست پارہ شو در راہ او صد پارہا (۳)

اس محبوب کی راہ عشق میں دم مارنا ناممکن ہے۔ تو اس کی راہ میں پارہ پارہ (فنا) ہو جا۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اسی کیفیت حال میں درزی کی کترن سے مشابہت رکھنے والی اپنی جان کی حالت کو پسند کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ (جی چاہتا ہے) کہ ان ٹکڑوں اور چیتھڑوں کو (جو دراصل ان کے اپنے حال کی کیفیت ہے) پہن کر میں بھیک مانگنے والے گروہ میں شامل ہو جاؤں اور بغداد کی گلیوں میں محبت والفت کی ندا میراں۔ میراں (۴) پکارتا پھروں۔

بقول رومیؒ ؎

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق تا بگویم شرح دردِ اشتیاق (۵)

---

(۲) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی مطبوعہ نولکشور ۱۸۰۵ء ص ۶

(۳) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی مطبوعہ نولکشور ۱۸۰۵ء ص ۶

(۴) مراد، سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی

(۵) مفتاح العلوم شرح مثنوی۔ مولانا محمد نذیر عرشی۔ دفتر اول حصہ پہلا۔ ۱۹۵۹ لاہور۔ ص ۲۶

ب بغداد شریف ونج کراہاں سودا نے کتوسے ہو (۱)
۲۵ رتی عقل دی کراہاں بھار غماں دا گھدسے ہو (۲)
بھار بھریرا منزل چوکھیری اوڑک ونج پہتیوسے ہو (۳)
ذات صفات صحی کتوسے باھُوتاں جمال لدھوسے ہو (۴)

لغت : نے کتوسے : جا کر کیا — ونج کراہاں : جا کر
کتوسے : ہم نے کیا — کراہاں : کے لئے
بھار : بوجھ — گھدسے : ہم نے لیا
بھریرا : بوجھل ، وزنی — چوکھیری : زیادہ
اوڑک : بالآخر — پہتیوسے : ہم پہنچ گئے
صحی کتوسے : پہچان لیا — لدھوسے : ہم نے پا لیا

ترجمہ : ۱ ہم نے بغداد شریف جا کر سودا کیا۔
۲۔ (اور محسوس کیا کہ) رتی (بھر) عقل (سلیم) کے لیے (ہی) ہم نے غموں کا بارے لیا ہے۔
۳۔ (غموں کا) بوجھ زیادہ وزنی ہے (اور) منزل زیادہ دور ہے (لیکن) بالآخر ہم پہنچ گئے۔
۴۔ اے باہو جب ہم نے ذات صفات کا عرفان حاصل کر لیا تو تب ہی جمال (رب العزت) کو پایا۔

---

(۱) ب ا
(۲) ب ا
(۳) ب ا
(۴) ب ا

البتہ (باہو) سے پہلے (حضرت) کا اضافہ ہے۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ بغداد شریف (۱) جاکر ایک سودا کیا گیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سودا اپنی جان دے کر اس کے بدلے رضائے حق اور رویت حق تعالیٰ کو حاصل کرنے کا ہے۔ قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے بحقیق اللہ تعالیٰ نے مول لیا ہے مومنوں سے جانوں ان کی کو اور مالوں ان کے کو ساتھ ان کے کہ واسطے ان کے بہشت ہووے (۲) اس عشق و محبت کا ادراک مرشد کامل کا قرب حاصل کرنے پر ہی ہوا ؎

فنا کن خویش را در راہِ جاناں | چہ کار آید ترا ایں درم و دینار
اگر یک دل نباشی در طریقت | نہ بینی روئے او ہرگز دریں دار (۳)

ساتھ ہی اس حقیقت کا بیت میں اظہار فرماتے ہیں کہ عرفان ذات حاصل کرنے والی رتی بھر عقل سلیم کے حصول کے لئے اس دنیا کی راحت و مسرت دے کر غموں کا بھار لے لیا ہے کیونکہ یہ عقل جو انسان کو ودیعت ہوا ہے اس قابل نہیں کہ پوری مخلوق خداد کائنات کا ادراک کرسکے چہ جائیکہ خالق حقیقی کا ادراک کامل کرسکے۔ ہم دینوی معاملات میں توازن کے قیام کے لئے وا خروی نعمتوں کے حصول کے لیے عبادات و ریاضتیں تو اس عقل کے سہارے پر کرسکتے ہیں مگر فقیر جس کا مدعا محض لقائے حق ہے اس کے لئے یہ عقل و فرزانگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ہے

الا اے یار فرزانہ بیا با ما بمیخانہ | چوں مرداں باش مستانہ بکن با جام پیمانہ
گرو باید مصلی را بدست آور قدح می را | مصفا کن دل وجاں را مشو خود مرد فرزانہ
چہ شد فرزانہ گر گردی بہ بینی جو نمی ارزی ! | ہماں دم مرد میگردی شوی گر مرد دیوانہ
چو مستاں نوش ایں می را فنا کن ما و من خود را | بجوای یار باہو را صلا زد بر میخانہ (۴)

بالآخر ان غموں کے لامتناہی بوجھوں کے ساتھ جب قدرت نے یاوری فرمائی اور حقیقت

---

(۱) بغداد شریف کو سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی سے نسبت ہے جہاں پر انکا مزار مبارک ہے

(۲) ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ (تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر لاہور ۱۳۵۸ھ ص ۱۹۰) (پ ۱۱ ، توبہ)

(۳) سلطان باہو، دیوان باہو، مرتبہ چنن الدین لاہور ۱۹۵۵، ص ۱۶ غزل ۳۵

(۴) " " " " " ۳ " ۵

کا ادراک ہوا تو منزل مقصود مل ہی گیا ۔ جمال خداوند تعالیٰ اس وقت عطا ہوا جب اس کی ذاتِ مطلق اور اس کی لامتناہی صفات کی غایت حاصل ہوئی ۔ اسم ذات و صفات ذات کی پہچان اور ان سے عرفان کے متعلق ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے وضاحت فرمائی ہے کہ ۔۔۔ واضح رہے کہ جس شخص کے وجود میں اسم اللہ ذات یا باریتعالیٰ کے نود نام یا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا یا اسم محمد سرور کائنات یا اسم حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا اسم حضرت عثمان یا اسم حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف اتریں تو اسے جمعیت بخشتے ہیں اور وہ لایحتاج ہو جاتا ہے اور معرفت سے مشرف اور مقرب الٰہی بن جاتا ہے (۵)

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ ما ! (۶)

---

(۵) سلطان باہو ، عقل بیدار ، اردو ترجمہ ضیاء الدین لاہور ۱۹۷۰ ص ۱۰۷

(۶) سید عبدالقادر جیلانی ، دیوان غوث اعظم لاہور

ب باہجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ہو (۱)
۲۶ روزے نفل نماز گزارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ہو (۲)
باجھوں قلب حضور نہ ہوندے توڑے کڈھن سے زکاتاں ہو (۳)
باھُوؒ باجھ فنا رب حاصل ناہیں ناں تاثیر جماتاں ہو (۴)

لغت : بانگ : اذان   صلاتاں : صلوٰتاں

باجھ : بغیر، سوائے   کڈھن : نکالیں ، ادا کریں

جماتاں : جماعتیں ، نماز باجماعت   سے : سینکڑوں

ترجمہ : ۱۔ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضوری کے بغیر (کسی فعل وعبادت کو باریتعالیٰ کے ہاں ، منظوری حاصل نہیں، خواہ (طالبان حق) (بظاہر) بانگ وصلوٰۃ پڑھتے رہیں ۔

۲۔ روزے رکھیں، نوافل نمازیں ادا کریں خواہ (عبادت میں) ساری ساری راتیں بیدار رہ کر گزاریں ۔

۳۔ (صفائے) قلب کے بغیر حضوری (آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) حاصل نہیں ہو سکتی خواہ (تزکیہ مال ونفس کے لیے) سینکڑوں زکوٰتیں (مال دنیا اور وظائف کی) کیوں نہ نکالیں ۔

۴۔ اے باھو۔ بغیر فنائے (نفس) نہ تو قرب حضور ملتا ہے اور نہ ہی قرب رب تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی نمازہائے باجماعت میں (اثر وسرور) ہے ۔

---

(۱) ا ، ہ

(۲) ا ، ء ، ہ ، ذ ، ش ، ف

ب چ میں مصرعہ یوں ہے ع باجھ حضوری نہیں منظوری بھاویں لکھ گن پڑھن رکعتاں ہو

(۳) ا ، ف ، ش ، ء

ب چ میں مصرعہ یوں ہے ع باجھ حضوری نہیں منظوری بھاویں جاگن ساریاں راتاں ہو

(۴) ا ، ف ، ش ، ء ، ذ

تشریح : نماز میں حضوری کے متعلق حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۱) فرماتے ہیں کہ جب نمازی التحیات میں درود پڑھنے لگے تو یوں کرے فاحضر فی قلبك النبی علیہ السلام وشخصہ الکریم ثم تقول من بعد ذالك الصلوٰۃ والسلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تصور میں حاضر کر پھر خوب تشخیص وغور سے کام لے کہ حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر جب پتہ چل جائے کہ حضور ہی ہیں تو پھر درود وسلام بھیجے۔ (۲)

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں "معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک باطن میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دست بیعت نہ کرے اور حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل نہ کرے" (۳)

یہ مقام حضوری اسے ہی حاصل ہو سکتی ہے جس نے اپنے نفس کو فنا کر دیا ہے۔ ورنہ نماز روزہ زکوٰۃ عبادات وصدقات رائیگاں جاتی ہیں اور قرب ربانی حاصل نہیں ہوتا۔ جس نے نفس کو فنا کر دیا وہی رب تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ اس کے بغیر جماعت وجمعیت میں کوئی اثر نہیں رہتا، بقول اقبال علیہ الرحمۃ

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور　　ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر (۴)

در اصل اس بیت میں حضور قلب کی اہمیت کو ہی بیان فرمایا گیا ہے جیسے کہ حدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی (۵) یہ مقام اور یہ تنبیہہ مقربین کے لیے ہی ہے جن کے لیے ارشاد ہوتا ہے۔ نیکوں کی نیکیاں مقربوں کی برائیاں ہیں (۶)

---

(۱) امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ وفات ۵۰۵ ہجری۔ غزالی، سینن مطابق تذکرۃ الکرام، تاریخ خلفائے عرب واسلام مولفہ سید شاہ محمد کبیر داناپوری

(۲) ابوالفیض قلندر سہروردی، الفقر فخری، ص ۲۴۷

(۳) سلطان باہو، امیرالکونین ص ۳۵ ترجمہ از مکتوبہ فارسی ۱۳۴۲ھ

(۴) علامہ ڈاکٹر محمد اقبال - بال جبریل - ص ۴۶ ۔

(۵) لا صلوٰۃ الا بحضور القلب

(۶) حسنات الابرار سیئات المقربین (بشکریہ سلطان باہو۔ عقل بیدار ترجمہ ارد وحین الدین ۱۹۷۰ء ص ۸)

ب بے ادباں ناں سار ادب دی گئے ادباں توں وانجے ہو (۱)

۲۷ جیڑھے تھاں مٹی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجے ہو (۲)

جیڑھے مڈھ قدیم دے کھیڑے ہو ون کدی نہ ہوندے رانجھے ہو (۳)

جیں دل حضور نہ منگیا باھوؒ گئے دہیں جہانیں وانجے ہو (۴)

لغت : جیڑھے : جو کوئی

سار : خیال ، خبر رکھنا

وانجے : محروم

تھاں : برتن

بھانڈے : برتن

ترجمہ : ۱۔ بے ادب (لوگوں) کو (مقام) ادب کی خبر (پہچان) تک نہیں ہے (یہ بدنصیب تو (حصول) ادب سے بے بہرہ ہی رہ گئے۔

(۲) (فطرت ازلی تبدیل نہیں ہوتی، اس لیے) جو برتن مٹی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں وہ کبھی کانچ کا برتن نہیں بن سکتے۔

(۳) (اسی طرح) جو قدیمی کھیڑے ہیں (اور ان کا کردار عاشق کشی ہے اور وہ تو ماہیت عشق سے نا آشنا ہیں) وہ کبھی رانجھے (جو سراپا محوِ عشق ہیں) نہیں بن سکتے۔

(۴) اے باہو (باادب وہی ہوتے ہیں جنہیں قرب وحضوری صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو لہذا) جس دل نے حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری کی طلب نہ کی وہ دونوں جہانوں میں بے بہرہ رہ گئے۔

---

(۱) ک (۲) ذ ۔ ش ، ۵ ، ف

ب ل میں (تھاں) کی بجائے (ہان) ہے

(۳) ۵ (۴) ف ، ب ، ش ، ذ ،

تشریح : اسلامی تعلیمات میں آداب کا گہرا تعلق ہے ۔ حفظ مراتب و آداب اسلامی ثقافت کا اہم جزو ہیں اور آداب عشق کے رسوم تو سب سے نرالے ہیں ۔ ان پر پورا اترنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ ادب عشق جاننے والے مخصوص لوگ ہی ہیں اور اس کا تعلق فطرت ازلی سے ہے ۔

پاس ادب کا ایک واقعہ مشہور ہے ، جب حضرت فریدؒ (۱) مدینۃ الرسول میں داخل ہوتے ہیں تو عشق و مستی کی کیفیت سے بے خود ہو کر چاہتے ہیں کہ آستان بوسی کا فخر حاصل کریں ۔ فوراً جھک جاتے ہیں ۔ پھر سر اٹھا لیتے ہیں ۔ گویا اک گونہ تردد و اضطراب ہے ۔ کسی پہلو کل نہیں پڑتی ۔ آستان بوسی کی جرأت نہیں ہوتی ۔ آپ کی اس کشمکش کو دیکھ کر خادم نے عرض کیا ۔ حضرت جلدی آستان بوسی کر لیجئے ۔ عوام کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے ۔ آپ نے چشم پرنم ہو کر فرمایا ۔ آستان بوسی کے لیے جب جھکتا ہوں تو دل سے آواز آتی ہے ۔ فرید ! حیا کر ۔ تیری زبان اور دہان پلید ہے ۔ محمد مصطفےٰ کا آستان طیب و پاک ہے ۔ اس لیے ارادہ کی تکمیل میں محرومی نصیب ہے ۔ کیا کروں یہ دل کے معاملے ہیں ۔ کوئی اور کیا جانے ۔ ۔ ۔ (۲)

ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی شخص نے عرض کیا ۔ کیف تصوم ۔ یعنی آپ کسی طرح روزے رکھتے ہیں ۔ گویا وہ آپ کے روزے کی کیفیت اور ترتیب معلوم کر کے اس کی تقلید کرنا چاہتا تھا ۔ تو اس سوال سے آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا ۔ کیونکہ اس کو یہ پوچھنا مناسب تھا کہ میں کس طرح روزہ رکھوں ۔ یا کتنے روزے رکھوں تاکہ اس کے حسب حال جواب دیا جاتا ہے ۔ پیغمبر کے ذاتی فعل کے متعلق سوال کرنا ایک تو سوء ادب تھا ۔ دوسرا غیر ضروری بھی تھا کیونکہ آپ کے اعمال و افعال ایسے مخصوص مصالح پر مشتمل ہو سکتے ہیں جو کسی دوسرے کے لیے لازم اور مناسب نہیں (مشکوٰۃ ۔ حاشیہ) ایک مرتبہ آپؐ نے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ۔ کسی نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ آپ تو رکھتے ہیں ۔ تو فرمایا ۔ وایکم مثلی ۔ اور تم میں سے کون میرے برابر

---

(۱) خواجہ غلام فرید (چاچڑاں شریف ۔ ۱۲۶۱ھ ۔ ۱۳۱۹ھ)

(۲) مسعود حسن شہاب ۔ خواجہ غلام فرید ص ۸۱

ہوسکتا ہے (مشکوٰۃ)"۔ (۳)

قرآن حکیم سے مقاماتِ ادب پر غور کیجئے ۔

یاایھا الذین آمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ ط ان اللہ سمیع علیم ٥

ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت آگے بڑھو۔ خدا کے اور رسول کے اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۔ (یعنی مجلس میں کوئی کچھ پوچھے تو حضرت کی راہ دیکھو کہ کیا فرماویں تم اپنی عقل سے آگے جواب نہ دو) (۴)

پھر فرمان ہوتا ہے ۔

یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہٗ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون ٥

ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بلند کرو آواز اپنی کو اوپر آواز نبیؐ کے اور مت آواز بلند کرو اوپر اس کے بیچ بولی کے جیسا بلند کرتے ہیں بعضے تمہارے واسطے بعضے کے ایسا نہ ہو کہ کھوئے جاویں عمل تمہارے اور تم نہ سمجھتے ہو ۔ (۵)

پھر فرمان ہوتا ہے ۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ٥ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ط واللہ غفور الرحیم ۔

ترجمہ : تحقیق جو لوگ کہ پکارتے ہیں تجھ کو پرے چار دیواروں گھروں کے سے بہت ان کے نہیں سمجھتے ۔ اور اگر وہ صبر کریں یہاں تک کہ نکلے تو طرف ان کی البتہ ہوتا بہتر واسطے ان کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۶)

---

(۳) بشکریہ شرح مثنوی مولانائے روم از عرشی صاحب ۔ دفتر اول صـ ۲۵۲

(۴) (الحجرات ۔ ۱) (۵) (الحجرات ۔ ۲)

(۶) (الحجرات ۔ ۴ ۔ ۵)

نیاز اور ادب قائم رکھنے کا چونکہ فطرت ازلی کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس لیے بیت میں اداب کے بیان کے ساتھ ہی سلطان العارفین نے ہر انسان کی جداگانہ فطرت پر بھی اظہار خیال فرمایا ہے کہ جن کی فطرت میں عشاق ذات سے عناد رکھنا ہوتا ہے وہ خود کبھی عاشق نہیں بن سکتے اسی طرح جام سفال کبھی بلوری جام کی طرح نہیں ہو سکتا ۔

فطرت ازلی کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے ۔

مَن یَھدِ اللّٰہُ فَھُوَ المُھتَدِ وَ مَن یُّضلِل فَلَن تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرشِدًا ۔

ترجمہ : جس کو ہدایت کرے اللہ پس وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو گمراہ کرے پس ہرگز نہ پاوے گا تو واسطے اس کے کوئی دوست راہ بتانے والا ۔ (۷)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ " جان سے ہر انسانی وجود وصال کے لائق نہیں ہوتا ۔ نہ ہر زبان تقریر اور قال کے لائق ہے ۔ ہر پتھر لعل نہیں ہوتا ۔ ہر دماغ بادشاہی کے لائق نہیں ہوتا اور نہ ہر دل اللہ تعالےٰ کے راز کہہ سکتا ہے ۔" (۸)

ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " جس طرح قبلہ گاہ کا ہر ایک پتھر لائق سجدہ نہیں ہوتا اور نہ ہر ایک پتھر کسوٹی بننے کے لائق ۔ نہ ہی ہر پتھر پارس ہوتا ہے ۔ نہ ہی ہر پتھر لعل ہوتا ہے ۔ اسی طرح نہ ہر انسان کا وجود معرفت اور وصال الٰہی کے لائق ہوتا ہے ۔ نہ ہر سر بادشاہی کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہر دل الٰہی خزانہ بننے کے قابلیت رکھتا ہے ۔ نہ ہر ایک پتھر کوہ طور ہے اور نہ ہر ایک انسان حضرت موسیٰ کی طرح کلیم اللہ ہے ۔ نہ ہر ایک پتھر سنگ مرمر ہے اور نہ ہر دل محبت پرور ہے ۔" (۹)

اسی ضمن میں صوفیانہ رنگ میں فلسفہ ملاحظہ ہو " ہر عین کا ایک اقتضاے ذاتی ہوتا ہے جس

---

(۷) (الکہف - ۱۷)

(۸) بدانکہ نہ ہر وجود انسان لائق وصال است ۔ نہ ہر زبان بتقریر قال است ...... تا .... سر الٰہی (سلطان باہو - اورنگ شاہی ص۱۶ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۹) نہ ہر سنگ قبلہ گاہ ..... تا نہ ہر دل محبت پرور است (سلطان باہو - امیر الکونین ص۱۳۴ مکتوبہ فارسی ۱۳۳۲ھ)

کو استعداد یا قابلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے - یہ عین کی گویا ماہیت یا فطرت یا خصوصیت یا لازمۂ ذاتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے اعیان سے ممیز کیا جا سکتا ہے - ہر عین اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے ایک متعین صورت ہے - اس تعین و تمیز کی وجہ سے اس کے خاص اقتضات و قابلیات ہیں جو بعینہٖ کسی دوسرے عین کے نہیں - ہر عین اس معنی میں ایک تقلید ذاتی رکھتا ہے - عین کی اس قابلیت و اقتضاء کو قرآن کی زبان میں ''شاکلہ'' کہا گیا ہے " قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ -" (۱۰)

ان تمام مختلف فطرتوں میں وہ بدبخت جنہیں حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل نہ ہوئی وہ دونوں جہان میں (عرفان ربی) سے محروم رہے -

---

(۱۰) ڈاکٹر میر ولی الدین - قرآن و تصوف صنہ۱۲ - ترجمہ آیۂ کریم :- کہ ہر ایک عمل کرتا ہے اوپر طریق اپنے کے (پ ۱۵ - ع ۹)

ب بزرگی نوں گھت دہڑ لوڑھائیے ملتے رج مکالا ہو (۱)
۲۸ لا الٰہ گل گہناں مڑھیا مذہب کی لگدا سالا ہو (۲)
اِلّا اللہ گھر میرے آیا جیں آنڑ اٹھایا پالا ہو (۳)
اساں بھر پیالا خضروں پیتا باھو آبحیاتی والا ہو (۴)

لغت : گھت : ڈالدیں — دہڑ : ندی

لوڑھائیے : چلتے پانی میں پھینک دیں — رج : اچھی طرح ، سیر ہو کر

مکالا : منہ پر سیاہی کرنا ، منہ کالا کرنا — گل : گردن

گہناں : زیور — مڑھیا : زر میں بند کیا ،

پالا : ڈر ، خوف — بھر : لبریز

پیالا : پیالہ

ترجمہ : ۱ (راہِ عشق و معرفت میں) بزرگی (و برتری کشف و کرامات ، ننگ و نام کچھ کارگر نہیں (اس لئے انہیں) (معرفت کی بہتی) ندی میں پھینک دینا چاہیئے اور (سلوک و معرفت حاصل کرنے کے لئے) خوب سیر ہو کر (خواہشات نفس) کا منہ کالا کرنا چاہیئے۔

۲- (مَیں نے) لا الٰہ کا زیور مڑھا کر (اپنے قلب و روح کی) گردن میں محفوظ کر لیا ہے (جس سے تمام ماسوی اللہ کی نفی) حاصل ہو گئی ہے ۔ مذہب کا مدعیٰ تو یہی ہے کہ توحید کو قائم کر لیا جائے جو کہ میں نے حاصل کر لیا ہے (اس سے زیادہ اور کیا چیز مجھ سے مذہب مانگتا ہے (مذہب کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا رشتہ ہے۔

۳- الا اللہ کا اثبات میرے گھر آ گیا ہے (یعنی میرے جسم و جان میں سما گیا ہے) جس نے (دل و جان سے) سب خوف اٹھا لیا ہے (الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولاھم یحزنون)

۴- لے باہو۔ ہم نے (لا الہ الا اللہ) کا آبحیات کا پیالہ (اپنے) خضر (مرشد کامل) (کے ہاتھوں) لبریز کر کے پیا ہے (جس نے حیات جاودانی بخشی ہے)

---

(۱) اک ، ب = ب ل میں (دہڑ) کی بجائے (واہڑ) ہے (۲) اک ، (۳) ب ، ش ، ع ، ب ل میں یوں ہے ع الا اللہ گھر میرے آیا جیں کیتا آن اجالا ہو (۴) ل

تشریح : یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے توحید معرفت کی شرح حصہ ۱ کے بیت ۱۶ میں بیان ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

آمد خیالِ در دلم ایں خرقہ را برہم زنم   تیسبح را ویراں کنم سجادہ را برہم زنم (۱)

یعنی میرے دل میں ایک خیال آیا کہ اس (بزرگی کے) خرقہ کو اتار کر پھینک دوں، تسبیح کو توڑ کر ویران کر دوں اور سجادہ (مصلیٰ) کو بھی پھینک دوں۔

عرفانِ ذات تعالیٰ حاصل کرنے کی راہ میں زہد و اتقا کے جملہ آثار نفس امارہ کو تقویت دینے کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اس تمام سامانِ زہد و برتری کو اس راہ میں پہلے ختم کر دینا پڑتا ہے۔

اس امر کی حقیقت پا جانا کہ سوائے ذات رب تعالیٰ کے کوئی موجود بالذات نہیں اور ہر ماسوے اللہ سے بلند و بالا ہو جانا ہی معرفت اصل ہے تو یہاں مذہب کا مقصود حقیقی حاصل ہو جاتا ہے جب یہ اقرار حاصل ہو گیا کہ سوائے ذات رب تعالے کے باقی سب کی نفی ہو گئی۔ اس امر کی کنہ تک پہنچنا گویا نفس کو فنا کا مقام دے دینا ہے جب ذات باریتعالیٰ کی حقیقت میں عارف کو فنا حاصل ہو گئی تو وہاں مذہب کی رسم و رسوم، عبادت ظاہری، درود وظائف کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے ؛

جب ماسوی اللہ سے انکار کامل ہو تو مگر وہ اللہ خود عارف کامل کے ہاں جاگزین ہو گیا اور عارف کامل کو وہ مقام حاصل ہو گیا جس کے لئے وارد ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ ترجمہ : خبردار ہو تحقیق دوست خدا کے نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہونگے (۲) لا الٰہ سے ماسوی اللہ چلا گیا۔ نفس اپنی منہ کی کھا کر مر گیا، زہد و عبادات کے جھمیلے، خود نفسی کی ظاہرداریاں ساتھ ہی فنا ہو گئیں اور جب یہ سب ختم ہو گئے نفس کی ہر قسم کی نمائشیں غائب ہو گئیں، تو وہ آگیا۔ الا اللہ۔ خود ہی آگیا۔ جہاں سوائے اس کے اب کچھ نہ تھا۔ فقیر کے ہاں۔ اور جب وہ خود آگیا تو کیا غم اور کیا خوف۔

جب وصال ہوا، بلکہ وصال کی انتہا، جہاں وصل کا نام نہیں رہتا بلکہ فنائے ذاتی بہ ذات

---

(۱) سلطان باہو، دیوان باہو فارسی۔ مطبوعہ ملک چنن الدین ۱۹۵۵ء ص ۲ غزل ۶

(۲) (سورۃ یونس ۶۲) مزید دیکھئے (البقرہ ۔ ۱۱۲)، (آل عمران ۔ ۱۷۰)، (المائدہ ۔ ۶۹)

باقی حاصل ہوتا ہے یہ ہمیشہ کی زندگی بقا حاصل ہوگئی - عارف باللہ کو ابدی زندگی کی مے ناب خود اس کے مرشد کامل کے دست فیض رساں سے حاصل ہوگیا -

خود حضرت سلطان العارفین کی زبانی سنیے شراب محبت عشق الٰہی پی جانے اور یہ شراب آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر نوش کیا کر (۳)

چومصرعیہ کا خلاصہ حضرت سلطان العارفین کی زبان گوہرفشان سے سنیئے عاشق کی طلب موت کا مقصد وصال لازال ہوتا ہے - جس طرح دہقان کا مقصد خوشہ وفصل حاصل کرنا ہے - پس عاشق کو فقر حاصل ہوتا ہے اسے مذہب وملت (کے تکلفات) سے کیا کام - (۴)

ایک اور مقام پر اسی حال کی وضاحت میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا - واضح رہے کہ اہل محبت محبت کے آئینے میں دیکھا کرتے ہیں اور آئینہ محبت شرف حضور ہے - جس سے اہل حضور کو جمعیت حضور یا مراد حاصل ہوتی ہے - جو دیدار حضور کو پہنچ گیا، اسے مذہب وملت سے کیا سروکار یعنی اس کا نفس فانی قلب صافی اور روح باقی ہوتی ہے ایسا شخص مذہب وملت سے بیزار اور ستی کا دوستدار ہوتا ہے (۵)

---

(۳) مئی محبت حق تعالیٰ باید وساقی احد کوثر حضرت محمد رسول اللہ (سلطان باہو، عین الفقر حصہ دوم، شرح نظام الدین ص ۴۶)

(۴) مرگ عاشق مطلب وصل است چنانچہ دہقان خوش وقت بجہت زراعت فصل است عاشق فقر است فقر ملت مذہب چہ دارد (سلطان باہو - عین الفقر حصہ دوم، شرح نظام الدین، ص ۳۶)

(۵) سلطان باہو - عقل بیدار، ترجمہ اردو حنین الدین لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۴۷

ب
۲۹

بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہناں بھارا ہُو (۱)
نال شفاعت سرورِ عالم چھٹسی عالم سارا ہُو (۲)
حدوں بیحد درود نبیؐ نوں جیندا ایڈ پسارا ہُو (۳)
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبیؐ سوہارا ہُو (۴)

لغت : ایڈ : اتنا ۔ اس قدر
پسارا : سازوسامان
سوہارا : صاحب بخت وبرکت ۔

ترجمہ : بسم اللہ (بھی) اللہ تعالےٰ کا اسم (اعظم) ہے ۔ (اور شائستگی ایمان کے لیے) یہ بھی بہت بیش قیمت زیور ہے ۔

۲۔ (لیکن محض توحید باعث نجات نہیں اور قیامت کے دن) سارا جہان محض (آنحضور) سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہی نجات حاصل کرے گا ۔

۳۔ جس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے (اللہ تعالےٰ نے تخلیق کائنات فرما کر) اتنا سازوسامان (پیدا) کیا اس پر میں حد سے زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں ۔

۴۔ اے باہو ۔ میں اس (عارف کامل) کے قربان جاؤں ۔ جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضور حاصل ہُوا ۔

---

(۱) ع ۔ ف ۔ ش
(۲) ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع
(۳) وک ۔ ش ۔ ع
(۴) ذ ۔ ف ۔ اک ۔
ب ل میں (سوہارا) کی بجائے (دلارا) درج ہے

تشریح : " ابن عباسؓ (۱) نے روایت کی کہ حضرت عثمان (۲) نے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳) سے بسم اللہ کے معنی پوچھے - فرمایا کہ بسم اللہ ایک نام ہے نامہائے خداوند تعالیٰ سے اور نام اور اسم اعظم میں اس قدر نزدیکی ہے جیسے کہ آنکھ کی پتلی اور سفیدی میں قرب ہے " (۴)

ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "بسم اللہ بھی اسم اللہ ہے" - (۵) گویا اسم اللہ کی کنہ تک پہنچ کر ہر شخص نجات و بخشش حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا - البتہ پھر بیت میں فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہی تمام عالم کو نجات آخروی مل سکتی ہے -

شفاعت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم برحق ہے - حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ میں داخل ہو کر روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جو دُعا پڑھنے کی تلقین فرمائی اس میں شفاعت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نمایاں ہے - دُعا یہ ہے -

اللھم انی اتوجہ الیک نبیّک علیہ سلامك نبی الرحمۃ یا رسول اللہ انی اتوجّہ بك الیٰ ربی لیغفر لی ذنوبی اللھمّ اسالُك بحقہ ان یّغفرلی و ترحمنی اللھمّ اجعل محمداً اوّل الشافعین وانجح السائلین -

یعنی - بار خدایا متوجہ ہوتا ہوں میں تیری طرف بوسیلہ تیرے پیغمبر کے اوپر اس کے سلام تیرا کہ پیغمبر رحمت ہے - اے پیغمبر خدا بذریعہ تیری ذاتِ پاک کے خدا سے چاہتا ہوں کہ بخشے

---

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ - مدینہ - وفات - ۶۶ھ (تذکرۃ الکرام - تاریخ خلفائے عرب و اسلام - ازمولانا شاہ محمد کبیر داناپوری)

(۲) حضرت عثمان خلیفہ سوم - مدفن جنت البقیع - ۳۵ھ (تاریخ اسلام حصہ دوم - عبدالرحمٰن شوق امرتسری لاہور)

(۳) محمد مصطفےٰ نبی آخرالزمان صلعم - مدینہ - وفات - ۱۱ ربیع الاوّل ۱۱ھ (تذکرۃ الکرام - تاریخ خلفائے عرب و اسلام ازمولوی شاہ محمد کبیر داناپوری)

(۴) بشکریہ غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی - غنیۃ الطالبین ص۳۱۹ -

(۵) "بسم اللہ نیز اسم اللہ است" (سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین ص۵۱)

جائیں گناہ میرے ۔ اے خدا بحق پیغمبر خود بخش گناہ میرے بار آلہا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اول شفاعت کرنے والا ۔ سائلان درگاہ کا ۔" اسی دُعا میں آگے فرمایا گیا ہے ۔ " واجعلنا من اهل شفاعته یعنی کر ہمارے تئیں اہلِ شفاعت سے اس کی "۔ (۶)

حضرت ابوالحسن شاذلی (۷) فرماتے ہیں ۔ " اے اللہ درود و سلام بھیج اس ذاتِ مقدس پر کہ ہمارے اگلے بزرگ ان کے وجود سے سابق نہیں ہیں ۔ اور ہمارے پچھلے بزرگوں کو ان کے شہود تک رسائی نہیں ۔ ہر شے ان سے وابستہ ہے کیونکہ بیچ کی کڑی نہ ہو تو طرفین مل ہی کب سکتے ہیں ۔ خدایا وہ تیرے جامع راز ہیں اور تیرے واسطے نور ہیں ۔ جو تیری طرف رہنما ہیں ۔ اور ایک بہت بڑا پردہ ہیں جو تیرے سامنے چھوڑا ہوا ہے ۔ کوئی پہنچنے والا ہرگز نہیں پہنچ سکتا مگر ان کے دربار کی طرف جو بیچ میں پڑتا ہے ۔ اور کسی حیرت مند کو ندامت نہیں ہوتی " مگر ان کے نور تاباں سے "۔ (۸)

ایک مقام پر اسی ضمن میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بیان کے بعد حضرت سلطان العارفین ان پر درود لامحدود بھیجتے ہیں ۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " درود نامحدود ہو اس کے حضور جو معبود حقیقی کی وحدانیت کے سمندر میں مستغرق کرنے والے تمام عالم کے سردار اور محمود حضرت محمد مصطفےٰ ہیں جن کے سبب سے اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات پیدا کی گئی "۔ (۹) بیت کے آخر میں فرمایا جن کو

---

(۶) غوث الاعظم رح ۔ غنیۃ الطالبین ۔ ص ۳۸

(۷) علی بن عبداللہ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ ۔ اسکندریہ ۔ وفات ۶۵۴ھ مطابق سفینۃ الاولیاء نولکشور ص ۱۸۰

(۸) بشکریہ محی الدین ابن العربی ۔ فصوص الحکم ۔ ص ۳۱۰

(۹) درود نامحدود حضور ...... تا ...... نور ظہور از دیافت سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت مکتوبہ ۱۳۳۴ھ ص ۲-۳

آنحضورؐ کا قرب حضوری حاصل ہُوا ان کے قربان جائیے - اسی طرح سلطان العارفینؒ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری ؐ شرف کے بارے میں فرمایا " اگر زمین کے سارے خزانے دکھائی دیں اور جن انسان اور فرشتے تابعدار غلام بن جائیں تو یہ ہی آسان ہے لیکن مجلس نبوی اور استغراق مع اللہ دائمی طور پر حاصل کرنا سخت مشکل ہے -" (۱۰)

بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز عرفان اور بنی نوع انسان کی نجات کے لیے سب سے پہلے اسم اعظم اسم اللہ کو سمجھنے کی تلقین فرماتے ہیں - اور اس کے ساتھ روح اعظم کی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں - اور وہ روح اعظم حقیقت محمدیؐ ہے -

ڈاکٹر میر ولی الدین لکھتے ہیں " ذات احدیت باعتبار تعین اول صوفیہ کرام کی اصطلاح میں " حقیقت محمدیؐ " کہلاتی ہے - مظہر حقیقی احدیت حقیقت محمدیؐ ہے باقی تمام مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدیؐ ہیں - اور حقیقت محمدی کو عقل اول کہا جاتا ہے - جو روح اعظم ہے"-

" اول ما خلق اللہ العقل، اول ما خلق اللہ نوری، اول ما خلق اللہ روحی - سے اس کی تائید ہوتی ہے - اسی عقل اوّل کو جو تمام حقائق اشیاء پر اجمالی طور پر محیط ہے ام الکتاب - روح القدس - روح اعظم - قلم اعلےٰ - لوح قضاء - عرش مجید اور درۃ البیضاء کے اسماء سے یاد کیا جاتا ہے "

" انسان مظہر ذات ہے - اور ساری اشیاء مظہر اسماء - اب افراد انسانیہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مظہر اتم ہے - اس لیے آپ سید الانبیاء ہیں اور سید المرسلین ہیں - خاتم النبیینؐ ہیں "

" اس کا مطلب یہ ہے کہ انا اور اس کے اعتبارات کا ظہور یہاں کامل ہے - اسی لیے ذات الٰہی کو (جو وحدت کا دوسرا نام ہے) ذات محمدیؐ کی " حقیقت " کہا جاتا ہے "

---

(۱۰) آنچہ بر روے زمین غیبی افتادہ می بیسند . . . . تا . . . . . . مشکل وخیلی دشوار است (سلطان باہو - توفیق الہدایت - مکتوبہ ۱۳۴۴ھ ص ۹ - ۸)

"مرتبہ وحدت یا حقیقتِ محمدیؐ کو نورِ محمدیؐ بھی کہتے ہیں - اس کی توجیہہ بھی اسی طرح کی جاسکتی ہے - جس طرح کہ حقیقت محمدیؐ کی کی گئی - چونکہ معلومِ محمدی کامل و اکمل ہے اس لیے کامل نور سے اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے - اسی لیے کہا جاتا ہے نور محمدیؐ سے اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے۔ اَنا مِن نورِ اللّٰہ و کل شیٔ من نوری - اسی کی طرف اشارہ ہے"۔ (۱۱)

بالا مضمون اسی بات کی تفصیل ہے کہ بقول حضرت سلطان العارفین ساری دنیا کا پسارا، اسی ذاتِ اکمل کے وجود بابرکت کی وجہ سے ہے۔

اس تمام بحث سے حضرت سلطان العارفین کا یہ مقصد واضح ہو جاتا ہے کہ کس طرح یہ تمام کائنات آنحضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے قائم ہے - پس یہ حقیقت معلوم کرنے پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود پڑھنے چاہئیں - اللھم صلِ علےٰ سیدنا محمد و علےٰ آلِ سیدنا محمد و بارك وسلم -

---

(۱۱) ڈاکٹر میر ولی الدین - قرآن و تصوف ص ۱۱۲-۱۱۱

ب بنھ چلایا طرف زمین دے عرشوں فرش ٹکایا ہو (۱)

۲۰ گھر تھیں ملیا دیس نکالا اساں لکھیا جھولی پایا ہو (۲)

رہ نی دنیاں ناں کر جھیڑا اساڈا اگے دل گھبرایا ہو (۳)

اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈھا باھو دم دم غم سوایا ہو (۴)

لغت : بنھ : باندھ کر — ٹکایا : لا رکھا۔

لکھیا : نوشتہ ، تقدیر — جھولی : دامن

جھیڑا : جھگڑا — اگے : پہلے ہی

دوراڈھا : دور — سوایا : بڑھ جانا

ترجمہ : ۱۔ (مجھے عالم ارواح سے) (عالم اسفل کی طرف) تقدیر جبراً لے آئی اور عرش معلے سے فرش زمین پر لا رکھا۔

۲۔ (ہمیں) (اپنے عالم بالا کے) گھر سے جلا وطن کیا گیا، (اور اس طرح) ہم نے نوشتہ (تقدیر سے دامن بھر لیا

۳۔ اے دنیا تو میرا پیچھا چھوڑ دے (مجھے مبتلا کرنے کے لئے) مجھ سے نزاع نہ کر، میرا دل تو (اپنے اصلی وطن عالم بالا کے فراق میں) پہلے سے ہی گھبرایا ہوا ہے۔

۴۔ ہم (اس جہان میں) پردیسی ہیں۔ ہمارا وطن (عالم بالا) بہت دور ہے، اے باہو (ح وطن میں) لحظہ بلحظہ میرا غم زیادہ ہو رہا ہے۔

---

(۱) ف ، ش ، ع

(۲) ش ، ف ، ذ ، ع

(۳) اک ، ش

(۴) ف ، ذ ، ش ، ع

تشریح : عارف باللہ کی ارواح نے سوائے لقائے الٰہی کے کسی دنیا و عقبیٰ کی چیز کو قبول نہ کیا تھا۔ (۱) ان کا اصل وطن گویا عرش معلےٰ یعنی قربِ خداوندی کا لامکان ہے جب آدم علیہ السلام کے ساتھ حادثۂ شجر (۲) پیش آیا اور انہیں بہشت سے نکال کر زمین کی طرف بھیج دیا گیا تو گویا عرش سے فرش پہ وہ مجبوراً لائے گئے (۳) اس وقت سے عارف باللہ اور نیک لوگوں کی ارواح اپنے اصل وطن عالمِ بالا سے جدا ہیں اور بے قرار و بے چین ہیں۔ رومیؒ اسی موقعہ کے لیے فرماتے ہیں۔ بانسری کو دیکھ، اس میں یہ درد و سوز کیوں ہے، یہ تو اس لیے ہے کہ اسے اپنے مقام سے کاٹ لیا گیا ہے اور اب یہ اپنے مقام سے جدا ہو کر فریاد کر رہی ہے۔ اس کے سوز سے سب متاثر ہیں۔ (۴)

---

(۱) یک حصہ ارواحہا کہ روبروح حق تعالیٰ استادہ ماند، کہ درگوش ایشاں نرسیدہ بانگ دنیا و نہ عقبےٰ مشتاق غرق فنا فی اللہ بقا باللہ متابعت مجلس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم حضور فقیر عارف باللہ بود کہ درباب ایشاں پیغمبر صاحب فرمود قال علیہ السلام الفقر فخری والفقر منی۔ قال علیہ السلام الدنیا حرام علی اہل العقبیٰ۔ والعقبیٰ حرام علی اہل الدنیا، الدنیا والعقبیٰ حرام، علیٰ طالب المولیٰ قال علیہ السلام من لہ المولیٰ فلہ الکل۔

ترجمہ: ان ارواحوں میں سے دسویں حصہ نے نہ دنیا کی آواز سنی اور نہ عقبےٰ کی اور نہ ہی ان کی نظر دنیا ملعونہ پر پڑی نہ ہی حور و قصور پر وہ جماعت صاحب روح مشتاق لقا خداوندکریم کی ہوئی۔ اور فنا فی اللہ بقا باللہ میں ہمیشہ کے لیے مستغرق ہوئیں اور متابعت آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہو کر مجلسِ حضور میں مشرف رہیں اور لقب عارف باللہ حاصل کیا۔ اس جماعت کی صفات اور اثبات پر احادیث شاہد ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ اور صاحب عقبیٰ پر دنیا حرام ہے اور طالب مولیٰ پر عقبیٰ حرام ہے کیونکہ جس کا مولیٰ اس کا ہی کل ہے۔ (سلطان باہو۔ کلید التوحید شرح نظام الدین ص ۲۳۔۲۴)

(۲) ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین۔ مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے (البقرۃ۔ ۳۵)

(۳) فازلہما الشیطٰن عنہا فاخرجہما مما کانا فیہ وقلنا اہبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین۔ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے (البقرۃ۔ ۳۶) قرآن عظیم ترجمہ احمد رضا خان۔ تاج کمپنی ص ۱۰۔۱۱

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں یہ تو ارواح کا مقدر تھا کہ انہیں اپنے مقام ارفع سے ایک وقت معینہ کے لیے دور کر دیا گیا۔ مگر یہ دنیا اور دنیا کی پرستش کرنے والے ارواح کے مالک بھلا ہمیں کیوں ستاتے ہیں۔ جب کہ ہم تو خود ہی یہاں رہنا پسند نہیں کرتے۔ ہم تو رضائے خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے یہاں ایک مقررہ وقت گذار رہے ہیں۔ ہم تو پہلے ہی یہاں کے دنیوی ماحول سے گھبرائے ہوئے ہیں۔

سلطان محمد نواز رح ۵ رسالہ منظوم عندلیب لاہوت میں زاغ و بلبل کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بلبل جب زاغوں کے جنگل میں جا پہنچی تو زاغوں نے بہت برا منایا کہ یہ بلبل ان کے جنگل میں کیونکر آ گیا۔ تو بلبل نے بتایا کہ اس کا اصل وطن واقعی باغ ہے نہ کہ جنگل کا ویرانہ اور اس کی غذا قسم قسم کے میوے ہیں لیکن مشیت ایزدی اسے جنگل کے ویرانے میں لائی ہے۔ ایک معینہ وقت کے بعد اسے واپس اپنے باغ کو چلے جانا ہے کیونکہ اس کے بھیجنے والے نے اسے محض اپنے کسی مقصد کے لیے ادھر بھیجا ہے ورنہ مالک تو اسے بہت چاہتا ہے اور آخر وہ اس کی طرف ہی چلا جائے گا۔ اور فرمایا

سہ
صد ہزاراں زاغہا را شہر یار   از برائے بلبلے یک کرد خوار
گر پرِ یک بشکند زاغ سیاہ   می نہد صد داغ بر زاغ تباہ
اندکی اندک کن ای زاغ عقل نو   نشنیدہ چون نوح موسیٰ نقل نو
از برائے یک بلبل شاہ نوح   ریزہ ریزہ گشت زاغاں چون صبوح
از برائی [illegible] آن شاہ نوح   زانکہ اول جسم شد پس رفت روح
زانکہ اول ساقیان خواہند جام   می نمی نوشند چون نآرند جام
این برائے حکمت است آن پند ما   کے بشنوند زاغہا این پند ما
گرد شاہم بند در قفس شدید   خود تماشا می کند چون ماہ عید (۶)

---

۴ بشنو از نی چون حکایت میکند   وز جدائی ہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند   از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

[illegible] ۔ مثنوی ۔ [illegible] منشور ۱۳۴۷ھ دفتر اول ص ۱)

۵ ۔ [illegible] وفات ۱۳۵۷ھ) ابن سلطان نور محمدؒ ہشتم پشت از حضرت سلطان باہو)

۶ سلطان محمد نواز رح ۔ مجموعہ کلام سلطان محمد نواز ۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ۔ ص ۶۶ تا ص ۷۲ ۔

۲۱ ب بے تے پڑھ کے فاضل ہوئے ہک حرف نہ پڑھیا کسّے ہو (۱)
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدّھا جاں پڑھیا کجھ تسّے ہو (۲)
چوداں طبق کرن رشنائی انّھیاں کجھ نہ دِسّے ہو (۳)
باہجھ وصال اللہ دے باھوؒ سبھ کہانیاں قصّے ہو (۴)

لغت : تیں : اس نے
تِسّے : اس نے
انھیاں : اندھوں کو
دِسّے : دکھائی دے
رشنائی : روشنی

ترجمہ : ۱ (حروف تہجی (ب ، ت (سے ترکیب دیئے ہوئے اسباق) پڑھ کر تو (بہت) فاضل ہوگئے (لیکن معرفت ذات کے علم کا) ایک حرف (تک) کسی نے نہ پڑھا۔
۲- جس (کسی)نے اگر (کچھ علم معرفت) پڑھا (بھی) تو وہ انتہائے معرفت ذات تک پہنچ کر وصال) محبوب حاصل نہ کر سکا۔
۳- (نور معرفت ذات سے) چودہ طبقات (ارض و سما) روشن ہیں۔لیکن (معرفت ذات) سے اندھوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔
۴- اے باہو، اللہ (تعالیٰ)، کے وصال کے بغیر باقی (تو) ،سب کہانیاں اور قصے ہیں۔

---

(۱) ب ، ف ، ذ ، ش ، ع
(۲) ش ، ذ ، ف ، ب ،
(۳) ذ ، ع
(۴) ب ، اک ،

تشریح : علوم ظاہرے کئی کتابوں کے انبار پڑھ لیے جاتے ہیں مگر اصل حرف اُسم اللہ ذات کی حقیقت کو نہ کوئی پہنچتا ہے اور نہ اس کی طرف کوئی توجہ دیتا ہے اور اگر کوئی سالک علم معرفت ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بھی وہ عرفان ذات حاصل کر کے مقام وصال و فنا تک نہیں پہنچ سکتا حالانکہ نور معرفتِ ذات سے اور فنا فی اللہ عارفوں اور فقراء سے دنیا ہمیشہ روشن رہتی ہے

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ہدایت یافتہ ہدایت کرنے والے اور ولایت کے مالک ولی اللہ فقیر موجود نہیں یہ بات وہ غلط کہتے ہیں (ایسا کہنے والے) مرنے تک اندھے ہی رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری امت میں زبردست فقراً اور اولیاً (سورج کی طرح) روشن اور چمکتے رہیں گے"۔ (۱)

پھر فرمایا : قولہٗ تعالےٰ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ یعنی جہاں تم ہو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے لیکن تم گمراہ اور بے بصارت ہو کر سرکشی پر سرگرداں پھرتے ہو (۲)

اس کے بعد فرماتے ہیں اسم اللہ کے سبب سے ہی آسمان و زمین کے طبقات بلاستون قائم ہیں —— اور علم لدنی بھی اسی اسم ذات کے سبب سے طالب کے قلب پر جلوہ گر ہوتا ہے(۳)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں، قولہٗ تعالیٰ و من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی، یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا ؎

گر بہ گویم کور چشمے را ببیں   کے بہ بیند کور چشمے بے یقیں

یعنی میں اگر کسی اندھے کو کہوں کہ دیکھو، تو وہ بے یقین اور اندھا بھلا کس طرح دیکھے (۴)

---

(۱) سلطان باہو، محک الفقر اخورد، ترجمہ اردو، ملک چنن الدین، مطبوعہ ۱۹۶۱ء ص ۸، ۹

(۲) قولہٗ تعالیٰ وھو معکم این ما کنتم (الحدید ۴) تا ..... از گمراہ (سلطان باہو۔ عین الفقر شرح نظام الدین، ص ۲۰)

(۳) ہفت طبق زمین و .... تا ...... احتیاج نماند (سلطان باہو، عین الفقر، شرح نظام الدین، ص ۴۲)

(۴) قولہ تعالےٰ .... تا بیت .... کور چشمے بے یقیں (سلطان باہو، امیر الکونین، مکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۱۳)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ علم ایک حرف ہے اور وہی ایک حرف دونوں جہان میں تیرے لئے کافی ہے۔ وہ کونسا حرف ہے جو سب سے بزرگ ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ العلم نکتۃ وکثرتہا للجہال یعنی اصل میں جو علم ہے وہ ایک ہی نکتہ ہے باقی اس کی کثرت جاہلوں کے لیے ہے۔ علم با اعمال چاہیئے نہ کہ علم وبال۔ علم کمال چاہیئے نہ کہ علم جہال۔ علم وصال چاہیئے نہ کہ علم بد خصال ؎

باہو علم صرف و نحو داری یا علم خوانی اصول ایں ہمہ جہل است وغفلت جز خدا کردن حصول

یعنی اے باہو، صرف، نحو اور اصول کے جملہ علوم پڑھنا پڑھانا بھی جہالت وغفلت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا حصول نہیں ہے، اور واضح رہے کہ فقیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حاصل ہوتا ہے۔ (۵)

---

(۵) سلطان باہو، محبت الاسرار، مکتوبہ ۱۳۰۶ھ، ص ۲۵ (علم ایک حرف است تا بیت .... جز خدا کردن حصول)

ب بوہتی مَیں اوگن ہاری لاج پئی گل اسدے ہو (۱)
۳۲ پڑھ پڑھ علم کریہن تکبّر شیطان جیہے اوتھے مسدے ہو (۲)
لکھاں نوں بھَو دوزخ والا ہک نت بہشتوں رُسدے ہو (۳)
عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باھُوؔ اگے محبوباں دے کسدے ہو (۴)

لغت : بوہتی : بیحد، بہت ہی — اوگن ہاری : بدنصیب

بھَو : خوف، ڈر — گل : گلے میں

جیہے : جیسے — بہشتوں : بہشت سے

اگے : آگے — مسدے : محروم رہے

رُسدے : روٹھتے — کسدے : ذبح ہوتے

ترجمہ : ۱ (اے درویش) اگر میں بہت ہی بدنصیب ہوں (تو بھی) اپنا آپ اور اپنا سب سود و زیاں اُس ذات پاک کے کلی سپرد ہے لاج (و بھرم) اس (ذات پاک) کے گلے میں (حوالہ) ہے، (تو پھر کوئی غم نہیں)

۲۔ (ورنہ محض اپنے علم و فضل کے بھروسہ پر) کئی عالم (فاضل) علم پڑھ پڑھ کر شیطان جیسے متکبر ہو کر وہاں اس ذات پاک کے قرب میں (لطف و عنایات سے) محروم رہ گئے۔

۳۔ لاکھوں (زاہد و عابد) ایسے ہیں (جنہیں شب و روز ذات تمہاری سے) خوف دوزخ لاحق ہے اور کئی ایسے (محبوبانِ خدا ہیں جو کہ انتہائے قرب و ولایت میں محض دیدار ذات اور زیادہ قرب کے خواہاں ہو کر از روئے ناز) ہمیشہ بہشت سے بھی روٹھتے ہیں۔

۴۔ اے باہو، عاشقوں کے گلے پر تو ہمیشہ عشق کی چھری (چل رہی ہے) اور محبوب کے سامنے ذبح ہوتے رہتے ہیں۔

---

(۱) و، ن (۲) ع = ب ل میں (مسدے) کی بجائے (لسدے) درج ہے
(۳) ف۔ ذ۔ ش، ع
(۴) ف۔ ذ، ش۔ ع

تشریح: بیت میں حضرت سلطان العارفین فقیر کا اپنا سب کچھ اس مالکِ حقیقی کے سپرد کر دینے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں کہ اگرچہ اس کی فروگذاشتیں بہت ہیں مگر اس ذات پاک کی رضا و منشا کے سامنے جب مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر رکھا ہے تو وہی بہتر جاننے والا ہے اور اس کے لئے یہی کافی ہے ۔ حافظ برکت علیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

ٹھگ بدکردار ہاں   عیّار او گنہار ہاں
پر بندۂ سرکار ہاں   تساں ہتھ میری لاج و شرم   (۱)

آپ فرماتے ہیں "اہل علم کو اسباب پر امید ہے اور فقیر کو مسبب پر امید ہے ۔ فرمان الٰہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اس کے لئے وہی کافی ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا بھی تمہارے لئے اور عاقبت بھی تمہارے لئے اور میرے لئے مولا کافی ہے"۔ (۲)

دنیوی اور اخروی حرص و تمناؤں سے آزاد رہنے والے فقرار مقبولِ درگاہ ہوتے ہیں ۔ طبقہ زہاد دوزخ سے نجات حاصل کرنے اور بہشت کے حصول کے لئے شب و روز عبادت میں مشغول رہتے ہیں مگر فقرا ۔ مقبلانِ درگاہِ الٰہی جن کا شیوہ عجز و انکساری ہے اور وہ اپنا سود و زیاں مالکِ حقیقی کے سپرد کر دیتے ہیں ۔ ان کے سامنے دوزخ اور بہشت کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ (بعض مقبلانِ درگاہ کو جب بہشت میں داخل ہونے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ انکار کر دیتے ہیں اور بالآخر انہیں آمادہ کیا جاتا ہے ۔) (۳)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشاق ذات فقرار تو ہمیشہ محبوب حقیقی کے حضور میں رہ کر کبھی تو خنجر آلام سہ رہے ہوتے ہیں اور کبھی خنجر فراق سے ذبح ہو رہے ہوتے ہیں ۔ گویا ہر آن اپنا سر دے رہے ہوتے ہیں ۔

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را   ہر زمان از غیب جانی دیگر است

---

(۱) حافظ برکت علی لدھیانوی ۔ سی حرفی مقبول (۲) سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ص ۳۶

(۳) حدیث شریف :۔ ایسے لوگ بھی ہوں کے جن کو جبرا کھینچ کر بہشت میں لایا جائے گا پھر فرمایا ۔ جو محبانِ حق ہیں قیامت کے دن انہیں بہشت میں جانے کا حکم ہوگا لیکن وہ کہیں گے کہ ہم نے بہشت یا دوزخ کے لئے پرستش نہیں کی ، ہم نے محض تیری محبت کی خاطر تیری پرستش کی ہے ۔ حکم ہوگا واقعی ایسا ہی ہے لیکن دیدار اور وصال کا وعدہ بہشت میں پورا ہوگا ۔ وہاں چلو ۔ فرشتے انہیں نوری زنجیروں میں جکڑ کر لے جائیں گے ۔ (فوائد الفواد ۔ حسن سجزی لاہور ص ۱۴۲)

پ پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون کیا ہویا اس پڑھیاں ہو (۱)
۳۳ ہرگز مکھن مول ناں آوے پھٹے دودھ دے کڑھیاں ہو (۲)
آکھ چنڈورا ہتھ کے آیئو اس انگوری چنیاں ہو (۳)
ہک دل خستہ رکھیں راضی باھو لہیں عبادت وریاں ہو (۴)

لغت : رجھاون : خوشنودی حاصل کرتے ہیں   مکھن : مکھن

پھٹے : خراب شدہ   دُدھ : دودھ

کڑھیاں : ابلنے پر   چنڈورا : ایک پرندہ ، مراد بے عقل

انگوری : بیج کاشتہ کے لگنے کی پہلی منزل ۔ وریاں : سالہا سال کی

ترجمہ : ۱ (یہ علمائے زمانہ) علم پڑھ پڑھ کر (امراء) وسلاطین کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں - بھلا اس پڑھنے (اور حصول علم) سے کیا حاصل (علم تو حصول معرفت ذات کیلئے ہے)

۲ - جو (علم کا) دودھ (حب سلاطین کے بداثر سے) پھٹ جائے اسے خواہ جس قدر بھی (زہد و عبادت کی حرارت سے) ابالا جائے اس سے ہرگز (معرفت الہی) کا مکھن نہیں نکل سکتا -

۳ - اے چنڈورے (اے طالب ناقص) تجھے اس سے کیا حاصل کہ تو نے (اپنی مزرعہ کاشت کرتے ہی پھلنے پھولنے سے پہلے (ابتدائی اگی ہوئی) انگوری کو ہی چن لیا -

۴ - اے باہو، اگر تو ایک (ایسا) دل راضی کرے جو کہ (محبت الہی میں) چور چور ہو چکا ہے تو تجھے کئی سالوں کی عبادت (کا ثواب) ملے گا -

---

(۱) ا ، ع ، ش ، ذ

(۲) ا ، ب ، ج ، ذ ، ش ، ف

(۳) ا ، ا ، ک

ب ل میں (چنڈورا) کی بجائے (چندوڑا) ہے

(۴) ا ، ب ، ف ، ذ ، ع

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں سے

علم نہ علم است کہ برارباب جاہ جادو است آن از پیٔ تسخیر شاہ (۱)

نیز فرمایا " علماء کہتے ہیں کہ میاں علم خوب پڑھو تاکہ ہمنشینی بادشاہ کی حاصل ہو یا قاضی کا رتبہ تضا مل جائے گا ۔ اور فقیر کہتا ہے کہ توکل کو اپنا شعار کرو ۔ اور خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرو ۔ علماء کہتے ہیں کہ یہاں علم نحو وصرف کو سیکھو ۔ خوب اصولی علم ہے ۔ فقیر کہتا ہے کہ فنا فی اللہ غرق ہو کر علوم متنازعہ کو فراموش کر دے " ۔ (۲) عالم اور فقیر کے ایسے ہی فکری امتیاز کی بنا پر حضرت سلطان العارفین بیت میں فرماتے ہیں جس علم سے مقصود نمائش اور حصول دنیا ٹھہر گیا اس کی مثال ایسے دودھ کی ہے جس کی ہیئت بگڑ چکی ہو اس سے نہ مکھن برآمد ہوگا اور نہ گھی ۔ ایسا عالم علم کے مقصود یعنی عرفان ذات حق کو کبھی نہیں پہنچ سکتا ۔ اس نے تو گویا اپنی بوئی فصل کو تیار ہونے سے پہلے ضائع کر دیا ۔

" فرمایا حضور علیہ السلام نے " العلماء امناء الرسول مالم یخالطوا بالملوک والاغنیاء فاذا خلطوا ھم فلتحذروھم لانھم نصوص الدین وقطاع الطریق ۔ یعنی عالم رسول کے امین ہوتے ہیں جب تک وہ بادشاہوں اور دولتمندوں سے اختلاط نہ کریں اور جب ان میں خلط ملط ہو جائیں تو ان سے بچو کیونکہ وہ دین کے لٹیرے ہیں اور رہزن ۔ " (۳)

پھر فرمایا ۔ " علماء ، اہل دنیا ۔ امراء اور خوانین کے دروازوں پر پریشان حال ہوتے ہیں علماء کو اس وقت ہلاکت اور بھوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ کلام اللہ سے بے اعتقاد ہو جاتے ہیں ۔ فقیر کو اس وقت ہلاکت ۔ پریشانی اور خرابی واقع ہوتی ہے جب وہ خدا تعالیٰ سے ہٹ کر اہل دنیا کا رخ کرتا ہے " ۔ (۴)

---

(۱) سلطان باہو ۔ محک الفقر کلاں ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۴ء ۔ ص ۱۱۲

(۲) علماء میگوید ...... تا ...... ای مجہول (سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ حصہ دوم ۔ شرح نظام الدین ص ۳)

(۳) سلطان باہو ۔ محک الفقر خورد ۔ ترجمہ اردو ۔ ملک چنن الدین مطبوعہ ۱۹۶۱ء ۔ ص ۳۷

(۴) پریشان بر در اہل دنیا ...... تا ...... بسوئے اہل دنیا آرد (سلطان باہو ۔ عین الفقر حصہ دوم شرح نظام الدین ص ۴۸)

سیدنا غوث الاعظم کو ارشاد ربانی ہوتا ہے۔ اے غوث الاعظم تو جب کسی کو فقر و فاقہ میں خستہ دیکھے تو اس کے قریب ہو جا کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں ہے (۵)۔

حضرت سلطان العارفین بھی خستہ دل فقیروں کی خوشنودی کو بدرجہا عبادات کا مرتبہ دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا جلال الدین رومی بھی فرماتے ہیں۔

؎ یک زمان صحبتی با اولیـــار

بہتر از صد سالہ طاعت بی ریا (۶)

---

۵ سید عبد القادر جیلانی۔ رسالہ غوثیہ معراجیہ

۶ جلال الدین رومی۔ مثنوی شرح بحر العلوم نولکشور ۱۲۹۳ھ۔ ص ۵۶۔

ترجمہ۔ ایک لحظہ اللہ کے کسی پیارے کی صحبت میں رہنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

پ پڑھ پڑھ عالم کرن تکبّر حافظ کرن وڈیائی ہو (۱)
۴۴ گلیاں دے وچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہو (۲)
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو (۳)
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باھُوؔ جنہاں کھادھی ویچ کمائی ہو (۴)

لغت : وڈیائی : بڑائی   نمانے : بیچارے
چائی : اٹھائے ہوئے   چنگا چوکھا : اچھا بھلا
سوائی : زیادہ   ویچ : بیچ کر

ترجمہ : ۱۔ علمائے (ظاہر) (علوم ظاہری) پڑھ پڑھ کر تکبر کرتے ہیں (اور بعض) (بے عمل) حافظ (طوطے کی طرح قرآن ازبر کرکے) غرور میں مبتلا ہیں۔

۲۔ (حالانکہ یہ بیچارے معرفتِ حق سے بے بہرہ ہیں) اور کوچہ بکوچہ کتابیں اٹھاتے پھرتے ہیں (اور اس فعل پر غرہ ہیں)

۳۔ (ان کا ردِ عمل یہ ہے کہ) جہاں ان کو (پیٹ بھرنے کے لیے) اچھی اور زیادہ اشیا نظر آ جائیں تو وہاں بڑھ چڑھ کر کلام پڑھتے (اور مسائل بیان کرتے) ہیں۔

۴۔ اے باہو، (جنہوں نے عرفانِ حق سے بے بہرہ ہو کر) اپنے (علم و عمل اور ضمیر) کو بیچ کر زندگی بسر کی وہ دونوں جہانوں میں (عرفانِ حق) سے محروم رہے۔

---

(۱) ا، اک = ب د میں یوں ہے ع
پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبر ملاں کرن وڈیائی

(۲) ا، ب، ذ، ہ

(۳) ا، ب، ہ، ف، ش، ذ

(۴) ا، ف، ش، ذ، ب
ب ل میں (کھادھی) کی بجائے (کھابدی) درج ہے۔

تشریح : علمائے ظاہر اور قرآن حکیم کے حفظ کرنے والے اکثر دیکھے جاتے ہیں کہ وہ اپنے حاصل کردہ علوم کی حقیقت کی طرف مائل ہونے اور عالم باعمل ہونے کی بجائے تکبر اور خود ستائی کی تاریکیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ حصولِ علم کے بعد یہ لوگ معاشرہ میں آکر بے عمل ہونے کی وجہ سے دنیا کے حصول و حرص میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ دنیا داری انہیں حرص و ہوس کی خواہشات کے ساتھ حصول زر کے مواقع کی تلاش میں گلی گلی شہر بہ شہر پھراتی ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے علوم کے دفتر بھی اٹھائے پھرتے ہیں۔ وہ علوم جو معرفت حق سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اب ان کے لیے بے سود ثابت ہوتے ہیں۔ وہ جس جگہ پر حصول دنیا کے لیے اچھے مواقع دیکھتے ہیں اور جہاں کہیں بھی شکم پروری کا زیادہ سے زیادہ سامان پاتے ہیں وہاں ہی اپنے علوم کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور مسئلہ مسائل کے بیان و تلاوت و قرأت کے ادا کرنے میں زیادہ سے زیادہ زور لگاتے ہیں۔ انہیں پیشہ ور علماء و حفاظ کے بارے میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دونوں جہاں میں آخر کار عرفان حق حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ۔ ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ میری آیتوں کی کم قیمت نہ لو۔ علم نصیحت اور الٰہی رازوں کی معرفت کے لیے ہوتا ہے"۔ (۱)

امام بخاریؒ (۲) اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں "جس شخص نے کسی ظالم کے سامنے اس لیے قرآن پڑھا کہ اس سے کچھ مالی منفعت حاصل کرے تو ایسے شخص کو ہر حرف کے عوض دس لعنتیں ملیں گی"۔

ایک حدیث کا مضمون ہے "جو شخص قرآن پڑھے اسے چاہیئے کہ وہ قرآن کے واسطے سے

---

(۱) قولہ تعالیٰ ولا تشتروا ..... تا برائے معرفت اللہ راز است (سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۳۳۲ھ۔ ص ۔)

(۲) محمد بن اسمٰعیل الحافظ ابو عبداللہ ۔ ۱۹۴ھ ۔ ۲۵۶ھ) مطابق مقالہ۔ امام اعظم ابو حنیفہ از نور سلطان القادری متخصص جامعہ بہاولپور۔ ص ۴، فٹ نوٹ

اللہ سے اپنی حاجت مانگے کیونکہ آئندہ کچھ لوگ ایسے بھی آنے والے ہیں جو قرآن کو پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگیں گے،، (۳)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو معرفت قرب اور دیدار کی خاطر علم پڑھتا ہو۔ اور اس کی غرض اس سے روشن ضمیری اور بیداری قلب ہو۔ بلکہ وہ دنیاوی رزق اور روزگار کی خاطر پڑھتے ہیں" (۴)

" ایک دفعہ مسجد نبوی میں صحابہ کرام قرآن مجید پڑھ رہے تھے جن میں بدوی، عجمی اور دوسرے صحابہ شریک تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا پڑھے جاؤ سب کا طرز اچھا ہے۔ اس کے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن مجید کو تیر کی طرح سیدھا کرے گی لیکن اس کا مقصد ثواب آخرت نہ ہوگا۔ بلکہ دنیا ہوگی،، (۵)

جو شخص کلام پاک کو رجوعات خلق کے لیے پڑھتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلقت میری مسخر ہو جائے اور ان سے درم و دینار بطور نیاز لیتا ہے اور اسی کو روزی کا وسیلہ قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتبار نہیں کرتا وہ محض ریا اور شرک میں مبتلا ہوتا ہے"۔ (۶)

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر اور پشتو کے عظیم المرتبت شاعر خوشحال خاں خٹک (۷) جو علمائے سوء اور صوفیائے خام کی بے راہروی پر سخت نکتہ چینی کرتا ہے اور علمائے سوء اور صوفیائے خام پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے " جو کوئی کنز و قدوری پڑھ لیتا ہے وہ مُلا بن بیٹھتا ہے۔ پھر حرام و حلال کو اپنے لیے جائز قرار دے لیتا ہے۔ بس کتابیں سر پر لاد کر مُلا بن جاتے ہیں

---

(۳) بشکریہ سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر۔ لاہور نومبر ۱۹۶۹ء ص ۲۵۴

(۴) ہیچ عالم ندیدم . . . . تا روزگار معاش است سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۱۰۵

(۵) بشکریہ سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر۔ لاہور نومبر ۱۹۶۹ء ص ۳۱۹

(۶) سلطان باہو۔ مفتاح العارفین۔ ترجمہ اردو۔ ناشران چنن الدین فضل الدین ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۲

(۷) خوشحال خاں خٹک۔ مدفن اکوڑہ خٹک (۱۰۲۲ھ - ۱۱۰۰ھ) بشکریہ اعجاز الحق قدوسی۔ تذکرہ صوفیائے سرحد۔

اور گاؤں گاؤں محلہ محلہ جوری ٹھگی کرتے پھرتے ہیں - مسجد میں آ کے پانچ وقت اذان دیتے ہیں لیکن اگر زکوٰۃ و فطرہ نہ ملے تو مسجد کو بھی ڈھا دیتے ہیں - لکھنا پڑھنا کچھ آتا نہیں - البتہ ٹھگی خوب جانتے ہیں - تعویذ دیتے ہیں اور جھوٹ موٹ کچھ لکھ دیتے ہیں۔" (۸)

اسی مطلب میں ایک عربی مقولہ ہے جس کے معنی ہیں - " زبان اللہ اللہ کرتی ہے - دل لوگوں کی خونخواری پر تلا ہوا ہے "۔ (۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعے سے دنیا کماتے پھریں گے - لوگوں کو اپنی ترقی دکھانے کے لیے دنبے کی کھالیں پہنیں گے - ان کی زبانیں قند سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں سے ہوں گے "۔ (۱۰)

---

(۸) پشتو نظم - چہ کنز و تدوری .... تا .... دروغ کنیں (خوشحال خان خٹک - بشکریہ اعجاز یحیٰ قدوسی - تذکرہ صوفیائے سرحد - ص ۴ - ۲۶۳ - منتخبات ص ۳۱۷ -)

(۹) اللسان یسبح و القلب یذبح (بشکریہ مفتاح العلوم شرح مثنوی - مولوی محمد نذیر عرشی - دفتر اول حصہ پہلا - لاہور ۱۹۵۹ء - ص ۵۷)

(۱۰) یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من السکر و قلوبھم قلوب الذیاب - الخ - (مشکوٰۃ) (بشکریہ مفتاح العلوم شرح مثنوی - مولوی محمد نذیر عرشی - دفتر اول حصہ پہلا - لاہور ۱۹۵۹ء - ص ۵۷)

پ ۳۵

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہو (۱)
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر ناں موری ہو (۲)
مولا والی سدا سکھالی دِل توں لاہ تکوری ہو (۳)
باھو رب تہناں نوں حاصل جنہاں جگ ناں کیتی چوری ہو (۴)

لغت : سداون : کہلاتے ہیں — دوہری : دگنا
موری : نقب — لاہ : اتار دے
تکوری : دھوئیں کی تہہ

ترجمہ : ۱ (بعض طالبان ناقص علم ظاہری) پڑھ پڑھ کر (اپنے آپ کو) مشائخ کہلاتے ہیں۔ اور بہت زیادہ عبادت بھی کرتے ہیں۔

۲۔ (ان کے) (دل) کے اندر کی جھونپڑی (کا متاع ایمان نفس و شیطان کے ہاتھوں) لٹا جا رہا ہے اور (ان کے) جسم و جان کو نقب زنی کی خبر تک نہیں ہے۔

۳۔ (اے طالب) تو اپنے دل سے (غفلت) کا سیاہ جالہ اتار (اور خوب سمجھ لے) کہ (صرف) مالک والی ہی ہمیشہ شاد و آباد ہوتی ہے۔

۴۔ اے باہو (معرفت) رب تعالیٰ تو ان کو حاصل ہوتی ہے جنہوں نے (اپنے دل کے اندر کی جھونپڑی کا متاعِ ایمان) اس چند روزہ زندگی میں (اپنے آپ) چوری کر کے (ضائع نہ کیا ہو)

---

(۱) ک ، ب ، ع

(۲) ش ، ذ ، ع

ب ل میں (موری) کی بجائے (موہری) ہے

(۳) ش ، ذ ، ع ، ف

(۴) ب ، ع

تشریح : حق جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا۔ کیا حکم کرتے ہو تم لوگوں کو ساتھ بھلائی کے اور بھولے جاتے ہو جانوں اپنی کو اور تم پڑھتے ہو کتاب کیا پس نہیں سمجھتے ہو۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین دیوان باہو میں فرماتے ہیں ؎

زنگ از دل دور کن صیقل بزن لایزل لاصیقل آمد بایقین "۔ (۲)

یعنی اپنے دل کا زنگ تو دور کر دے تو اس پاکیزہ اور صیقل شدہ مقام میں وہ رب لایزل یقیناً آجاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں "مجھے ان لوگوں کی حالت پر حیرانی ہے جو ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں اور باطن میں اپنے نفس کے تابع۔ وہ لوگوں کی نظر میں صاحب فیض ہوتے ہیں اور مرتبہ کے لحاظ سے زن اہل حیض ہوتے ہیں"۔ (۳)

قال علیہ السلام۔ لکل شئی مصقلۃ ومصقل القلب ذکراللہ تعالٰے۔ (۴)

ترجمہ : آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کی صیقل کی جاتی ہے اور دل کی صیقل گری اللہ تعالٰے کا ذکر کرنا ہے۔

اور یہ ذکر یقیناً مسلسل ظاہری اور باطنی ورد ذکر اللہ سے صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ گویا ذکر جلی اور پھر ذکر خفی کی باقاعدگی۔ اسی ذکر پاس انفاس کی اہمیت میں حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الدنیا ساعۃ فاجعلھا طاعۃ (۵) یعنی دنیا گھڑی بھر کی ہے سو اس کو اطاعت بنالو اور پھر اسی اطاعت میں کوتاہی یا چوری نہ کرنے کی حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ تنبیہہ فرماتے ہیں۔ تاکہ اس اطاعت کی برکت سے عرفان رب حاصل ہو جائے۔

---

(۱) اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب ط افلا تعقلون۔ (البقرۃ۔۴۴)

(۲) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ ناشران بیٹن الدین لاہور مطبوعہ ۱۹۵۵ء۔ غزل نمبر ۲۳۔ ص۱۱

(۳) "عجب دارم ازاں قوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مراتب زن اہل حیض" (سلطان باہو۔ کلید التوحید مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۶)

(۴) حدیث رسولؐ۔

(۵) حدیث رسولؐ (بشکریہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۲۴)

پ
۳۶

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوتے بھارے ہو (۱)
اک حرف عشق دا پڑھنڑ نہ جانڑن بھلے پھرن بچارے ہو (۲)
اک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھ ہزاراں تارے ہو (۳)
لکھ نگاہ جے عالم ویکھے کسے نہ کدھی چاہڑے ہو (۴)
عشق عقل وچ منزل بھاری سئیاں کوہاں دے پاڑے ہو (۵)
جنہاں عشق خرید نہ کیتا باھو اوہ دوہیں جہانیں مارے ہو (۶)

لغت : بھارے : بہت بڑے، جید   تارے : تیرا کر پار کر دے
چاہڑے : چڑھائے، پار کرے   کدھی چڑھائے : پار لگائے، منزل مقصود تک پہنچائے
کدھی : کنارا   پاڑے : فاصلہ مابین   کوہاندے : کوسوں کے

ترجمہ : ۱- ہزاروں کتابیں اور (ہزاروں) علوم پڑھ پڑھ کر جید عالم (تو) ہو گئے
۲- (لیکن یہ) بیچارے (نامحرم معرفت عشق ذات ہو کر علم) عشق کا ایک حرف (تک بھی) پڑھنا نہیں جانتے اور راہِ عشق (معرفت سے) بھولے (بھٹکے) پھر رہے ہیں۔
۳- عاشق (صادق) اگر (رحمت کی) ایک نظر دیکھے تو لاکھوں ہزاروں (سرگشتگانِ الفت کو وحشت وحیرت کے سمندر سے نکال کر) پار کر دیتا ہے۔
۴- (اس کے برعکس علم ظاہری حاصل کردہ) عالم (جس کی نظر عرفانِ حق اور عشق ذات سے بے بہرہ ہے) اگر لاکھوں دفعہ توجہ کرے تو (اس سے) کسی (پریشان حال کی کشتی) کنارے نہیں لگتی۔
۵- عشق (جو کہ ماسوا اللہ سے روگردان کر کے خوبیت داستغراق کے راستے معرفت ذات عطا کرتا ہے) اور عقل (نشیب و فراز کو دیکھ کر خیر و شر کو بھانپتا ہے حصول مقصد کا متلاشی تو ہے لیکن اس میں وہ جرات نہیں جس سے وہ منزل اولیٰ تک پہنچے) لہذا ان (دونوں قوتوں کے درمیان) اونچی منزل ہے اور سینکڑوں کوسوں کا فاصلہ مابین حائل ہے۔

(۱) ھ (۲) ھ (۳) ب، ف، ھ، ے

۶۔ اے باہو! جنھوں نے (اپنا متاع دو جہاں دے کر) عشق (حقیقی) خرید نہ کیا وہ دونوں جہانوں (دنیا و عقبےٰ) میں (عرفان حق) سے بے بہرہ رہے۔

---

(۴) ک، ش، ف، ب، ع

(۵) ذ، ش، ف، ع

(۶) ب،

نوٹ۔ نسخہ ر ی میں بھی بیت کی بالکل یہی ترکیب ہے۔

تشریح : ظاہری علوم کے ہزاروں کتب و رسائل پڑھ لینا اور ان علوم پر حاوی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اصل کام تو مکتبِ عشق کا ہوتا ہے جہاں سے عرفان ذاتِ حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر عرفان حاصل نہیں ہوا تو یوں سمجھیں کہ تمام عمر جو اگرچہ کتنے بڑے بڑے علوم کے حصول میں بھی گزری ہو ضائع ہو گئی اور یہ محض بے خبری ہی کا زمانہ سمجھا جائے گا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "بعض سالک۔ طالب یا مرشد اپنے آپ کو اہلِ حضور سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خدا تعالےٰ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح بے خبری کے عالم میں سرگرداں رہتے ہیں جیسے کولہو کا بیل تمام دن بندھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چکر کاٹتا رہتا ہے"۔ (۱)

عاشق کی نظر کے اثر کے بارے میں فرماتے ہیں "کامل فقیر کی نظر تمام عمر کی عبادت سے بہتر ہے نیز فضیلت کے تمام علموں اور فقہ کے تمام مسئلوں سے بہتر ہے کیونکہ علم ظاہر تو جلد و پوست میں ہے اور علم توحید معرفت کے سینہ میں ہوتا ہے جو سرِّ الٰہی ہے۔ علماء تو علم مردوں سے سیکھتے ہیں اور فقراء اللہ تعالےٰ حیّ وقیوم سے حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے "وعلمناہ من لدنا علماً۔" "اسے ہم نے اپنے پاس سے علم سکھایا"۔ (۲)

"جس فقیر کو قرب ربانی حاصل ہے اس کی نگاہ مردہ دل کے وجود کے تانبے کو کندن بنا دیتی ہے۔ دوم۔ اگر وہ کافر کی طرف نگاہ کرے تو اسے اسی وقت مسلمان بنا دیتی ہے۔ تیسرا اگر عالم کی طرف نگاہ کرے تو اس کے سینے سے علم اس طرح لے لیتا ہے کہ عمر بھر نسیان رہتا ہے۔ اگر نیک نگاہ کرے تو علم باطنی اور معرفت الٰہی منکشف ہو جائیں۔ چہارم۔ اگر جاہل کی طرف دیکھے تو تمام علوم اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ پنجم۔ اگر منافق کی طرف آنکھ اٹھا کر

---

(۱) "بعضے سالک یا طالب ...... تا ...... گرد چاہ گردد"۔ (سلطان باہو عین الفقر حصہ دوم۔ شرح نظام الدین۔ ص۵۷)

(۲) "یک نظر فقیر کامل ...... تا ...... قولہ تعالیٰ وعلّمناہ"۔ (سلطان باہو محبت الاسرار ص۱۲ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔)

دیکھے یا تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ششم - یہ کہ اگر مفلس کی طرف نگاہ کرے تو اسے غنی بنا دے - اگر غنی کی طرف قہر کی نگاہ سے دیکھے تو اسے مفلس کر دے - ہفتم - اگر اہل نور پر نگاہ کرے تو اہل حضور کے مرتبہ پر پہنچا دے۔ (۳)

حضرت سلطان العارفین نے دراصل بیت میں علم ظاہر کی کم مائیگی اور عشق کی بادشاہی اور پرمائیگی کی طرف اشارہ فرمایا ہے -

درحقیقت علم تو ایک نکتہ ہے اور اس کی کثرت و تفصیلات جاہلوں کے لیے ہے (۴) نیز بلھے شاہ (۵) نے بھی یہی نکتہ کی بات عیاں فرمائی ہے ع سانوں الف ہکو درکار - (۶) البتہ مرد کامل فقیر کی نظر عطا بخش ہے جو نکتہ رساں و فیض بخش ہے - کیا خوب شعر ہے -

؎ یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی (۷)

عقل و عشق میں فرق بھی لامتناہی ہے - جہاں بھی حق کا معاملہ آتا ہے عشق مصلحتوں اور عافیت و آرام کو چھوڑ کر حق کی حمایت میں جان پیش کر دیتا ہے اور عقل بیچارہ اپنی مصلحتوں اور عافیتوں کو سوچتا رہتا ہے - اس لحاظ سے عقل بے مقام اور بے مرتبہ ہے -

؎ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (۸)

---

(۳) سلطان باہو - اسرار قادری - ترجمہ اردو - چنن الدین لاہور ۱۹۶۳ء - ص ۷۵-۷۶ تلخیص

(۴) حدیث - العلم نکتۃ و کثرتھا للجھال -

(۵) بلھے شاہ - قصور

(۶) بلھے شاہ - کافیاں

(۷) علامہ اقبال - بال جبریل

(۸) اقبال علامہ - بال جبریل

پ پڑھیا علم تے ودھی مغروری عقل بھی گیا تلوہاں ہو (۱)
۴۷ بھلا راہ ہدایت والا نفع نہ کیتا دوہاں ہو (۲)
سر دتیاں جے سرّ ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ہو (۳)
وڑیں بزار محبت والے باھُوؒ کوئی رہبر لے کے سوہاں ہو (۴)

لغت : ودھی : زیادہ ہو گئی
تلوہاں : نیچے کی طرف
دوہاں : دونوں نے
توہاں ، تو خود
وڑیں : داخل ہو دیں
سوہاں ، واقف کار
بزار ، بازار

ترجمہ : ۱۔ (اے طالب تونے علم ظاہری) پڑھ لیا اور (تیرا) غرور (نفس) زیادہ ہو گیا (تیرا) عقل بھی (بجائے مقام علیین کے مقام اسفلین کی طرف) نیچے چلا گیا۔

۲۔ (تجھے چونکہ راہِ ہدایت بھول گیا ہے (اس لئے تیرے علم اور عقل) دونوں نے کوئی نفع حاصل نہ کیا۔

۳۔ (اے سالک! راہِ معرفت میں) اگر سر قربان کرنے سے رازِ معرفت ہاتھ آئے تو یہ) سودا سود مند ہے تو ہی کہیں سودا ہار نہ جانا۔

۴۔ اے باہو، بازار محبت (الٰہی) میں کوئی واقف کار رہبر (مرشد کامل) کا ساتھ لیکر ہی داخل ہونا۔

---

(۱) ن، و (۲) ہ، ن، و
(۳) ط، ن، و (۴) ط، ن، و

تشریح : عرفان حق حاصل نہ ہو تو علم و فضل نفس کے فریب میں مبتلا کر کے غرور کا مرتکب کر دیتا ہے۔ انسانی عقل جیسے علم سے جلا حاصل ہوتی ہے عشق کے فقدان سے مادہ پرستی کے گھٹیا اور ذلیل خواہشات و رجحانات میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے۔

"جب انسان علم دانا کو اپنا سمجھتا ہے۔ من حیث الغضب تو ہوئی، پیدا ہوتی ہے۔ نفس و ہوئی کی وجہ سے وہ امانت کی حیثیت سے نکل کر غاصبانہ حیثیت اختیار کر لیتا ہے گویا توحید چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہوئی کی مذمت قران کریم میں کئی جگہ آئی ہے۔

قرآن - ولا تتبع الھویٰ فیضلك عن سبیل اللہ - ترجمہ - اور مت پیروی کر خواہش نفس کی پس گمراہ کر دیوے گی تجھ کو راہ خدا کی سے - (۱)

فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا - ترجمہ - پس مت پیروی کرو خواہش کی بیچ اس کے کہ عدل کرو - (۲)

أرئیت من اتخذ الٰھہ ھوٰلہ - ترجمہ - کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ پکڑا اس نے معبود اپنا خواہش اپنی کو (۳) اس راہ عشق میں حواس و قیاس و عقل و فہم اس محبوب کی یافت سے عاجز ہیں کیونکہ عقل و وہم و حواس و قیاس سب نو پیدا اور حادثات ہیں اور حادث کو حادث ہی کا ادراک ہو سکتا ہے۔

البتہ اس راہ میں غایت ادراک عجز ہے۔ سر دینا پڑے گا۔ سر دے کر یہ سودا کرنا پڑے گا۔ العجز من درك الادراك ادراك - (۴)

"علم کیا ہے راہ ہے اور مرشد کیا ہے رہبر ہے۔ راستہ بدوں رہبر کے طے نہیں

---

(۱) (پ ۲۳ - ع ۱۱)

(۲) (پ ۵ - ع ۱۷)

(۳) (پ ۱۹ - ع ۲)

(۴) حضرت ابوبکر صدیق باتفاق متقدمین و متاخرین علماء ظاہر و باطن مثلاً امام غزالیؒ - محی الدین العربی - شاہ عبدالعزیز - شاہ عبدالحق محدث وغیرہ -

ہو سکتا۔ اس لیے جو خود راہ ہوتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور جو کسی کے ہمراہ ہوتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ اس طرح طالب صادق مرشد کے ذریعہ اپنے مقامات طے کرتا ہے (۵)

"مفسرین زیرِ آیت واتبع سبیل من اناب الیّ (۶) لکھتے ہیں کہ اس کا اتباع کرو جس نے میری جانب رجوع کیا ہو۔ اور مقام قرب میں پہنچا ہوا ہو۔ اس سے مراد بیعت ہے۔ اللہ کریم جل مجدہٗ جس کی ہدایت چاہتا ہے اسے کوئی سچا راہنما مل جاتا ہے" (۷)

"محض علم ظاہر پر اکتفا کرنا کمالاتِ بشری سے محروم رہنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی باوجود علمی رفعتوں پر فائز ہونے کے بھی اطمینان قلب جیسی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں اور آج تو کثرت سے اہلِ علم حضرات موجود ہیں۔ جن کے علامہ ہونے میں کلام نہیں اور امر و نواہی کے بھی نمونے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر نفس کی شرارتوں سے مامون نہیں ہیں۔ غصہ، حسد، غرور، حرص، ریا، بخل، تکبر اور عجب وغیرہ اوصاف رذیلہ میں سے اکثر اوصاف میں ملوث نظر آتے ہیں جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ نعمت قرب ربانی سے محروم ہیں جس پر شرافت و طمانیت کا انحصار ہے۔ اگر ظاہری علوم ہی صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوتے تو تمام اہل علم عارفین حق ہو جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب انسان کو راہ حق پیش کر سکتی ہے مگر ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتی۔ قانون کسی جرم کے عوض میں مجرم کو بیڑیاں ڈال سکتا ہے مگر اس کو جرم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ پس یہی سبب ہے کہ قدرت نے تمام کتابوں کے ساتھ عملی نمونے مبعوث فرمائے ہیں اور یہ آیۃ کریم قال لہ موسٰی ھل اتبعک علیٰ ان تعلمنِ مما عُلّمتَ رُشدا (۸) اس امر کی کھلی دلیل ہے

---

(۵) سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ ناشران حنین الدین۔ مطبوعہ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

(۶) پ ۲۱۔ لقمان، "پیروی کر راہ اس شخص کی کہ رجوع کرتا ہے طرف میری"

(۷) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۶۴

(۸) "کہا واسطے اس کے موسےٰ نے کیا پیروی کروں میں تیری اوپر اس کے کہ سکھا دے تو مجھ کو اس چیز سے کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی" (الکہف۔ ۶۶)

کہ راہ رشد مرشد کامل ہی سے مل سکتی ہے"۔ (۹)

"امام احمد بن حنبلؒ (۱۰) اکثر حضرت بشر حافیؒ (۱۱) کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شاگردوں نے امام صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ تو خود بڑے عالم ہیں اور حدیث و فقہ و اجتہاد میں اپنی نظیر نہیں رکھتے پھر آپ ایک شوریدہ حال کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا۔ بیشک میں ان تمام علوم میں بشرؒ سے بڑھا ہوا ہوں مگر اللہ تعالےٰ کو وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ یعنی اس کو علم معرفت الٰہی مجھ سے زیادہ ہے"۔ (۱۲)

"حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا سلوک طریقت حق تعالےٰ کے ساتھ نہایت کو نہیں پہنچتا تا وقتیکہ وہ کسی پیر کی اقتدا نہ کرے کیونکہ اس طریق میں ایک راہبر کا ہونا لابدی و ضروری ہے تاکہ از راہ حال کے اس کو طریقت و مجاہدہ میں پوری دسترس حاصل ہو"۔ (۱۴)

اور راہ عشق و معرفت میں سر کی بازی لگانے کے بارے میں حضرت سلطان العارفین مزید فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقو مما تحبّونْ یعنی تم بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے تا وقتیکہ تم اپنی پسندیدہ سے پسندیدہ چیزوں کو خرچ نہ کرو۔ مگر لوگوں نے کیا سمجھا ہے کہ ہم بدون اپنا جان و مال خرچ کیے مراتب و مناصب حاصل کریں گے"۔ (۱۵)

---

(۹) ابوالفیض قلندر سہروردی الفقر فخری۔ ص ۱۶۵

(۱۰) حضرت امام احمد حنبلؒ۔ بغداد۔ وفات۔ ۲۴۱ھ

(۱۱) حضرت بشر حافیؒ۔ بغداد۔ وفات۔ ۲۲۰ھ

(۱۲) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۱۶۸

(۱۳) حضرت ابو علی دقاقؒ۔ مرو۔ ابو القاسم نصر آبادیؒ کے مرید تھے جو شبلیؒ کے مرید تھے گویا زمانہ چوتھی صدی ہجری۔ مطابق تذکرۃ الاولیاء (مؤلفہ فرید الدین عطار مطبوعہ ۱۳۱۷ھ لاہور ص ۳۸۸)

(۱۴) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۱۸۱

(۱۵) سلطان باہو۔ حجت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ ناشران چنن الدین مطبوعہ۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

پھر فرمایا ؎

ہر کہ جاں خود را فروخت اسم اللہ خرید　　　ہر کہ اسم اللہ خرید بعین العیاں دید

یعنی جس نے اپنی جان دے کر اسم اللہ خریدا، اس نے اسم اللہ سے دیدار حاصل کیا۔ (۱۶)

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین سالک کو کوچۂ محبت کی رسوم و اداب جاننے کے لیے مرشد کامل کی رہبری حاصل کرنے کی تلقین فرماتے ہیں ۔ اس ضمن میں خواجہ حافظؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم　　　کہ گم شد آنکہ درین رہ برہبری نرسید (۱۷)

اور رومیؒ بھی یہی تلقین کرتے ہیں ؎

روز سایہ آفتابی را بیاب　　　دامن شہ شمس تبریزی بتاب (۱۸)

---

(۱۶) سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ شرح نظام الدین ص ۲۰

(۱۷) حافظ شیرازی ۔ کلیات حافظ ۔ تہران ۱۳۲۸ ۔ ص ۱۲۵

(۱۸) مفتاح العلوم ۔ شرح مثنوی ۔ مولانا محمد نذیر عرشی ۔ دفتر اول حصہ پہلا ۔ لاہور ۱۹۵۹ء ۔ ص ۱۹۵

پ
۳۸ پاک پلیت نہ ہوندے ہر گز توڑے رہندے وِچ پلیتی ہو (۱)
وحدت دے دریا اچھلے ہک دل صحی نہ کیتی ہو (۲)
ہک بتخانیں واصل ہوئے ہک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ہو (۳)
فاضل سٹ فضیلت بیٹھے باھو عشق نماز جاں نیتی ہو (۴)

لغت : مسیتی : مسجد میں — سٹ : پھینک کر
نیتی : نیت کی — ہک : ایک ، بعض
بتخانیں : بتخانے ، بتخانے میں

ترجمہ : ۱۔ (فطرت ازلی میں جنھیں تقدس حاصل ہو وہ) پاک ہرگز ناپاک نہیں ہوتے خواہ وہ ناپاکی میں ہی کیوں نہ رہیں (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں ازلی تقدس حاصل تھا آذر کا بتخانہ انہیں کفر میں ملوث نہ کر سکا)

۲ ۔ وحدت کے دریا (تو موجزن ہیں لیکن) بعض دل (اس کی روانی اور تقدس کی) پہچان نہیں کر سکتے ۔

۳ ۔ بعض (انبیا علیہ السلام اور عارفان حق) بت خانہ میں (پرورش پاکر) (بھی معرفت ذات حاصل کرکے) واصل بحق ہو گئے اور بعض (ازلی بدنصیب) (بلعم باعور کی طرح) مساجد میں پڑھ پڑھ کر بھی (محروم) رہ گئے ۔

۴ ۔ اے باہو، حضرت عشق نے جب (دل وجان پر اثر انداز ہو کر) نماز عشق کی نیت کر لی تو (مولا روم جیسے کئی) فاضلوں نے فضیلت چھوڑ کر (درویشی) اختیار کر لی ۔

---

(۱) ن (۲) ع ، ط ، ب (۳) ط ، ذ (۴) وک ، ع ، ط ،

ب چ میں یوں بھی ایک بیت درج ہے ۔ پاک پلید نہ تھیندے ہرگز بھاویں نال پلیدی دے گھسے ہو
قرآن دا حافظ بخیل بہشت نہ ویندا بھاویں نال قرآن دے ڈرسے ہو
کوڑے دست سچے نہیں تھیندے بھاویں لحلے دا جاں ہسے
کافر مسلمان نہیں تھیندے یا حضرت باہو بھاویں وِچ مدینے دے

تشریح : جو عارفین ہیں وہ بظاہر صورت دنیوی میں ہوتے ہیں کیونکہ ان پر اس دنیا میں احکام دنیا جاری ہوتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ نے ان کے باطن کو عالم آخرت کی طرف پھیر دیا ہے - یہ خلوت در انجمن ہے - دل بیار د دست بکار ہے - وہ ظاہری حالات کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے مگر وہ شخص جان سکتا ہے جس کی چشم بصیرت سے اللہ تعالےٰ نے پردے اٹھا دیئے ہیں (۱)

جہل آید پیش او دانش شود　　جہل شد علمی کہ در ناقص رود

ہر چہ گیرد علتی علت شود　　کفر گیرد کاملی ملّت شود (۲)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " جان لو کہ جو فقیر فنا فی اللہ اور مستغرق بخدا ہے اگرچہ ظاہر میں لوگوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن باطن میں تمام معرفت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہوتا ہے" (۳)

پھر فرماتے ہیں " جو طالب اور مرشد کامل ہیں انہیں کسی قسم کا زوال لاحق نہیں ہوتا خواہ وہ دن رات گناہوں میں پھرتے ہیں - وہ دریا میں بلبلے کی طرح رہتے ہیں - ان کا وجود دریا کی طرح ہوتا ہے خواہ اس میں ہزار قسم کی پلیدی بھی گرے تو بھی پاک رہتا ہے نہ اس میں بو پیدا ہوتی ہے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے -

دل مرا دریا زان دریائے ہو　　ازازل تا ابد موجش پاک زن

یعنی میرا دل اس دریائے وحدت ذات سے دریا بن چکا ہے - ازل سے ابد تک دریائے وحدت کی موجیں اسے پاک رکھتی ہیں" (۴)

دریائے وحدت و معرفت کا سیل جہاں بہتا رہے وہاں کفر و شرک کی پلیدی کا شائبہ

---

(۱) محی الدین ابن العربی - فصوص الحکم - ۱۳۳ - ۳۳۱

(۲) مثنوی مع شرح بحرالعلوم - نولکشور ۱۲۹۳ھ - ص ۱۰۴ -

(۳) بدانکہ فقیر یکیہ ...... تا ...... در معرفت تمام (سلطان باہو - تیغ برہنہ - مکتوبہ ۱۳۰۶ھ - ص ۱۵

(۴) کامل راو طالب کامل را ...... تا ...... بیت - موجش پاک زن (سلطان باہو - امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۲۲ھ ص ۸۳)

تک نہیں رہ سکتا۔ فقیر تو ہمیشہ وحدتِ الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے جہاں رحمتِ الٰہی کے عرفان میں وہ محو ذات ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے اور رحمت میری کشادہ ہوگئی ہے سب چیز کو۔ (۵)

خدا تعالےٰ کی رحمت نے ہر چیز کو لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اس لیے صرف زندہ دل ہونے اور گوہر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کے لیے عرفان ہوتا ہے وہ بت خانہ میں بھی حاصل کر لیتے ہیں جہاں سراسر کفر ہوتا ہے اور جن کے دل مردہ اور آنکھ میں شناسائی نہیں ہوتی وہ مساجد میں عبادتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر وہ عرفانِ حق سے محروم رہتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ رسم و رواج کی عبادتیں بے سود ہوتی ہیں۔ قلب و نظر کی روشنی کے بغیر اور فکر کامل و عجز عاشقانہ کے بغیر کسی مقام سے حصول مقصد نہیں ہو سکتا۔ البتہ عشق جب رسومات کی تمام فضول پابندیاں توڑ کر راہِ حق میں داخل ہو جاتا ہے اور مقصد پا لیتا ہے تو عقل عیار و رسومات کے اسرار پر بھروسہ کرنے والے منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

؎ سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بیروں (۶)

علم و فضل، زہد و اتقار، عبادات و نوافل سالک کے نفس کو فریب میں رکھنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ بالآخر حضرت عشق جب احساس دردن اور عمل کاملہ کا طمانچہ رسید کرتا ہے تو سالک کو سوائے منزل حقیقی کے اور کہیں قیام کرنے کا لطف ہی نہیں آتا۔

؎ عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدہ تصورات (۷)

یہ امر قابل بیان ہے کہ یہ بیت تصوف کی اصطلاح میں توحید طریقت کے مرتبہ صفاتی سے متعلق ہے۔ یعنی "صفات جملہ موجودات کو صفات خدا سمجھنا" (۸)

---

(۵) ورحمتی وسعت کُلّ شیءٍ۔ (۹ ع ۹) تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر مطبوعہ ۱۳۵۸ھ لاہور ص ۱۵۷

(۶) اقبال

(۷) اقبال

(۸) بشکریہ مولانا گل حسن۔ تذکرہ غوثیہ۔ ۱۸۸۴۔ ص ۱۳۸۔

پ پیر ملیاں جے پیڑناں جاوے اس نوں پیر کی دھرناں ہو (۱)
۳۹ مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں اوہ مرشد کی کرناں ہو (۲)
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں اوہ ہادی کی پھڑناں ہو (۳)
جے سر دتیاں حق حاصل ہووے باھو اس موتوں کی ڈرناں ہو (۴)

لغت : پیڑ : درد
کی : کس لیے ، کیونکر
دھرناں : رکھنا
پھڑناں : پکڑنا
مُوتوں : موت سے

ترجمہ : ۱۔ پیر کے ملنے سے اگر غم و اندوہ (دل سے) نہیں جاتے تو (وہ پیر ناقص ہے) اسے (بحیثیت) پیر تسلیم کرنے کی کیا ضرورت ہے،
۲۔ (اگر) مرشد مل جانے سے دل و جان کو ارشاد حاصل نہیں تو ایسے (ناقص) مرشد کو کیا کرنا چاہیئے۔
۳۔ جس ہادی کے پاس ہدایت (دینے کی طاقت نہیں ہے) اس (برائے نام) ہادی کا ہاتھ (بہ حیثیت ہادی) پکڑنے سے کیا حاصل۔
۴۔ اے باھو، اگر سر قربان کرنے سے معرفت حق حاصل ہو تو ایسی موت سے نہیں ڈرنا چاہیئے

---

(۱) ن (۲) ب، ء، ذ، (نوٹ) ب ج میں پہلے دو مصرعے یوں ہیں
ش، ف، ع پیر ملیاں پیڑ نہ مٹے تن دی اس پیر نوں کے دھرنا
مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں اس مرشد نوں کیا کرنا
(۳) ش، ذ،
(۴) ہ، و،

تشریح : مرشد کامل وہ ہے جو طالب کی راہِ حق کی تمام مشکلات دور کر دے ۔ طالب کو توفیق اور تحقیق سے آشنا کر دے ۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو وہ پیر کہلانے کا مستحق نہیں ۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " جو مرشد بال و پر نہیں رکھتا (طاقت باطن سے خالی ہے) اور اپنے مرید کی خبر نہیں رکھتا اور اس کو معصیت سے نہیں نکالتا اور نزع کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کے ساتھ اسے محفوظ نہیں کرا سکتا تو اسے پیر نہیں کہا جا سکتا ۔ وہ پیر نہیں اور اس کا مرید نظر سے محروم ہے ۔ پیری اور مریدی آسان کام نہیں ۔ پیری مریدی میں عظیم اسرار ہیں " (۱)

رشد و ہدایت سے تحقیق کے دروازے کھلتے ہیں اور طالب طلب حق کے لیے سر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے ۔ اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " (طالب مولیٰ کو غیب سے فرشتہ آواز دیتا ہے) کہ اے طالب مولےٰ ! اگر تو فقر چاہتا ہے تو سر بدن اور گردن سے جدا کر اور بے سر ہو جا ۔ جب تک تو بے سر نہیں ہوگا ۔ راہ نہیں پائے گا اور تجھے فقر الٰہی حاصل نہیں ہوگا " ۔ (۲)

---

(۱) پیر یکہ بال و پر ندارد ...... تا ..... پیری مریدی عظیم سراسرار (سلطان باہو ۔ گنج الاسرار ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱۶)

(۲) سلطان باہو ۔ شمس العارفین ترجمہ اردو ۔ ملک چنن الدین ۔ فضل الدین ۱۹۶۶ء ۔ ص ۹۱

پ
۴۰

پاٹا دامن ہو یا پرانا کچرک سیوے درزی ہو (۱)
حال دا محرم کوئی نہ ملیا جو ملیا سو غرضی ہو (۲)
باجھ مربی کسے نہ لدھی گجھی رمز اندر دی ہو، (۳)
اوسے راہ ول جائیے باھو جس تھیں خلقت ڈر دی ہو (۴)

لغت : پاٹا : پھٹا ہوا
کچرک : (کس طرح) کب تک
مربی : پالنے والا
گجھی : پوشیدہ

ترجمہ : (جستجوئے عشق و معرفت میں میرا زندگی کا تار تار دامن اور زیادہ) پرانا ہو گیا ہے۔
(اسے ماسوائے فضل ایزدی) (تدبیر کا) درزی کیسے سیئے۔

۲۔ (زندگی بھر میں ماسوائے مرشد کامل) کوئی بھی محرم حال و دل نہ ملا (اور) جو بھی ملا (سو) صاحب غرض (طالب ماسوائے اللہ) ملا۔

۳۔ (مرشد کامل حادی دارین صلے اللہ علیہ وسلم) مربی کے بغیر (سالکان عشق و معرفت) کا پوشیدہ راز اندروں کسی (اور) نے نہ پایا۔

۴۔ اے باہو (اگر عشق و دیدار ذات مقصود ہے) تو اسی راہ (عشق ذات) پر گامزن ہونا چاہیئے جس سے لوگ ڈرتے ہیں۔

---

(۱) ــ ہ ـ ن ـ ہو
(۲) ــ ن
(۳) ــ ن
(۴) ــ ن
ــ ہ

تشریح : بیت میں سب سے پہلے حضرت سلطان العارفین اپنا کیفیت حال بیان فرماتے ہیں کہ ان کا دامن زندگی تلاش حقیقت اور پھر مقام معرفت کی مسلسل منازل طے کرنے میں کس قدر تار تار ہوگیا ۔ یہ وہ حقائق ہیں جنہیں ہر کس وناکس کیا جانے ۔ دیوان باہو میں وارد ہوتا ہے ؎

اسرار کس نداند این ہائی ہوی ہی را   واقف کسی نگردد ہی ہوئے ہائی ہا ہا (۱)

یعنی ۔ اس راز عشق کے ہائے ہو کیفیات و واردات) کو کوئی نہیں جانتا ۔ اور کوئی بھی افسوس اس کا واقف نہیں ۔ راہ تصوف محض حقیقت کی تلاش ہے ۔ اس میں تحقیق وجستجوی ذات تعالیٰ ہے اور اس راہ عشق میں جان کا سودا کرکے اس باقی کے ساتھ فانی ہوجانا پڑتا ہے ۔ اس لیے اس راہ میں کئی سالک داخل ہوتے ہیں لیکن تھوڑی دور چلنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر تو دنیا یا عقبیٰ کے طالب ہوتے ہیں گویا حرص وہوا میں مبتلا ہیں ۔ طالب مولیٰ کوئی بمشکل ہی ہوتا ہے ۔ ان مشکلات حال وکیفیات پر قابو پانے کے لیے سلطان العارفین مربی (مرشد کامل کا دامن تھامنے کی تلقین فرماتے ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ۔ یاایھا الذین آمنوا اتقواللہ وابتغوالیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ ۔ ۳۵) یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں (یا اس کی معرفت میں محنت اور کوشش کرو) تاکہ تم فلاح کو پہنچو ۔ آیت مذکورہ بالا میں کلمہ آمنو، کے متعلق قرآن وحدیث اور اتقواللہ، میں جہاد امر ونواہی شامل ہیں اور ابتغوالیہ الوسیلہ سے مراد بیعت یا پیر کامل ہے اور جاھدو سے جہاد اور ریاضت ومجاہدہ نفس اور سبیلہ سے راہ معرفت الٰہی مراد ہے ۔ (۲)

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ۔ یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب (پ۱۵ ۔ بنی اسرائیل) یعنی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کونسا

---

(۱) سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی غزل نمبر ۲۸ ۔ ناشران چمن الدین ۔ مطبوعہ ۱۹۵۵ ۔ ص ۱۳

(۲) ابوالفیض قلندر سہروردی ۔ الفقر فخری ۔ ص ۱۴۰

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور زیادہ قریب ہے جس کا وسیلہ اختیار کریں۔ تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے وہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت نزدیک ہو اس کا وسیلہ پکڑیں۔ پھر تیسری جگہ قرآن پاک میں ایک بعیت کے ذکر میں بشارت فرمائی گئی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما (پ ۲۶) یعنی اے محبوب مکرم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جو لوگ آپ سے بعیت کرتے ہیں وہ درحقیقت آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بعیت کرتے ہیں اور آپ کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو شخص ایسا پکا قول و اقرار کرنے کے بعد اس کو توڑے گا تو توڑنے کا وبال خود اس کی گردن پر ہی پڑے گا اور جو اس عہد کو پورا کرتا رہے گا جو اس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا تعالیٰ اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا"۔ (۳)

نیز حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

ہر کہ راشد از مربی التفات　　　بی حجاب غرق فی اللہ شد نجات (۴)

گویا مربی یا مرشد کامل کی وساطت سے ہی یہ معرفت کے اور تلاشِ حق کے پنہان راز آشکارا ہوتے ہیں یقیناً لوگ عشق کی راہ سے خائف ہوتے ہیں۔ جان و مال کی دنیوی مصلحت اسی میں دیکھتے ہیں کہ راہِ عشق پر سے بچتے رہنا چاہیئے۔ لیکن حضرت سلطان العارفین جو اپنے مربی و مرشد کامل کی وساطت سے عرفان حاصل کر چکے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں تو اسی راہِ عشق پر گامزن ہونا ہے جس سے لوگ گھبراتے ہیں۔

رازِ درون پردہ ز رندان مست پرس　　　کاین حال نیست زاہد عالی مقام را (۵)

---

(۳) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ دربیان ضرورت شیخ و بعیت۔ ص ۱۶۲۔

(۴) سلطان باہو۔ محک الفقر کلاں۔ ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۷۴۔ ص ۲۹۹۔

(۵) شمس الدین حافظ شیرازی۔ کلیات حافظ۔ مطبوعہ ۱۳۲۷ ش۔ ص

پ پنجے محل پنجاں وچ چانݨ ڈیوا کت ول دھرئیے ہو (۱)
۴۱ پنجے مہر پنجے پٹواری حاصل کت ول بھرئیے ہو (۲)
پنجے امام تے پنجے قبلے سجدہ کت ول کرئیے ہو (۳)
باھو جے صاحب سر منگے ھرگز ڈھل نہ کرئیے ہو (۴)

لغت : پنجے : پانچوں
چانݨ : روشنی
ڈیوا : چراغ
ڈھل : تاخیر

ترجمہ : ۱ - پانچوں محل ہیں اور ہر پانچ روشن (بھی) ہیں۔ میں (اپنی محبت کا) چراغ کس محل میں (روشن کرکے) رکھوں۔

۲ - پانچوں ہی مہر (چودھری، نمبردار) ہیں اور پانچوں ہی (سرکار عالیہ کے مقرر کردہ) پٹواری ہیں، میں مالیہ کسے ادا کروں۔

۳ - پانچوں امام ہیں اور پانچوں قبلے ہیں (میں اب) کس کی طرف (اقتدا کرکے) سجدہ کروں۔

۴ - اے باہو، اگر وہ صاحب تعالیٰ سر کی (قربانی) چاہے تو ہرگز دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

---

(۱) ک،
ذ،
ف، ع
(۲) ذ، ف، ک، ع
(۳) ف، ک، ع
(۴) ک، ع
ف،

تشریح : بیت میں حضرت سلطان العارفین حواس خمسہ کی اہمیت سلوک صوفیہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان حواس خمسہ میں نور معرفت کا چراغ روشن کرنا ہے اور ان کی خدمات کے بدلہ میں اطاعت و بندگی کا محصول ادا کرنا ہے۔ نیز یہی حواس خمسہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے قبلہ اور امام کا مقام رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہیں کے تعاون۔ اطلاع اور مدد سے جسم و روح و قلب انسانی کے لیے علوم ظاہری و باطنی کے حصول میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی ہر دو قسم کے حواس کے ربط سے انسانی حواس کامل ہوتے ہیں اور بیت میں ان ہر دو حواس خمسہ ظاہری و حواس خمسہ باطنی کے مربوط کام پر خیال کا اظہار کیا گیا ہے۔

حواس خمسہ یہ ہیں۔

حواس خمسہ ظاہری = ۱ - شامہ
۲ - باصرہ
۳ - سامعہ
۴ - لامسہ
۵ - ذائقہ

حواس خمسہ باطنی = ۱ - حس مشترک
۲ - خیال
۳ - واہمہ
۴ - حافظہ
۵ - متصرفہ ــــــــــ (۱)

فقیر کے پانچوں حواس نور معرفت سے روشن ہوتے ہیں اور ہر حواس ایک روشن محل کی طرح

---

۱ غیاث اللغات ۔ مصنفہ مولانا غیاث الدین ۱۲۴۲ھ ۔ مطبوعہ نولکشور ۔ ص ۱۴۸ تا ص ۱۴۹ ولغات کشوری ۔ مطبوعہ نولکشور ۱۹۲۶ء ۔ ص ۱۶۰

ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ادراک معرفت تو ہر حواس میں یکساں ہو چکا ہے تو چراغ معرفت کو بھلا کہاں رکھا جائے۔ دراصل فقیر کے جسم میں فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ (۲) اور وھو معکم این ما کنتم (۳) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے ہر طرف ہر حس میں نور معرفت ملتا ہے۔

پھر ان پانچوں حواس کی خدمات کے صلہ میں جو عطائے الٰہی ہیں، اطاعت وعبودیت کا محصول ادا کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً زبان کو ثنا و حمد کا محصول۔ کانوں کو کلام خدا سننے کا محصول۔ آنکھوں کو حسنات خدا کا مشاہدہ کرنے کا محصول ہاتھوں کو نیک کام کرنے کا محصول ادا کرنا ہے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں —— اے جان لے کہ اللہ تعالےٰ نے آدمی کو اپنی عبادت وشناخت کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ سر کو سجدے کے لیے۔ زبان کو اس کی حمد وثنا کے لیے دل کو اللہ کے ذکر کے لیے۔ عقل کو اللہ کی ذات کے متعلق فکر کرنے کے لیے اور علم معرفت حاصل کرنے کے لیے اور کان خدا کا کلام سننے کے لیے اور محبت اللہ کا محرم ہونے کے لیے اور کمر اللہ کی عبادت میں چست وچالاک ہونے کے لیے اور ہاتھ سخاوت اور مسلمانوں سے مصافحہ کرنے کے لیے اور پاؤں بزرگوں کی طرف چلنے کے لیے (۴) یہ پانچوں حواس جسم انسانی میں اتنے اہم ہیں کہ ہر ایک قبلہ اور امام ہونے کا مقام رکھتے ہیں۔ ان تمام انوار معرفت کے محصول چکانے میں سچ تو یہ ہے کہ اصلی ادائیگی تو جان کو مالک حقیقی کے حضور قربان کرنے سے ادا ہو گی۔ اس لیے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں مالک حقیقی اگر سر طلب کرے تو قربان کرنے میں ذرا بھر دیر نہ کی جائے ایسے ہی عالی جذبات علی ہجویریؒ کی زبان سے سنیئے۔ فرماتے ہیں۔ اے دوست دے مجھے جام شراب کہ میری آنکھ اسے دیکھ لے۔ میرا ہاتھ اسے چھو لے، میری زبان اسے چکھ لے اور میری ناک اسے سونگھ لے اور پھر میری ایک حس (سمع) بے نصیب رہ جائے تو اسے بھی بے نصیب

---

(۲) پس جدھر کو منہ کرو پس وہیں ہے منہ اللہ کا۔ (پ ۱ ع ۱۴)

(۳) اور وہ ساتھ تمہارے ہے جہاں ہو تم۔ (پ ۲۷ ع ۱۷)

(۴) سلطان باہو۔ محک الفقر خورد۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۶۱ء۔ ص ۶۵

نہ رہنے دے ۔ پس کہ دے کہ یہ شراب ہے تاکہ کان بھی بے نصیب نہ رہے اور اپنا حصہ پالے اور یوں میرے تمام حواس اسی میں کھو کر رہ جائیں اور سب کے سب اس سے لذت اٹھائیں۔(۵)

---

(۵) علی ہجویری ۔ کشف المحجوب ۔ ترجمہ اردو پروفیسر یزدانی ۔ لاہور ص ۶۵۹

ت تارک دنیا تد تھیوسے جداں فقر لیوسے خاصا ہو (۱)
۴۲ راہ فقر دا تد لدھیوسے جداں ہتھ پکڑیوسے کاسا ہو (۲)
دریا وحدت دا نوش کیتیوسے اجاں بھی جی پیاسا ہو (۳)
راہ فقر رت ہنجوں دا رون باھو لوکاں بھانے ہاسا ہو (۴)

لغت : کاسا : کاسہ ، پیالہ
ہاسا : ہاسہ ، ہنسی
اجاں : ابھی تک
رَت : خوُن
ہنجوں : آنسو
بھانے : کے لیے

ترجمہ : (ہم) دنیا (کی محبت سے) تارک تو اس وقت سے ہوئے جب سے ہمیں خالص فقر (محمدی صلے اللہ علیہ وسلم) حاصل ہوگیا۔

۲ - فقر (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کا راہ تو اُس وقت سے ملا جب سے (شراب محبت) کا پیالہ ہاتھ میں پکڑا ،

۳ - (ہم نے) (انتہائے فقر میں) وحدت کا دریا نوش کرلیا (لیکن) تشنگی (محبت و دیدار) ابھی تک فرو نہیں ہوتی ۔

۴ - اے باہو۔ فقر (محمدی صلے اللہ علیہ وسلم) کا رستہ (تو) خون کے آنسو رونا ہے (لیکن نامحرم) لوگوں کے لئے ہنسی ہے ۔

---

(۱) ا (۲) ا ، اک (۳) ا
(۴) ا ، ب ، ک ، ع

ب د میں (فقر) کی بجائے (فقیری) درج ہے ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ دنیا جس میں حرص، ہوس، تکبر، حسد اور ظلم جیسی خرابیاں ہوتی ہیں ان سے مکمل چھٹکارا فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول سے ہوا، فقر اور دنیا ایک دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ جب عرفان حاصل ہوا اور دل نے فقر قبول کیا تو دنیا اور اس کی آلودگیوں کا وہاں نشان ہی نہیں رہ سکتا۔

ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا :

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد ‌ ‌ ‌ ‌ دلہائے پراگندہ بیک جَو نخرد (۱)
ای ہر کہ کند صاف دل از بہرِ خدا ‌ ‌ ‌ ‌ گوئی از ہمہ مردمِ عالم ببرد

پھر فرمایا ؎

ای رہ زحسد زپیش بیرُں نشود ‌ ‌ ‌ ‌ خود بیناں را معرفت افزوں نشود
آں فقر کہ مصطفٰے برآں فخر آورد ‌ ‌ ‌ ‌ آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود (۲)

اسی طرح جب فقرِ خاص عطا ہوتا ہے تو ظاہری علوم بھی دنیا کی دیگر آلائشوں کی طرح ہیچ رہ جاتے ہیں اور عالمانہ غرور فرو ہو جاتا ہے ؎

تا دولۂ عشقِ تو درگوشم شد ‌ ‌ ‌ ‌ عقل و خرد و ہوش فراموشم شد
تا یک ورقِ عشقِ تو از بر کردم ‌ ‌ ‌ ‌ سی صد وَرَق از عِلم فراموشم شد (۳)

اور راہِ فقر اس وقت حاصل ہوا جب ہاتھ میں جامِ معرفت سنبھالا ؎

بیا ساقی آں جامِ صافی صفت ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بر دل کشاید درِ معرفت
بدہ تا صفائی درون آورم ‌ ‌ ‌ ‌ دمی از کدورت بروں آورم (۴)

قصیدہ غوثیہ میں جامِ عشق کی بات ہوتی ہے عشق و محبت نے مجھے وصل کے پیالے پلائے

---

(۱) ابوسعید ابوالخیر، رباعیات، مولوی غلام محمد ابوہری، لاہور، ۱۳۴۴ء، رباعی ۱۵۱، ص ۲۷
(۲) ایضاً " " " " " " " "
(۳) ایضاً " " " " " " " "
(۴) حافظ شمس الدین شیرازی، دیوان حافظ (محشی) مرتبہ صاحبزادہ فیروزالدین ۱۳۳۵ھ لاہور، ص ۶۸۸

پس میں نے اپنی شراب کو کہا کہ میری طرف لوٹ (۵) خواجہ حافظ نے اور فرمایا :

ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم ... ای بیخبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما (۶)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ہم نے دریائے معرفت سے جام بھر کر پیئے مگر تشنگی باقی ہے اسی مفہوم میں خواجہ حافظؒ سے سنیئے ؎

درکعبۂ کوئی تو ہر آنکس کہ درآمد ... از قبلۂ ابروئی تو در عین نماز است

ای مجلسیاں سوزِ دلِ حافظِ مسکیں ... از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز است (۷)

یہی بات ناشاد سے سنیئے ؎

ان کی نظرِ کرم فراواں تھی ... آتشِ دل مگر بجھا نہ سکا (۸)

اور حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ راہِ عشق میں تو خون کے آنسو بہانے پڑتے ہیں اور لوگ اسے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو عشاق کا مضحکہ اڑاتے ہیں، در اصل عاشق تو وصال محبوب حقیقی کے لئے بیتاب ہو کر نت نئی منزل کے لئے بے قرار و مشتاق ہوتا ہے ؎

تا شدم حلقہ بگوشِ درِ میخانۂ عشق ... ہردم آید از غمی نو مبارک بادم (۹)

عشاق ذات اور کامل ایمان رکھنے والوں پر دنیا پرست ہنستے چلے آئے ہیں، قرآن حکیم میں آتا ہے تحقیق وہ لوگ جو گنہگار ہیں تھے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہنستے (۱۰) اور راہ فقر میں دل کا حال ابوسعید ابوالخیر سے سنیئے ؎

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست ... دل دیدہ پر آب کرد و بسیار گریست

گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے ... کورا بمرادِ دیگری باید زیست (۱۱)

---

(۵) سقانی الحب کاسات الوصال فقلت لخمرتی نحوی تعالی (سید عبدالقادر جیلانیؒ، قصیدہ)

(۶) شمس الدین شیرازی، دیوان حافظ (محشی) مرتبہ صاحبزادہ فیروزالدین ۱۳۳۵ھ لاہور، ص "

(۷) ایضاً " " " " " "

(۸) سلطان غلام دستگیر القادری ناشاد، کلام غیر مطبوعہ

(۹) حافظ شیرازی، دیوان حافظ (محشی) مرتبہ صاحبزادہ فیروزالدین ۱۳۳۵ھ لاہور ص ۴۸۵

(۱۰) ان الذین اجرموا کانوا من الذین یضحکون (المطففین ۱۶)

(۱۱) ابوسعید ابوالخیر، رباعیات، مرتبہ مولوی غلام محمد ابو ہری۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۳۴ء رباعی ۴۶ ص ۱۰

لیکن خواجہ حافظ نے کیا خوب فرمایا ؎

ترسم آں قوم کہ بر دردکشاں میخندند
در سرکار خرابات کنند ایماں را (۱۲)

یاد رہے یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ شیونا تی کی خبر دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عارف پر بہ تجلی افعال متجلی ظاہر ہوتا ہے اور افعالِ موجودات عین افعالِ حق نظر آتے ہیں ، یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید ، اس مقام میں دہندہ کشندہ دونوں برابر ہیں۔ لیکن ادراک رنج وراحت باقی رہتا ہے۔ (۱۳)

---

(۱۲) حافظ شیرازی، کلیات حافظ، تہران ۱۳۲۸، ص ۹

(۱۳) بشکریہ سید گل حسن قادری، تذکرہ غوثیہ، ۱۸۸۴ ، ص ۱۳۰

ت تُلہ بنھ توکل والا ہو مَردانہ تَرییٔے ہو (۱)
۴۳ جیں دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ تھیں نہ ڈرییٔے ہو (۲)
اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسرًا آیا چت اسے وَل دھرییٔے ہو (۳)
اوہ بے پرواہ درگاہ ہے باھُوؔ اوتھے رو رو حاصل بھرییٔے ہو (۴)

لغت: تُلہ : تیرنے کا آسرا لینے کے لیے معمولی گھاس پھوس کا بندھا ہوا گٹھا۔

مردانا : مردانہ، مردانہ وار، مردوں کی طرح — تریئے : تیرنا چاہیئے

چت : لگن، دھیان — وَل : طرف

حاصل : سرکاری محصول یا مالیہ — بھرییٔے : ادا کریں۔

ترجمہ: ۱۔ (اے سالک!) (دریائے معرفت میں شناوری کے لیے) محض توکل کا تلہ باندھ کر مردانہ وار تیرنا چاہیئے۔

۲۔ جس (تکلیف اور) دکھ (برداشت کرنے کے انجام سے) راحت حاصل ہو اس تکلیف سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔

۳۔ (اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں وارد فرمایا ہے کہ) فانّ مع العسر یسرا (یعنی تکلیف کے ساتھ آسانی اور آرام شامل ہے) اس حکم کی طرف دھیان لگانا چاہیئے۔

۴۔ اے باہو! وہ درگاہ (باری تعالیٰ) تو بے نیاز اور بے پرواہ ہے اس عالی جناب میں (محصول جسم و جان جو کہ عبادت الٰہی ہے) رو رو کر ادا کرنا چاہیئے۔

---

(۱) ط، ع

ب ل میں (تلہ) کی بجائے (تلھا) ہے

(۲) ط

(۳) ط، ذ، ف، ب

(۴) ط، ع، ف، ش، ذ

تشریح : حضرت سلطان العارفین تلقین فرماتے ہیں کہ بحرِ معرفت میں قدم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ پر توکل کی ضرورت ہے اس سمندر کو عبور کرنے کے لئے توکل کا سہارا چاہیئے ، جو لوگ توکل علی اللہ کی کُنہ کو سمجھ گئے وہ دریائے معرفت کے نازک سے نازک مراحل سے تیر کر نکل جاتے ہیں ۔

قولِ عزّ وجل ، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ (۱) ترجمہ ، اور جو کوئی توکل کرے اوپر اللہ کے پس وہ کفایت ہے اس کو ۔ پھر فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے ، وتوکل علی اللہ ط وکفیٰ باللّٰہ وَکیلاً ، ترجمہ : اور توکل کر اوپر اللہ کے اور کفایت ہے اللہ کارساز (۲)

اس راہِ عشق و معرفت میں گو تکالیف کا سامنا تو ضرور ہوتا ہے لیکن نفس کو فنا کیے بغیر مقصود بھی تو حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس راہ کی تکالیف اور دکھ برداشت کر ہی لینا چاہیئے کیونکہ اس کا ثمرہ تب حاصل ہوتا ہے جب سختی اور دکھ اٹھاتے جائیں ۔

قولہٗ تعالیٰ : فان مع العسر یسرا (۳) ترجمہ ، پس تحقیق ساتھ سختی کے آسانی ہے ۔ اس توکل اور کوشش کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت سلطان العارفین تنبیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیئے کہ پھر بھی نیازمندی کے طریق کو ہاتھ سے نہ جانے دے ایسا نہ ہو کہ وہ بے نیاز تمام اعمال کو دردِ دل نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہ کرے اس بے پرواہ درگاہ کے حضور میں توکل ، کوشش و سعی کے ساتھ ساتھ دردِ دل بھی چاہیئے جو اس کے حضور میں رو رو کر آگے بڑھے ۔

قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے ، ادعو ربکم تضرعاً وّخفیہ : ترجمہ ، پکارو پروردگار اپنے کو عاجزی سے (گڑگڑا کر) اور چھپا کر (۴)

توکل حول و قوت سے بری ہوتا ہے ۔ ذوالنون (۵) نے توکل کی تعریف اس طرح کی ہے

---

(۱) پ ۲۸ ، س ۶۵ (۲) الاحزاب ، ۳

(۳) انشراح ، ۵ (۴) پ ۸ ، س ۷

(۵) حضرت ذوالنون مصری ، مصر ، وفات ۲۴۵ھ (سن مطابق تذکرہ اقدام مولفہ سید شاہ محمد کبیر داناپوری)

التوکل تدبیر النفس والانخلاع من الحول والقوۃ ۔ یعنی توکل نفس کی تدبیر کو چھوڑنا اور اپنی حول و قوت سے نکل آنا ہے ۔ اس کا ماخذ قول عزوجل لا قوۃ الا باللہ ہے توکل قلبی عمل ہے

حضرت سلطان العارفین نے ہُو مردانہ تر بیئے فرما کر قرآنی توکل کی مزید وضاحت فرما دی ہے کہ یہ توکل ترک عمل و تعطل کا نام نہیں بقول ڈاکٹر میر ولی الدین (۶) توکل علم و حالت کا نام ہے ۔ قلبی کیفیت کا نام ہے اس یقین کا نام ہے کہ ہاتھ میں قدرت ، حرکت ، فعل سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں ۔ توکل ترک اسباب نہیں ، ترکِ رویت اسباب ہے ۔ (۷)

اب اس راہِ توکل میں استقامت کی تکلیف اٹھانے سے ہی مقصود حاصل ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس راہ میں جب توکل کر لیا ہے تو بیخوف ہو جاؤ اور مردانہ وار چلو آخر اس کے بدلے آرام یعنی مقصود حاصل ہو گا ۔ حضرت سلطان العارفین نے اس حقیقت کو ہی بیان فرمایا ہے کہ ہر دکھ کے بعد سکھ حاصل ہوتا ہے ۔ بشرطیکہ توکل کے ساتھ ثابت قدمی رہے اور درگاہ ایزدی میں نہایت صبر سے اور خشوع خضوع کے ساتھ مقصد براری کی جائے ۔

آیۃ کریمہ ہے یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (۸) یعنی ایمان والو موجودہ مصائب پر صبر کرو ۔ دوسروں کے ساتھ صبر و استقلال سے کام لو ۔ اور ایسے کاموں میں ثابت قدم رہو جس کا وقت ابھی نہیں آیا ۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

کارہا ایں مشکل است آیں کارہا زارہا باید دلِ خود زارہا (۹)

یعنی یہ کام مشکل آن پڑے ہیں ، اپنے دل کو پر درد رکھ کر زاری کرنی چاہیئے ۔

---

(۶) ڈاکٹر میر ولی الدین ، حیدر آباد دکن ، صاحب کتاب قرآن و تصوف ۔

(۷) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔ بیان توکل

(۸) اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور تھام رکھو ایک دوسرے کو اور لگے رہو (بیچ لڑائی کے) اور ڈرو اللہ سے تو کہ تم چھٹکارا پاؤ (آل عمران ۲۰۰)

(۹) سلطان باہو دیوان باہو فارسی ، ناشران چنن الدین مطبوعہ ۱۹۵۵ء غزل ۲۱ ص ۱۰

ت تن من یار میں شہر بنایا دل وچ خاص محلّہ ہو (۱)
۴۴ آنْ الف دل وسوں کیتی میری ہوئی خوب تسلّہ ہو (۲)
سب کجھ مینوں پیا سنیوے جو بولے ما سوا اللہ ہو (۳)
دردمنداں ایہہ رمز پچھاتی باھو بے دردان سر کھلّہ ہو (۴)

لغت: وسوں : آبادی الف : براد اللہ
کھلہ : جوتا ،

ترجمہ: ۱۔ مَیں نے جسم و جان کو اپنے محبوب کا (تماشا گاہ) شہر بنا لیا ہے اور میرے دل میں خاص محلہ (قائم ہو چکا ہے)

۲۔ (حب) اللہ ذات نے میرے (خانہ) دل کو آ کر آباد کیا (جس سے) مجھے خوب تسکین حاصل ہو گئی ہے۔

۳۔ (چونکہ انوارِ ذات میرے دل میں وارد ہے اور تمام کائنات کا تعلق ذات تعالیٰ سے ہے اس لیے) مَیں تمام کائنات کی گفتار سن رہا ہوں اور کائنات کے کردار کا عکس اپنے دل میں معائنہ کر رہا ہوں۔

۴۔ اے باہو! جنہیں معرفت الٰہی کا درد (و داغ) حاصل ہے، انہوں نے تو راز (معرفت) پہچان لیا۔ اور (جنہیں دردِ عشق) حاصل نہیں ان بے دردوں کے سر پہ (غم زمانہ) کا جوتا کافی ہے۔

---

(۱) ک، ء، ذ، ش، ف

ب ج میں مصرعہ یوں ہے ع تن من میرا میں شہر بنایا دل وچ خاص محلا

(۲) ب، ک، ء، ف (۳) ء، ذ، ش، ف (۴) ب، ک، ء، ف، ذ، ش،

ب ج میں مصرعہ یوں ہے ع دردمنداں ایہ رمز پچھانی باھو بیدرداں نا ہیں بھلا

تشریح : بیت میں تصور اسم اللہ ذات کے فیوضات کا اظہار ہے تصور اسم اللہ کے نقوش سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے حضرت سلطان العارفین کی نثری کتب کا مطالعہ ضروری ہے (۱)
حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "جو انسان ہے اس کی ایک ہی بات کی قیمت سونے چاندی سے بہتر ہے آدمی میں جو قدرت ہے تو اس واسطے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے جیساکہ اس حدیث قدسی میں ظاہر ہوتا ہے کہ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں (۲) قولہ تعالیٰ، انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو اسے معلوم نہ تھا (۳) اس قول اور نیز رحمان نے سکھایا قرآن (۴) سے ظاہر ہے کہ انسان عالم ہے۔ نیز ہم شہ رگ سے بھی بڑھ کر اس کے نزدیک ہیں (۵) سے بھی یہی بات ثابت ہے اور جیسے کہ تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم اسے نہیں دیکھتے (۶) سے ظاہر ہے (۷)

درج بالا بیان کے مکمل طور پر احساس کر لینے اور اس کی کنہ کو پا لینے کے بعد گویا فقیر اپنے تن د من میں محبوبِ حقیقی کے مظاہر کو ہی بسا لیتا ہے جس کا مقام خاص انسان کے دل میں ہے۔ قلب مومن میں مقامِ رب ہونے کے بارے میں ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے : اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میری سمائی کے لیے میری زمین اور میرے آسمان کی وسعت کافی نہیں ابتہ میرے مومن بندے کا دل میرے سمانے کے لیے کافی ہے (۸)؎

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے   میرا ہی دل تھا وہ کہ جہاں تو سما سکے (۹)

---

(۱) بالخصوص کتب کلید جنت، گنج الاسرار، شمس العارفین، نور الہدیٰ، عین الفقر، کلید التوحید، نقش صور وجودیہ
ملاحظہ ہو کتاب توفیق الہدایت مصنفہ سلطان باہو ترجمہ اردو حنین الدین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۸۴
(۲) الانسان سری وانا سرہ (حدیث قدسی بشکریہ سلطان باہو، عقل بیدار لاہور ۱۹۷۰ء ص ۶۸)
(۳) علم الانسان مالم یعلم (العلق ۵)
(۴) الرحمٰن علم القرآن (الرحمٰن ۱-۲)
(۵) نحن اقرب الیہ من حبل الورید (۲۶ ع ۱۶)
(۶) وفی انفسکم افلا تبصرون (الذریٰت ۲۱)
(۷) سلطان باہو، عقل بیدار، ترجمہ اردو لاہور ۱۹۷۰ء ص ۶۸، ۶۹
(۸) لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبد المومن (بشکریہ ارحیم حیدرآباد، جولائی اگست، فریدالدین مسعود، رسالہ گنج الاسرار) (۹) اقبالؒ

دل میں اس ذاتِ باری کو پا لینے کے ساتھ اسی میں محویت اور اسی کے ذکر سے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اس نے کامل تسکین حاصل کر لی، جس طرح کہ فرمان باریتعالیٰ ہے۔ خبردار ہو ساتھ یاد اللہ کے آرام پکڑتے ہیں دل (۱۰)

جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جانے کا سکون حاصل ہو گیا تو حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اپنا پھر یہ عالم ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں، قصیدہ غوثیہ میں آتا ہے۔ میں نے خدا تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے، (۱۱)

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ان جملہ اسرار نفسِ انسانی و نفسِ کائنات کو عشاقِ ذات نے ہی پہچان لیا اور جان لیا، باقی دنیا کے چاہنے والے بیدردوں کو حقیقت سے کیا خاک حاصل ہو سکتی ہے ؎

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی

تا بیخبر بمیرد در دردِ خود پرستی (۱۲)

---

(۱۰) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد ۲۸)

(۱۱) نظرت الیٰ بلاد اللہ جمعًا ، کخردلۃ علیٰ حکم اتصالِ (سید عبدالقادر جیلانی قصیدۂ غوثیہ، لاہور آرمی پریس۔

(۱۲) حافظ شیرازی، کلیات شمس الدین محمد حافظ شیرازی مطبوعہ ۱۳۲۲ش

ت توڑے تنگ پرانے ہودن گجھے نہ رہندے تازی ہو (۱)

۴۵ مار نقارہ دَل وِچ وڑیا کھیڈ گیا اک بازی ہو (۲)

مار دلاں نوں جول دتو نیں جدوں تکے نیَن نیازی ہو (۳)

انہاں نال کیہ ہویا باھو جنہاں یار نہ رکھیا راضی ہو (۴)

لغت: تنگ : گھوڑے کی زین باندھنے والا تنگ

گجھے : پوشیدہ

تازی : اصل (عربی) نسل کے گھوڑے

دَل : میدان

جول دتو نے : ہلا دیا

تکے : دیکھے   نین ، آنکھیں

ترجمہ: ۱- خواہ (اسباب ظاہری) زین و تنگ پرانے ہی کیوں نہ ہوں (راہِ عشق پر گامزن) اصل نسل کے گھوڑوں (کے شاہسوار) پوشیدہ نہیں رہتے۔

۲- (حضرتِ عشق) بیانگ دہل میدان دل میں آداخل ہوا اور ایک بازی کھیل گیا۔

۳- جب محبوب کی پیاری آنکھیں دیکھیں تو (اس نگاہ محبت) نے ضرب (محبت) سے دلوں کو ہلا دیا۔

۴- اے باھو! ان بدنصیبوں کو کیا ہو گیا جو کہ اپنے محبوب (حقیقی) کو راضی نہ رکھ سکے!

---

(۱) ع، ط، ذ، ش، ف

(۲) ن، و

(۳) ب، ط، ع، ف

ب ل میں (جول) کی بجائے (جھول) ہے

(۴) ط،

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ۔ فقر میں یتیمی و غریبی ہوتی ہے ۔ فقرا اپنے مال و دولت کو چھوڑ کر منزلِ فقر میں قدم رکھتے ہیں، اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ توحید میں اسے خوب دوڑاتے ہیں، اپنی جان آتشِ عشق میں خوب جلاتے ہیں اور ہرگز نہیں تھکتے اور اور آخر کار میدان (عشق) سے گیند لے جاتے ہیں (بازی جیت لیتے ہیں) (۱)

یا بروہم چوں زناں بیز نگ بازی پیشہ کن یا بیا ہمچوں سنائی گوئی در میداں بزن (۲)

حضرت سلطان العارفین بیت میں اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں کہ عشاق ذات دنیا کے تکلفات اور ظاہری رکھ رکھاؤ کی نمائش سے پاک اور بے نیاز ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں نہایت خاکساری کے انداز میں سادگی اور کہنہ جامی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی مردم شناس کی نگاہ سے وہ پوشیدہ نہیں رہتے۔ عقل و دانش رکھنے والے ان کی عظمت اور بلند مراتب کو بھانپ لیتے ہیں ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من اندازِ قدت را می شناسم (۳)

اور خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سواری باشد (۴)

نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ۔

حمایت را کہن دامن زدرویش بہ از سدِ سکندر در مدد پیش (۵)

کیونکہ یہ بلند مرتبہ عشاق بے باکانہ منزل عشق میں کود جانے والے جانباز ہوتے ہیں ۔ یہی وہ رفیق ہیں جن کے ہاں سچائی اور محبت ملتی ہے، یہ دنیا کی منافقت ظلم و حسد و لہو و لعب و ہوس کاری

---

(۱) درفقر غریبی و یتیمی ..... تا ...... عاقبت گو بردہ اند خورا (سلطان باہو عین الفقر، حصہ دوم، شرح نظام الدین، ص ۲۲)

(۲) حکیم سنائی غزنوی (بشکریہ سید گل حسن، تذکرہ غوثیہ ۱۸۸۴ء)

(۳) امیر خسروؒ (۴) بقول کسے

(۵) بوسیدہ و پرانے دامن والے درویش (کامل) کی حمایت سدِ سکندری سے بھی بڑھ کر مددگار اور حفاظت کرنے والی ثابت ہوتی ہے (سلطان باہو، فضل اللقاء، ترجمہ اردو محسن الدین ۱۹۶۴ء، ص ۳۷)

کے جملہ عیوب سے پاک ہوتے ہیں ؎

بمیداں اسپ می تازم توئی واقف نہ از رازم　　چنیں تازیست می نازم سر بازار سربازم (۶)

یہ میدانِ عشق کے بیباک سوار محبوب کی پیاری آنکھوں کو اپنے دلوں میں سمائے ہوئے ہوتے ہیں ؎

بر رخش زیبا چو دیدم نقش و خال　　باز ماندم ما درآتش تیں ذوال (۷)

چشمِ محبوب کے بارے میں مزید سُنیئے ؎

ان میں ساغر بھی ہے صراحی بھی　　اور لبریز مے سے پیمانہ

ساقیا تیری چشمِ میگوں میں　　کتنا دلکش حسیں ہے میخانہ (۸)

آخر میں حضرت سلطان العارفین ان لوگوں پر سخت حیرت کا اظہار کرتے ہیں جو دنیاوی آلائشوں میں پھنس کر دغابازی فریب، منافقت، ظلم و ہوس اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی کا خیال نہیں کرتے۔

فرمان الٰہی ہے۔ اے آدمی کس چیز نے فریب دیا تجھ کو ساتھ پروردگار تیرے کرم کرنے والے کے (۹)۔ اصل مقصود رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے۔ ورنہ ہمارے جملہ عبادات و طاعت بے سود ہیں۔ عبداللہ انصاری (۱۰) کیا خوب فرماتے ہیں کہ الٰہی میں ایسی اطاعت سے بیزار ہوں جو مجھ میں تکبر پیدا کرے۔ در میں اپنے اس گناہ کا خواہاں ہوں جو مجھ میں عجز و معذرت پیدا کرے (۱۱)

فریبِ حسنِ جاناں پیشوا کن　　بر و درد دل خود را دوا کن

ثباتِ رشتۂ الفت نگہدار　　ثوابی گرنہ نمی ارزد خطا کن (۱۲)

---

(۶) سلطان باہو۔ دیوان فارسی مکتوبہ از کتابخانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری

(۷) 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۸) سلطان غلام دستگیر القادری ناشاد، کلام غیر مطبوعہ

(۹) یا ایھا الانسان ما غرك بربك الکریم (الانفطار ۶) قران مجید عکسی ترجمہ شاہ رفیع الدین تاج کمپنی ص ۷۱۲

(۱۰) حضرت شیخ ابو اسمٰعیل خواجہ عبداللہ انصاری ہراتؒ، وفات ۴۸۴ھ (شکریہ تذکرۃ الکرام مولفہ سید شاہ محمد کبیر دانا پوری)

(۱۱) الٰہی بیزارم ازاں طاعتی کہ مرا بعجب آورد و بندہ آں معصیتم کہ مرا بعذر آورد
(پیر انصار ہراتی عبداللہ، اندرز و مناجات)

(۱۲) سلطان غلام دستگیر القادری ناشاد، کلام غیر مطبوعہ

ت تسبیح داتوں کسبی ہویوں ماریں دم ولیہاں ہو (۱)
۴۶ من دا منکا اک نہ پھیریں گل پائیں پنج ویہاں ہو (۲)
دین لگیاں گل گھوٹو آوے لین لگیاں جھٹ شیہاں ہو (۳)
پتھر چت جنہاں دے باھو اوتھے زایا وسناں مینہاں ہو (۴)

لغت : ولیہاں : ولیوں کا
کسبی : ماہر
پنج ویہاں : ایک سو
چت : دل ، دھیان
گل گھوٹو آوے : گلا گھٹ جائے
زایا : ضائع

ترجمہ ۱ : (اے طالب) تو تسبیح (اور وردِ اوراد) کا تو ماہر ہو گیا ہے اور (اب) تو اپنے آپ کو ولی اللہ بھی سمجھنے لگ گیا ہے۔

۲ - تو نے اپنے گلے میں (تو) ایک سو دانوں کی تسبیح ڈالی ہوئی ہے لیکن تو دل کی تسبیح کا ایک دانہ بھی نہیں پھیرتا۔

۳ - (خدا کی راہ میں) دینے کے لئے تو تیرا گلا گھٹ جاتا ہے (یعنی تجھے جینا محال ہو جاتا ہے) اور لینے کے لیے تو تو شیر جیسی جست (اور جرأت) پا لیتا ہے۔

۴ - اے باہو، جن (بدنصیبوں) کے دل (بمصداق) سنگ خارا ہوں تو ان پر باران (رحمتِ الٰہی) کا نزول رائیگاں ہے (کیونکہ چٹیل پتھر باران وبہار سے سرسبز و شاداب ہونے کی فطرت ودیعت ہی نہیں رکھتا)

---

(۱) ک ، ج ، ذ ، ش ، ف
(۲) ک
(۳) ک
(۴) ک ، ج ، ذ

تشریح : دیوان باہو علیہ الرحمۃ میں ارشاد ہوتا ہے ؎

لباس فقر می پوشی شراب ھُو نمی نوشی   چرا در مکر می کوشی کنی چوں قصہ افسانہ (۱)

یعنی تو لباس فقر تو پہنتا ہے اور معرفت کی شراب نوش نہیں کرتا تو مکر و فریب میں کوشاں ہو کر زندگی کو محض قصہ کہانی اور افسانہ کیوں بنا رہا ہے۔

حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ تم نفس امارہ کی خواہش اور وسوسہ ہائے شیطانی میں گھرے ہوئے ہو اور شیطان تم پر روغن تارل رہا ہے تم اپنی عبادت ظاہری اور روزہ و نماز اور زکوٰۃ و حج اور ظاہری گناہ سے باز رہنے پر غرور کرتے ہو اور باطن آپ کا تو عبادت ہائے باطنی سے بالکل خالی ہے گھر میں تو اندھیرا ہے باہر روشنی ہوئی تو کیا"۔ (۲)

ایسے ہی ناعاقبت اندیش سنگ دلوں کے بارے میں پھر فرمایا۔ "اور بیم و ترس کو اپنے دل سے خارج کرتے ہیں اور جن دلوں میں ترس و بیم نہیں ان کی خرابی ہے اور جن دلوں سے ترس و بیم دور ہیں ان میں نور حکمت الٰہی خاموش ہو جاتا ہے (۳)

دراصل ایسا زہد و ایسی فکر محض ریاکاری اور منافقت ہے جس کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ ایسی زبانی پاکبازی دونوں جہان میں رسوائی کا باعث ہے اور معاشرہ بھی ہمیشہ ایسے افراد سے نقصان اٹھاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ کلمہ طیب زبانی کہنے والے تو بہت ہیں لیکن صاحب اخلاص کم ہیں (۴)

قرآن حکیم میں بھی ارشاد ربانی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں گاؤں کے رہنے والے کہ ہم ایمان لائے ہیں، کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو تم کہ تابعداری کی ہے اور حکم بجا لاتے جو زبان سے کلمہ شہادت پڑھا اور نہیں آیا ایمان تمہارے دلوں میں دل تمہارا موافق

---

(۱) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی، غزل ۲۳، ناشران چنن الدین مطبوعہ ۱۹۵۵ء

(۲) سید عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین۔ ص ۳۵۲

(۳) ″ ″ ″ ″ ص ۳۵۵

(۴) "قائلون لا الٰہ الا اللہ کثیراً و مخلصون قلیلاً (بشکریہ سلطان باہو، تیغ برہنہ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

زبانوں کے نہیں ہے (۵)

حضرت سلطان العارفین بیت میں ایسے زاہدوں پر تنقید کرتے ہوئے ان کی مزید مذمت فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کی ہوس میں گرفتار ہیں جہاں نہیں زر و مالِ دنیا میسر آتا نظر آئے وہاں نہایت پھرتی کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر راہِ خدا میں جہاں دینے کا موقعہ آئے تو یوں لگتا ہے جیسے ان کے لئے موت کا وقت قریب ہو گیا ہو۔

بیت کے آخر میں سلطان العارفین فرماتے ہیں، جن لوگوں کے دل ایسی ریاکاریوں، منافقتوں اور ہوسِ دنیا سے سنگِ خارا ہو چکے ہیں وہاں رحمتِ الٰہی کا نزول کیسے اثر کرے۔

در بہاراں کی شود سرسبز سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
سالہا تو سنگ بودی دلخراش   آزموں را یک زمانی خاک باش (۶)

---

(۵) قالت الاعراب اٰمنا ط قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ط (۲۶ ع ۱۴)

(۶) جلال الدین رومی۔ مثنوی (مفتاح العلوم جلد دوم دفتر اول عرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء ص ۳۳۹)

ت ۴۷ تد دل فقیر شتابی بنّدا جد جان عشق وچ ہارے ہو (۱)
عاشق شیشا تے نفس مربی جان جاناں توں وارے ہو (۲)
خود نفسی چھڈ ہستی جھیڑے لاہ سروں سب بھارے ہو (۳)
باھو باہجھ مویاں نہیں حاصل تھیندا توڑے سے سانگ اتارے ہو (۴)

لغت : وارے : قربان کرے

لاہ : اتار دے

بھارے : ذمہ داریاں

سانگ آتارے : رنگ بدلے ۔

ترجمہ : ۱۔ (سالک) تب ہی جلدی فقیر (کامل) بنتا ہے جب (بازی) عشق (الہی) میں اپنی جان (تک) ہار دے۔

۲۔ عاشق (اپنا) شیشہ (دل) اور نفس مطمئنہ (اور) جان (سب کچھ) محبوبِ حقیقی پر قربان کر دے

۳۔ (اے درویش) خود نفسی اور ہستی (موہومہ) کے جھگڑے چھوڑ دے اور (دنیا اور حیات دنیا کی کمی بیشی) کی ذمہ داریاں (اپنے) سر سے اتار دے۔

۴۔ اے باھو، (ترکِ خواہشات اور) مرگ (نفس) کے بغیر اگر (انسان) کتنے ہی رنگ بدل لے اسے (وصالِ حق) نہیں حاصل ہوتا۔

---

(۱) ک ، ع ، ش ، ف ، ذ

(۲) ک ، ع ، ذ ، ف ، ش

(۳) ک ، ف ،

ش ،

ع ،

(۴) ک ،

تشریح :- یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت ۸ میں دیکھیے۔

حضرت سلطان العارفین نے نہایت مختصر الفاظ میں حصول فقر کے طریقہ کا انکشاف فرما دیا ہے سالک کو چاہیئے کہ اس راہ میں آتے ہی اپنی جان بازی عشق میں ہار دے

بیت کے اسی مقصد کے لیے پہلے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑ دے اور تو اوپر آجا - اور وہ صاحب ہدایت و ربوبیت جو کہ سلطان العارفین ہو"۔ (۱) گویا ہر کہ ومہ کیونکر یہ سلوک اختیار کرے۔

پھر فرمایا ،، ذکر با مخلوق چھوڑ - چنانچہ زبان کو چھوڑ دے - دل کو چھوڑ دے اور روح کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے - غیر مخلوق کو غیر مخلوق ہی کے ذکر سے یاد کرنا چاہیئے - اسی طرح پر کہ اللہ تعالیٰ ذکر کرے تو بندے کو سنائی دے اور بندہ ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ کو سنائی دے - قرآن شریف میں وارد ہوتا ہے فاذکرونی اذکرکم (۲) یعنی تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا - حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے " اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو - جو شخص نفس سے جدا ہو کر اس کی طرف آتا ہے وہ اسے قبول کر لیتا ہے ' پھر فرماتا ہے (اللہ تعالیٰ) ' اپنے دل اور روح کو بھی چھوڑ دے ' - پھر فرماتا ہے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ کہ اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے ' پھر فرماتا ہے ' سبحان اللہ اس کی روح اڑ گئی "۔ (۳) حافظ شیرازی (۴) کیا خوب کہتے ہیں ؎

گفتم کہ کے بہ بخشی بر جان ناتوانم گفت آں زمان کہ نبود جان درمیانہ حائل (۵)

یعنی میں نے عرض کیا اس جان ناتواں کو تو کب (وصال) بخشے گا تو فرمان ہوا جب جان درمیان میں حائل نہ ہوگی۔

---

(۱) دع نفسک وتعال - صاحب ہدایت و ربوبیت کہ سلطان العارفین (سلطان باہو - مجت الاسرار - ص۲ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۲) پ ۲ - البقرہ) پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو،

(۳) حدیث قدسی - ففروا الی اللہ یقبل اللہ فارق النفس ثم قل اللہ دع قلبک ودع روحک ثم قل اللہ کما قال الحبیب قل اللہ ثم ذرھم ثم قال سبحان اللہ طار روحہ (بشکریہ سلطان باہو - مجت الاسرار - ص۲ - مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۴) خواجہ شمس الدین محمد حافظ - شیراز ۷۲۲ھ - ۷۹۱ھ) من مطابق کلیات خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی مرتبہ ایران ۱۳۲۸ شمسی)

(۵) کلیات خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی مرتبہ ایران ۱۳۲۸ شمسی ص ۱۶۴۔

اسی طرح رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گفتم آخر غرق تست ، عقل وجاں — گفت رو رو برمن ایں افسوں مخواں

من ندانم آنچہ اندیشیدہٗ — ای دو دیدہ دوست راچوں دیدہٗ (۶)

یعنی میں نے عرض کیا یہ عقل وجان تیری معرفت میں غرق ہو چکے ہیں۔ تو فرمان ہوا جاؤ جاؤ ہم پر یہ افسوں مت چلاؤ۔ میں نہیں جانتا تو نے کیا فکر کیا ہے ان دو آنکھوں سے (بھلا) کس طرح اس محبوب کو دیکھا جا سکتا ہے"۔ گویا راہ عشق میں تب فقر حاصل ہوتا ہے جب اس جسم وجان کے تمام لوازمات سے آزاد ہو جائے۔ یہ آنکھ اور کان۔ دل اور حتیٰ کہ نفس مطمئنہ سب کچھ فنا کر دینا ہوگا۔ اسی طور پر حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا "مخلوق تمہارے نفس کے لیے حجاب ہے اور نفس خالق کے واسطے۔ جب تک مخلوق پر نظر رہے گی تو خود کو فراموش کرو گے اور جب تک نفس پیش نظر رہے گا تو پروردگار کو بھول جاؤ گے"۔ (۷)

قولہ تعالیٰ۔ یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ط فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ ترجمہ۔ پھر جا طرف پروردگار اپنے کے کہ خوش ہے تو پسند کی گئی پس داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے (۸)

دیوان باہو میں ارشاد ہوتا ہے ؎

یار باید جان فدا خود کردنی است — غیر جان دادن ندیدم چارہا ـ (۹)

یعنی۔ دوست کے لیے اپنی جان قربان کرنی ہوتی ہے جان قربان کرنے کے سوا میں نے کوئی چارہ یا طریق نہیں دیکھا۔

---

۶ مثنوی مولانای روم۔ الہام منظوم۔ دفتر اول مرتبہ مولوی فیروز الدین ـ ۱۹۲۸ء۔ ص ۲۰۸

۷ سید عبد القادر جیلانی۔ غنیۃ الطالبین ص ۲۹

۸ (والفجر ـ ۲۸-۲۹-۳۰)

۹ دیوان باہو فارسی۔ مرتبہ چنن الدین ۱۹۵۵ء۔ غزل ۲۱۔ ص ۱ ـ

۴۸ ت توں تاں جاگ ناں جاگ فقیرا انت نوں لوڑ جگایا ہو (۱)
اکھیں میٹیاں ناں دل جاگے، جاگے جاں مطلب پایا ہو (۲)
ایہہ نکتہ جداں کیتا پختہ تاں ظاہر آکھ سنایا ہو (۳)
میں تاں بھلی ویندی ساں باھو مینوں مرشد راہ دکھایا ہو (۴)

لغت : انت نوں : آخرکار، انتہائے کار
لوڑ : ضرورت
میٹیاں : بند کیے ہوئے
ویندی : جارہی
بھلی : بھولی ہوئی
جاگ : بیدار ہو

ترجمہ : ۱۔ (مرشد نے فرمایا) اے فقیر تو (بظاہر) بیدار ہو یا نہ بیدار ہو بالآخر ضرورت تجھے بیدار کرتی ہے
۲۔ (محض) آنکھیں بند کرنے (اور مراقبہ میں بیٹھنے سے) دل بیدار نہیں ہوتا (بلکہ دل تو) تب بیدار ہوتا ہے جب (دیدار ذات کا) مطلب پالیتا ہے۔
۳۔ (میں نے پیر طریقت کا فرمایا ہوا مندرجہ) نکتہ (معرفت کو) جب پختہ کر لیا اور اس حقیقت و عرفان کی سیر پر عبور پالیا) تب اعلانیہ کہہ سنایا۔
۴۔ (کہ) اے باہو، میں تو (محض ورد و وظائف اور مراقبوں کو عرفان حق اور بیدار) دل سمجھ کر بھولی جارہی تھی، مجھے تو مرشد (کامل) نے ہی راہِ حق دکھایا۔

---

(۱) ن ، و ، ء
(۲) ء ، ش ، ف ، ذ
(۳) ش ، ف ، ذ ،
(۴) ن ، و

تشریح : حضرت سلطان العارفین اس امر کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ اصل بیداری دل کی بیداری ہے اور دل کی بیداری محض جاگنے، وِرد وظائف اور چلہ کشی کی ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ادراک معرفت کے پیدا ہونے پر منحصر ہے جو مرشد کامل کی توجہ کی مرہونِ منت ہے۔ جب مرشد کامل نے اصل مقصود کی غایت سمجھا دی تو دل کو ہمیشہ کی بیداری نصیب ہو گئی۔ بیداری قلب ہونے پر احساس ہوتا ہے کہ عرفانِ ذات کے بغیر تمام ریاضتیں اور راتوں کا جاگنا محض فریب تھا، اور جب قلب بیدار ہو گیا تو اس کے لئے نیند اور بیداری ایک ہے۔

"حدیث ینام عینی ولا ینام قلبی، یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا، دل کے سونے سے اس کی غفلت اور اس کے جاگنے سے اس کی بیداری اور یادِ الٰہی کرنا مراد ہے۔ اسی طرح فقیر کا حال ہے کہ جب اسے ذکرِ قلبی حاصل ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ خواہ سوتا ہو یا جاگتا ہو ہر وقت یادِ مولا میں رہتا ہے۔" (۱)

مزید تشریح کے لئے حصہ ج کا بیت ۶۰، اور ۵ کے بیت ۱۹۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

(۱) حدیث، ینام عینی .... تا .... دل مولا باشد (سلطان باہو۔ مجالستہ النبی، ص ۱۵ مکنو بہ ۱۳۵۴ھ)

ت تسبی پھری تے دل نہیں پھریا کی لیناں تسبی پھڑ کے ہو (۱)

۴۹ علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کی لیناں علم نوں پڑھ کے ہو (۲)

چلے کٹے تے کجھ نہ کھٹیا کی لیناں چلیاں وڑ کے ہو (۳)

جاگ بناں دُدھ جمدے ناہیں باھو بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو (۴)

لغت : لیناں ، حاصل کرنا ، لینا — سکھیا : سیکھا

کٹے : کاٹے

کھٹیا : حاصل کیا — جاگ : (لغت پنجابی بمعنی سینڑ) دودھ سے دہی بنانے کے لئے جو تھوڑی سی لسی کا خمیر ڈالا جاتا ہے اسے جاگ کہتے ہیں ۔

ترجمہ : ۱ (اے درویش تونے وظائف پڑھے جن کا مدعائے اصلی کیفیاتِ دل کو معرفت ذات کی طرف راغب کرنا ہے لیکن تری محض) تسبیح پھرتی رہی اور دل (کی کیفیات) متحرک نہ ہوئیں، (ایسی بے معنی) تسبیح کو پکڑنے (اور بغیر حضور دل وظائف پڑھنے) سے کیا حاصل ؟

۲- (تونے) علم (ظاہری تو) پڑھ لیا لیکن ادب (جو کہ علم کا ماحصل ہے) نہ سیکھا (تو ایسے بے مقصد) علم کو پڑھ کر کیا لینا ؟

۳- (اے درویش تونے ظاہری وظائف کیلئے) چلے کاٹے (لیکن عرفانِ ذات و معرفت کی دولت) حاصل نہ کی تو چلوں میں داخل ہو کر کیا لینا ؟

۴- اے باہو (نظر مرشد کامل جو کہ بمنزلہ خمیر یعنی "جاگ" (ہے) کے بغیر (علم ظاہر اور ورد وظائف (چلہ کشی و ریاضت جو کہ بمنزلہ) دودھ ہیں سے دہی بننے کی (ثانوی کیفیت) حاصل نہیں ہوتی (جس سے عرفان ذات کا مکھن کشید کیا جا سکتا ہے) خواہ (ظاہری ریاضت کے) دودھ کو جوش دے دے کر سرخ ہی کیوں نہ کر لیا جائے ،

---

(۱) ان ، (۲) ان ، (۳) این (N)

ان میں (چلیاں) کے بعد (وچ) کا اضافہ ہے ۔ (۴) ان

تشریح : بیت ۴۶ میں بھی حضرت سلطان العارفین نے تلقین فرمائی ہے کہ محض ورد و وظائف کا تسبیح کے دانوں پر پڑھ لینے سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا جب تک دل بیدار ہو کر خود ذاکر نہ ہو جائے۔ اس بیت میں بھی اسی بات کو نئے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اگر تسبیح کے اوراد کے ساتھ دل کی کایا نہیں پلٹی اور دل بیدار نہیں ہوا تو پھر محض تسبیح پھیرنے سے کوئی حقیقی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

بیت میں دوسری اہم تلقین آداب و شائستگی حاصل کرنے کے لیے ہے اگر آداب کا خاصہ حاصل نہیں ہوا تو حصول علم بے سود رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ (۱) یعنی ان کو ادب سکھاؤ (۲)

اور حضور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ حسن ادب ایمان سے ہے، نیز فرمایا میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھا ادب سکھایا۔ (۳)

اسی ضمن میں علی ہجویریؒ (۴) نے فرمایا۔ پس یاد رکھیے کہ دین و دنیا کے تمام امور کی زیب و زینت ادب ہی سے تعلق رکھتی ہے اور ہر قسم کی مخلوق کے ہر قسم کے مقامات سے ہر مقام کے لئے ایک خاص ادب ہے۔ اور لوگوں میں ادب سے مراد مروت کا تحفظ کرنا ہے جبکہ دین میں ادب سے مراد سنت کی حفاظت اور محبت میں ادب سے مراد حرمت کی حفاظت کرنا ہے۔ (۵)

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی — سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی (۶)

---

(۱) یایها الذین آمنوا قوآ انفسکم واهلیکم ناراً (التحریم - ۶)
(۲) قرآن عظیم مترجمہ احمد رضا خاں بریلوی، حاشیہ، ص ۸۹۵
(۳) بشکریہ علی ہجویری، کشف المحجوب، ترجمہ اردو، لاہور - ۱۹۶۸، ص ۵۴۲
(۴) سید ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری ملقب داتا گنج بخش وفات ۴۶۵ ھ لاہور (بشکریہ کشف المحجوب ترجمہ اردو گنج مطلوب ترجمہ یزدانی لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۵
(۵) علی ہجویری کشف المحجوب، ترجمہ اردو یزدانی لاہور ۱۹۶۸ - ص ۵۴۳
(۶) علامہ اقبال

بہر حال حضرت سلطان العارفین بھی علم و درس و تدریس کے ساتھ لازم چیز جسے سمجھتے ہیں وہ ادب کا خاصہ ہے جس کے بغیر علم کا حصول بے مقصد رہ جاتا ہے۔

اسی طرح خلوت میں یاد خدا تعالیٰ کے لیے اگر مقررہ ایام گزارے گئے ہیں تو اس سے کیا فائدہ اگر عرفان ذات حق حاصل نہیں ہوا جو اس چلہ کشی اور خلوت نشینی و تفکر کی اصل وجہ تھی۔

ترا می خواہم ای دلبر کہ بینم　　توی مقصود من در ہر کہ بینم

مرا چشم از برای دیدن تست　　تو رخ تنمائیم پس در کہ بینم　(۷)

درخت عمر مرا برامید دیدن تست　　اگر بغیر تو بینم ز عمر بر نخورم　(۸)

سالک یا درویش کی خلوت نشینی میں اگر مراقبہ کا حال و کیفیت پیدا نہ ہو تو اس کی خلوت گزینی تفکر اور ورد اوراد کا کیا فائدہ! اسی ضمن میں مراقبہ کی شرح کرتے ہوئے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا

مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہیں تاکہ غیر حق دل میں نہ آئے جیساکہ خطرات نفسانی اور شیطانی وغیرہ وغیرہ۔ مراقبہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اسے مشاہدہ خاص نما بھی کہتے ہیں (۹) دراصل اسی تیسرے مصرعہ سے ہی حضرت سلطان العارفین نے مرشد کامل سے فیض حاصل کرنے کی تلقین کر دی ہے جس کے بغیر تمام خلوت نشینیاں اور ورد اوراد بے مقصد رہ جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں فرمایا

مرشد کا کام ہے اسم اللہ جل شانہ کی تلقین اور مرید کا کام ہے اسم اللہ جل شانہ پر یقین، کہ اپنی آنکھوں سے ان دونوں حضور کو دیکھ لے جس کو ان مراتب کی آگاہی اور دسترس نہیں وہ پیری مریدی اور طالبی مریدی سے واقف نہیں (۱۰) اسی لیے ایک مقام پر بیت کے آخری مصرعہ کے ضمن میں فرمایا

انسانی وجود بمنزلہ دودھ ہے اور کلام ربانی گھی، جب تک کوئی کامل مرشد نہ ملے تب تک دودھ جم کر اس سے مکھن اور گھی تیار نہیں ہوتا۔ (۱۱)

علم باطن ہم چوں مسکہ علم ظاہر ہم چوں شیر　　کی بود بے شیر مسکہ کی بود بی پیر پیر　(۱۲)

---

(۷) خواجہ معین الدین چشتی، دیوان، لاہور مطبع اسلامیہ سٹیم پرنٹنگ ورکس، ص ۴۰
(۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۱
(۹) سلطان باہو، شمس العارفین اردو ترجمہ لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۳۷
(۱۰) 〃 〃 عقل بیدار، اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۷۰ء 〃 ۸
(۱۱) 〃 〃 توفیق الہدایت 〃 ۱۹۶۸ 〃 ۳۳
(۱۲) 〃 〃 عین الفقر، شرح نظام الدین جلد اول 〃 ۲۹

۵۰

ث ثابت صِدق تے قدم اگیرے تائیں رب لبھیوے ہو (۱)

لوں لوں دے وِچ ذکر اللہ دا ہر دم پیا پڑھیوے ہو (۲)

ظاہر باطن عین عیانی ہُو ہُو پیا سنیوے ہو (۳)

نام فقیر تِنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو (۴)

لغت : اگیرے : اور آگے ، آگے ہی آگے

لوں لوں : بال بال ، ذرہ ، ذرہ

ترجمہ ۱ (اے درویش) (وصال) رب (تعالیٰ) تو تب حاصل ہوتا ہے (کہ) صدق ثابت رہے اور (راہ معرفت میں ہمیشہ) آگے ہی آگے گامزن رہے ۔

۲ - (اور) (قلب و روح تو درکنار) (سالک کے جسم کا) ایک ایک بال بھی ہر دم ذکر اللہ (تعالیٰ) پڑھا کرے ۔

۳ - (اور اسے) ظاہر و باطن (میں) اور عین مشاہدہ (میں ذکر) ہُو ہُو ہمیشہ سنائی دیتا ہو۔

۴ - اے باہو، فقیر تو (اُن مردانِ خدا عارفانِ کامل) کا نام ہے جن کی قبر بھی زندہ ہو۔

---

(۱) ط ، ع

ف ، ش

(۲) ب ، ط ، ع

ف ، ذ ، ش

(۳) ب ، ط

ع ، ف

(۴) ط ، ع

ب ، ف

ذ ، ش

تشریح : حضرت سلطان العارفین راہِ معرفت میں ثابت قدمی اور مسلسل پیشقدمی کی تلقین فرماتے ہیں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے "مرنے کے بعد جس کے قلب میں ذکر اللہ جاری و ساری رہے اسے ذاکر قلب کہتے ہیں، وہ قبر میں نہیں ہوتا بلکہ خلوت خانہ میں خدا تعالیٰ سے مشغول ہوتا ہے حدیثِ قدسی میں آتا ہے : انا جلیس مع من ذکرنی :یعنی میں اس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اور حدیث شریف میں ہے : ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلون من الدار الی الدار، یعنی بے شک اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں (۱)

گویا عارف کامل کی ثابت قدمی کی انتہا تو یہ ہے کہ وہ ہمہ تن موذکر الٰہی میں محو ہونے کے ساتھ اپنی مرقد میں بھی ذاکر قلب ہوتے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

عارف روحانی کو ایمانی نور حاصل ہوتا ہے جس کی قوت سے وہ آدمیوں سے ملتا ہے۔ اور اس کی قبر سے مذکور کے ذکر کی آواز آتی ہے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا تحیّرتم فی الامور فستعینوا من اھل القبور، یعنی اگر تم کاموں میں متحیر ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے مدد مانگو، روحانی کی قبر سے آواز آتی ہے اور عامل کو جمعیتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور والے کا ظاہر باطن یکساں ہو جاتا ہے۔ قبر شیر کے مکان کی طرح ہے اور قبر میں روحانی شیر ببر کی طرح (۲)

پھر فرمایا جو صاحب نظر ہے وہ ہمیشہ ضمیر پُر نور کے مطالعہ میں ہوتا ہے ؎

گر بمیرم برد مارا زیرِ خاک	جان تن من خوش بگوید ذکرِ پاک
از مردہ دل بہتر بود قبرِ فقیر	ہر چہ داری حاجتی زاں خوش طلب گیر

یعنی دمِ مرگ مجھے زیر خاک لے جائیں گے، تو میرا جسم جان ذکرِ پاک میں خوشی کے ساتھ مشغول ہوگا۔ مردہ دل سے تو فقیر کی قبر بہتر ہے وہاں پر جو حاجت بھی کوئی شخص لائے طلب

---

(۱) ذکر قلب آں را .... تا .... حدیث انّ اولیاء اللہ (سلطان باہو، محبت الاسرار ص ۱۹، مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۲) عارف روحانی ..... تا ..... در قبر روحانی شیر، (سلطان باہو عین الفقر حصۂ دوم شرح نظام الدین ص ۲/۱)

کرے تو حاصل کرے گا۔

گر ہر سند از من منکر نکیر ؛ خوش بیا اے طالبازان ذکر گیر
قبر خلوت خوش ببیں ای خفتہ اند ہمنشیں مجلس بشو خود گفتہ اند

منکر نکیر اس حال سے آگاہ ہوں گے میری قبر کو مردہ تصور نہ کرو، یہ تو نہایت پرمسرت خلوت گاہ ہے۔ (۳)

پھر فرمایا: جب طالب وحدانیت کے نور میں غرق ہونا چاہتا ہے اور جب طالب آنحضور علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہو کر مشرف با نوار ہونا چاہے اور اپنی جان کو تصدق و قربان اس مجلس آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دیتا ہے تو یہ راستہ اور نور و حضور اولیا اللہ انبیائے کرام اور شہدائے کرام کی قبور کے فیض سے حاصل کرتا ہے اور یہ ہر ایک اہل قبور سے روحانی ملاقات پر حاصل کرتا ہے (۴)

تصوف کی اصطلاح میں یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ صفاتی سے متعلق ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ سالک کے اعضائے حسی سمع و بصر وغیرہ پر تجلی فرماتا ہے اور بی یسمع و بی یبصر کی کیفیت طاری ہوتی ہے ؎

نیست گشتم من ز ہستی ہای تو من بروں رفتم دروں شد جائے تو (۵)

---

(۳) ہر کہ صاحب نظر ...... تا ..... خود گفتہ اند (سلطان باہو، عین الفقر، حصہ دوم، شرح نظام الدین، ص ۶/۷)

(۴) ہر وقت کہ طالب ...... تا ..... روحانی ملاقات کند (سلطان باہو، کلید التوحید، مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۴)

(۵) بشکریہ مولانا گل حسن شاہ تذکرہ غوثیہ، ۱۸۸۴، ص ۱۳۷)

ث ثابت عشق تنہاں نیں لدھا جنہاں ترٹی چوڑ چا کیتی ہو (۱)
۵۱ ناں اوہ صوفی ناں اوہ صافی ناں سجدہ کرن مسیتی ہو (۲)
خالص نیل پرانے اتے نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ہو (۳)
قاضی آن شرع ول باھُو کدیں عشق نماز نہ نیتی ہو (۴)

لغت : ترٹی : سرمایہ

چوڑ : برباد

مجیٹھی : سبز پیلے رنگ

ترجمہ : ۱- ثابت عشق (حق تعالیٰ) تو انھوں نے پالیا جنھوں نے (راہِ عشق و معرفت میں اپنی خواہشات نفس اور آرزوئیں ترک کر کے حیات موہومہ کے) سرمایہ کو برباد کر دیا۔

۲- (ایسے سالک) نہ تو صوفی (کہلاتے ہیں) اور نہ صافی (بنتے ہیں) اور نہ وہ مسجد میں جا کر سجدہ کرتے ہیں (بلکہ وہ تو معرفت اور عشق الٰہی کے شکر میں محو ہیں)

۳- (جہاں) خالص پرانا نیل (عشق ذات کا) رنگ چڑھ جائے اس پر (کوئی اور) سبز پیلا (دنیا و عقبیٰ کی عزت و احترام کا) رنگ (ہرگز) نہیں چڑھ سکتا۔

۴- اے باہو، قاضی شریعت (جو کہ عشاق ذات فقرا اہل اللہ پر معترض ہے) اسے شریعت کی طرف لے آؤ اور اس سے ثبوت دریافت کرو) کہ عشق نے کب نماز کی نیت نہیں کی: (بلکہ عشق تو ہمیشہ محوِ عرفانِ ذات ہو کر سر بسجود رہا ہے)

---

(۱) ع ، ش ، ف ، ذ

(۲) ل ، ك

(۳) ع ، ش ، ف ، ذ

(۴) ع

ذ

تشریح : حضرت سلطان العارفین دیوان باہو میں فرماتے ہیں۔

شبتوا قدامکو اے سالکاں راہ ملامتہا بجو اے صادقاں

یار سربازی بکن در راہ عشق زانکہ سربازی است بازی عاشقاں (۱)

یعنی اے سالک تو راہِ عشق میں ثابت قدم رہ، اور اے اس راہِ معرفت کے صادق ہر قسم کی ملامت اور اعتراضات برداشت کر (جیسے صوفیہ میں ایک فرقہ ملامتیہ کا کام ہے جن کا ظاہر عوام کے لئے تو غیر شرع نظر آتا ہے مگر دراصل وہ اپنی رسوم راہ کے مطابق ایسے طریق اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں) اے دوست راہِ عشق میں سر کی بازی لگا دے، کیونکہ سر کی بازی لگانا ہی دراصل عاشقوں کا کھیل ہوتا ہے۔

بیت میں بھی یہی ارشاد ہوتا ہے کہ جس نے اپنے جان و مال نفس، نمود و نمائش غرضیکہ ہر قسم کی خواہشات کو فنا کر دیا وہ ہی راہ عشق پر ثابت قدم ہے۔ یہ برباد حال عاشقان الٰہی ایسے عالم سرستی میں ہوتے ہیں کہ عوام کے نزدیک جیسے وہ ظاہری عبادات سے بے خبر ہوں، ان کا انداز انہیں خلق سے دور کر دیتا ہے وہ خلق سے آزاد خالق کی یاد میں دل کو معمور کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ایسا دل ہوتا ہے جس میں نہ دنیا کی محبت کا کوئی رنگ چڑھ سکتا ہے اور نہ عقبیٰ کے بہشت حور و قصور کی خواہشات کا کوئی رنگ اس پر اثر کر سکتا ہے اس کے ہاں تو ایک طلب مولیٰ کا پختہ رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔

با خلق آشنا نشود آشنائے تو بیگانہ شود از ہمہ کس آشنائے تو (۲)

ایسا ظاہر دراصل محض خلق سے آزاد و بیگانہ رہنے کے لئے عشاق اختیار کرتے ہیں ورنہ وہ تو ظاہر شریعت میں بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہتے اسی ضمن میں اقتباس ملاحظہ ہو،

اور جو شخص نماز حضوری کا دعوےٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ظاہری نماز کی حاجت نہیں وہ جھوٹا ہے کیونکہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو عارفوں کو مجلس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز ادا کرنے کے لئے حکم ہوتا ہے۔ (۳)

---

(۱) سلطان باہو، دیوان باہو فارسی مرتبہ چنن الدین، غزل نمبر ۱۵، ص ۷، مطبوعہ ۱۹۵۵ء

(۲) بقول کسے

(۳) سلطان باہو، شمس العارفین، ترجمہ اردو، چنن الدین مطبوعہ ۱۹۶۶ء ص ۹۸

آخر مصرعہ میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں : قاضی شریعت کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ثابت کرکے بتائے کہ عاشقانِ خدا کب نماز سے دور رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ عاشقانِ خدا نہ صرف ظاہری پنجگانہ نماز کی ادائیگی میں محکم ہوتے ہیں بلکہ انہوں نے تو ازل سے ابد تک کا ایسا وضو اور ایسی نیت کی ہوئی ہوتی ہے کہ دم دم کے ساتھ محبوب حقیقی کے حضور میں سربسجود ہوتے ہیں۔ ان کا جسم ان کا اپنا نہیں رہتا وہ ہر لحاظ سے فقیر ہوتے ہیں جسم و جان اور نفس کی خواہشات کا خون کرکے دنیوی آلائشوں سے بلند تر ہو جاتے ہیں اور ان کے ہاں خود ذات رب تعالیٰ ہی ہوتا ہے، جہاں خود رب تعالےٰ ہو وہاں کی نماز کی غایت عارف کامل ہی سمجھ سکتا ہے۔

۵۲ ج ٭ جو دل منگے ہووے ناہیں ہوون رہیا پریرے ہو (۱)

دوست نہ دیوے دل دا دارو عشق نہ واگاں پھیرے ہو (۲)

اس میدان محبّت دے وچ ملن تا تکھیرے ہو (۳)

میں قربان تنہاں نوں باھو جنہاں رکھیا قدم اگیرے ہو (۴)

لغت :- پریرے = اور دور، درکنار تا = تپش تکھیرے = تیز اگیرے = اور آگے

ترجمہ :- ۱- دل جو کچھ چاہتا ہے وہ نہیں ہو رہا (آرزوئے دل کا پورا) ہونا دور ہوتا گیا۔

۲- محبوب (حقیقی) دوائے دل عطا نہیں کر رہا اور عشق اپنا طریق کار نہیں بدل رہا۔

۳- (پختگیٔ عشق کے لئے) محبّت کے اس میدان میں (سوز آرزو، فراق زار، انتظار اور شوق دیدار کی آتش کی) تیز تر تپش ہوتی ہے۔

۴- اے باھو، میں ان (سالکان معرفت) کے قربان ہو جاؤں جنہوں نے (تمام صعوبتوں کے باوجود راہ عشق میں) اور آگے قدم رکھا۔

٭ حضرت سلطان حامد صاحب نے کتاب مناقب سلطانی میں حضرت دیوان غلام رسول سجادہ نشین پاک پٹن کے سامنے یوں اس بیت کو پڑھا تھا ؎ جو دل منگے تھیوے کھتوں تھیون رہیا پریرے

دوست نہ دیوے درد دا دارو دل عشق نہ واگاں پھیرے

ایس میدان محبت دے وچ ملن تا تکھیرے

میں قربان تنہاں نوں باھو جنہاں رکھیا قدم اگیرے

دیکھئے مناقب سلطانی - ناشران چنن دین مطبوعہ ۱۹۶۱ء - ترجمہ اردو - صہ ۲۶۴

(۱) و، ہ، ب (۲) و، ب، ہ، ف، ذ، ش

(۳) و، ر (۴) و، ر، ب، ع، ف

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

لن ترانی گر رسد گردن متاب
رب ارنی گو تو باری شو شتاب (۱)

یعنی محبوب حقیقی سے 'تو مجھے نہیں دیکھ سکتا' کا جواب اگر آئے تو بھی شوق وصل کے راستہ سے اپنی گردن نہ موڑ بلکہ فوراً بار بار عرضِ طلب کر 'اے خدا اپنا دیدار عطا کر' کا رشتہ آرزو قائم رکھ۔ بیت میں عاشق کے دل کی سچی کیفیات کا بیان ہے۔ نیز ثابت قدمی کی تلقین نہایت مؤثر رنگ میں کی گئی ہے۔ دل کی بیقراری اور محبوب کی بے نیازی کو سادہ اور عام فہم الفاظ میں نہایت سوز و ترنم کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے۔

بہرحال حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اگرچہ راہِ عشق میں صعوبتیں بہت زیادہ ہیں لیکن اس راہ میں وہی لوگ ہی قابل ستائش ہیں جو باہمت اور بردبار ہوکر اپنا ہر قدم آگے کی طرف بڑھاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

؎ ایمن مشو کہ صدہا رندان تیز گام
دریں شاہراہ بادیہ پی ہا بریدہ اند
نامید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
بایک خروشِ آہ بہ منزل رسیدہ اند (۲)

---

(۱) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ ناشران چمن الدین۔ غزل نمبر ۴۶ ۔ بند ۲ ۔ مطبوعہ ۱۹۵۵ء

(۲) بقول کسے ۔ بشکریہ سلطان غلام دستگیر القادری۔

۵۳

ج جے توں چاہیں وحدت لبدی تاں مل مرشد دیاں تلیاں ہو (۱)

مرشد لطفوں کرے نظارہ گل تھیون سبھ کلیاں ہو (۲)

انہاں گلاں وچوں ہک لالہ ہوسی گل نازک گل پھلیاں ہو (۳)

دوہیں جہانیں مٹھے باھو جنہاں سنگ کیتا دوڈلیاں ہو (۴)

لغت : تلیاں : پاؤں کے تلوے سنگ : رفاقت، ساتھ

ترجمہ : ۱۔ (اے سالک) اگر تو (راز وحدت رب تعالیٰ) چاہتا ہے تو مرشد کامل (کی اطاعت کر اور) مرشد کامل کے پاؤں کی تلیاں (اپنے ہاتھوں سے) ملو۔

۲۔ (یہ راہ معرفت نظر سے طے ہوتا ہے لہذا) مرشد (کامل) جب مہربانی کی نظر فرماوے گا تو سب (آرزوؤں) کی کلیاں (شگفتہ ہوکر) پھول بن جاویں گی۔

۳۔ (ان آرزوؤں کے شگفتہ) گلوں میں (ایک آرزو کی خاص معرفت ذات بمصداق) گل لالہ ہوگا جس کی پتی پتی (اسرار معرفت) کے نازک (راز و نیاز) رکھتی ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (جنہوں نے رہروان عشق و معرفت سے تعلق چھوڑ کر) رفتار کے دو حصے کر دیئے اور راہ نفاق اختیار کرلیا) وہ تو دنیا و عقبیٰ میں (عرفان و معرفت) سے محروم رہے۔

---

(۱) ا، ک، م (۲) ا، ب، ک، م، ذ

(۳) م، ا، ک (۴) ا ک، ذ، ب، د، ن، م، ہ ب د میں (سنگ) کی بجائے (من) درج ہے۔

تشریح: خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

شبان وادی ایمن گہی رسد بمراد — کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند (۱)

"طالب صادق کو مرشد کی خدمت میں دن مہینے اور سال نہیں گننے چاہئیں۔ اسے مرشد کی رضامندی درکار ہونی چاہیئے۔ جو طالب اپنی خدمت پر مغرور ہے وہ معرفت الٰہی سے دن بدن دور ہوتا جاتا ہے۔" (۲)

"حضرت قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ شرع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اس طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشین، پھر ان کے تربیت یافتہ۔ علیٰ ہٰذالقیاس۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور بہ ارشاد الٰہی ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو دوسرے کی تربیت کے سوا مقامات عالیہ تک ترقی دے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اکثر یہی ہوا ہے کہ سوائے تربیت شیخ کے کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کر سکتا۔ فلا ینبغی لہ ان ینقطع عن الشیخ حتی یستغنی عنہ بالوصول الی ربہ عزوجل۔ یعنی شیخ کی خدمت و ضرورت سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونا چاہیئے جب تک وصول الی اللہ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچ جائے۔ (کیونکہ رسم و عادات کے خود ساختہ اسلام کو چھوڑنا، حقیقت کی طرف آنا اور تعصب سے پاک ہونا، بدظنی اور بدزبانی منکرین کی بیہودہ باتوں کے اثر سے محفوظ رہنا سوائے شیخ کامل کی تربیت و صحبت کے ممکن ہی نہیں)" (۳)

"پیر طریقت کی متابعت کرنا مامور من اللہ ہے۔ جبکہ مولا کریم نے ارشاد فرمایا ہے واتبع سبیل من اناب الیّ ۔ ترجمہ:- اور پیروی کر راہ اس شخص کی کہ رجوع کرتا ہے طرف میری۔ (۴)

اور مقام قرب میں پہنچا ہوا ہو۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ترجمہ: پس سوال کرو ذکر والوں سے اگر ہو تم نہیں جانتے۔ (۵)

مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی مسئلہ شرعی کی تصدیق و تحقیق مطلوب ہے تو علمائے مجتہدین کی جانب رُخ

---

(۱) حافظ۔ کلیات۔ حافظ تہران۔ ۱۳۳۸۔ ص ۴۹

(۲) طالب صادق در خدمت ۔۔۔ تا ۔۔۔ معرفت اللہ حضور (حضور باہو۔ امیرالکونین ص ۱۳۰۔ مکتبہ ۱۳۳۲ھ)

(۳) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۱۶۲

(۴) (پ ۲۱۔ سورۃ لقمان)

(۵) (الانبیاء۔ ۷)

کرو اور اگر علوم مکاشفہ و مسائل طریقت کا حل چاہتے ہو تو اصحاب کشف، اہل اللہ پیران عظام اور اولیائے کرام کی خدمت میں جاؤ۔" (۶)

مرشد کامل کی توجہ سے جب طالب کے باطن کے پھول اسرار معرفت کے کھلیں گے تو ان میں سے نکھرا ہوا پھول اسم اللہ ذات کا ہوگا جو اصل مقصود ہے۔ ماشاء اللہ۔

راہ تصوف میں مرشد اور طالب کا تعلق باہمی رفاقت ہے اور جس نے اس رشتۂ روحانیت کو توڑ ڈالا یا نہ نبھایا تو گویا دونوں جہان میں اس نے خسارہ اٹھایا۔ قرآن حکیم میں بھی یوں ارشاد ہوتا ہے۔ جو پھر کوئی توڑے قول کو سوائے اس کے نہیں یعنی مقرر توڑتا ہے اپنے اوپر۔ یعنی اس قول کے توڑنے کا نقصان اسی پر پڑے گا۔ اور جس نے پورا کیا اس چیز کو جس پر قول کیا تھا۔ خدا تعالیٰ اسے پھر جلد دیوے گا خدا تعالیٰ اس کو بدلہ اس کے قول پورا کرنے کا بدلہ بہت بڑا ہے۔ (۷)

---

(۶) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری صہ ۱۶۹

(۷) فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیما۔ (الفتح - ۱۰) ترجمہ از تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر ۱۳۵۸ھ لاہور صہ ۵۳۲

ج جس الف مطالیہ کیتا ب دا باب نہ پڑھدا ہو (۱)

۵۴ چھوڑ صفاتی لدھس ذاتی اوہ عامی دُور چا کردا ہو (۲)

نفس امارہ کتڑا جانے ناز نیاز نہ دھردا ہو (۳)

کیا پرواہ تنہاں نوں باھو جنہاں گھاڑ ولدھا گھر دا ہو (۴)

لغت :- مطالیہ : مطالعہ گھاڑ : کاریگر ، کارساز

ترجمہ :- ۱۔(عشق و معرفت کے درس میں) جس (خوش نصیب نے) صرف الف (جو کہ اسم اللہ کی ابتدا ہے اور جس میں اسم اللہ پنہاں ہے) کا مطالعہ کر لیا۔ وہ ب (یعنی ماسوٰی اللہ) کا باب نہیں پڑھتا اور اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ (ایسا عارف جس نے الف اللہ کا عرفان حاصل کر لیا ہو) وہ (انوار) صفات (جو کہ دنیا و عقبیٰ ہیں) کو چھوڑ کر (انوار) ذات پا لیتا ہے (اور ماسوٰی اللہ کی) عامی (صفات) کو دور کر دیتا ہے۔

۳۔ (ایسا عارف کامل نفس امارہ کو ایک ذلیل) کتا سمجھتا ہے (اور اس کے خواہشات کے) ناز و نیاز کو تسلیم نہیں کرتا۔

۴۔ اے باہو (ان خوش نصیبوں کو) کیا پرواہ جنہوں نے اپنے گھر میں کارساز (مرشد کامل) پا لیا۔

---

(۱) ک، ۶، ش، ذ

(۲) ۶، ش، ف

(۳) ک، ۶، ش، ف

(۴) ب، ۶، ذ، ش

تشریح: ؎ الف اللہ بالفتم ب بہرہ بس۔ ہر کہ طلبش غیر حق اہل از ہوس (۱)

بیت میں سب سے پہلے اسم اللہ ذات کے تصور و مطالعہ کا ذکر ہے جس سے عرفان ذات حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ "تو جان لے کہ علم کا ایک حرف الف ایسا ہے جس کے پڑھنے سے (پڑھنے والا) اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔ جو شخص اسے سچے دل اور زبان سے تسبیح پڑھے اس میں دوئی نہیں رہتی۔ جو کوئی الف اللہ کا محرم ہو جاتا ہے اس پر علم الف سے علم (کا دروازہ) کھل جاتا ہے۔" (۲) نیز اکثر فرمایا۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس (۳)

اسی طرح ایک مقام پر صفات کے لامتناہی سلسلہ سے آگے چل کر حضرت سلطان العارفین ذاتِ الٰہی کا عرفان حاصل کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔" جان لینا چاہیئے کہ جب کہ خدا تعالیٰ غیر مخلوق ہے تو اسے غیر مخلوق ہو کر یاد کرنا چاہیئے۔ مقام قلب اور مقام روح مخلوق ہیں۔ ان سب مقامات سے گزر کر مقام سر میں پہنچنا چاہیئے۔ جو مقام غیر مخلوق ہے۔ جہاں بندے کو اپنے پروردگار سے راز و نیاز حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور پروردگار اپنے بندے کو" (۴)

اس طرح طالب نفس کی سرشت سے بلند ہو کر اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے یہ جملہ عروج مرشد کامل کی ہدایت اور ارشاد سے ہی طالب کو ملتا ہے جو اسے نفس اور اس کی خواہشات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

یاد رہے یہ بیت توحید طریقت کے مرتبہ توحید ذاتی کی خبر دیتا ہے یعنی" وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالیٰ الیقین کرنا اور مؤثر حقیقی و موجود اصلی ذات حق کے سوا دوسرے کو نہ جاننا" (۵)

---

(۱) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۲

(۲) سلطان باہو۔ محک الفقرا خورد۔ اردو ترجمہ۔ ناشران چنن الدین مطبوعہ ۱۹۶۱ء صد ۲۶

(۳) سلطان باہو۔ تقریباً تمام نثری کتب میں اس جملے کو بار بار استعمال فرمایا ہے۔

(۴) سلطان باہو۔ حجت الاسرار۔ اردو ترجمہ۔ ناشران چنن الدین مطبوعہ ۱۹۶۳ء صد ۲

(۵) بشکریہ مولانا گل حسن شاہ۔ تذکرہ غوثیہ۔ ۱۸۸۴۔ ص ۱۳۶

ج جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل بخت نہ بختی ہو (۱)
۵۵ استاد ازل دے سبق پڑھایا ہتھ تس دل تختی ہو (۲)
برسر آیاں دم ناں ماریں جاں سر آدے سختی ہو (۳)
پڑھ توحید تاں تھیویں واصل باھو سبق پڑھیوے وقتی ہو (۴)

لغت: برسر آیاں : پورا ہوکر

ہتھ : ہاتھ

جاں : جب

ترجمہ :- ۱- جس دل نے (حیات دنیا میں متاع) عشق خرید نہ کیا- اس دل کو (اگرچہ حصول دنیا و آخرت) کا بخت (حاصل ہو) (پھر بھی محروم متاع عشق ہوکر اس کا بخت) بدبختی ہے۔

۲- (مجھے) استاد ازل نے سبق (عشق پڑھایا اور (اس نے) لوحِ دل (جس پر درس عشق ذات تحریر ہے) میرے ہاتھ میں دی۔

۳- (فرمایا) جب (راہ عشق و وحدت کو) پورا کر کے (جذبات و واردات کی) سختی (کی کیفیت) سر پر طاری ہو تو (مقام عبدیت کو چھوڑ کر انانیت کا) دم نہ مارنا۔

۴- اے باہو- بروقت (عشق کا) سبق پڑھ کر (علم) توحید (ذات) حاصل کرتا کہ واصل (بذات حق) ہوجائے۔

---

(۱) ا، ب، ۵، ۶، ب د

(۲) ا، ب، ۵، ذ، ج، دوسب ل میں (دل) کی بجائے (ول) درج ہے۔

(۳) ا، ب، ۵، ۶، ب د

(۴) ا، ا ک

تشریح:۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جس نے عشق کا سودا نہ کیا وہی بدبخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کو ان کے لوح دل پر درس عشق کی تحریر عطا کی ہے۔ اس راہ عشق میں صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے کیونکہ عشق میں منازل اور مقامات کی کوئی انتہا نہیں۔ بے صبری قطع مقامات و مانع منازل کا باعث ہو جاتی ہے۔ اسی لئے توحید میں استغراق کا سبق پڑھ کر ہی وصال سے ہمکنار ہونا ہوتا ہے۔ ابیات میں توکئی مقامات پر حضرت سلطان العارفین عشق کا سودا چکانے کے لئے تاکید فرماتے ہیں۔ مثلاً

ع سر دتیاں جے سر ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ہو (۱)

اسی طرح میاں محمد (۲) یوں کہتے ہیں ؎

جنہاں عشق خرید نہ کیتا اینویں آن بگتے
عشقے باجھ محمد بخشا کی آدم کی کتے! (۳)

گویا میاں محمد بھی انسانی عظمت کا باعث محض عشق کو ہی گردانتے ہیں۔ اگر عشق نہیں تو پھر محض حیوانیت ہی رہ جاتی ہے۔ حیوانیت انسان کو پستی و ذلت کی طرف لے جاتی ہے۔ عشق کے بغیر بدبختی و ذلت کی نشان دہی کرنے کے بعد حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشق کا تعلق تو ازل سے ہے اور اس کی تعلیم لوح دل پر ہوا کرتی ہے۔ اسی انداز میں ایک اور مقام پر فرمایا۔

ع مرشد ہادی سبق پڑھایا بن پڑھیوں پیا پڑھیوے ہو (۴)

قرآن کریم میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔ پھر پایا (موسیٰ اور یوشع علیہما السلام نے) بندے پیارے کو ہمارے بندوں سے اچھا بندہ ہے۔ جس کو دیا ہم نے اپنے گھر سے اور سکھایا اس کو علم اپنے پاس سے اور دی ہم نے اس کو عقل اور دانائی اور شعور اور سمجھ جو دیسی کسی کو نہیں ہے۔ (۵)

---

(۱) دیکھئے حصہ پ بیت ۳۷

(۲) میاں محمدؒ: مصنف کتاب معروف سیف الملوک

(۳) میاں محمدؒ۔ سیف الملوک۔ مرتبہ پنجابی ادبی اکیڈیمی لاہور

(۴) دیکھئے حصہ م بیت ۱۷۲

(۵) فوجدا عبداً من عبادنا آتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلّمنٰہ من لدنا علماً (الکہف ۶۵)

نیز علم عشق و معرفت میں صبر کی زیادہ ضرورت کا اظہار بھی فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ سالک بعض اوقات اپنے محدود علم کے ذریعے سے معرفت کے لامتناہی علوم و منازل کو جب سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو بے بس ہو کر صبر کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اسی لئے تو عارف شیراز نے کہا ؂

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا (۶)

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ مقام فنا نظر آنے پر ضبط و صبر کا دامن تار تار ہو جاتا ہے جیسے کہ منصور (۷) کے نعرہ اناالحق کو ساری دنیا نے سُن لیا۔ ایسی واردات محض بے صبری کی علامت ہے۔

اسی موقعہ کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہا (حضرت خضرؑ نے کہ) بلاشک تو میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکے گا اور کیونکر صبر کر سکے تو اوپر اس چیز کے جو تیری سمجھ میں نہ آوے (۸)

آخر میں علم توحید و معرفت کے حصول کی تلقین ہوتی ہے جس میں واصل بحق ہونے کے لئے حقیقی علم ملتا ہے۔ کیونکہ معرفت کے علم کے بغیر خدا کی پہچان نہیں ہو سکتی ؂

چو شمع از پیٔ علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت (۹)

---

(۶) حافظ شیرازی۔ کلیات حافظ۔ تہران ۱۳۳۸ھ شمسی ص۳

(۷) منصور حلاج قتل ۳۰۹ھ مطابق ۹۲۲ء (بشکریہ دین و دانش مجلہ محکمہ اوقاف لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۵۲)

(۸) قال اِنّكَ لن تستطیع مَعِیَ صبرًا وکیف تصبر علیٰ ما لم تحط بهٖ خبرًا (الکهف - ۶۷-۶۸)

تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر۔ لاہور ۱۳۵۸ھ ص ۳۰۷ (۹) سعدی؛ کریما

ج جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھٹی ہو (۱)
۵۶ اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت اٹی ہو (۲)
جیں دل عشق حضور نہ منگیا سو درگاہوں سٹی ہو (۳)
ملیا دوست نہ انہاں باھو جنہاں چوڑ نہ کیتی تڑٹی ہو (۴)

لغت: جیں: جس، جس کے۔
پھٹی: پھوٹا۔ اٹی: کیچڑ میں ملوث
سٹی: پھینکی ہوئی

ترجمہ: ۱۔ جس دل نے عشق (ذات) خرید نہ کیا۔ اس دل میں تو درد (ہی) نہیں پھوٹا
۲۔ جو دل غفلت کی دلدل میں پھنس گیا ہے اس دل سے (تو) پتھر اچھے ہیں۔
۳۔ جس کے دل نے (اُن) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عشق نہیں مانگا وہ تو (درگاہِ الٰہی) سے پھینکا گیا (راندۂ درگاہ ہو گیا)
۴۔ اے باہو، جنہوں نے اپنا سرمایہ حیات (طلب معرفت میں) برباد نہ کر دیا انہیں محبوب (حقیقی) نہیں ملا۔

---

(۱) ک، م، ذ
(۲) ک
(۳) ک
(۴) ذ

تشریح : قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ تحقیق اللہ نے مول لی ہیں مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے بدلے اس کے کہ واسطے ان کے بہشت ہے۔ لڑیں گے بیچ راہ اللہ کے پس ماریں گے اور مارے جاویں گے۔ وعدہ ہے اوپر اس کے سچا بیچ توریت اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص بہت پورا کرنے والا ہے عہد اپنے کو اللہ سے پس خوشی وقت ہو تم ساتھ سوداگری اپنی کے جو سوداگری کی ہے تم نے ساتھ اس کے اور یہ وہی ہے مراد پانا بڑا۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین کا بھی بیت میں یہی مقصود ہے کہ سب سے اچھی سوداگری اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق جان کے بدلے خرید لینا ہے۔ اور اس راہ میں جان و مال قربان کر دینا ہے۔ کامل انسان امانت عشق سنبھالنے کی وجہ سے خلیفۃ اللہ کہلا سکا اور جن لوگوں میں دردِ عشق نہیں وہ گویا جمادات کی طرح ہیں۔ مرتبہ انسان سے کمتر ہیں۔ تمام انسانی عظمت و بلندی عشق اختیار کرنے سے ہے۔ عشق نہیں تو پھر انسان کے دل اور کسی سنگ و خشت میں کیا فرق۔ عشق ذات الٰہی سے انکار کرنے والا راندۂ درگاہ ہے اور جانوروں سے بدتر ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔ پس پھیر دیا ہم نے اس کو نیچے سب نیچوں کے (۲)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جن سالکان راہ معرفت نے اپنا سب کچھ قربان نہ کیا وہ محبوب حقیقی کا وصال حاصل نہیں کر سکتے۔

ے وفی الکونین کیٔ بیسند جمالش   فدا کن جاں بگرد زلفِ آں یار (۳)

تمام بیت کا مفہوم سرائیکی کے ایک عارف کی زبان سے بھی ملاحظہ ہو۔

ے جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے   خاوند دے در راکھی کردے صابر بھکے ننگے
جے لکھ زہد عبادت کریئے بن عشقوں کس کاری   جاں جاں عشق نہ ساڑے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری
جنہاں دردِ عشق دا ناہیں کد پھل پان دیداروں   جے رب روگ عشق دا لاوے لوڑ نہیں کوئی داروں (۴)

---

(۱) اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ ... تا ... وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ (التوبہ ۔ ۱۱۱)

(۲) ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (التین ۔ ۵)

(۳) سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ مکتبہ از کتاب خانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری

(۴) میاں محمد ۔ سیف الملوک ۔ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور ۔

ج- جیں دل عشق خرید نہ کیتا سوئی خسرے مرد زنانے ہو (۱)

۵؎ خنسے خسرے ہر کوئی آکھے کون آکھے مردانے ہو (۲)

گلیاں دیوچ پھرن اربیلے جیوں جنگل ڈھور دیوانے ہو (۳)

مرداں تے نامرداں دی گل تداں پوسی باھو جداں عاشق بنہن گانے ہو (۴)

لغت: خنسے: مخنث اربیلے: آوارہ

ڈھور: جانور، حیوان بنہن: باندھیں گے

گانے: کلائیوں میں پھولوں کے کنگن۔ نشان شجاعت

ترجمہ: ۱- جس کے دل نے عشق (الہٰی) خرید نہ کیا وہ اگرچہ (بظاہر جنس و شکل میں) مذکر دکھائی دیتے ہیں) یا مؤنث (وہ تو سب فی الحقیقت مخنث یعنی نامرد ہیں۔

۲- (جو طالبان مولیٰ نہیں ہیں) انہیں کون مرد (مولا) کہتا ہے بلکہ انہیں تو ہر (عارف) مخنث و نامرد ہی کہتا ہے۔

۳- (یہ مخنث طالبان دنیا) تو گلیوں میں ایسے آوارہ پھرتے ہیں جیسے کہ جنگل میں حیوانات جانور دیوانہ وار پھرتے ہیں۔

۴- مردان (خدا) اور نامردان (طالب دنیا) کا پتہ تو تب لگے گا جب (قیامت کے دن) عاشقان (ذات الہٰی) اپنے ہاتھوں کی کلائیوں پر (عروسی معرفت) کا کنگن (بطور نشان وصال و نشان شجاعت) باندھیں گے۔

---

(۱) ا

(۲) ا، ب، ھ، ۶

(۳) ا، ب، ۶، ۵

(۴) ا، ھ

وحدانیت و فردانیت موصوف تھا اپنے آپ نہ کسی دوسرے کی توحید سے کان اللہ ولم یکن معہ شئ والاٰن کما کان اور ابدالآباد تک اسی صف پر رہے گا۔ کلّ شئ ھالك الّا وجھہ یعنی ہستی اشیاء ان کی ہستی میں آپ ہی نیست و نابود ہے یہ ایسی توحید ہے کہ نقصان سے بری ہے اور یہی توحید حق ہے۔" (۱)

تشریح: "جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ طالب الدّنیا مخنّثٌ وطالب العقبیٰ مؤنثٌ وطالب المولیٰ مذکّرٌ۔ یعنی دنیا کا طالب ہیجڑا ہے۔ عاقبت کا طالب عورت ہے۔ اور مولیٰ کا طالب مرد ہے۔ (۲)

گویا عاشق جو طالب مولیٰ ہے وہی مردانگی کے مقام کا اہل ہے۔ باقیوں کا شمار مونث و نامرد طبقہ سے ہے۔ حضرت سلطان العارفین صاف طور پر فرماتے ہیں کہ جو عاشقِ ذاتِ الٰہی نہیں وہ مرد کہلانے کا اور مرد کے مقام کا مستحق نہیں۔

پھر فرماتے ہیں" وہ لوگ سخت بیوقوف ہیں جو دن رات دنیا مردار کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں اور پھر اس کو فخر و عزت خیال کرتے ہیں اور معرفت الٰہی کی طرف رُخ نہیں کرتے۔ یہ لوگ مومن مسلمان کہلانے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔ یہ تو ڈھور ڈنگر سے بھی بدتر ہیں۔" (۳)

پھر فرمایا۔" آدمی سب سے افضل ہے۔ کوئی چیز انسان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے سب انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور آدمی اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور جو شناخت کی طلب نہیں کرتا وہ بمنزلہ حیوان ہے۔ اس کے بدلے جمادات اور نباتات یا اور قسم کے حیوانات پیدا ہوتے تو اور بہتر تھا۔ ان آدمیوں کی اوقات پر لعنت ہے جو کتّے، گائے اور بھیڑوں کی طرح ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپنی بے وقوفی کے سبب قیامت

---

(۱) بشکریہ گل حسن شاہ۔ تذکرہ غوثیہ۔ ۱۸۸۴ء۔ ص ۱۴

(۲) سلطان باہو۔ اسرار قادری ص۱۲۔ ترجمہ اردو۔ ناشران چمن الدین۔ مطبوعہ ۱۹۶۳ء

(۳) سلطان باہو۔ امیر الکونین ص۲۷۔ مکتبہ ۱۳۳۲ھ (ہر آنکس عجب احمق اند۔۔ تا۔۔۔۔ بدتر از گاؤ شود باشند)

کے دن دیدارِ الٰہی کے امیدوار بنتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ قولہ تعالےٰ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی۔ (۴)

" وہ مردانِ خدا جو عشقِ الٰہی میں دنیا و عقبیٰ کے متاع اور حور و قصور کو ٹھکرا دیتے ہیں وہی تو حقیقتاً مقربین ہیں جن کے لئے قرآن حکیم میں بشارت ہے۔ فاما اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ۔ ترجمہ: "پس جو اگر ہووے مقربوں سے پس راحت ہے۔ اور رزق ہے اور بہشت ہے نعمت کی۔" (۵) یعنی مقربین کو بعد موت دخول جنّت اور دیدارِ الٰہی کی بشارت دی جا رہی ہے۔ رَوح و ریحان (راحت و روزی) مقربین کو لقائے الٰہی کے دیدار کے سوا کس چیز سے مل سکتی ہے؟ زندگی میں انہیں وجہ اللہ کی رویت تو حاصل تھی لیکن "ذات اللہ" بالقلئے الٰہی کا اشتیاق تھا۔ اضطرار تھا۔ موت کے وقت یہ اشتیاق و اضطرار بھی اپنے دیدار سے رفع فرماویں گے اور لا بدلہ من لقائی کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ (۶)

قرآن حکیم: وقالوا مالنا لا نریٰ رجالاً کنا نعدھم من الاشرار ۝ اتخذنٰھم سخریّاً ام زاغت عنھم الابصار۔ اور کہیں (سردار قریش کے دوزخ میں) کہ کیا ہے ہم کو کہ آج نہیں دیکھتے ہم ان مردوں کو کہ دنیا میں کہتے تھے ہم اُن کو بُرے (یعنی بلالؓ، صہیبؓ اور عمارؓ) پکڑا تھا ہم نے ان کو دنیا میں مسخرے (دوزخ میں نہیں آئے) یا ٹیڑھی ہو گئیں ان سے آنکھیں ہماری (آثار میں لایا ہے کہ حق تعالیٰ اس فرقہ فقیروں کے کو فرماوے تو اوپر بالاخانوں بہشت کے دکھلائی دیویں تاکہ کافر ان کو دیکھیں اور حسرت ان کو زیادہ ہووے۔ (۷)

---

(۴) سلطان باہو۔ محکم الفقراء۔ ترجمہ اردو صـ۲۳، ۲۴ ناشران جنن الدین مطبوعہ ۱۹۶۳ء

(۵) (الواقعہ۔ ۸۸۔ ۸۹) قرآن مجید عکسی۔ مترجم: شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی صـ۶۴۶

(۶) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف صـ۹۲

(۷) (پ ۲۳۔ ع ۱۳) تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر۔ مطبع ۱۳۵۸ ہجری۔ صـ۴۸۰-۴۸۱

ان مردان خدا کے لئے قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے اِنَّ اللہ یدخل الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھار یحلون فیھا مِن اَساور مِن ذھب و لؤلؤ ط وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ ط بیشک خدا تعالیٰ لا دے گا جو ایمان لائے اور کام کئے ہیں اچھے ، باغوں میں جو بہتی ہیں ان باغوں کے درختوں کے نیچے نہریں اور پہناویں گے ان باغوں میں لے جاکر کنگن ہاتھوں میں سونے کے اور موتیوں کے اور پوشاک ہوگی ان کی باغوں میں ریشمی باریک تحفہ کپڑوں کی (۸)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے قرآن حکیم ۔ جنت عدن یّد خلونھا یحلّونَ فیھا من اساور من ذھب وّ لؤلؤًا ج ولباسھم حریرٌ ط ترجمہ : اور ان لوگوں کے لئے جاودانی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور ان کا لباس ریشمی ہوگا ۔ (۹)

صاحب الفوائد الفواد نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن فقرا کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے ۔ (۱۰)

---

(۸) (الحج ۔ ۲۳) تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر ۔ مطبع ۱۳۵۸ ہجری ص ۴۸۱ ۔ ۴۸۰

(۹) (فاطر ۔ ۳۳)

مزید دیکھئے (پ ۲۹ ۔ ع ۱۹) "اور پہنائے جاویں گے کنگن چاندی کے اور پلاوے گا ان کو رب ان کا شربت پاکیزہ" ۔ قرآن مجید

(۱۰) فوائد الفواد ۔ ملفوظات نظام الدین اولیاء ۔ ص ۲۱۲

ج جیں دیہنہ دائیں در تیڈڑے تے سجدہ صحی ونج کیتا ہو (۱)

۵۸ اس دیہنہ دا سر فدا اتھائیں، میں بیا دربار نہ لیتا ہو (۲)

سر دیون سرّ آکھن نا ہیں، اساں شوق پیالا پیتا ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں عشق سلامت کیتا ہو (۴)

لغت: دیہنہ: دن تیڈڑے: تیرے

اتھائیں: اسی جگہ پہ سر: سر

سرّ: راز سرّ آکھن نا ہیں: راز ظاہر نہیں کرتے۔

اساں: ہم نے

ترجمہ: ۱۔ (اے محبوب حقیقی) جس دن کا ہیں نے تیرے آستانہ پر صحیح سجدہ آکر کیا ہے (یعنی جب سے مقام عبد و معبودیت سے لطف اندوز ہوا ہوں)

۲۔ اس دن کا (میرا) سر (اسی آستانہ حقیقی پہ) فدا ہے اور میں نے کوئی اور دربار (وہم ف... میں بھی) نہیں لایا۔

۳۔ (عارفان ذات) سر دے دیتے ہیں (لیکن محبوب کا) راز نہیں کہتے۔ ہم نے بھی (ایسا ہ... شوق کا پیالہ پیا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ میں (ان عارفان ذات) کے قربان جاؤں جنہوں نے محو عشق ہوکر اسرار معرفت (... بھی راز عشق ذات) کو سلامت (اور محفوظ) رکھا۔

---

(۱) ع، خ، ب د (۲) ع، ذ، ف، ش، ب د،

(۳) ع، ف، ش = ب د میں یوں ہے ع: سرّ آکھن سر دیون نا ہیں اساں شوق پیالا پینا

(۴) ع، ذ، ش، ف = ب د میں (کیتا) کی بجائے (لیتا) ہے۔

تشریح: بیت میں فقرِ شبیری کا بیان ہے۔ اس میں آستان گاہ محبوب پر عاشق کی فدا کاری اور سرفروشی کا اظہار ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جب سے محبوبِ حقیقی کے آستان قدس پر سجدہ ریز ہوا اس وقت سے میرا سر وہیں کا ہو رہا ہے۔

صائب ز کوئے عشق بجائی نمیروم
چوں کعبہ قبلہ گاہ من آن آستانہ است (۱)

حافظ بھی کہتے ہیں

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم تا دیدۂ من بر رُخ زیبائے تو باز است (۲)

محبوب کے آستانہ پر جس نے محبت و معرفت کا جام پی لیا وہ پھر محبت کا راز اپنے سینہ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔ اس راز کو تو فاش نہیں کرتا مگر اس کے لئے اپنا سر قربان کر دیتا ہے

سر داد نداد دست در دستِ یزید حقا کہ بنائے لاَ الہ ہست حسینؑ (۳)

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اُن کے قربان جائیے جنہوں نے سرتو قربانِ گاہِ جاناں میں پیش کر دیا مگر سِرّ الٰہی ظاہر نہ کیا۔ اور اس طرح سے عشق و محبت کو ہمیشہ کے لئے سلامتی بخش دی۔ گویا ان کو عشق نے منزل مقصود تک پہنچایا۔ اور انہوں نے ہر حال میں عشق کو سر بلند رکھا

بنا کردند رسمِ خوش بخاک و خون غلطیدن
خُدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را (۴)

---

(۱) صائب تبریزی۔ کلیات صائب تبریزی۔ مرتبہ آقائی امیری فیروز کوہی ص ۲۶۸

(۲) حافظ شیرازی۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ش۔ ص ۵۰

(۳) معین الدین چشتی اجمیریؒ۔ بشکریہ اسرار و رموز مصنفہ اقبالؒ

(۴) مولانا گرامی نام مولوی غلام قادر

ج جو پاکی بن پاک ماہی دے سو پاکی جبانڑ پلیتی ہو (۱)
۵۹ ہک بتخانیں جا واصل ہوئے ہک خالی رہے مسیتی ہو (۲)
عشق دی بازی انہاں لئی جنہاں سر دیتیاں ڈھل ناں کیتی ہو (۳)
ہرگز دوست نہ ملدا باھو جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی ہو (۴)

لغت : بن : سوائے، بغیر ماہی : دوست، محبوب ۔

ترجمہ: ۱۔ (اے سالک) (تقدس تو وہ ہے جس میں محبت، اطاعت اور حضوری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہو۔ لہذا) محبوب پاک (محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی (حضوری) کے بغیر جو بھی (اعمال افعال اور مراتب) پاک و مقدس (دکھائی دیتے ہیں) وہ سب (ناشائستہ اور) ناپاک سمجھئے۔

۲۔ ایک تو وہ ہیں (جنہیں حضوری حضور پاک حاصل ہے) وہ بتخانہ میں رہتے ہوئے بھی واصل (بحق) ہوئے۔ اور ایک وہ ہیں (جنہیں حضوری محبوب پاک حاصل نہیں) (وہ تمام عمر زہد و عبادت اور مساجد میں بسر کرکے بھی (معرفت حق) سے خالی رہ گئے۔

۳۔ بازی عشق تو ان (عارفان حق) نے (جیت) لی جنہوں نے (مال و متاعِ ننگ و ناموس تو درکنار) اپنا سر تک قربان کرنے میں دیری نہ کی۔

۴۔ اے باہو۔ (وصال حق کے لیے متاع دارین کی قربانی لازم ہے) (اس لئے) (جنہوں نے اپنا سب کچھ راہِ حق میں) برباد نہ کردیا اسے ہرگز (وصال) محبوب حاصل نہیں ہوتا۔

---

(۱) م، ل، ش، ذ، و۔

(۲) ل، م، ف، ش،

(۳) ط، ا، ک

(۴) ط

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جو پاکیزگی محبوب کی رضا کے بغیر ہے وہ کوئی پاکیزگی نہیں کہلائی جا سکتی بلکہ ناپاکی تصوّر ہوگی۔ جس طرح طریقہ مسنونہ کے مطابق وضو کئے بغیر ہم چاہے سارا دن دریا میں غسل کرتے پھریں مگر نماز کے لئے کبھی پاک و صاف نہیں سمجھے جا سکتے۔ اس کے برعکس ہماری ایسی ناپاکی جو رضائے محبوب کے لئے ہم سے واقع ہوئی ہو مکمل پاکیزگی کا درجہ رکھتی ہے۔ مثلاً خون پلید ہے لیکن شہید جو خدا اور رسول کی محبت میں تہ تیغ ہوتا ہے۔ اس کا خون اس قدر پاک ہے کہ اُسے پانی سے دھونا بھی منع ہے۔

~ خون شہیداں ز آب اولیٰ تراست   ایں خطا از صد ثواب اولیٰ تراست (۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وصال ضروری نہیں کہ مسجد یا کعبہ میں ہی ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ذات بے نیاز کا وصال بت خانے میں ہی ہو جائے۔

~ کدی گگلے ونجاں کدی مکّے او   ہے ہر جا یار تھیا پکے او
گیا وہم خیال تے شکے او   سوہنیں یار اساکوں مسرور کیتا (۲)

~ حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست (۳)

دراصل راہِ عشق میں کسی کی شستگی و پاکیزگی اور شب و روز مساجد میں نوافل کام نہیں دیتے بلکہ اس راہ میں تو بغیر تأمل سر دینا پڑتا ہے۔ یہ فدا کاری اگر موجود ہے تو جاں نثار کی ناپاکی بھی پاکی میں شمار ہوگی۔ اور وہ چاہے تمام عمر بت خانے میں گزارے مگر قربِ خدا وندی کا لائق گردانا جائے گا۔ آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جس نے اپنا جان و مال اور سب کچھ

---

(۱) شاعر نامعلوم

(۲) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور۔ ۱۹۶۲ء ص ۱۴۳

(۳) حافظ شیرازی

محبوب کی راہ میں برباد نہ کیا وہ کیونکر وصالِ محبوب حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

جس نے اپنے نفس کو فانی سمجھا گویا اس نے اپنے پروردگار کو باقی سمجھا۔ (۴)

؎ فنا کن خویش را در راہِ جاناں
چہ کار آید ترا ایں درم و دینار (۵)

اسی ضمن میں عطارؒ نے فرمایا ؎

مرد کار افتادہ باید عشق را
مردم آزادہ باید عشق را (۶)

پھر فرمایا ؎

سائلی گفتش کہ اے آشفتہ کار — عشق چہ بود سرایں کن آشکار
گفت آں باشد کہ صد عالم متاع — جملہ بفروشی برائے یک فقاع
تا چنیں کاری نیفتد مرد را — او چہ داند عشق را و درد را (۷)

مزید شرح کے لئے دیکھئے حصہ پ بیت ۳۸ اور حصہ و کایت ۱۹۱۔

---

(۴) من عرف نفسہٗ بالفنا وفقد عرف ربّہٗ بالبقاء (بشکریہ سلطان باہو۔ اسرار قادری ترجمہ: اردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۶۳۔ ص ۳۸)

(۵) سلطان باہو۔ دیوان باہو، مرتبہ چنن الدین لاہور ۱۹۵۵ء غزل ۳۵۔ ص ۱۹

(۶) فریدالدین عطار۔ منطق الطیر مرتبہ: شیخ مبارک علی لاہور ص ۲۵۹

(۷) 〃 〃 〃 ص ۲۶۰

ج جو دم غافل سو دم کافر اسانوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو (۱)

۶۰ سُنیا سخن گیاں کھُل اکھیں اساں چت مولا وَل لایا ہو (۲)

کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ہو (۳)

مرن توں اگے مر گئے باھو تاں مطلب نوں پایا ہو (۴)

لغت : چت : دل ، دھیان

وَل : کی طرف

ترجمہ : مجھے مرشد (کامل) نے یہ تعلیم دی کہ جو دم (ذکر الٰہی) سے غافل ہے وہ دم (بوجہ غفلت و ترک ذکر) کافر ہے۔

۲- (جب میں نے مرشد کا یہ) فرمان سنا تو (میری) آنکھیں (خواب غفلت سے) بیدار ہو گئیں اور (میں نے اپنا) دل اور مکمل دھیان مالک (حقیقی) کی (یاد اور ذکر) میں لگا لیا۔

۳- (اس راہ سلوک میں) میں نے ایسا عشق (حقیقی پایا کہ) اپنی جان (اور حب ما سوی اللہ) اپنے مالک (حقیقی) کے حوالہ کر دیا۔

(۴) اے باہو۔ جو (موت ظاہری) سے پہلے ہی (اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کر گئے۔ اور جان سے دستبردار ہو کر مر گئے۔ وہی اپنے مطلب (معرفت) کو پا گئے۔

---

(۱) ک ، م ، ف ، ذ ، ش

(۲) ک ، م ، ف ، ذ ، ش

(۳) ک ، م ، ذ ، ف

(۴) م ، ج ل میں (نوں) کی بجائے (نیونہہ) ہے

تشریح: حق تعالیٰ سے فرمان منقول ہے "اے میرے بندے میں تیرے گمان کے قریب ہوں حال یہ ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ جب تُو مجھے پکارتا ہے میں تجھے آواز دیتا ہوں یعنی بندہ خدا سے بھی خدا ہی کو چاہتا ہے۔ اب اے میرے عزیز! طاعت باطن یہی ہے۔ پس مرید کو چاہیئے کہ اپنے دل کی صفائی و تصفیہ کے لئے کسی لمحہ حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اسی لئے زندگی کے ان سانسوں کو اس فانی جسم میں اہمیت حاصل ہے۔ ہر سانس اپنے ساتھ عمر کا موتی لے جاتا ہے جس کی قیمت دونوں جہان کا خراج ہی ہو سکتا ہے۔"

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذکرونی اذکرکم۔ پس مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ جب بندہ اس حد تک یادِ حق میں محو ہو جائے تو وہ خود کو فانی شمار کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کو باقی۔ کیا خوب ہے۔ وہ باقی۔ کہ فانی کے قالب میں جاگزین ہوتا ہے۔" (۱)

حدیث: کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میت ۔ یعنی جو دم ذکرِ الٰہی کے بغیر لیا جائے وہی مردہ ہے۔ (۲)

حدیث: مثل الذی یذکر ربی والذی لایذکر مثل الحیّ والمیت ۔ یعنی جو چیز یادِ خدا سے نہیں ہٹائے وہی تیرے لئے بُت ہے۔ (۳)

حدیث: مثل الذی یذکر ربیّ والذی لا یذکر مثل الحیّ والمیت یعنی ذاکرِ حق اور غافلِ ذکرِ الٰہی کی مثال فی الحقیقت زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔ (۴) اس امر کو سمجھنے کے بعد فقیر زندگی میں اپنی جان اور اس کے لوازمات رب تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے۔ سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں "جب تک پہننے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں پہنتا ہوں۔ جب تک کھانے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں کھاتا ہوں۔ جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں بولتا ہوں۔" (۵)

---

(۱) حضرت فریدالدین مسعود ابن سلیمان بن ابی بکر عمر صلاح۔ رسالہ گنج الاسرار۔ بشکریہ "محمد الرحیم" حیدر آباد سندھ۔ جولائی اگست ۱۹۶۸ء۔

(۲) بشکریہ سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو ص ۹۔ ناشران جنین الدین۔ مطبع ۱۹۶۶ء

(۳) سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ ناشر جنین الدین، ۱۹۶۶ء۔ ص ۵۔

(۴) بشکریہ ابوالفیض قلندر سہروردی۔ انفاس دوفرض۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۰

(۵) عبدالقادر جیلانیؒ۔ غنیۃ الطالبین۔ جلد اوّل۔ ترجمہ ... اردو ... ۲

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "فقراء نے اپنی جان خدا تعالیٰ کے حوالے کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ مرجاتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں مردہ نہیں ہوتے" (۶)

جب سب کچھ خدا تعالیٰ کے حوالہ ہو جاتا ہے تو اسکی جملہ حرکات و سکنات اپنی طرف سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے وہ خود تو زندگی میں ممات کے مقام پر ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ "فقیر کا پہلا مرتبہ موتوا قبل ان تموتوا۔ مرنے سے پہلے مرجاؤ ہے۔ اور یہ بات اسم اللہ ذات کی توحید کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے احوال و مقامات کو اپنی زندگی میں دیکھ لیتا ہے۔ **قولہ تعالیٰ**۔ موتاً وّلاحیاتاً وّلا نشوراً (پ ۱۸۔ ع ۱۶) موت کو اور نہ زندگی کو اور نہ پھر اُٹھنے کو۔ کیونکہ وہ ممات کے درجوں کو زندگی ہی میں طے کر لیتا ہے" (۷)

پھر فرمایا "مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ یہ ہے مراتب کشف کی۔ ذاکر کا وجود زندہ مردہ ہو جاتا ہے اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ذاکر ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ ذاکر اسرار ربانی مشاہدہ پروردگار رہے" (۸)

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے "جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے، بڑے ہیں درجے میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانے والے" (۹)

یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ **۱** کے بیت ۸ کی شرح میں بیان ہو چکی ہے۔

---

(۶) فقرا، خود را بخدائی خود سپردہ اند اگرچہ مردہ اند نمردہ اند (سلطان باہو۔ عین الفقر، حصہ دوم شرح نظام الدین صـ ۲۲)

(۷) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ صـ ۲۶۔ ترجمہ اردو۔ ناشران چمن الدین۔ مطبوعہ ۱۹۶۳ء

(۸) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت صـ ۵۲۔ ترجمہ اردو۔ ناشران چمن الدین۔ مطبوعہ ۱۹۶۸ء۔

(۹) (التوبۃ۔ ۲۰) قرآن مجید عکسی مترجمہ۔ شاہ رفیع الدین تاج کمپنی صـ ۲۲۹۔

ج جتھے رتی عشق وکاوے اوتھے مناں ایمان دویوے ہو (۱)
۶۱ کتب کتاباں ورد وظیفے اوتر چا پکیوے ہو (۲)
باجھوں مرشد کجھ نہ حاصل توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ہو (۳)
مریئے مرن تھیں اگے باھو تاں رب حاصل تھیوے ہو (۴)

لغت : وکاوے : بکے ۔فروخت ہو
مناں : کئی من دویوے : دے دینا چاہیئے۔
اوتر : زائد

ترجمہ: ۱۔(اے درویش) (جس درگاہ عالیہ میں) ایک رتی (کے مقدار میں) عشق فروخت ہوتا ہو (میتسر ہو) (تو اس کے عوض) کئی من (متاع) ایمان دے دینا چاہیئے۔

۲۔ (اس حصول عشق کے سودا میں علم وفضل کی) کتابیں اور ورد وظائف (کا ثواب بھی) زائد ادا کر دینا چاہیئے۔

۳۔ (اے طالب) اگر تو (زندگی کی) تمام راتیں (عبادت میں) جاگتے (اور ورد وظائف پڑھتے گزار دے) تب بھی بغیر (نظر) مرشد (کامل) (اسرار معرفت) کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۴۔ اے باہو۔ موت سے پہلے ہی (نفس اور خواہشات نفس) کو مار کر مر جانا چاہیئے۔ تب (معرفت) رب (تعالیٰ) حاصل ہوتی ہے۔

---

(۱) ل، ھ
(۲) ل، ھ، م = ب ل میں (پکیوے) کی بجائے (چکیوے) ہے
(۳) ل، ھ، م، ذ، ف
(۴) ل، م، ف، ذ۔

تشریح: عشق ذات اصل سرمایہ ہے اور یہی ایمان کامل کا مقصود ہے۔ اس کے حصول کے لئے ایمان کا سرمایہ صرف کیا جائے۔ عشق کا بھاؤ اتنا تیز ہے کہ اس کی رتی بھر مقدار کے حصول کے لئے ایمان کامل کے منوں کے حساب میں ڈھیر لگانے پڑتے ہیں۔

اسی ضمن میں خواجہ حافظ شیرازی کیا خوب فرماتے ہیں ؎

فدائے پیراہن چاک ماہرویاں باد ہزار جامۂ تقویٰ و خرقۂ پرہیز (۱)

یعنی محبوب کے چاک پیراہن پر ہماری پرہیزگاری کے ہزاروں خرقے اور لبادے قربان جائیں۔

اور حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

گر و بادہ مصلی را بدست آور قدح می را مصفا کن دل و جاں را مشو خود مرد فرزانہ (۲)

یعنی جائے نماز کو شراب (معرفت) کے پیالہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے اور اُس پیالہ سے دل و جاں کو پاک و شفاف کر دینا چاہیئے (شراب معرفت کا خمار حاصل کرکے) (عقل) کی فرزانگی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

اس کے بعد حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں انانیت کا مذکورہ سامان ترک کر دینے اور یکسوئی اختیار کرنے کے ساتھ مُرشد کامل کی نگاہ کرم کا طلبگار رہنا چاہیئے۔ اسی ضمن میں ایک مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "واضح رہے کہ وسیلہ فضیلت سے بہتر ہے۔ کیونکہ گناہ کرتے وقت نفس کو اگر قرآن وحدیث کی فضیلت دوزخ کے خوف، بہشت کی لذت، مسائل فقہ، خدا سے ڈرنے، آنحضرتؐ کی شفاعت، روز جزا کے عذاب اور صراط وغیرہ تمام احوال کا علم بھی ہو تو گناہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر اس وقت بطور وسیلہ شیخ کا نام لے کر فریاد کرے تو نفس گناہ سے باز آجاتا ہے۔ اور قہر الٰہی سے ڈر جاتا ہے۔ پس وسیلے کا مُرشد فضیلت کے مُرشد سے بہتر ہے" (۳)

"امام وہاب الدین شعرانی(۴) نے کتاب انوار قدسیہ میں شیخ کامل کی پیری کو واجب ثابت کیا ہے۔

---

(۱) حافظ شیرازی۔ کلیات خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی بخط علی شاہمیری۔ مطبوعہ تہران ۱۳۲۸ شمسی۔ صہ ۱۴۹

(۲) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ غزل نمبر ۵۔ صہ ۳۔ ناشران چنن الدین۔ طبوعہ ۱۹۵۵ء

(۳) بدانکہ وسیلت بہتر ..... تا ..... بہتر است از فضیلت (سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ صہ ۱۳ مکتوبہ ۱۳۰۶ ھج)

(۴) عبدالوہاب بن احمد بن علی (ابو محمد)، ۸۹۸ ھج۔ ۹۷۳ ھج (الاعلام جلد ۴ ص ۳۳ ہدیۃ العارفین جلد ۱ ص ۶۴۱) بشکریہ نور سلطان القادری۔ مقالہ غیر مطبوعہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت۔ ص ۳۴

وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے۔ پس اس کے لئے دور کرنے کا طریق بھی حاصل کرنا واجب ہوگا۔ جس سے وہ دور ہو سکیں۔ اور سوائے اتباعِ شیخ کامل کے اور کوئی طریق نہیں پھر لکھتے ہیں، ولو تکلف لا ینفع بغیر شیخ ولو حفظ الف کتاب۔ یعنی آدمی اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کر لے" (۵)

"**قولہٗ تعالیٰ**: یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو طرف اس کے وسیلہ اور محنت کرو بیچ راہ اس کی کے تو کہ تم فلاح پاؤ" (۶)

"**حدیث**: لا دین لمن لا شیخ لہٗ و من لا شیخ لہٗ فلہٗ شیطان۔ یعنی جس کا رہبر نہیں اس کا دین کامل نہیں اور جس کا رہبر نہیں ہوتا اس کا ابلیس شیخ بن جاتا ہے۔ پیری مریدی۔ مرشدی طالبی عظیم سرِ اسرار ہے" (۷)

آخر میں یہ حقیقت واضح فرماتے ہیں کہ محبوبِ غنی جل شانہ کے سامنے فقیر ہونا پڑتا ہے اور فقیر کو زندگی میں ہی ممات کے تمام مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ جب اپنی جان۔ آن بان اور ننگ و نام سے ذات فقیر فقیرِ محض ہو جاتا ہے تو وہاں اور اس موقعہ پر ہی حصولِ ربِ غنی ہوتا ہے۔ جب جسم و جان کو فقر کی فنا حاصل ہوتی ہے تو ربِ باقی سے فقیر کے ہاں بقا کے اسرار کھلتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "کوئی شخص فقر کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ اپنا سر نہ کاٹ دے یعنی رضائے محبوب میں اسقدر گم ہو جائے کہ عاشق کو زندگی میں موت حاصل ہو" (۸)

یاد رہے یہ بیت توحید معرفت کے مرتبہ توحید صفات کی خبر دیتا ہے۔ یہ علم قلب ہے عبارت میں نہیں آ سکتا۔ اور جو شخص گمان کرے کہ یہ علم کتابوں سے پورا ہو سکتا ہے وہ ناقص المعرف ہے۔ علم صفات

---

(۵) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۶۶

(۶) المائدہ - ۳۵)

(۷) قولہ تعالیٰ ... تا ... مرشدی طالبی عظیم سرِ اسرار (سلطان باہو۔ گنج الاسرار۔ کنز ۔ ۲۰۶، ص ۲۱)

(۸) ہیچکس مرتبہ فقر ہرگز نمیرسد تا آنکہ سر بریدہ بی سر نمیشود (سلطان باہو۔ نور الہدیٰ ... ص ۹۵)

عارفین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا البتہ جس نے توحید افعال کی طرف سے توحید صفات کی طرف ترقی کی ہے اسکی نسبت یہ توقع ہو سکتی ہے اگر خدا کو منظور ہو تو توحید ذات کا علم اس کو ہو جائے اور جو کوئی بغیر اس طریقہ کے مرتبہ ذات میں تکلف کرے گا وہ تشبیہ و الحاد میں جا پڑے گا اس واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ تعالیٰ۔

اس مقام کے علم کا طریق تفکر فی الافعال اور نظر استدلال ہے کیونکہ افعال صفات سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صفات کی رہنمائی کرتے ہیں جو قائم بالذات ہے" (۹)

---

(۹) بشکریہ مولانا گل حسن شاہ : تذکرہ غوثیہ - ۱۸۸۴ - ص ۳۹)

ج جنگل دے وچ شیر مریلا باز پوے وچ گھر دے ہو (۱)

٦٢ عشق جیہا صراف ناں کوئی کجھ ناں چھوڑے وچ زر دے ہو (۲)

عاشقاں نیندر بھکھ ناں کائی عاشق مول نہ مردے ہو (۳)

عاشق جیندے تداں ڈٹھوسے باھو جداں صاحب اگے سر دھر دے ہو (۴)

لغت: مریلا : مارنے والا — باز : ایک پرندے کا نام - شہباز، عقاب

پوے : پڑتا ہے۔ حملہ کرتا ہے۔ — سوئی : وہی۔

نیندر : نیند — کائی : کوئی۔

ترجمہ : ۱۔ (عشق بمصداق) مارنے والے شیر کے ہے (جو کہ جسم کے جنگل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ اور خواہشات کے گیدڑ اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے) (یا بمصداق) (شاہ) باز کے ہے جو کہ دل کے گھر کے اندر بھی جھپٹے مارتا ہے (اور خناسی پرندے سہم جاتے ہیں)

۲۔ عشق جیسا کوئی اور صراف نہیں ہے (جو کہ عاشق کے دل سے تمام کدورتیں کاٹ کر نکال دیتا ہے جیسا کہ صراف) سونے میں کچھ (ملاوٹ) کو باقی نہیں چھوڑتا۔

۳۔ عاشقان (ذات) کو (جو کہ محو تجلیات ہیں) نہ تو نیند (کی غفلت طاری ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں کوئی) بھوک اور اشتہا باقی ہوتی ہے اور وہ ہرگز نہیں مرتے۔

۴۔ اے باہو۔ ہم عشاق کو تب ہی زندہ (جاوید) پاتے ہیں جب وہ صاحب (رب تعالیٰ) کے آگے (اس کی رضا پر راضی ہو کر) سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

---

(۱) ا، ب، ھ، ج، ذ

(۲) ھ، ا، ک

(۳) ا، ھ، ج، ذ، ش، ف۔

(۴) ا، ب

تشریح: حضرت سلطان العارفین اس بیت میں عشق کو شیر اور شہباز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اور عشق جس انسان کے ہاں مسلط ہو جائے تو اس کی جملہ حرکات و سکنات اور خواہشات پر بادشاہ کی طرح حاکم ہوتا ہے۔ جس طرح شیر کے سامنے جنگل کا کوئی جانور سر نہیں اٹھا سکتا اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بھی کوئی خناسی وسوسہ اور خواہشات بھی سر نہیں اٹھا سکتیں۔ شہباز کو لیجئے یہ بھی پرندوں میں بادشاہ کا مقام رکھتا ہے۔ گویا اس کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے بھی عشق کو حاکم کا مقام عطا فرمایا۔ شہباز کی پرواز بلند سے بلند تر ہوتی ہے اور عشق کی پرواز اور مطمح نظر بھی بلند سے بلند تر ہوتا ہے۔ شہباز کسی مُردہ شکار کو پسند نہیں کرتا خود شکار کرتا ہے اور اپنی روزی خود تلاش کرتا ہے۔ عشق بھی مردہ سفلی چیزیں پسند نہیں کرتا۔ اس کی پرواز بلند و بالا ہے۔ اپنی تلاش غذائے رُوح اور حتیٰ کہ غذائے جسم ربّ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ شہباز بے خوف و خطر بلند پرواز اور عشق بھی بے خوف و خطر ماورائے ربت سے بلند پرواز۔ یہی شیر اور شہباز میں اوصاف تھے جنہیں دیکھ کر حضرت سلطان العارفین نے عشق کے ساتھ یہ تشبیہات اور مماثلتیں پسند کیں۔

گویا مقصود یہ ہے کہ فقیر کے جسم و جان میں عشق کا اس طرح تسلط ہے جس طرح جنگل میں شیر اور ہوا میں شہباز کا ہوتا ہے۔ عشق نے فقیر کے جسم و جان کے گھر میں بھرپور حملہ کر کے نفس و خواہشات کا قلع قمع کر دیا ہے۔

عشق کی صناعی کے بارے میں حضرت سلطان العارفین ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

"عارف فقیر صراف کی طرح ہیں۔ وہ باطنی صفائی کی وجہ سے نیک و بد کو نظر ہی سے پرکھ لیتے ہیں۔ جس طرح کہ صراف نگاہ سے سونا چاندی پرکھ لیتے ہیں" (۱)

پھر فرماتے ہیں "عشق بمنزلہ صراف کے ہے۔ کھرے کو کھرا اور کھوٹے کو کھوٹا کر دیتا ہے" (۲)

---

(۱) فقرائے عارف خدائی .... تا بانظر صراف شناسد زر (سلطان باہو۔ امیر الکونین، صد ۳۰ مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ)

(۲) عشق ہمچناں است چنانچہ صراف زر قلب را قلب کند و راست را راست (سلطان باہو۔ عین الفقر حصہ دوم شرح نظام الدین۔ صد ۸۳۔

عشاق ذات کا تعلق حیی و قیوم سے ہے غفلت کی نیند اور حیوانی خورد و نوش سے آزاد ہو کر رہتے ہیں۔ ان کا مطمحِ نظر دُنیا کا آرام اور خورد و نوش ہر گز نہیں۔ ان کا کھانا پینا چونکہ لذتِ کام و دہن کے لئے نہیں اس لئے اُس خوراک کا شمار و تعلق عام حیوانی خورد و نوش سے ہر گز نہیں حضرت سلطان العارفین نقیبِ کو محض ایک مراقبہ خاص کے اثر میں فرماتے ہیں " واضح رہے کہ جو شخص خواب یا مراقبہ میں بہشت کے اندر آئے اور بہشتی کھانا کھائے اور عزبت کی ندی کا پانی پئے اور حور قصور کا تماشا دیکھے تو جب وہ خواب و مراقبہ سے باہر آئے گا اُسے عمر بھر کھانے پینے کی ضرورت نہ رہے گی اور بھوک پیاس اُس کے وجود سے دور ہو جائے گی اور عمر بھر اُسے نیند نہ آئے گی " (۳)

اور جب فقیر اپنے مالکِ حقیقی کے حضور میں فنا ہو جاتا ہے سر قربان کرتا ہے تو اُسے حیاتِ جاودانی کی بقا حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں اُس کی راہ میں سر دینے والوں کے لئے قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے۔

" اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے جاتے ہیں۔ بیچ راہ اللہ کے مردے ہیں، بلکہ زندہ ہیں۔ اور لیکن نہیں تم سمجھتے " (۴)

پھر فرمانِ الٰہی ہوتا ہے " اور مت گمان کر ان لوگوں کو کہ مارے گئے بیچ راہ اللہ کے مُردے بلکہ زندہ ہیں نزدیک رب اپنے کے رزق دیے جاتے ہیں " (۵)

---

(۳) سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اُردو۔ صفحہ ۴۰۔ ناشران صِفِن الدین۔ مطبوعہ۔ ۱۹۶۶ء

(۴) (البقرۃ۔ ۱۵۴)

(۵) (آل عمران۔ ۱۶۹)

ج جنہاں عشق حقیقی پایا موہوں نہ کجھ الاون ہو (۱)

۶۴ ذکر فکر وچ رہن ہمیشاں دم نوں قید لگاون ہو (۲)

نفسی، قلبی، روحی، سرّی خفی اخفیٰ ذکر کماون ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جیہڑے اکس نگاہ جواون ہو (۴)

لغت: موہوں : منہ سے۔

الاون : بولتے ہیں۔

جواون : زندہ کرتے ہیں۔

اکس : ایک۔

ترجمہ: ۱- جن (عارفان سالک نے) عشق حقیقی پالیا وہ منہ سے کچھ نہیں بولتے۔ (ان پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے)

۲- (وہ عارف تو) ہمیشہ ذکر فکر میں (مستغرق) رہتے ہیں۔ اور (اپنے ہر) دم یعنی سانس کو (ذکر اللہ کی) قید لگا دیتے ہیں۔ (ان کا کوئی دم ذکر اللہ کے بغیر خارج نہیں ہوتا)

۳- (وہ عارف تو دن رات مختلف لطائف) سرّی، روحی، قلبی، خفی، اخفیٰ (اور سلطان الاذکار) کے ذکر کی کمائی کیا کرتے ہیں۔

۴- اے باہو- میں ان (عارفان کامل) کے قربان جاؤں جو کہ ایک نگاہ سے (مردہ دلوں کو) زندہ کر دیتے ہیں۔

---

(۱) ب، ط، ع، ذ (۲) ب، ط، ع، ذ

(۳) د، ک، ط (نوٹ) تزکیہ نفس کے اذکار کی یہی ترتیب شرح تزکیہ نفس کے بیان میں کتاب اسرار قادری من تصنیف حضرت سلطان باھوؒ- ترجمہ اردو صفحہ ۴۶ تا ۵۰- ناشران جنون الدین [illegible]

(۴) ع، ا، ج، ذ، [illegible]

یہ بیت توحید معرفت کے مرتبہ توحید صفات سے متعلق ہے ۔ توحید معرفت بمرتبہ صفات کی تفصیل حصہ ج کے بیت [۱۶] میں بیان ہو چکی ہے ۔

تشریح : "من عرف ربہ فقد کلّ لسانہ ۔ جس نے اپنے پروردگار کو پہچانا اُس کی زبان گنگ ہو گئی " (۱) جب یہ حالت ہو تو پھر عارف باللہ کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے ۔(۲) اسی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

بر رخش زیبا چو دیدم نقش و خال　　باز ماندم ماوراءِ یش قیل و قال (۳)

یعنی محبوب کے حسین چہرہ کے جب خد و خال پر نگاہ پڑی تو میں سب کچھ بھول بیٹھا اُس کا حُسن تو قیل و قال سے بہت بلند ہے ۔ بھلا انسانی زبان کیونکر اُس محبوب حقیقی کی صفات ذاتی بیان کر سکے ۔ جب ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو سالکان راہ محبت ذکر و فکر میں محو ہو کر اپنے دم کو بطریقِ خاص نگرانی میں رکھتے ہیں " انسان کو حق تعالیٰ نے اپنی حقیقت کا نمونہ بنایا ہے اور اس کے اندر لطائفِ ستہ پیدا فرماتے ہیں اور اسے اپنی جمالی و جلالی صفتوں سے نواز کر سرفراز و ممتاز فرمایا ۔ اور تمام نیکیوں اور سعادتوں کا منبع گردانا اور اپنے نور سے منور کیا ۔ نور ذات وہ نور ہے کہ اس کا بیان مشکل اور یہ کیفیتیں بغیر نشان کے محال ۔ البتہ بزرگانِ دین نے راسخ العقیدہ درویشوں کی تعلیم کے لئے چند علامتیں مقرر فرمائی ہیں ۔ اگر ان علامتوں کو معمول بنایا جائے تو مقصود حاصل ہو سکتا ہے " (۴) علامات کی تفصیل یہ ہے :-

" اوّل لطیفۂ نفسی : اسم اللہ کو ستر ہ سے کہ اسے لطیفۂ نفسی اور قلب نیلوفر کہتے ہیں اس طریق پر ملاحظہ کرے کہ وضو کرکے اور قبلہ رُو ہو کر سر کو مراقبہ میں جھکا کر ناف پر نظر رکھتے ہوئے نام پاک اللہ اللہ ناف سے ذرا اُوپر دل سے ذکر کرے اور زبان بند رکھے اور اندرونی آواز سے مشغول ہو ۔ اور جیسا کہ استاد شاگرد کو تعلیم دیتا ہے سالک خود بھی ساتھ اللہ اللہ کرے اور یہ مراقبہ اس طریق پر ہو کہ فرشِ زمیں سے عرش تک سوائے ذات اللہ کے اور کچھ اس کے خیال میں نہ آئے ۔ یہاں تک کہ فیوض الٰہی

---

(۱) بشکریہ سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اُردو ۔ ناشران جنین الدین ۔ ۱۹۶۸ء ۔ ص ۹۷
(۲) سلطان باہو ۔ اسرار قادری ۔ ترجمہ اُردو ۔ ناشران جنن الدین ۔ ۱۹۶۳ء ۔ ص ۳۸
(۳) سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ نولکشور ۔ ۱۹۰۵ء ۔ ص ۴ ۔
(۴) ابو الفیض قلندر سہروردی ۔ الفقر فخری تلخیص ۔ ص ۲۹۰ ۔

اسے ڈھانپ لیں"۔

" دوم لطیفۂ قلبی : قلب بائیں پہلو میں ایک مخروطی اور انڈے کی شکل کی ایک چیز ہے جسے قلب صنوبری کہتے ہیں۔ اور وہ بائیں پستان کے نیچے ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ صبح اور دوپہر دن میں اور شام کو گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر زبان کو تالو سے لگا کر لفظ اللہ جو کہ باری تعالےٰ کی ذات اور صفات پر حاوی ہے سر نیچے کر کے قلب صنوبری پر ضرب دے اور اتنی ہی دیر تک یہ وظیفہ جاری رکھے کہ لفظ اللہ دل سے سُنا جا سکے"۔ مزید حقیقت طور قلب کے بارے میں غوث علی شاہ قلندر سے حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے خیالات میں ملاحظہ ہوں۔ (۵)

" سوئم لطیفہ رُوحی : لطیفۂ قلبی کی حقیقت کھل جائے تو درویش لطیفہ رُوحی کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ یہ لطیفہ حامل انوار الٰہی ناختم ہونے والی تجلیات کی بنا ہے۔ اس طریقہ سے سالک کو چاہیئے کہ اپنی توجہ رُوح کی جگہ پر متوجہ کرے جو کہ دائیں طرف قلب کے سامنے داہنی پستان کے نیچے ہے۔ لفظ اللہ کو اندرونی آواز سے رُوح کو تلقین کرے۔ اور یہ اس طرح ہو کہ زبان کو مطلق اس کی خبر نہ ہو اور اتنا کھو جائے کہ عالم اجسام جبروت نظر نظر آئیں۔ اور رُوح کو کہ سبز رنگ ہے ملاحظہ کرے۔ جب سالک رُوح کو اس رنگ میں دیکھے تو یقین کرے کہ ذاتِ باری کا عکس رُوح پر پڑے گا اور تجلیات اس پر اس طرح وارد ہوں گی کہ اسے بیخود بنا دیں گی"۔

" چہارم لطیفہ سری : درویش جب لطیفہ رُوحی سے کامل طور پر مستفیض ہو جائے اور اس طرح جان جائے جیسا کہ جاننے کا حق ہے تو اُسے لطیفہ سری کی طرف توجہ کرنا چاہیئے یہ لطیفہ دونوں چھاتیوں کے درمیان واقع ہے سالک کو چاہیئے کہ وقت مراقبہ لفظ اللہ اللہ کو سینہ پر کہ لطیفہ سری کی جگہ ہے۔ اس طرح ہے جیسے جانوروں کو سکھایا جاتا ہے لیکن زبان کو بغیر ہلائے ہوئے محض اندرونی آواز کے ساتھ اس طرح ذکر میں مشغول ہو کہ فکر اور تصور میں ڈوب جائے اور ہر چیز سوائے اس کی یاد کے محو ہو جائے۔ تجلیات کے رنگ ظاہر ہونے کے بعد اس لطیفہ کا رنگ سفید تجلیات میں وارد ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ ہر غیر خواہش کو جلا دے گی۔ اور تجھ مراتبے صدائی دانی انا اللہ، کہ میں خود خدا ہوں پیدا ہو گی"۔

---

(۵) گفت خوش سلطان باہو این سخن | محو ہو شد رست چوں از خویشتن
جسم خود در اسم اللہ کن نہاں | چوں الف در بای بسم ای نور جاں
شو مراقب زاں سپس ای تیز ہوش | ہمچو گربہ بر سر سوراخ موش
غرق این دریا چو گردی لا تخف | نور مخفی آوری از دری کف

(بشکریہ سید گل حسن شاہ قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ء۔ ص ۱۵۶)

پنجم لطیفۂ خفی: بالا لطائف کے بعد طالب لطیفۂ خفی کی طرف رجوع کرے۔ لطیفۂ خفی کا مرکز و مکان دونوں حاجبین جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کو قلب عبرت اور قلب انوار بھی کہتے ہیں طالب کو چاہیئے کہ لفظ ہو کو دونوں ابروؤں کے درمیان سے اندرونی آواز کے ساتھ نیچے لے جائے جہاں کہ لطیفۂ سری و نفسی ہے اور وہاں وزبان کو اس کی مطلق خبر نہ ہو اور حاجبین کے درمیان سے بائیں طرف کھینچے اور لطیفۂ سری کے درمیان لے جا کر لطیفۂ نفسی پر پہنچائے یعنی ہو کو پیشانی کے اوپر سے تمام قوت سے نیچے کی طرف لائے۔ اور دوسری مرتبہ لفظ ہو کو دونوں حاجبین کے درمیان لمبا کر کے نیچے سے اوپر کو لے جائے اور اس طرح دیر تک یہ عمل دہراتا رہے اور بے کیف ذات مطلق کی تفتیش کرے اور نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجبین کے درمیان تلاش کرے۔ ذات اللہ اور نور رسول مقبول کی مدد اور فیض چاہے۔ نیز چاہیئے کہ یہ بھی کرے کہ دونوں کانوں سے ہو کی آواز متواتر باہر آئے اور یہ آواز آواز ذات خدا ہو گی۔ اس لطیفہ کا رنگ بےرنگ نور ہے۔ یہ نور خدا تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ جو چھ طرفوں سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور اس طرح تصور کرے کہ اپنے جسم کو خود نور سمجھتے ہوئے اس نور میں داخل ہو جاتے ہیں

ششم لطیفۂ اخفیٰ: لطیفۂ خفی کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی جانب توجہ کرنا چاہیئے۔ اس کا مکان و نشان ام الدماغ بیان فرمایا گیا ہے۔ قلب احمر اور قلب مدور بھی اسی کے نام ہیں اس موقع پر انوار و اسرار ام الدماغ سے ڈھونڈنے چاہئیں۔ طریقہ یہ ہے کہ جب لطیفۂ قلبی اور وہ انوار و اسرار جو اس میں پوشیدہ ہیں تجھ پر منکشف ہوں اور اللہ اللہ کی آواز جو کہ ذات کو پہنچاتی ہے قلب کے اندر سے ظاہر ہو اور حقیقت لطیفۂ آدمی اور اس کے آثا اطوار اللہ اللہ کی آواز روح کے مکان کے اندر سے ظاہر ہو اور کیفیات لطیفۂ نفسی مکمل طور سے تجھ پر اظہار کریں اللہ اللہ کی ندا لطیفۂ سری سے ہویدا ہو اور لطیفۂ سری کی بطور بیان معلوم و روشن ہو جائے تو طالب کے شایان شا یہ ہے کہ یہ آواز جو ان لطیفوں سے آتی ہے سب کو جمع کرے اور ہو کی صورت میں لا کر ام الدماغ کے اند قلب احمر اور قلب بے رنگ اور قلب مدور بھی کہلاتا ہے اور گیارہواں دروازہ بھی اسے کہتے ہیں۔ باہر لا ہوئے عرش مجید پر لے جائے اور یہ تصور کرے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک ہر چیز ذات الٰہی ہی ہو رہا چا اور یہ بھی ارادہ [illegible] تمام موجودات عالم کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ھو الاول والآخر والظاہر والباط وہو [illegible] اور اپنی ذات [illegible] کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فانی کر دے اور اپنے آ [illegible] ذات باری [illegible] اور موجود [illegible] اور اس کو لطیفۂ اخفیٰ کے سامنے دیکھے کہ

خداوندعالم اسی میں ہے۔ اگرچہ اس کا کوئی مکان نہیں لیکن کوئی جگہ اس سے خالی بھی نہیں۔"

نیز فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انا فی جسد بنی آدم قلب و فی قلب روح و فی روح نفس و فی النفس سرّ و فی السرّ خفیٌ و فی الخفی اخفیٰ و فی الاخفیٰ انا۔ تحقیق فرزندِ آدم کے جسم میں دل ہے اور دل میں رُوح اور رُوح میں نفس اور نفس میں سرّ اور سرّ میں خفی اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں مَیں ہوں۔" (۵)

قولہٗ تعالیٰ: کہ اللہ تعالیٰ کو گڑ گڑا کر اور خفیہ طور پہ یاد کرو (۶) اسم اللہ ذات کے خُفیہ تصوّر سے وجُود میں غیر مخلوق نُور کے چودہ لطیفے پیدا ہوتے ہیں۔ خُفیہ ذاکر ہمیشہ معرفت توحید مع اللہ ہمیشہ قُربِ حضور اور مجلسِ انبیاء و اولیاء کا ہم مجلس اور ہم سخن ہوتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ ہی مدِ نظر اور منظور ہوتا ہے۔ خُفیہ ذکر میں تمام نیکیاں جمع ہیں۔" (۷)

اور جو مردانِ کامل رب تعالیٰ کو ہر دم دل میں یاد کرنے کے جملہ اسرار پا گئے وہ اپنی ایک ہی نظر میں مردہ دل کو زندہ کر دیتے ہیں ؎

صائب جماعتے کہ بہ معنی رسیدہ است
تسخیرِ دِل بہ یک نگہ پاک کردہ اند (۸)

---

(۵) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری تلخیص ص ۲۹۰ تا ۲۹۶ نیز سلطان الاذکار کے اصوات کے لئے دیکھئے۔ داراشکوہ۔ رسالہ حق نما۔ ترجمہ اردو المعروف راہِ ہدیٰ۔ مطبوعہ حمیدیہ لاہور۔

(۶) (پ ۸۔ ع ۱۴) القرآن۔

(۷) قولہٗ تعالیٰ ادعوا ربکم ۔۔۔ تا ۔۔۔ مجموعہ حسنات است (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ ص ۱۸۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ ھ)

(۸) صائب اصفہانی محمد علی۔ وفات اصفہان ۱۰۸۰ ھ

ج جیوندے کے جانن سار مویاں دی سو جانے جو مردا ہو (۱)

۶۴ قبراں دے وچ ان ناں پانی اتھے خرچ لوڑیندا گھردا ہو (۲)

اک وچھوڑا ماپیو بھائیاں دُوجا عذاب قبر دا ہو (۳)

واہ نصیب انہاندا باھو جہڑا وچ حیاتی مردا ہو (۴)

لغت: جیوندے: زندہ سار: خبر، معلومات

ان: اناج، خوراک وچھوڑا: جدائی۔

ترجمہ: ۱۔ (حیات ظاہری میں) زندہ رہنے والے مرنے والوں کے حال کی کیا خبر جانیں (یہ حال توصرف) وہی جانتا ہے جو مر جاتا ہے

۲۔ قبر میں تو کھانا (ملتا ہے) اور نہ پانی (میسر ہے) (موت کے سفر میں تو) گھر سے (یعنی حیات زندگی سے اعمال حسنہ اور ذکر الٰہی) کا متاع ذاتی ساتھ لے جانے کی ضرورت ہے۔

۳۔ (اس زندگی کو چھوڑتے وقت) ایک تو ماں باپ بھائیوں (اور جمیع لواحقین جن سے وابستگی ہے) ان کی جدائی (کا غم) اور دوسرا عذاب قبر (کا خوف ہوتا ہے)۔

۴۔ اے باہو۔ کتنا خوش نصیب ہے (وہ عارف کامل) جس نے (اس حیات ظاہری میں زندہ رہتے ہوئے) موت (نفس) حاصل کر لی۔

---

(۱) ذ، ل ف ش ع (۲) ذ، ک، ش ف، ب د

(۳) ل ک، ش، ذ، ع: ب د میں (دوجا) کی بجائے (دُوا) درج ہے

(۴) ک

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جس نے فقر فنا فی اللہ حاصل کر کے موتوا قبل ان تموتوا مرنے سے پہلے مرجاؤ (۱) کا مقام حاصل کر لیا اس نے گویا تمام عالم برزخ کی کیفیات کو بھی سمجھ لیا۔ کیونکہ مرنے کا معاملہ مرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ جیسے کہ مولانا جلال الدین رومی نے مثال دی کہ قیامت کو دیکھنا ہے تو خود پہلے قیامت ہو جاؤ۔ (۲)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جو اس دنیوی زندگی میں اپنے نفس کو ہلاک کر کے گویا اسی دنیا میں یہاں کی لذات و خواہشات، حرص و ہوا سے بلند ہو جاتے ہیں۔ ان کے نصیب بہت اچھے ہیں۔

بیت میں حضرت سلطان العارفین نے زندگی میں ہی مرجانے کی کیفیت کی اہمیت بیان فرمائی ہے کیونکہ فقیر پر اس حالت انتقال کا وارد ہونا لازمی امر ہے۔ لیکن جو فقر سے عاری ہو وہ اس لذت مرگ کو کیا سمجھے۔ انتقال احوال کے خیال کے ساتھ ہی حضرت سلطان العارفین قبر اور عالم برزخ میں پیش آنیوالے حالات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ جہاں پر اپنے ہی افعال و کردار کی کمائی کا ماحصل سامنے آتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے (۳) اس کے بعد حضرت سلطان العارفینؒ طریقہ مسنونہ کے مطابق قبر کے عذاب کی طرف بھی توجہ دلا دیتے ہیں۔ جس کے لئے آیۃ کریمہ سے دعائے مسنونہ موجود ہے۔ (۴)

اسی ضمن میں میاں محمدؒ (۵) نے یوں اظہار کیا ہے ؎

مر کے جیوݨ دی گل بھائی دسے کوݨ زبانوں ‎ ‎ ‎ بعث بعد الموت سخن دے معنی دور بیانوں
مر کے جیوݨ دی گل چنگی سوجانئے جو کر دا ‎ ‎ ‎ جس دے سر پر ورتی ہووے کم نہیں ہر ہر دا
اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا ‎ ‎ ‎ اس منزل وچ کدمدپے پوسے گا نیرا (۶)

---

(۱) بشکریہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور ۱۲۷۲ء ص ۱۵

(۲) ؎ پس قیامت شو قیامت را ببیں ‎ ‎ ‎ دیدن ہر چیز را شرط است ایں ‎ ‎ ‎ مثنوی رومیؒ

(۳) الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ بشکریہ سلطان باہوؒ، عقل بیدار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۷۰ء ص ۰

(۴) دعائے مسنونہ۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا (عذاب القبر و قنا عذاب الحشر و قنا) عذاب النار (۲:۲۰۱)

(۵) مصنف کتاب معروف سیف الملوک۔ (۶) میاں محمد سیف الملوک۔ مرتبہ پنجابی اکیڈمی لاہور۔ ص ۳۹

حضرت سلطان العارفین نے ایک مقام پر حیاتی میں مرنے کی حقیقت واضح فرماتے ہوئے فرمایا۔
" طریقت میں ایک مرتبہ ہے جس میں ایک حال سے دوسرے حال میں آتے ہیں جس کو انتقال احوال کہتے ہیں اور وہ موتوا قبل ان تموتوا مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ دراصل انتقال سے مراد وہ وصال ہے جو فقیر اولیاء اللہ کو موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ بعض کا انتقال بذریعہ موت ہوتا ہے، بعض کا بذریعہ مراقبہ، بعض کا باعیان بعض کا بوسیلہ خواب اور بعض کا بوسیلہ خواب اور بعض کا بذریعہ استغراق۔ اولیاء اللہ ایک دم میں ہزارہا احوال سے آگاہ ہوجاتے ہیں کبھی وہ لا اللہ کے مرتبے میں ہوتے ہیں کبھی اِلّا اللہ کے مرتبے میں کبھی محمدؐ رسول اللہ کے مرتبے میں اور کبھی نور حضورؐ کے مرتبے میں ہوتے ہیں۔ اس فانی وجود کا مرکز قبر میں انتقال ہونا اور بات ہے اور باتصور ذاتی اور باقرب انتقال اور ہے۔ اور نفس قلب اور روح اور سر کا انتقال اور ہے۔" (۷)

---

(۷) سلطان باہو۔ عقل بیدار۔ ترجمہ: چنن الدین لاہور۔ ۱۹۷۰ء ص ۶۴ تا ۶۵

ج جیوندیاں مر رہناں ہووے تاں ویس فقیراں بہیئے ہو (۱)

۶۵ جے کوئی سٹے گودڑ کوڑا وانگ اروڑی سہیئے ہو (۲)

جے کوئی کڈھے گالہاں مہنے اس نوں جی جی کہیئے ہو (۳)

گلا اُلاہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیئے ہو (۴)

قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باھو جیوں رکھے تیوں رہیئے ہو (۵)

لغت : ویس : لباس۔ وانگ : بمثل۔ اروڑی : کوڑا کرکٹ کا ڈھیر۔ مہنے : طعنے
الاہماں : طعنہ۔ بھنڈی : بدنامی۔ جیوں : جیسے۔ تیوں : ویسے۔ جے : اگر
سہیئے : برداشت کرنا چاہیئے۔

ترجمہ : ۱۔ (اے درویش) اگر (موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق) جیتے جی (عشق ذات) میں مرنے کی طلب ہو تو فقراء (عارفان ذات) کے لباس (میں محو ذکر ہو کر) بیٹھ جانا چاہیئے۔

۲۔ (اس راہ سلوک میں فنائے نفس کے لئے ایسی محویت چاہیئے) کہ اگر کوئی (تم پر) کوڑا کرکٹ پھینکے تو (اسے بھی) گندگی کے ڈھیر کی طرح برداشت کر لینا چاہیئے۔

۳۔ اگر کوئی گالی گلوچ دے تو اس کو بھی جی جی کہنا چاہیئے۔

۴۔ (راہ عشق میں دنیا بھر کے) گلے، طعنے، بدنامی اور خواری سب (خوشنودی) محبوب (حقیقی) کے لئے سہنا چاہیئے۔

۵۔ اے باہو (ہماری) (زندگی کی) ڈور تو اس قادر (مطلق) کے (دستِ قدرت) میں ہے۔ وہ جس حال میں رکھے ویسے رہنا چاہیئے۔

---

(۱) ۶، ش، ف (۲) ل، ذ

(۳) ۷، ف، ذ، ل۔

(۴) ۶، ۷، ف، ذ، ل۔

(۵) ۶، ف، ذ، ش

یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت ۸ میں دیکھئے۔

تشریح :- فقیر کر موتوا قبل ان تموتو ا کی حقیقی موت حاصل کرکے پوری طرح فقیری کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ فقیری جس میں ذات خداوندی کے سوا کوئی غنی نظر نہ آئے۔ یہ تسلیم کرے کہ ملک وحکومت افعال وصفات اور وجود اصل میں ہمارے لئے نہیں بلکہ حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالےٰ : واللہ الغنی وانتم الفقراء ترجمہ : اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو (۱)

یاایھا الناس انتم الفقراء واللہ ھو الغنی الحمید۔ اے لوگو تم محتاج ہو طرف اللہ کی اور اللہ وہی ہے بے احتیاج تعریف کیا گیا (۲)

تسلیم کرے کہ ملک وحکومت حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

اِنِ الحکم اِلّا للہ - نہیں حکم مگر واسطے اللہ کے (۳)

ولم یکن لہ شریک فی الملک اور نہیں ہے واسطے اس کے شریک بیچ بادشاہی کے (۴)

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ -واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے (۵)

یہ فقر جس کی ہیئت اوپر بیان کی گئی ہے اگر اختیار کیا ہے تو یہ عشق الٰہی ہے اور اپنی ذات کی بقائے ذات کے لئے نفی ہے اور اس راہ میں پھر جو دنیوی اور اخروی مصائب در پیش ہوں انہیں بغیر کسی اعتراض وتذبذب کے برداشت کرنا ہوگا اور ماننا ہوگا کہ افعال کی تخلیق خدا تعالیٰ ہی کر رہے ہیں

واللہ خلقکم وما تعملون - اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کرتے ہو تم - (۶)

---

(۱) (۲۶ ع ۸)

(۲) (فاطر - ۱۵)

(۳) (۷ ع ۱۳)

(۴) (۱۵ ع ۱۴)

(۵) (۳ ع ۱)

(۶) (۲۳ ع ۷)

تسلیم کرلیا ہے کہ قل اللہ خالق کلّ شیئٍ وّھوالواحد القہّار۔ کہہ اللہ ہی ہے پیدا کرنیوالا ہر چیز کا۔ اور وہی ہے غالب۔ (۷)

بقول حضرت سلطان العارفین کے اس طرح برداشت کرو جیسے کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہر چیز کو برداشت کرتا ہے اور یہ سب کچھ حصول مقصد (رضائے محبوب کے لئے) برداشت کرنا ہوگا۔

اور مان لینا ہوگا کہ رضائے الٰہی ہمیں جس طرف موڑ رہی ہے ہم اسی طرف جارہے ہیں۔ کیونکہ ھوالحیّ القیوم۔ وہ زندہ ہے۔ قائم رہنے والا ہے (۸)

علم وقدرت ان ہی کے۔ وھوالعلیم القدیر۔ اور وہ ہے جاننے والا صاحب قدرت (۹)

ارادہ ومشیت ان ہی کے۔ وماتشاؤن الاّ ان یّشاء اللہ۔ اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ (۱۰)

سماعت وبصارت ان ہی کے۔ انّہٗ ھوالسمیع البصیر۔ تحقیق وہ ہے سننے والا۔ دیکھنے والا۔ (۱۱)

امن یملک السمع والابصار۔ فسیقولون اللہ۔ کون شخص ہے مالک سننے کا اور دیکھنے کا۔ پس البتہ کہیں گے اللہ۔ (۱۲)

جب ان تمام حقائق قرآنی کو فقیر راہ فقر میں تسلیم کرتا ہے تو دل وجان سے مان لیتا ہے کہ ہماری ڈور قادر کریم کے ہاتھ میں ہے۔ اور رضائے الٰہی کو مانتے ہوئے اس کی مطابقت میں زندگی بسر ہوتی ہے۔

اس راہ عشق میں چاہے دنیا دار اور بے درد لوگ عاشق پر ٹھٹھا مذاق کرکے ہنستے ہی کیوں نہ رہیں وہ اس سے بے نیاز ہوکر اپنے آپ کو مالک کے حوالے کرچکا ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ تحقیق وہ لوگ جو گنہگار ہی تھے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہنستے تھے (۱۳)

عاشق ان تمام مضحکوں اور خرابیوں سے بے نیاز ہوکر اپنی زندگی کی ڈور رضائے مطلق کے حوالے کئے ہوتا ہے۔

---

(۷) (۱۳ع۱۶)(۸)(۳ع۹) (۹) (۲۱ع۹)

(۱۰) (۲۹ع۲۰) (۱۱) (۱۵ع۱)

(۱۲) (۱۱ع۹) (۱۳)(المطففین - ۲۹) قرآن مجید

ج جے رب ناتیاں دھوتیاں ملدا تاں ملدا ڈڈواں مچھیاں ہو (۱)

۶۶ جے رب لمیاں والاں ملدا تاں ملدا بھیڈاں سسّیاں ہو (۲)

جے رب راتیں جاگیاں ملدا تاں ملدا کال کڑچھیاں ہو (۳)

جے رب جتیاں ستیاں ملدا تاں ملدا ڈانداں خصیاں ہو (۴)

انہاں گلاں رب حاصل ناہیں باھو رب ملدا دلیاں ہچھیاں ہو (۵)◉

لغت : ناتیاں : نہانے سے — ملدا : ملتا — جتیاں ستیاں : مجرد رہنا

ڈاند : بیل — کال کڑچھی : ایک پرندہ کوئل

ڈڈواں : مینڈکیں — گلاں : باتیں

ترجمہ : ۱:- اگر (دیدار) رب تعالیٰ (زیادہ) نہانے دھونے میں حاصل ہوتا تو مینڈکوں اور مچھلیوں کو ہوتا (جو کہ پانی میں زندگی بسر کرتی ہیں)

۲- (اور) اگر (دیدار) رب (تعالیٰ) لمبے بال بڑھانے میں حاصل ہوتا تو بھیڑیں اور بکریاں پا لیتیں (جن کے لمبے لمبے بال ہوتے ہیں)

۳- (اور) اگر (دیدار) رب (تعالیٰ) رات بھر جاگنے اور بلند آواز میں شور مچانے سے) حاصل ہوتا تو کال کڑچھی (جیسے پرندوں) کو مل جاتا (جو کہ رات بھر جاگتے اور شور مچاتے رہتے ہیں)

۴- (اور) اگر (دیدار) رب تعالیٰ) مجرد رہنے والوں (یا مخنثوں کو) حاصل ہوتا تو خصی (قوت تولید ختم کردہ) بیلوں کو ملتا (جو کہ مخنث ہو چکے ہیں)

۵- اے باہو- دیدار رب تعالیٰ ان باتوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ انہیں حاصل ہوتا ہے جن کے دل (تعمیل امر رب تعالیٰ اور حصول معرفت میں) صادق ہیں (ان کی نیتیں صاف ہیں)۔

---

(۱) ک (۲) ا رک ھ ا ج کے مطابق : جے رب منیاں کتریاں ملدا (۳) ل ج (۴) ک

(۵) ا ج ھ ک کے مطابق یوں ہے : رب انہاں نوں ملدا باھو نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہو۔ ب ل میں (دلیاں) کی بجائے (نیتاں) درج ہے

تشریح: عرفان رب تعالیٰ ظاہری پاکیزگی، صفائی، ریاضت و عبادت برقرار رکھنے اور شہوات نفس سے آزاد رہنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اصل چیز نیک نیتی اور صفائی قلب ہے حقیقت یہ ہے کہ جملہ عبادات و ریاضت کا مقصود تزکیہ نفس حاصل کرنا ہے۔ جب باطن نفس کو اصل پاکیزگی حاصل ہو جائے تو اسے عرفان ذات رب تعالیٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ گویا طہارت و عبادات و ریاضت کے جملہ اسباب عارف کامل کے سامنے ظاہری رسم و رواج اور تکلفات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، اگر دل کو حقیقت سے آشنائی نہیں ہوئی۔ یہی نظر عارفانہ تھی جب منصور حلاج(۱) نے کہا "بعض لوگ اللہ سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ اس کی طرف کعبہ یا بیت اللہ جیسے مناسب و موزوں وسائل سے جاتے ہیں۔ اگرچہ اللہ کی طرف اس سفر کی ابتدا کعبہ ہی سے ہونی چاہیئے۔ لیکن وہ اس وقت تک اللہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ کعبہ کو مکمل طور پر اپنے پیچھے نہ چھوڑ جائیں۔ جب تک تم کعبہ سے وابستہ رہو گے، تم اللہ سے دور رہو گے۔ لیکن اگر تم نے واقعتاً کعبہ کو چھوڑ دیا تو پھر تمہیں کعبہ کے بنانے والے کا وصل نصیب ہو سکے گا۔" (۲)

اور فیضی (۳) کی دقیق نظر اسی حقیقت پر تھی جب اس نے کہا ؎

کعبہ را ویران مکن اے عشق! کانجا یک نفس
گہگہے پس ماندگان راہ منزل می کنند (۴)

(اے عشق! کعبہ کو ویران نہ کرنا کبھی کبھی منزل سے پیچھے رہ جانیوالے یہاں قیام کرتے ہیں)

اصل چیز تو دل کی صفائی ہے۔ عارف رومی کیا خوب کہہ گئے ہیں ؎

---

(۱) شیخ منصور حلاج۔ وفات ۳۰۵ھ مطابق "تذکرۃ الکرام" من تالیف سید شاہ محمد کبیر ابوالعلاء داناپوری

(۲) در تفسیر آیۃ کریمہ (۳، ۹۶) از الحلاج۔ مسلک مسلمان (عربی متن)، پیرس۔ ۱۹۵۴ء ص ۳۶۳
(مرتبہ پروفیسر لوئیس ماسینوں) (بشکریہ مجلہ دین و دانش۔ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶۰)

(۳) فیضی ملک الشعراء ابن شیخ مبارک (۹۵۴ھ - ۱۰۰۴ھ) بشکریہ شعر العجم۔ حصہ سوم
از مولانا شبلی نعمانی ص ۲۴

(۴) فیضی

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آذر است — دل گزرگاہ جلیل اکبر است (۵)

حضرت سلطان العارفین کا بھی اس بیت میں یہی مقصود بیان کرنا ہے کہ محض رسم و رواج نمود و نمائش اور ظاہری تکلفات میں پھنسے رہنے سے گوہر مقصود دیدار رب تعالیٰ قطعاً حاصل نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کی یافت کے لیے تو قلب صادق کی ضرورت ہوتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے "جس دن کہ نہ نفع دے مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی لا دے اللہ کے پاس دل سلامت"۔ (۶)

حضرت سلطان العارفین اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں "یہ مراتب زندہ دل۔ بیدار باطن اور ظاہری شریعت میں ہوشیار کے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے انّ اللّٰہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا ینظر الیٰ اعمالکم ولٰکن ینظر فی قلوبکم ونیاتکم۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے"۔ (۷)

؎ دل کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں — بیت المقدس است مکن جائے بتگراں (۸)

---

(۵) رومی۔ مثنوی (۶) الشعراء۔ ۸۸ - ۸۹

(۷) ایں مراتب زندہ قلب . . . . تا . . . حدیث (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ - ص ۱۴)

مزید دیکھیے۔ سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین ۱۹۶۳ء ص ۴۴

(۸) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت اردو ترجمہ۔ چنن الدین لاہور - ۱۹۶۸ء - ص ۵۵

ج جنہاں شوہ الف تھیں پایا پھول قرآن ناں پڑھدے ہو (۱)

ہ اوہ مارن دم محبّت والا ، دُور ہویونیں پردے ہو (۲)

دوزخ بہشت غلام تنہاندے چا کیتو نے بردے ہو (۳)

میں قُربان تنہاں دے باھوؒ جہڑے وحدت دِیوچ وڑدے ہو (۴)

لغت : پھول : کھول کر۔ کیتونے : انہوں نے کیا

بردے : غلام وڑدے : اندر داخل ہوئے

ترجمہ : ۱:۔ جن (عارفان کامل) نے محبوب (حقیقی) کو لاسم اللہ) کی الف میں پالیا ہے (وہ تو حافظ و مفسّر قرآن بن گئے) انہیں قرآن (پاک) کھول کر پڑھنے (کی احتیاج) نہیں ہے۔

۲- وہ (عارفان کامل) (فی الواقع) محبّت (الٰہی) کا دعوٰے کرتے ہیں (اور اسم اللہ کے عرفان سے) ان کے (قلوب سے) پردے دور ہو گئے ہیں۔

۳- دوزخ اور بہشت (ایسے عارفان کامل) کے غلام ہیں (بلکہ ذات باری تعالیٰ سے بہشت دوزخ) ان کے غلام بنائے گئے ہیں۔

۴- اے باہو- میں (ان عارفان کامل) کے قربان جاؤں جو کہ (دریائے) وحدت میں داخل ہو کر (غوطہ زن) ہوتے ہیں

---

(۱) ا ک ہ باقی تمام نسخوں میں 'پھول' کی بجائے لفظ 'پھیر' درج ہے۔

(۲) ل، ذ، ف، ۶ (۳) ۶، ل، ف، خ

(۴) ذ، ش، ل، ا، س، ۶۔

تشریح :- عارف کامل پر تمام علوم قرانی منکشف ہو جاتے ہیں ۔ وہ حقیقت مطلق کو پا کر ظاہری ورق گردانی سے آزاد ہو جاتا ہے ۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "۔ یہ معمہ لسان الغیب ہے کہ قرآن شریف کو بغیر زبان کے پڑھنا - بغیر ظاہری آنکھ کے دیکھنا اور مکان لاہوت پہنچنا ۔ اس بارے میں احمق و پریشان لوگوں کے سامنے بیان دینے کی کیا ضرورت ہے "۔ (۱)

پھر فرماتے ہیں " دونوں جہان علم قرآن کی قید میں ہیں اور علم قرآن کلمہ طیبہ لآ الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ - کی طے میں ہے ۔ اور کلمہ طیبہ اسم اللہ ذات کی طے میں ہے ۔ کلمہ طیبہ اور اسم اللہ ذات سارے وجود کو یکبارگی پاک اور پاکیزہ بنا دیتا ہے - اور وجود سے پردہ اٹھا کر دیدار سے مشرف کر دیتا ہے ۔ اس پر تو تعجب نہ کر اور نہ اس سے انکار کر کیونکہ علم غیب ' غیب تک پہنچا تا ہے علم باطن باطن تک اور علم ظاہر وجود کو تاثیر و تفسیر کے سبب پاک کر دیتا ہے ۔ علم اللہ کافی ہے ۔ باقی ہوس ہے "۔ (۲)

حدیث : من لہ المولیٰ فلہ الکل ۔ جس کا مولیٰ ہے اس کا سب کچھ ہے (۳)
کیا مقامات بہشت و دوزخ سب اس کے سامنے غلام ہیں ۔ نیز سلطان العارفین فرماتے ہیں فقر وہ ہے جو عشقِ وحدانیت میں فنا ہوتا ہے ۔ (۴)

ے جے کوئی غرق نہ ہویا بھائی وحدت دے دریا وے
کی ہویا جے آدم دسدا لیک نہ مرد کہاوے (۵)

---

(۱) این معما لسان الغیب ... تا ... مردم احمق پریشان (سلطان باہو - اورنگ شاہی ص ۱۶ - مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)
(۲) ہر دو جہان در قید ... تا ... ہر کہ سوائے اللہ طلب کند اہل ہوس (سلطان باہو - امیر الکونین - ص ۵ مکتوبہ ۱۳۲۳ھ)
(۳) سلطان باہو - محبت الاسرار - مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۲
(۴) فقر بوحدانیت عشق فنا فی اللہ غرق است (سلطان باہو - محبت الاسرار - مکتوبہ ۱۳۰۶ - ص ۲۲)
(۵) میاں محمد بخش - سیف الملوک - مرتبہ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور - ص ۳۶

ج جے کر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ہو (۱)

۹۸ اٹھاراں ہزار جو عالم آہا اوہ اگے حسینؑ دے مردے ہو (۲)

جے کجھ لاحظہ سرور (صلی اللہ علیہ وسلم) دا کردے تاں خیمے تمبو کیوں سڑدے ہو (۳)

جیکر مندے بیعت رسولی تاں پانی کیوں بند کر دے ہو (۴)

پر صادق دین تنہاں دے باھو جو سر قربانی کردے ہو (۵)

لغت: جے کر: اگر۔ اگے: آگے۔ سامنے۔ لاحظہ: لحاظ۔ احترام

تمبو: تنبو۔ خیمہ

ترجمہ: ۱۔ اگر دین (محض) علم (حاصل کرنے) میں ہوتا تو معرکۂ کربلا میں مقدس ہستیاں کیوں شہید ہوتیں اور ان کے) سر مبارک کیوں نیزوں (کی نوک) پر چڑھتے۔

۲۔ (اس واقعہ کربلا کے ایام میں) جب اٹھارہ ہزار عالم موجود تھے تو وہ (ظالموں کے مقابلہ میں دین حق کے احیا کے لیے) (حضرت سیدنا) حسین (علیہ السلام) کے سامنے جانیں قربان کر دیتے۔

۳۔ اگر (اس زمانہ کے عالم وفاضل اپنے دلوں میں) کچھ سرور (کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال واحترام کرتے تو (معرکۂ کربلا میں اہل بیت کے) خیمے (ظالموں کے ہاتھوں) کیوں جلنے پاتے۔

۴۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو وہ لوگ (علمائے دین) تسلیم کرنے والے ہوتے تو (امام حسینؑ اور ان کے خانوادہ کے لئے) پانی کیوں بند کرتے۔

۵۔ لیکن اے باہو۔ (صادق دین محض علم ظاہر حاصل کرنے میں نہیں بلکہ) صادق دین تو ان (مجاہدوں) کا ہے جو کہ (حفظ واحیائے دین کے لئے) اپنا سر قربان کر دیتے ہیں۔

---

(۱) ذ، م، ش، ف (۲) ذ، م، ش ف (۳) ذ، م، ش، ف (۴) ذ، م، ش، ف، (۵) ذ، ش، ف

ہ اکثر علماء اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے وقت عالم اسلام میں اٹھارہ ہزار علماء موجود تھے۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین اس بیت میں لفظ دین کی وضاحت فرماتے ہیں۔ دین کیا ہے۔ یہ محض علم اور مذہبی امور کو سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ اس کا تعلق معرفت حق اور عمل کے ساتھ ہے۔ عمل کے زمرہ میں انسان کے جملہ معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور اقتصادی امور شامل ہیں۔ جن سے مرد حق یا دین کامل رکھنے والا بخوبی نپٹ لینا جانتا ہے۔ دین کے ان معاملات میں عمل اس کا صحیح ہے جو معرفت حق رکھتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں اگر دین کا تعلق محض علم سے ہوتا تو ہمارے اکابرین دین اور بالخصوص سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان کربلا میں فسق و فجور کی بے پناہ طاقت سے کیوں ٹکر لیتے۔ اور مع اپنے تمام خانوادہ کے کیوں شہید ہو جاتے۔ معلوم ہوتا ہے اصل دین معرفت وحق گوئی اور حق کے نظام کے قیام کے لئے برسرِ پیکار رہنا ہے۔ یہ معرفت فقر شبیری کا ہی کام ہے۔ فقر شبیری نے سر دینا تو منظور کیا مگر مملکت اسلامی میں ایک فاسق و فاجر کو حاکم تسلیم نہ کیا۔ یہ ہے اصل دین۔ معرکۂ کربلا کے وقت ہزاروں صاحب علم و دانش مسلمان موجود تھے۔ مگر کسی نے باہر نکل کر حسینؑ کے دوش بدوش ہو کر اسلام کے باغیوں اور فاسقوں کا مقابلہ نہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ تمام ہزارہا عالم فاضل مسلمان اور اسلام کے داعی دین کی کنہ سے نا واقف اور دین کی اصل غایت سے بے بہرہ تھے۔ وہ ایک مذہب کے عالم اور ایک مذہب کے پیروکار تو کہلائے جا سکتے ہیں مگر ان میں اسلام کی فعال رُوح نہ تھی۔ اس لئے ان کا تعلق دین سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دین کامل تو خدا تعالیٰ اور اس کے قانون کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگا دینے کا نام ہے۔ جو داعی اسلام یہ سرفروشی کا عملی جذبہ نہیں رکھتا وہ کس طرح دین کے جملہ معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور اقتصادی امور کی حفاظت کر سکتا ہے۔

"دیوان باہو" میں ارشاد ہوتا ہے ؎

یار باید جان فدا خود کردنی است
غیر جاں دادن ندیدم چارہ ہا (۱)

---

(۱) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ نولکشور ۱۸۷۵ ۔ ص ۶

دوستی اپنی جان کو قربان کرنے کا نام ہے۔ جان دینے کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔

پھر فرمایا ؎

پیش جاناں گر بمیرم تا سزا واری مراست   زانکہ شیوہ دوستی جز دوستاں مردن خطاست

یار را باید کہ خوں ریز و بہ پیش دوستاں   تا بزیر چشم بیسند یار کیں یار مراست ! (۲)

محبوب کے سامنے جان دے دینا ہی مجھے زیب دیتا ہے۔ کیونکہ سوائے سر قربان کرنے کے اور سب کچھ بے جا ہوتا اور یہی دوستی کا قرینہ ہے۔ دوست کو چاہیئے کہ اپنے محبوب کے سامنے جان کا خون کر دے تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ یہ میرا ہی دوست ہے جس نے قربانی دے دی۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ البتہ ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں خدا تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، پھر شک نہیں لاتے دل میں ایمان لانے کے بعد کچھ کسی طرح کا اور کافروں سے لڑتے ہیں اپنا مال اور جان دیتے ہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ سچے ہیں ایمان والے۔ (۳)

---

(۲) سلطان باہو - دیوان باہو فارسی - چنن دین ۱۹۵۵ء - ص ۱۰ غزل ۳۹

(۳) انّما المؤمنون الّذین اٰمنوا باللہ ورسولہٖ ثم لم یرتابوا وجٰھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصّٰدقون۔

(الحجرات - ۱۵) تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر لاہور ۱۳۵۸ھ ص ۵۳۹

ج :۔ جددا مرشد کاسا دِتڑا تد دی بے پرواہی ہو (۱)

۶۹ کی ہویا جے راتیں جاگیوں جے مرشد جاگ ناں لائی ہو (۲)

راتیں جاگیں تے کریں عبادت ڈینہہ نندیا کریں پرائی ہو (۳)

کوڑا تخت دنیا دا باھوؔ تے فقر سچی بادشاہی ہو (۴)

لغت : کاسا : کاسہ، پیالہ دِتڑا : دیا، عطا کیا۔ جاگیوں : تو بیدار رہا۔
جاگ : دودھ میں لسی ڈالی ڈینہہ : دن نندیا : افترا، بہتان، غیبت۔
پرائی : دوسری کی، اوروں کی۔ کوڑا : جھوٹا۔

ترجمہ :۔ (مجھے) جب سے مرشد (کامل) نے (شراب عشق الٰہی) کا پیالہ عطا فرمایا ہے تب سے (دل کو ماسوی اللہ سے) استغنا حاصل ہے۔

۲۔ (اے طالب) جب تک مرشد (کامل) (تیرے ایمان کے دودھ میں محبت الٰہی کا) خمیر نہ ڈالے (تیرے زہد و عبادت) میں راتوں کو بیدار ہوکر بسر کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

۳۔ (اے طالب) تو رات کو تو بیدار رہ کر عبادت کرتا ہے اور دن کو لوگوں کی عیب جوئی کرتا ہے (اس سے کیا حاصل)

۴۔ اے باہو۔ تخت (و تاج و حکمرانی) دنیا تو جھوٹی (اور ناپائیدار) ہے۔ (بلکہ صرف) فقر (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ لا یحتاج بنا کر استغنیٰ بخشتا ہے) حقیقی شہنشاہیت (دارین) ہے۔

---

(۱) ا ک، ۶، ش، ف ○ اکثر نسخوں میں 'دِتڑا' کے بجائے لفظ 'دِتا' ہے

(۲) ذ، ف، ش ○ درج بالا ان نسخوں میں بھی جاگیوں کی بجائے 'جاگے' مندرج ہے۔

(۳) ذ، ۶، ش، ف،

(۴) ذ، ۶، ش، ف۔

تشریح : قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم۔ البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت کہ بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے۔ پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے کے تھا پس اتاری تسکین اوپر ان کے (۱) صاحب کتاب الفقر فخری کہتے ہیں "اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور تسکین قلب نصیب ہوتی ہے"۔ (۲)

یقیناً مرشد کامل سے بیعت تسکین کے باعث ہے اور جب مرشد کامل سے شراب معرفت کا جام بھی حاصل ہو جائے تو فقیر کیوں نہ مستغنی ہو جائے۔

ہر قسم کی ریاضت اور علوم و عبادات کی مثال دودھ کی سی ہے جس طرح دودھ میں کوئی خمیر نہ ڈالا جائے تو وہ جم کر روغن نکالنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب تک صاحب ریاضت اور شب بیدار طالب پر مرشد کامل کی نظر التفات اور تلقین و ارشاد نہ ہوگا راہ معرفت سے نا آشنا رہے گا۔ مرشد کی ہدایت و نظر کے بغیر شب بیداری محض اپنی نیند کو خراب کرنے کے مترادف ہوگا۔

دودھ وجود ترے وچ شیریں روغن دار سمائی
مرشد لاوے جاگ پرم دی تاں جمیں دودھ پانی
گل وچ ہچاہ غماں دا گھت کے ذکروں چھک مدھانی
ہمت نال محمد بخشا مکھن آیا جانی! (۳)

---

(۱) (الفتح - ۱۸)

(۲) ابوالفیض قلندر سہروردی - الفقر فخری ص ۱۹۹

(۳) میاں محمد بخش - سیف الملوک - پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور - ص ۳۰

راہ فقر کے لئے ریاضت و عرفان تو مقصد اولی ہے۔ مرشد کامل سے نسبت پیدا کر کے سرمایہ معرفت جو اصل سرمایہ ہے کو حاصل کرنا ہی افضل ہے۔ اور یہی فقر سچی لازوال بادشاہت ہے۔ دنیا کے تمام جاہ و جلال فقر کے سامنے ہیچ ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "فقر کیا ہے لازوال بادشاہ ہے"۔ (۴)

؎ مرا داد است ایزد ایں بقوت　　　　که ریشی را نگہدارم بافتوت
ہر آنکس را که خواہم می نوازم　　　　ہر آنکس را که خواہم جاں ستانم (۵)

پھر فرمایا ؎

فقر رحمت را ز وحدت نور حق　　　　در حکم فقرش بود جملہ خلق
فقر را عاجز مبیں مفلس حقیر　　　　نظر فقرش کیمیا روشن ضمیر (۶)

---

(۴) فقر چیست لازوال بادشاہ است (سلطان باہو۔ محبت الاسرار ص ۳۵۔ مکتوبہ ۱۳۰۲ھ)

(۵) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۳ء ص ۴،

(۶) 〃 〃 〃 〃 ص ۸،

ج۔ جاں تائیں خودی کریں خود نفسوں تاں تائیں ربّ نہ پانویں ہُو (۱) ٥

شرط فنا نوں جانیں ناہیں تے ® نام فقیر رکھاویں ہُو (۲)

موئے باہجھ نہ سوہندی الفی اینویں گل وچ پانویں ہُو (۳)

نام فقیر تد سوہندا باھو جد جیوندیاں مر جاویں ہو (۴) ٥٥

لغت: تائیں: تک، تلک — سوہندی: زیب دیتی، اچھی لگتی

الفی: کفنی، بغیر سیئے گریبان کی جگہ پھاڑ کر کپڑا گلے میں ڈال لینا۔

ترجمہ: (۱) اے درویش! جب تک تو اپنے نفس میں انانیت (ماسوا اللہ) پاتا ہے تب تک عرفان ذات، رب تعالیٰ نہ پائے گا۔

(۲) عرفانِ ذات کے لئے تو فنا فی الذات ہونا شرط ہے، تو فنا کی شرط کو تو جانتا ہی نہیں اور تو نے خود بخود بغیر فنائے نفس و عرفان ذات حاصل کئے اپنا نام فقیر رکھ لیا ہے۔

(۳) تو نے اپنے آپ کو فقیر کہلا کر یہ جو درویشانہ الفی گلے میں ڈالی ہے، یہ الفی تو "موتوا قبل ان تموتوا" کی موت حاصل کئے بغیر گلے میں پہن لینا زیب نہیں دیتی (تو نے یہ درویشان فنا فی اللہ کا لباس یونہی گلے میں پہن لیا ہے۔

(۴) اے باھو! فقیر نام کہلانا تو تب ہی بھلا ہے جب (مقام سلوک میں فنائے نفس حاصل کرکے) جیتے جی مر جائیں۔

---

(۱) ۔ اک ۞ صوفیائے کبار کے نزدیک لفظ خودی انانیت، خود بینی اور تکبر کے مضمون میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین کا بھی یہاں یہی مقصد ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک اپنے میں الٰہی صفات پیدا کرنے کا نام خودی ہے۔ گویا اقبالؒ نے لفظ خودی کو نیا رنگ دے کر مخصوص اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے۔

٥ نسخہ ع۔ ذ۔ ف اور س میں یوں ہے: ؎ جب تک خودی کریں خود نفسوں تب تک ربّ نہ پاویں ہو۔

(۲) ع۔ اک، ذ، ش، ف ® مذکورہ نسخوں میں نام کی بجائے اسم مندرج ہے۔ یہ تصحیح اک کے مطابق ہے۔

(۳) ع۔ ذ، ش، ف

(۴) ع، اک، ذ، ش، ف، ٥٥ سوائے اک کے بقیہ مذکورہ نسخوں میں یوں ہے۔ ؎
تدوں نام فقیر تے سوہندا باھو جے جیوندیاں مر جاویں ہُو

یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت ۸ میں ملاحظہ ہو۔

تشریح :۔ "دع نفسك وتعال ۔ نفس کو چھوڑ کر اوپر آجا۔ جو شخص فنائے نفس طے نہیں کرتا اور بقائے روح حاصل نہیں کرتا وہ نہ معرفت و لقائے الٰہی کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہی مجلس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائق۔" (۱)

پھر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "۔ یاد رہے کہ خودی خدا تعالیٰ کے ساتھ نہیں سماتی جیسے آگ اور پانی ۔" (۲)

بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ستر سال بعد اسے کوئی ضرورت پیش آئی وہ حاجت اللہ تعالیٰ اسے طلب کی لیکن روا نہ ہوئی ۔ بعد ازاں ایک گوشے میں جا کر نفس سے جھگڑنا شروع کیا ۔ کہ اے نفس تو نے ستر سال اللہ کی عبادت کی ۔ بیشک تیری عبادت میں اخلاص نہ ہوگا ۔ اگر اخلاص ہوتا تو ضرور حاجت پوری ہوجاتی ۔ جب وہ اپنے نفس سے جھگڑ رہا تھا تو پیغمبر وقت کو حکم ہوا کہ اس زاہد سے کہو کہ تیرا نفس کے ساتھ جھگڑا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے ۔ (۳)

" جو صادق طالب کامل مرشد کی طرف رجوع کرتا ہے تو ایک لحظہ میں وصال کو پہنچ جاتا ہے کیونکہ بندے اور اللہ تعالےٰ کے مابین کوئی دیوار یا پہاڑ نہیں ہے ۔ جو کچھ ہے خودی ہے ۔ جو خودی کو چھوڑ دے وہ خدا رسیدہ ہوجاتا ہے ۔" (۴)

جب خود کو اور اپنی جملہ خواہشات کو چھوڑ دیا تو "مرنے سے پہلے مرجاؤ" کا مقام آجاتا ہے ۔ اگر یہ مقام حاصل نہیں تو فقیر کہلانا غلط ہوگا اور فقیری کا جامہ پہننا بالکل بیجا ہوگا۔

---

(۱) سلطان باہو ۔ اسرار قادری ۔ ترجمہ اردو : ناشر چنن الدین ۱۹۶۳ء ص ۸۶

(۲) بشنو خود و خدا دریک خانہ نگنجد چنانچہ آتش و آب ۔ سلطان باہو ۔ عین الفقر حصہ دوم شرح نظام الدین ص ۱۱)

(۳) نظام الدین اولیاء ملفوظات فوائد الفوائد : مرتبہ حسن سنجری ۔ ترجمہ اردو ۔ لاہور ص ۱۱۴

(۴) سلطان باہو ۔ محکم الفقراء ۔ ترجمہ اردو ۔ ناشر چنن الدین ۱۹۶۳ء ۔ ص ۸ ۔

"فقیر کا پہلا مرتبہ موتوا قبل ان تموتوا "مرنے سے پہلے مرجاؤ" ہے۔ اسم اللہ ذات کی توحید کے تصور سے اپنی موت کے احوال و مقامات کو دیکھ سکتا ہے (۵)

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جان
گفت رو رو برمن ایں افسوں مخواں (۶)

اسی ضمن میں خواجہ حافظ نے خوب فرمایا

گفتم کہ کی بہ بخشی بر جان ناتوانم
گفت آں زماں کہ نبود جان درمیانہ حائل

---

(۵) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ ناشر چنن الدین ۔ ۱۹۹۳ء ص ۰۰

(۶) مفتاح العلوم۔شرح مثنوی ۔ محمد نذیر عرشی ۔ دفتر اول حصہ دوم لاہور ۱۹۵۶ء ص ۲۹۰

(۷) حافظ شیرازی۔دیوان حافظ ۔ ۱۳۲۸ ش ۔ ص ۶ ۱۷

ج ۔ جل جلیندیاں جنگل بھوندیاں میری ہکّا گل نہ پکی ہو (۱)
۲ چلّے چلیئے مکّے حج گزاریاں میری دل دی دوڑ نہ ڈکی ہو (۲)
ترنہے روزے پنج نمازاں ایہہ بھی پڑھ پڑھ تھکی ہو (۳)
سبّھے مراداں حاصل ہویاں باھو جاں کامل نظر مہردی تکی ہو (۴)

لغت : جل : پانی ، دریا جلیندیاں : بسر اوقات کرتے ۔
ہکا : ایک گل : بات
ڈکی : رکی

ترجمہ : ۱۔ (اے درویش تلاش حق کے لئے) دریاؤں میں بسر اوقات کرتے (اور) جنگل (بیاباں) پھرتے ہوئے میری ایک بات (بھی) مکمل نہ ہوئی ۔

۲۔ چلے چلے (کاٹتے اور) مکّہ کا حج گزارتے (بھی) میرے دل کی دوڑ نہ رک سکی ۔

۳۔ تیسوں روزے اور پانچوں نمازیں بھی پڑھ پڑھ کر تھک گئے (لیکن مقصد عرفان ذات حاصل نہ ہوا ۔)

۴۔ اے باہو (اس وقت) سب مرادیں حاصل ہوئیں جب (مرد) کامل نے رحمت کی ایک نظر دیکھی ۔

---

(۱) ب لو ۔ (۲) ب لو ۔

(۳) ب لو

(۴) ب لو

البتہ (باہو) سے پہلے (حضرت) کا اضافہ ہے ۔

تشریح: بیت میں حضرت سلطان العارفین تلقین فرماتے ہیں کہ محض دنیا ترک کرنے سے یا ورد و وظائف و عبادات و ریاضت کرنے سے فقر حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان طریقوں سے نفس نہیں مرتا۔ نفس مارنے کے لئے مرشد کامل کی نظر چاہیئے۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے آپ کسر نفسی فرماتے ہوئے اپنے آپ کو ایک عام سالک کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ میں نے حصول فقر کے لئے کئی جنگل اور دریا عبور کئے گویا تارک دنیا ہوئے اور اسی طرح کئی ورد وظائف بھی کئے۔ حج بیت اللہ شریف ادا کیا۔ مگر صفائے قلب حاصل نہ ہو سکا۔ جو فقر کے لئے لازم ہے۔ نیز عبادات کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں رہی۔ یعنی رمضان المبارک کے پورے روزے اور پانچوں وقت کی نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں۔ مگر حصول مقصد تو اس وقت ہی حاصل ہوا۔ جب مرشد کامل نے نظر عنایت مبذول فرمائی۔ گویا مرشد کامل کے بغیر نفس کو پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر نفس پاک نہ ہو تو فقر کا حصول کیسے ہو کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ایک پاک چیز ہے۔ جو ایک پاکیزہ مکان کے سوا کہیں قیام و قرار نہیں کرتا۔ (۱)

؎ فقر یک نظر است نظرش باخدا — فقر یک سخن است سخن از مصطفےٰ
زاں سخن شد فقر یکتا یک وجود — گوئی از مردان میدان اد ربود (۲)

اسی بیت کے مفہوم میں سرائیکی کے مزید شعر ملاحظہ ہوں۔

؎ رولیوئی یار تتی کوں تھل جنگل — سٹیو تی یار سجن ڈس کہڑے گل
نت بھجن نیرے میں گاندی ہاں — گل جنبوں تلک لگاندی ہاں
کڈی گنگے ونجاں کڈی مکے ہیں — سب بت ددارے سنکے ہیں

---

(۱) اسم اللہ شئ طاہر لا یستقرا لا بمکان طاہر (بشکریہ سلطان باہو "توفیق الہدایت":
ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ۱۹۶۰ء ص ۱۰

(۲) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ص ۲۲

کر صبر نواز خاموشی کر　　پکڑ محکم پیر مغاں دا در
اس در تے وِچ توں جیندام　　جیں دسیا سب اسرار میںوں (۳)

اور عطار نے کیا خوب فرمایا ؂

نہ بسیم ایں یافتم من نی بزر
ہست ایں دولت مرا از یک نظر (۴)

مزید تشریح کے لئے حصّہ س کا بیت ۱۰۵ بھی دیکھئے۔

---

(۳) سلطان محمد نواز ۔ مجموعہ کلام ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ء ۔ غزل ۱۶ ص ۱۱۷

(۴) فریدالدین عطار ۔

بتصحیح دکتر محمد جواد مشکور تہران ۱۳۵۳ ص ۱۰۷

ج جاں جاں ذات نہ تھیوسے باہو تاں کم ذات سدیوے ہو (۱)

۲، ذاتی نال صفاتی نائیں تاں تاں حق لبھیوسے ہو (۲)

اندر بھی ہو باہر بھی ہو باھو کتھے لبھیوسے ہو (۳)

جیندے اندر حب دنیا باھو اوہ مول فقیر نہ تھیوسے ہو (۴)

لغت : سدیوے : کہلاتا ہے۔ جیندے : جس کے۔

مول : ہرگز۔ جاں جاں : جب تک۔

ترجمہ : ا۔ (اے درویش) جب تک (عارف کی) ذات ھو کے ساتھ (محو و فنا) نہ ہو جائے تب تک وہ ادنیٰ مرتبہ والہ (ناسوتی) کہلاتا ہے۔

۲۔ (اصل) ذات (لاہوت) میں جب (ناسوتی) صفات نہیں رہتیں تب جا کر حق (یعنی عین العین) حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اندر بھی ھو سی کیفیت کے بعد عارف کے وجود کے) باہر بھی ھو (ہوتا) ہے (حیرت و محویت طاری ہوتی ہے اور عارف جو کہ) ھو میں محو ہوتا ہے (اسے) کہاں تلاش کیا جائے۔

۴۔ (لیکن) اے باہو۔ جس کے اندر حب دنیا (ہو) وہ ہرگز فقیر (فنا فی اللہ) نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) ب ا

(۲) ب ا

(۳) ب ا

(۴) ب ا

البتہ (باہو) سے پہلے حضرت کا اضافہ ہے۔

تشریح : بیت میں حضرت سلطان العارفین فقر کامل حاصل کرنے کے لئے سالک کو
فنا فی اللہ ہوکر بقائے دوام کی تلقین فرماتے ہیں ۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ سالک جب
تک اس ذات مطلق کی احدیت میں اپنی ذات کو فنا نہ کردے وہ کم ذات ہی رہے گا۔
ظاہر ہے کہ مرتبہ صفات مرتبہ ذات سے ہمیشہ کمتر ہے ۔ فقیر صفات کے مراتب ذکر شغول
سے بلند تر ہوکر ذات واحد کی احدیت میں یک ذات ہوجاتا ہے ۔

ہر یکے از قطرہ یابد من بدریا یافتم
چوں عین دریا یافتم خود گم بدریا ساختم (۱)

دوسرے مصرعے میں حضرت سلطان العارفین واضح طور پر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ
کا وصال تو تب ہی حاصل ہوتا ہے جب ذات فقیر اسی ذات مطلق میں محو ہوجائے نہ کہ
گوناگوں صفات کے مظاہر سے لحظہ بہ لحظہ مانوس ہوتا رہے ۔ کیونکہ صفات اگرچہ ذات
خداوندی سے جُدا تو نہیں ہیں مگر خود ذات خداوندی نہیں ہوسکتیں ۔ فقیر کا تعلق تو ذات
اللہ سے ہوتا ہے ۔

فدا شد جسم وجاں در ذات باہو بہ ہستی ہم جمال اللہ جویم (۲)

بلکہ ہو الاوّل ہو الآخر ظہور آمد تجلّی او بذاتِ خود ہویدا حق کہ فی الکونین الّا ہو (۳)

تیسرے مصرعہ میں فرمایا وہ ذات باری تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے ۔ میرے من میں بھی
اور مجھ سے باہر بھی گویا ہر کہیں وہ ہے ۔

جلوہ بخشی ز بہر مشتاقی رفت فانی چہ یافتم باقی (۴)

---

(۱) سلطان باہُو ۔ اسرار قادری ۔ ترجمہ اردو ۔ چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۹۲ء ص ۶۲

(۲) سلطان باہُو ۔ دیوان باہو ۔ مرتبہ چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۹۶ء لمعہ ترجمہ منظوم

(۳) سلطان باہُو ۔ دیوان باہو ۔ مرتبہ چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۵۵ء غزل ۱ ص ۱

(۴) سلطان باہُو ۔ اسرار قادری ۔ ترجمہ اردو چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۹۳ء ص ۶۲

نیز اسی مفہوم میں بیان ہوا ہے ؎

خود ذات سجن دی ظاہر ہے — خود اندر ہے خود باہر ہے
بن عارف نہ کوئی ماہر ہے — گھن رہبر عشق درود جانے (۵)

یہ حال تو فقر فنا فی ہو بقا باللہ کا ہے۔ مگر دنیا سے محبت رکھنے والا تو کبھی فقر کا محرم نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "فقر دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا نہ عاقبت پر راضی ہوتا ہے وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر کفایت نہیں ہوتا۔ فقیر کہتے ہی اسے ہیں جس کو کوئی ضرورت نہ ہو۔

؎ مرا ز پیر طریقت نصیحتی یاد است — کہ غیر یاد خدا ہر چہ ہست برباد است
دولت بسگان داد ند نعمت بخران — من امن امانیم تماشا نگران (۶)

پھر فرمایا — جو دل حرص و طمع سے پر ہے وہ دنیائے فانی کے بکھیڑوں میں پھنس کر مردہ رہتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت میں قدم ہی نہیں رکھتا۔ خواہ تمام قرآن شریف کی آیتیں، تفسیر، احادیث، مسائل فقہ، خوف و رجا۔ اقوال مشائخ اسے پڑھ کر سنائی جائیں۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں چلتی اور اسے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ (۷)

حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے۔ دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (۸)

مزید تشریح کے لئے حصہ ذ کا بیت ۹۴ بھی ملاحظہ ہو۔

---

(۵) سلطان محمد نواز رح۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۱۳۲

(۶) سلطان باہو رح۔ توفیق الہدایت۔ اردو ترجمہ۔ حیین الدین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۰۳

(۷) سلطان باہو رح۔ اسرار قادری " " ۱۹۶۳ء ص ۲۴

(۸) ترک الدنیا راس کل عبادۃ وحب الدنیا راس کل خطیئۃ۔

(بتشکریہ سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ اردو ترجمہ حیین الدین لاہور ۱۹۶۳ء ص ۲۳)

ج جس دل اسم اللہ دا چمکے عشق بھی کردا ہلّے ہو (۱)

۷۴ بھار کستوری دے چھپدے ناہیں بھانویں دے رکھیئے سَے پلّے ہو (۲)

انگلیں تچھے دیہنہ ناہیں چھپدے دریا نہیں رہندے ٹھلّے ہو (۳)

اسیں اوسے وچ اوہ اساں وچ باھو یاراں یار سوتّے ہو (۴)

لغت: ہلّے : پرزور یورش ، حملے ۔ بھار : انبار ، بوجھ

کستوری : خوشبودار پودے کا نام ۔ دیہنہ : آفتاب

ٹھلّے : رک جانا (ہاتھوں سے روکنا) سوتّے : بالکل قریب ، نزدیک ۔

ترجمہ: ۱۔ جس دل (میں) اسم اللہ (ذات) کا نور (روشن ہوکر) چمکتا ہے (وہ دل مقدس ہوکر عشق ذات کے قابل بن جاتا ہے اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کا) عشق بھی (ازخود) حملے کرکے (وارد ہوجاتا ہے)

۲۔ (عشق ذات کا) بوجھ کستوری (و مشک کے مصداق ہے جوکہ) (چھپائے) نہیں چھپتا خواہ اسے سینکڑوں پردوں سے (کیوں نہ) ڈھانپا جائے ۔

۳۔ (اسی طرح عشق کی کیفیت سورج اور دریا کی سی ہے) انگلیوں کے پیچھے سورج نہیں چھپتا اور روکنے سے دریا نہیں رکا کرتے ۔

۴۔ اے باہو ۔ (عشق کی بدولت ہمہ اوست کا عالم پاکر) ہم اس (کے اعیان ثابتہ) میں ہیں اور وہ ہمارے دلوں اور انفاس) میں ہے (لہٰذا) یار سے یار تک (کوئی مسافت و بُعد نہیں بلکہ) قرب ہی قرب حاصل ہے ۔

---

(۱) ب ع ۔ (۲) ب ع ۔ (۳) ب ع ۔

(۴) ب ع ۔ ل ک ۔

ب ع میں البتہ یاراں یار کی بجائے یار و یار اس نسخہ میں ہے)

تشریح :- حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ جس شخص کو اسم اللہ کے الف سے دل میں روشنی پیدا ہوگئی اس کا دل جام جہاں نما اور آئینہ سکندری بن جاتا ہے اور صفائی پکڑ جاتا ہے۔ (۱)

اسی ضمن میں مزید فرمایا۔ جب اسم اللہ کی چمک لوح دل پر پڑتی ہے تو صاحب لوح کا نام علم معرفت الہٰی میں لکھا جاتا ہے۔ (۲)

مزید فرمایا۔ اگر وجود میں اسم اللہ ذات مقام کر جائے تو تصفیہ قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور دل مستغرق ہو جاتا ہے۔ جس سے دل میں لقائے الہٰی کی رویت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ موتوا قبل ان تموتوا۔ مرنے سے پہلے مر جاؤ کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ (۳)

اسی بیان میں آگے چل کر فرمایا۔ جب اسم اللہ کا تصور درست ہو جاتا ہے تو نفس بالکل مر جاتا ہے۔ اور جس طرف نگاہ کرتا ہے اسم اللہ کی تجلیات کے بے شمار انوار اسے نظر آتے ہیں۔ اسے لامکان کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے۔ ازل وابد یا دنیا وعقبیٰ اور بہشت سے تشبیہہ دینا موجب کفر و شرک ہے۔ مومنوں اور عاشقوں کو دیدار وصال لامکان میں ہوا کرتا ہے۔ اس سے بدن میں نور اور روح میں رحمت آجاتی ہے۔ کتنا ہی وہ دیکھتا رہے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ ھل من مزید ہی پکارتا ہے۔ (۴)

بالا اقتباسات سے بیت کے ابتدائی مصرعوں کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ اسم اللہ جب جائے گیر ہوتا ہے تو عشق بھی ہر لمحہ فزوں تر ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سلطان باہو۔ شمس العارفین ترجمہ اردو۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء ص ۱۷

(۲) " " " ۔ " ص ۲۱

(۳) " قرب دیدار " ۔ ۱۹۷۰ء ص ۲۰

(۴) " " " " ۔ " ص ۱۴۵

؎ نغمۂ عشق اگر آں سوئے جہاں می آید — بشامِ دلم از عالمِ جان می آید (۵)

بلکہ سالک اگر اسم خدا تعالیٰ سے رابطہ رکھے اور اس کا تصوّر حاصل کرے تو خود بخود تجلی ذات اس پر عیاں ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

؎ ربود جان و دلم را جمال نام خدا — نواخت تشنہ لباں را زلال نام خدا
وصال حق طلبی ہمنشیں نامش باش — بہ بیں وصال خدا در وصال نام خدا
میان اسم و مسمّٰی چو فرق نیست بہ بیں — تو در تجلی اسما کمال نام خدا (۶)

سبحان اللہ۔ اور جب اسم ذات کے فیضان سے عشق اللہ ذات ہویدا ہو جاتا ہے تو اس کی خوشبو کسی پردے سے چھپ نہیں سکتی۔

؎ آتش عشق تو در جان معین افتاد است — وز دمش بوئے دل سوختگان می آید (۷)

اسی ضمن میں مزید سنیے۔

؎ اے بسا دلہا درون سینہ کاندر بزم عشق — ز آتش سوز فراقش عود مجمر کردہ اند (۸)

میان عاشق میں یہ محبوب کی تجلی جو آفتاب کی طرح روشن اور دریا کی طرح پر زور ہے نہ انگلیوں سے اس کی تابانی چھپانے چھپ سکتی ہے اور نہ اس کے دریا کی موجیں روکنے سے رُک سکتی ہیں۔

؎ بہر نادیدن خفاش نگردد پنہاں — آفتابی کہ ز ہر ذرہ عیاں تافتہ است (۹)

حضرت سلطان العارفین نے بیت کے آخر میں فرمایا جب حال یہ ہو تو ظاہر ہے کہ در محبوب حقیقی جان عاشق کے کس قدر قریب ہے۔ اسی ضمن میں مزید فرمایا۔

؎ ھو معکم اینما کنتم نگر — درنخوانی او تو در قرآن نگر
قرب حق با تو چناں دار دیقیں — تو ہمی دانی کہ از ما دور تر!
قرب حق نزدیک من حبل الورید — تو جانش را نہ بینی بے نظر
وادی طے کن کہ خود نزدیک تر — منزل جانان در جان خود نگر

(۵) خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ دیوان چشتیؒ۔ لاہور ص ۲۵
(۶) 〃 〃 〃 〃 ۲
(۷) 〃 〃 〃 〃 ۲۵
(۸) 〃 〃 〃 〃 ۲۴
(۹) 〃 〃 〃 〃 ۷
(۱۰) سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مرتبہ حفیظ الدین لاہور ۔ ۱۹۵۵ء ۔ 〃 ۱۱

چ۔ چڑھ چناں تے کر رُشنائی ذکر کریندے تارے ہو (۱)

۴۔ گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاندے ونجارے ہو (۲)

شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہو (۳)

تاڑی مار اڈاؤ نہ باھو اساں آپے اُڈّن ہارے ہو (۴)

لغت : نمانے : عاجز ، بے چارے ونجارے : جوہر شناس تمیز کرنیوالے بیوپاری

شالا : خدا کرے ۔ ککھ : خس وخاشاک ۔ آپے : اپنے آپ ، خود بخود

ترجمہ : اے (آسمان معرفت کے) چاند (اے محبوب حقیقی جل شانہٗ) تو (عطاء رحمت کی بلندی پر) جلوہ گر ہو اور سالکوں کے دلوں کو منور فرما۔ تمام سالکان جو کہ طریقت کے ستارے (ہیں) تیرا (ہی) ذکر (پاک) کر رہے ہیں۔

۲۔ (ان درویشوں سالکوں میں بعض غواصان معرفت) جو جوہر شناس ہیں لیکن (راہ سلوک کی) گلیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

۳۔ (یہ اہل اللہ عارفان حق اس دنیا میں مسافر ہیں اور طلب معرفت میں سفر طے کر رہے ہیں خدا کرے مسافر تو کوئی بھی نہ ہو (مسافر) سے تو (مقامی) خس وخاشاک بھی وزنی ہوتے ہیں۔

۴۔ اے باھو (اہل دنیا ہم عالم ارواح کے پرواز کرنے والے شہبازوں کو) تالی بجا بجا کر نہ اڑائیے، ہم تو خود بخود (اس جہان فانی سے عالم بقا کو) پرواز کرنے والے ہیں۔

---

(۱) ۶ ۔ ٥ بعض نسخوں میں " تے " کی بجائے " توں " مندرج ہے ۔

(۲) ۶ ، ک ، ف ، ش ،

(۳) ک ، ۶ ، ٥٥ مذکورہ نسخوں کے سوا باقی نسخوں میں " توں " کی بجائے " تے " مندرج ہے۔

(۴) ۶ ، ف ، ش

تشریح :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو چاند کہہ کر پکارا ہے اور باقی تمام موجودات عالم کو بمثل تاروں کے تشبیہہ دی ہے۔ رومیؒ کہتے ہیں :

حق پدیدا ست از میان دیگراں ‍ ‍ ‍ ہمچو ماہ اندر میان اختراں (۱)

یعنی اللہ تعالیٰ دوسری موجودات کے درمیان اس طرح عیاں ہے جیسے ستاروں میں چاند۔ اور یہ تمام ستارے اپنے رب کی تسبیح کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے۔

" پاکی بیان کرتے ہیں واسطے خدا کے جو کچھ کہ بیچ آسمانوں اور جو کچھ کہ بیچ زمین کے ہیں بادشاہ ہے بہت پاک غالب باحکمت " (۲)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ کائنات میں تمام مخلوقات، جمادات، نباتات و حیوانات سب اپنے قادر مطلق کی یاد میں گمن ہیں۔ اور بالخصوص مخلوقات میں سالکان معرفت تو اپنے چاند (محبوب حقیقی) کے جلوؤں کے آسمان میں تاروں کی طرح یادوں کے دیپ منوّر کئے ہوئے اس کے دیدار کے وعدہ کے منتظر ہیں۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے " جو کوئی امید رکھتا ہے ملاقات خدا کی پس تحقیق وعدہ اللہ کا البتہ آنے والا ہے۔ اور وہ ہی سننے والا جاننے والا ہے " (۳)

اور وہ ذات باری کس طرح اپنا دیدار دے گا۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں " اے چاند تو چڑھ۔ سامنے آ۔ یہ انداز حدیث نبوی صلعم میں دیکھئے۔ " عنقریب تم اپنے رب کو ضرور اس انداز سے دیکھو گے کہ جیسا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو " (۴)

---

(۱) جلال الدین رومی۔ الہام منظوم مثنوی مولانا روم مرتبہ مولوی فیروز الدین۔ دفتر اول ۱۹۲۸ء ص ۱۶۹

(۲) (الجمعہ ۱) قرآن پاک عکسی۔ مترجم۔ شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی ص ۶۶۷

(۳) (العنکبوت ۵) " " " " " ص ۴۷۸

(۴) فقول علیہ السلام انکم ستروون ربکم کما تروون القمر لیلۃ البدر۔ شرح عقائد ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبع نور محمدی (بشکریہ صاحبزادہ نور سلطان۔ مہتمم جامعہ انوار باہوؒ۔ بھکر)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے "کتنے منہ اس دن تازے ہیں طرف پروردگار اپنے کی دیکھنے والے ہیں" (۵)

اس دنیا میں سالکان راہِ خدا کا جو حال ہے اس کا ذکر فرماتے ہوئے سلطان العارفین بیان کرتے ہیں کہ ان سالکوں کا ظاہر پریشان ہے اس میں شک نہیں کہ وہ اس دنیا کے گلی کوچوں میں تو پھر رہے ہیں اپنے دنیوی اور دینی فرائض ادا کر رہے ہیں مگر حقیقتاً تو وہ لعل و گوہر (حقیقت باری تعالیٰ) کے شناسا ہیں اور وہ انہیں لعل و گوہر (عرفان حقیقت) کا سودا کرنے میں مصروف ہیں انسان اپنے اصل مقام سے جدا ہو کر اس دنیا میں لایا گیا ہے۔ جو اس کا اصل وطن نہیں۔ جو سالکان معرفت ہیں انہیں تو اپنا اصلی وطن قطعاً بھولتا ہی نہیں۔ وہ اس دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں پردیس میں تو مسافر (جو بڑا ہی بلند مرتبہ اور عظیم کردار کا مالک ہے) کے سامنے مقامی رہنے والے (دنیا والے) چاہے جس قدر گھٹیا اور کم کردار والے ہی کیوں نہ ہوں بڑی آن بان دکھاتے ہیں گویا تنکے بھی مسافر کے سامنے زیادہ باحیثیت اور باوزن نظر آتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں مسافر کی روح نے تو بالآخر اپنے اصلی وطن کو پرواز کر ہی جانا ہے۔ یہ دنیا سے دل لگانے والے بھلا کیوں ہم مسافروں کے درپے آزار ہیں۔

---

(۵) (پ ۲۹ - ع ۱۷) قرآن پاک عکسی - مترجم شاہ رفیع الدین - تاج کمپنی - ص ...،

چج چڑھ چناں تے کر رشنائی تارے ذکر کریندے تیرا ہو (۱) ٥

٥٥ تیرے جہے چن کئی سے چڑھدے سانوں سجناں باجھ ہنیرا ہو (۲)

جتھے چن اساڈا چڑھدا اُتھے قدر نہیں کجھ تیرا ہو (۳)

جس دے کارن اسان جنم گوایا باھو یار ملے اِک پھیرا ہو (۴)

لغت: رشنائی : روشنائی - ہنیرا: اندھیرا، تاریکی

ترجمہ: ۱- اے (آسمانی چاند (میری فراق کی رات میں تو تو) طلوع کرکے (ماحول کو) روشن کر۔ آسمانی ستارے تیرا ہی ذکر کیا کرتے ہیں۔

۲- (اے چاند) تجھ جیسے چاند تو سینکڑوں (کی تعداد میں) طلوع ہوتے رہتے ہیں (جن کی روشنی تو مجھے نفع نہیں دیتی) مجھے تو اپنے محبوب (حقیقی) کے بغیر اندھیرا (ہی اندھیرا دکھائی) دیتا ہے۔

۳- جہاں ہمارا (معرفت ذات کا) چاند طلوع ہوتا ہے وہاں (تیری شعاعوں) کی تو کوئی قدر (ومنزلت) نہیں ہے۔

۴- اے باہو۔ جس (محبوب حقیقی کے لئے) ہم نے ساری حیاتی کو قربان کیا (وہ محبوب حقیقی) ایک بار مل جائے)

---

(۱) ۶ ش ٥ نسخہ ٥ اور ف میں یوں ہے ع چڑھ چناں توں کر روشنائی تارے ذکر کرین بہتیرا ہو

(۲) ۶ - ل ک ، ش ف

٥٥ تمام نسخوں میں سوائے یادداشت اک 'ہنیرا' کی بجائے لفظ 'اندھیرا' مندرج ہے۔ نسخہ ل میں ہنیرا درج ہے۔

(۳) ۶ - ٥ - ف ، ش

(۴) ۶ - ٥ - ٥ اکثر نسخوں میں سوائے نسخہ ٥ کے 'اک پھیرا' کی بجائے 'اک ویرا' درج ہے۔

تشریح :۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کا بیت اور یہ بیت دونوں کھُلی فضا اور قدرتی مناظر میں رات کے اندھیرے میں لکھے گئے جبکہ ستارے پوری طرح درخشاں تھے اور چاند طلوع ہو رہا تھا۔ قیاس کہتا ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے یہ دونوں بیت جب لکھے تو چاند کی آخری تاریخیں تھیں اور لازماً نیم شب کے بعد کے اوقات تھے۔ چونکہ چاند کو مخاطب ہو کر بیت کہے گئے ہیں۔ اس لئے یقیناً وہ قدرتی مناظر دیکھ رہے تھے اور کھلی فضا میں بیٹھے ہوئے کائنات قدرت پر غور کر رہے تھے۔ بہرحال اس شرح میں یہ بات قابل غور ہے کہ پہلے بیت میں چاند سے مراد محبوبِ حقیقی جل شانہٗ ہے۔ اور اس بیت میں چاند سے مراد عام آسمانی چاند ہے۔

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین آسمانی چاند سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمام درخشاں ستارے گویا تجھے یاد کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس امر کا احساس فرماتے ہیں کہ چاند کے طلوع سے تمام فضا تو روشن ہو جائے گی مگر محبوب حقیقی کے وصال و لقا کے بغیر فقیر کی دنیا تو اسی طرح تاریک رہے گی۔ پھر فرماتے ہیں ایسے چاند تو خدا کی کائنات میں کئی ہیں اور یہ چاند تو کئی بار طلوع و غروب ہوتا ہے لیکن مجھے اپنے محبوب کے دیدار کے بغیر تاریکی ہی تاریکی نصیب ہے۔ ان خیالات کے ساتھ ہی حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کو اپنے محبوب حقیقی کے نورِ کامل اور اس کی ضوفشانیوں کا احساس ہوتا ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض (۱) کی حقیقت سامنے آتی ہے تو پکار اٹھتے ہیں۔ اے چاند۔ میرے محبوب کے سامنے تیری کیا حقیقت۔

خواجہ حافظ شیرازی کیا خوب کہتے ہیں ؎

آفتاب از روئے او شد در حجاب
ذرہ را باشد حجاب از آفتاب

(۱) (النور ع ۱۰) "اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔"

(۲) شرح دیوان حافظ۔ از مولانا سید محمد صادق علی لکھنوی۔
نولکشور ۱۹۰۰ء ص ۵۹۔

ـ شمس درخارج اگرچہ ہست فرد
مثل او ہم میتواں تصویر کرد

ـ لیک آں شمسیکہ شد مستتش بگیر
نبودش در ذہن و در خارج نظیر (۳)

نورمطلق کے سامنے آفتاب ایک سایہ کی مانند رہ جاتا ہے۔ جس طرح آفتاب کے سامنے ایک ذرہ پردے میں آجاتا ہے۔ یا اس کا وجود سایہ سے زیادہ نہیں رہتا۔

نورمطلق کے خیال کے آتے ہی اس کے دیدار کی آرزو بڑھ جاتی ہے۔ اور فرماتے ہیں جس کی رضا کے لئے ہم نے اپنی یہ زندگی وقف کر دی۔ اے کاش وہ ذات حقیقی ایک بار اپنے دیدار سے مشرف فرمادے۔

---

(۳) مفتاح العلوم۔ شرح مثنوی دفتر اول حصہ پہلا۔ محمد نذیر عرشی لاہور ۱۹۵۹ء ص ۸۶

ح حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبّر مُلّاں کرن وڈیائی ہو (۱)
۷۶ ساوݨ مانہہ دے بدلاں وانگوں پھرن کتاباں چائی ہو (۲)
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اُتھے پڑھن کلام سوائی ہو (۳)
دوہیں جہانیں مُٹھے باھو جنہاں کھادھی ویچ کمائی ہو (۴) ⊚

لغت: مانہہ: ماہ۔ چائی: اٹھائے پھرتے ہیں۔
بدلاں: بادل وانگوں: کی طرح
سوائی: اور زیادہ کھادھی: کھائی۔

ترجمہ: ۱۔ حافظ پڑھ پڑھ کر تکبر کرتے ہیں اور ملّا مسئلہ مسائل کے علوم پر) غرور کرتے ہیں۔
۲۔ (وہ) ساون کے مہینہ کی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح کتابیں اٹھائے پھر رہے ہوتے ہیں۔
۳۔ جہاں کہیں وہ (حلوہ مانڈا اور مرغن غذا) ذرا زیادہ اور اچھا دیکھ لیں، وہاں پہ بڑھ چڑھ کر کلام پڑھتے اور مسئلہ مسائل سناتے) ہیں۔
۴۔ اے باہو۔ جنہوں نے اپنے (علم اور ضمیر کے) ماحصل کو بیچ کر کھایا وہ دونوں جہان میں (حصول معرفت) سے محروم رہے۔

٥۔ سوائے یادداشت ا ک کے باقی تمام نسخوں میں 'پڑھ پڑھ' کی بجائے 'حفظ کر' مندرج ہے۔
(۱) ا ک۔ و۔ ن (۲) ع، ذ، ف، ش۔
(۳) ع، ش، ف، ذ، و، ن (۴) و، ن، ع۔
⊚ سوائے ن۔و۔ باقی تمام نے مصرعہ سے پہلے 'اوہ' کا اضافہ کیا ہے۔
ف ل میں (کھادھی) کی بجائے (کھاہدی) ہے۔

تشریح : اس سے پہلے حصہ پ میں اسی موضوع پر لکھا جا چکا ہے۔ یہاں بھی حضرت سلطان العارفین کی یہی مراد ہے کہ علمائے سوء اپنے علم و فضل پر متکبر ہوتے ہیں۔ دنیا پرستی میں پڑ جاتے ہیں۔ اپنے علم و فضل کی نمود و نمائش کے لیے اور علم کے بدلے دنیا حاصل کرنے کے لیے وہ کتابوں کے انبار اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان کا مقصود جیبیں بھرنا اور کھانا پینا ہے۔ اسی لئے وہ جہاں کہیں پیٹ کے لیے اچھا اہتمام پاتے ہیں۔ کلام اللہ (جل شانہٗ) اور مسئلہ مسائل کو وہاں پر پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین ایسے لوگوں کے دونوں جہان میں خسارہ کی نشاندہی فرماتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ :" اور مت مول لو بدلے نشانیوں میری کے مول تھوڑا۔" (۱)

حدیث : " بریدہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔ " (۲)

جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

علمہائے اہل دل حمالِ شاں   علمہائے اہلِ دل احمالِ شاں
علم چوں بر دل زند یاری شود   علم چوں بر تن زند باری شود

---

(۱) ا پ ۲ ع ۱۱
(۲) رواہ البیہقی فی شعب الایمان
(۳) مثنوی مولانا روم مع شرح مولانا عبدالعلی محمد بحر العلوم۔ نولکشور۔ ۱۲۹۳ھ دفتر اول۔ ص ۲۱۱

خ۔ خام کیہ جانن سار فقر دی جہڑے محرم ناہیں دل دے ہو (۱)

〃 آب مٹی تھیں پیدا ہوئے خامی بھانڈے گل دے ہو (۲)

لعل جواہراں دا قدر کی جانن جو سوداگر بل دے ہو (۳) ◎

ایمان سلامت سوئی ویسن باھو جہڑے بھج فقیراں ملدے ہو (۴)

لغت: خام: کچے، ناقص، سار: خبر، تھیں: سے۔ بھانڈے: برتن

بل: بلور، کانچ۔ لے ویسن: لے جاویں گے۔ بھج: دوڑ کر

ترجمہ: ۱۔ اے طالبانِ ناقص جو (اسرار) دل کے محرم نہیں ہیں انہیں راز (معرفت) فقر کی کیا خبر۔

۲۔ (ایسے نامحرم اسرارِ معرفت تو محض) مٹی کے کچے برتن ہیں (جو کہ) پانی اور مٹی (کے خمیر) سے (تو) بنائے گئے ہیں (لیکن آتشِ عشق کی بھٹی میں انہیں پختگی حاصل نہیں ہوئی)

۳۔ (طالبانِ ناقص جو کہ) بلور اور کانچ کے سوداگر ہیں وہ (توحید و معرفتِ الٰہی) کے لعل و جواہرات کی کیا قدر (منزلت) جانتے ہیں۔ (جوہر شناسی تو جوہری کا کام ہے)

۴۔ اے باہو (اس دنیا سے) وہ (خوش نصیب) ایمان سلامت لے جاویں گے جو کہ دوڑ دوڑ کر فقراء (اہل اللہ) کو ملتے ہیں۔

---

(۱) ع۔ ○ سوائے مذکورہ نسخہ کے باقی نسخوں میں 'کیہ' کی بجائے 'کی' مندرج ہے۔ نسخہ و میں 'کے' لکھا ہے جو دراصل 'کیہ' کی آواز دیتا ہے۔

○○ نسخہ و اور ب میں 'سار' کی بجائے 'راہ' مندرج ہے۔

(۲) ع، و، ب، ط، خ۔ (۳) و، ب، (نوٹ) بل کے معنی چھجڑ یا خربوزے بھی لئے گئے ہیں۔

◎ مذکورہ نسخوں کے سوا باقیوں میں مصرعہ یوں ہے۔ ع قدر کی جانن لعل جواہراں جو سوداگر بل دے ہو

(۴) ذ، ق، ش

○ نسخہ ب اور ط میں 'ویسن' سے پہلے 'لے' کا اضافہ مندرج ہے۔

تشریح: دل کا راز نہ جاننے والے خام لوگ بھلا فقر کی راہ کو کیا جانیں۔ فقر کا تعلق عشقِ الٰہی سے ہے اور عشق کا مقام دل میں۔ عشقِ الٰہی سے جس درویش نے پختگی حاصل نہیں کی وہ گویا مٹی کے کچے برتن کی طرح ہے جو بالکل خام رہ جاتا ہے۔

پھر حضرت سلطان العارفین ایک پر اثر مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح کانچ کے برتن یا کانچ کے سامان کا سوداگر ہیرے اور لعل و جواہر کی شناخت نہیں کر سکتا اسی طرح ایک خام اور ناپختہ آدمی صاحبِ دل کو اور اس کے راز کو نہیں پہچان سکتا اور نہ اس کی قدر و منزلت سمجھ سکتا ہے۔

آخر میں سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ان صاحبِ دل اور محرمِ اسرارِ ذات فقراء کو جو لوگ بخوشی و رغبت کے پہچان کر ملتے ہیں اور ان کے قریب ہوتے ہیں وہی تو ہیں جو اپنے ایمان سلامت رکھتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:- اور روک رکھ جان اپنی کو ساتھ ان لوگوں کے کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح اور شام کو چاہتے ہیں رضامندی اس کی۔ (۱)

- کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے اور سلام اوپر بندوں اس کے جن کو برگزیدہ کیا۔ (۲)
- اور پیروی کر راہ اس شخص کی کہ رجوع کرتا ہے طرف میری۔ (۳)
- اے جان آرام پکڑنے والی پھر جا طرف پروردگار اپنے کے کہ خوش ہے تو پسند کی گئی۔ پس داخل بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے۔ (۴)

گویا فقراء اہلِ عشق سے قرب سلامتی ایمان کے موجب ہے۔

---

(۱) واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ (پ ۱۵ ع ۱۶) قرآن مجید مترجم شاہ رفیع الدین ص ۲۵۹۔

(۲) قل الحمد للہ وسلٰم علٰی عبادہ الذین اصطفٰی (پ ۱۹ ع ۲۰) قرآن مجید مترجم شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی ص ۴۵۹

(۳) واتبع سبیل من اناب الیّ (پ ۲۱ ع ۱۱) 〃 〃 〃 〃 ص ۴۹۶

(۴) یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی (الفجر ۲۷ تا ۳۰)

د دل دریا سمندروں ڈونگھے کوݨ دلاں دیاں جاݨے ہو (۱)
وِچے بیڑے وِچے جھیڑے وِچے ونجھ موہاݨے ہو (۲) ०٥
چوداں طبق دِلے دے اندر جتھے عشق تمبو ونج تاݨے ہو (۳) ⊙
جو دل دا محرم ہووے باھوؔ سوئی رب پچھاݨے ہو (۴)

لغت : سمندروں : سمندر سے ڈونگھے : گہرے۔
ونجھ : وہ بڑے بانس جن کی مدد سے کشتی چلائی جاتی ہے۔
موہاݨے : ملاح، کشتی ران۔ تاݨے : تنے ہوئے
تمبو : تنبو، خیمہ۔

ترجمہ : ۱۔ (عارفان اہل اللہ کے) دل (تو ایسے) دریائے (عمیق) ہیں (جو کہ) سمندروں سے بھی زیادہ گہرے ہیں۔
۲۔ (جیسا کہ دریا کے اندر) کشتیاں (جہاز) جھگڑے ملاح وغیرہ موجود ہیں (اسی طرح عارفان کامل کے دلوں میں تمام کائنات موجود ہے)
۳۔ چودہ طبقات (ارض وسما) (عارف کامل کے دل میں سمائے ہوئے ہیں) جہاں پر (حضرت) عشق نے اپنے خیمے گاڑ دیئے ہیں۔
۴۔ اے باہو جو (کوئی) دل (کے راز) کا محرم ہو وہی رب (تعالیٰ) کو پہچانتا ہے۔

---

(۱) ا ٥ نسخہ ڈ میں 'ڈونگھے' درج ہے نسخہ ب ۔ ج ۔ ذ ۔ ف ، ش ۔ میں 'ڈوھنگا' مندرج ہے۔
(۲) ا ۔ ب ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔
٥٥ نسخہ ڈ میں مصرعہ یوں ہے ع وچ ہن بیڑے وچ ہن جھیڑے وچ ہن ملاح مہاݨڑے ہو
(۳) ا ج ۔ ڈ نسخہ ب ف میں یوں ہے ع وچے بیڑے، وچے کھوئیے وچے ونجھ موہاݨے ہو
⊙ ب ذ ف میں مصرعہ یوں ہے ع چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تاݨے ہو
(۴) ب ۔ ذ ش ف ٥ سوائے نسخہ ب کے باقی مذکورہ نسخوں میں 'سوئی' کی بجائے 'سویو' مندرج ہے۔

تشریح : شیخ الاسلام فریدالدین والحق قدس اللہ سرہ العزیز رسالہ گنج الاسرار میں فرماتے ہیں :" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل فرمایا ہے کہ

لا یسعنی ارضی و لا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدالمؤمن - میری سمائی کے لئے میری زمین اور میرے آسمان کی وسعت کافی نہیں البتہ میرے مومن بندے کا دل میرے سمانے کے لئے کافی ہے۔ اس کا مقصد مومن بندے کے دل کی وسعت جتانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمان وزمین میں اتنی فراخی نہیں ہے۔ جتنی کہ بندۂ مومن کے دل میں ہے۔" (۱)

چاربیتی میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز انسان کامل کے قلب شہید کی کیفیات اور وسعت بیان فرماتے ہیں۔ اسی موضوع پر ابن العربی کہتے ہیں:" ان فی ذالک لذکری لمن کان لہٗ قلب والقی السمع وھو شھید - اس میں یاددہانی ہے جس کے سینے میں دل ہو اور اپنے کان جھکا دے اور وہ دیکھتا ہو۔ یہ قلب نعمت سماعت وشہود باطنی سے ممتاز ہوتا ہے اور کلام وشہود حق سے سرفراز ہوتا ہے۔ اس کو ہمیشہ دوام حضور رہتا ہے۔ قرب فرائض میں رہتا ہے۔ قلب مومن عارف میں ہر طرح کی وسعت ہے۔ ہر تجلی کی سمائی ہے۔ آسمان وزمین کسی میں جمیع تجلیات خصوصاً تجلی الٰہی و شان معبودیت کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کامل خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائک ہوتا ہے۔" (۲)

" قلب عارف کی اتنی وسعت ہے۔ بایزید بسطامی (۳) فرماتے ہیں اگر عرش اور عرش کے دائرے میں جو کچھ ہے دس کروڑ بار دل عارف کے گوشے میں آجائے تو اس کو احساس بھی نہ ہوگا اسی معنی میں جنید بغدادی (۴) فرماتے ہیں۔ حادث جب قدیم کے نزدیک ہوتا ہے حادث کا پتہ بھی نہیں رہتا۔ وہ قلب جو قدیم کو سمالے بھلا حادث کو کیونکر موجود پائے گا۔" (۵)

---

(۱) حضرت فریدالدین مسعود ابن سلیمان ابن ابی بکر ابن عمر صلاح - رسالہ گنج الاسرار - اقتباس و ترجمہ بشکریہ مجلہ الرحیم حیدرآباد سندھ جولائی اگست ۱۹۶۸ء - حصہ ا کے بیت ۱۸ کی تشریح کے فٹ نوٹ ۳ کو بھی دیکھئے۔

(۲) محی الدین ابن العربی - فصوص الحکم - ترجمہ اردو ص ۲۰۰

(۳) حضرت خواجہ بایزید بسطامی عارفؒ - بسطام - وفات ۲۳۴ھ

(۴) حضرت شیخ جنید بغدادیؒ بغداد - وفات ۳۰۲ھ (۵) محی الدین ابن العربی - فصوص الحکم ترجمہ اردو ص ۵

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " دل کیا ہے، یہ چودہ طبقات سے بھی زیادہ وسیع ہے"۔ (۶)
پھر فرمایا " دل ہی شریعت ہے، دل ہی طریقت اور دل ہی معرفت ہے۔ وہی محرم ہوتا ہے جو دل کا محرم ہوتا ہے۔" (۷)

پھر فرمایا " دریائے وحدت الٰہی کی قدرتِ توحید مومن کے دل میں جاگزیں ہے۔ اور جو شخص خواہش رکھتا ہے اور واصل بخدا ہونا چاہتا ہے تو وہ پہلے مرشد کامل صاحبِ راز کی تلاش کرے کیونکہ وہ گنجینۂ دل کا مالک ہے۔ (رازدان ہوتا ہے) اسم اللہ کے تصور کے تاثیر اور اسم اللہ کے ذکر سے اس فقیر کا وجود منور ہوتا ہے جو راز دل کا محرم ہوتا ہے۔ وہ نعمت الٰہی سے محروم نہیں رہتا۔" (۸)

---

(۶) دل چیست وسیع از چہاردہ طبقات است (سلطان باہو رح۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۶)
(۷) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین۔ ص ۸۱ - ۱۹۶۸ء
(۸) قدرت توحید دریائے وحدت ... تا ..... ہرکہ محرم دل شود از نعمت حق تعالیٰ محروم نماند
(سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۵)

د دل دریا سمندروں ڈونگھا غوطہ مار غواصی ہو (۱)

۷۹ جیں دریا وچ نوشش نہ کیتا رہسی جان پیاسی ہو (۲)

ہر دم نال اللہ دے رکھن ذکر فکر دے آسی ہو (۳)

اس مرشد تھیں زن بہتر باھو جو پھند فریب لباسی ہو (۴)

لغت:- ڈونگھا: گہرا، عمیق رہسی: رہے گی آسی: آس رکھنے والا

لباسی: فریبی غواصی: غوطہ لگانے والا

ترجمہ: ۱- (اے درویش) دریائے دل تو سمندروں سے زیادہ گہرا ہے۔ اس میں غواصوں کی طرح غوطہ مار کر (عرفان ذات کے بیش قیمت موتی نکال لے)

۲- (پیاس تو دریائے وحدت نوش کرنے سے بجھ سکے گی) (لہذا) جس نے دریائے (وحدت) نوش نہ کیا اس کی روح تو ہمیشہ (دیدار ذات) کی پیاسی رہے گی۔

۳- (اے درویش جو سالک) ذکر و فکر (ذات) کی آس لگائے ہیں وہ تو (اپنے) ہر (ایک) دم کو (ذکر) اللہ (جل شانہٗ) میں (مستغرق) رکھتے ہیں۔

۴- (اے طالب) جو مرشد (محض زہد و ریاضت سجود سجادہ جبہ و دستار کے فریب میں مبتلا ہے۔ اور دریائے معرفت وحدت میں غواصی نہیں کرا سکتا وہ تو) طالب المولیٰ مذکرؒ کے مصداق مرد مولیٰ نہیں بلکہ) مکار اور فریبی ہے (اس سے تو طالب العقبیٰ مؤنثؒ کے مصداق) عورت (کا درجہ) بہتر ہے۔

---

(۱) ۶- ا ک، ف، ش، ذ ٥ سوائے یادداشت ا ک کے باقی تمام نسخوں میں 'ڈونگا' یا 'ڈونگھا' مندرج ہے

(۲) ۶، ذ، ش، ف (۳) ا ک ۶ ذ

٥٥ سوائے یادداشت ا ک کے باقی تمام نسخوں میں 'دے آسی' کی بجائے 'دی آسی' مندرج ہے۔

۴۔ ۶- ا ک، ذ، ش، ف

◎ سوائے یادداشت ا ک کے باقی تمام نسخوں میں 'پھند' کی بجائے 'فند' مندرج ہے۔

تشریح : ۔ حضرت سلطان العارفین اس بیت میں فرماتے ہیں کہ خود طالب کا دل سمندر سے زیادہ گہرا ہے ۔ اسے چاہیئے کہ اس میں غواصی کرے اور اس سے معرفت کے آبدار موتی حاصل کرے ۔ جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے شراب معرفت حاصل نہ کی اس کی تشنگی کیسے دور ہو سکتی ہے ۔

ایک مقام پر فرمایا ۔ قلب ایک سمندر ہے بشرطیکہ صاحب قلب صاحب توحید ہو جب اس سمندر میں غوطہ لگائے تو تینوں زمانوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل کے حقائق اور علوم اس پر منکشف ہوں اور وہ روشن ضمیر بن جائے ۔ بلکہ اس سمندر میں غوطہ لگانے سے قلب اور لوح ضمیر واضح اور کشادہ ہو جاتی ہے ۔ یہ مراتب طالب اللہ کو کامل مرشد جو صاحب قلب ہے صرف نگاہ ہی سے عنایت کر دیتا ہے اور معرفت الٰہی میں عارف بنا دیتا ہے (۱)

صحبت عاشقاں صادق جوئی ہمدم ہمراہ موافق جوئی
چند گردی بگرد کعبۂ گل یک نفس کن طواف کعبۂ دل (۲)

کامل مرشد فقیر ہے جو ذکر اور فکر کے جملہ مراتب طے کئے ہوئے ہوتا ہے ۔ اور بقا باللہ ہوتا ہے طالب کو بھی چاروں ذکروں، مراقبوں اور چاروں فکروں میں پختہ ہونا ہوتا ہے ۔ تاکہ اس کا وجود محمدی مجلس کے لائق ہو جائے ۔ چار ذکر :- ذکر زوال، ذکر کمال، ذکر وصال اور ذکر احوال ہیں ۔ چار مراقبے مشاہدہ غرق فنا فی اللہ ۔ حضوری مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ ماسویٰ اللہ سے نکلنا اور بقا باللہ کو پہنچنا ہیں ۔ چار فکر تستور اللہ ۔ للہ ۔ لہٗ اور ھو کے ہیں ۔ ان اذکار، افکار اور مشاہدات سے ہی ۔ فقیرانہ شان استغراق ملتا ہے ۔ جس میں فقیر ہر وقت محویت کے عالم میں رہتا ہے ۔ (۳)

---

(۱) سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۵ ، ۲۶

(۲) حکیم سنائی ۔ طریق التحقیق ۔ مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۶ء ص ۲۳

(۳) تلخیص از شمس العارفین مصنفہ حضرت سلطان باہورح ۔ ص ۱۰ تا ۳۶

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں: "کامل مرشد صادق طالب کو پہلے ہی روز ابتدائی اور انتہائی تمام مراتب عطا کر دیتا ہے۔ فقیر صاحب قلب کی کیا علامت ہے۔ یہ کہ ظاہر میں خاموش ہو لیکن وجود میں اس کا قلب قلبی ذکر کی وجہ سے جوش کرتا ہو اور اس کا خواب خلوت میں مشرف بدیدار پروردگار ہوتا ہو۔ اس کی بیداری نفس کی ترک اور بیزاری ہو۔ اس کا کھانا خاتمہ بالخیر۔ اس کی بھوک برکتیں، اس کا ذکر ذکر الہٰی، اس کا سننا الہام مع اللہ، اس کی نظر معرفت پر ہو۔ اس کے قلب کو ایمانی نور حاصل ہو۔ تجرید اور تفرید کی وجہ سے اس کے قلب کو صفاتی نور حاصل ہو۔ اور حضوری قلب حاصل ہو۔ ہر دم اللہ کی یاد میں رہے۔" (۴)

پھر فرمایا۔ ذکر الہٰی ہمیشہ شوق میں مبتلا اور محبت الہٰی میں مستغرق رہتا ہے۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہی خدا پرست ہوتا ہے۔ جو پروردگار کے دیدار کی طلب میں زندہ قلب اور بیدار دل ہوتا ہے۔ عام طور پر جو ذکر کیا جاتا ہے یہ ذکر نہیں بلکہ ریا ہے۔ جو محض دنیاوی ننگ و ناموس کے لئے کیا جاتا ہے(۵)

اسی لئے فرمایا۔ طالب مرد کون ہے؟ اور طالب نامرد کون ہے؟ نامرد طالب وہ ہے جو مرشد سے دنیاوی زر و مال کی طلب کرتا ہے۔ اور مرد طالب وہ ہے جو جان و مال راہِ خدا میں صرف کر کے راہِ حق کا متلاشی ہوتا ہے۔ کونسا مرشد مرد ہے اور کونسا نامرد؟ نامرد مرشد اعضاء کے متعلق اعمال میں مشغول کرتا ہے اور جو مرشد مرد ہے وہ پہلے ہی روز لامکان، لاہوت، اور لانہایت کا سبق دیتا ہے اور معرفت الہٰی تک پہنچا دیتا ہے۔ (۶)

---

(۴) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین۔ لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۵
(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۱
(۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۴، ۳۵

د دل دریا خواجہ دیاں لہراں گھمن گھیر ھنداراں ہو (۱)

۸۰ رہن دلیلاں وچ فکر دے بیحد بے شماراں ہو (۲)

ہک پردیسی دوجا نیوں لگ گیا تریا بے سمجھی دیاں ماراں ہو (۳) ◎

ہسن کھیڈن سبھ بُھلیا باھو جد عشق چُنگھایاں دھاراں ہو (۴)

لغت:- رہن: رہتی ہیں۔ ہک: ایک۔ نیوں: عشق، محبت۔ تریا: تیسرا
دوجا: دوسرا۔ ہسن: ہنسنا۔ کھیڈن: کھیلنا۔ دھاراں چکھناں: محاورہ ہے بمعنی گرفت میں آنا

ترجمہ:- اے میرا دل (معرفت الٰہی) کا دریا ہے (جس میں) ہزاروں بھنور اور خواجہ (خضر علیہ السلام) کی لہریں ہیں۔

۲- (دریائے معرفت کے ان گھمن گھیر اور نشیب و فراز سے) میرے تفکرات میں (اس کی شان استغنائی کی) بے حد و بے شمار دلیلیں رہتی ہیں۔

۳- (یہ فکر بھی لاحق ہے کہ) ایک تو (میں اس دنیائے فانی میں) پردیسی ہوں دوسرا عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں (اور) تیسرا (میرے لئے اس معرفت کی رسوم راہ سے) بے سمجھی کا خمیازہ (تکلیف دہ) ہے۔

۴- اے باہو جب سے عشق (حقیقی) نے (میرے دل کو) اپنی گرفت میں لے لیا ہے (مجھے) (ماسوا اللہ کا لہو و لعب اور) ہنسنا کھیلنا سب بھول گئے ہیں۔

---

(۱) ۲، ذ، ف، ش (۲) ق ک ○ باقی تمام نسخوں میں 'رہن' کی بجائے 'دہن' درج ہے۔

○○ باقی تمام نسخوں میں 'بیحد' کی بجائے 'بے انت' درج ہے۔

(۳) ق ک۔ ◎ باقی نسخوں میں یوں ہے ع اک پردیسی دوجا نیوں لگا سو ترنا بے سمجھی دیاں ماراں ہو
ج ب ل میں (لگ گیا) کی بجائے (لگا) ہے

(۴) ۲، ذ، ف، ش۔

تشریح : جب انسان کامل مختلف تجلیات کے ساتھ متغیر نہ ہو وہ صوفیہ کے پاس بمنزلہ حیوان کے ہے ۔ اس چار بیتی میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ قلب منیب کی کیفیات بیان فرماتے ہیں ۔

" من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلبٍ منیب (۱) جو باوجود غیبت کے رحمٰن سے ڈرتا ہے اس کے جلال سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے ۔ قلب منیب سے توبہ پیدا ہوتی ہے خطرات نیک ظاہر ہوتے ہیں تقویٰ ۔ ریاضت اور عبادت اس کی صفت ہوتی ہے ۔" (۲)

بیت میں حضرت سلطان العارفین اپنی مثال ایک ایسے غریب الوطن سے دیتے ہیں جو پردیسی ہونے کے علاوہ محبت کی چوٹ بھی کھا بیٹھا ہو اور رسوم راہ محبت سے نابلد ہو ۔ یہ تینوں حالتیں پریشان حالی کی بہترین مثالیں ہیں ۔ جب ایسا حال ہو تو واقعی سب خوشی اور تفریح کی باتیں بھول جاتی ہیں ۔ جس کے سر پر عشق کی ذمہ داری آ چکی ہو وہ بھلا کسی دیار غیر میں اس کی دلفریبیوں سے کسی طرح مسرور ہو سکتا ہے ۔

---

(۱) (قٓ ۔ ۳۳) " جو کوئی کہ ڈرتا ہے اللہ سے بن دیکھے اور آتا ہے ساتھ دل رجوع کرنے والے کے " ۔

(۲) محی الدین ابن العربی ۔ فصوص الحکم ۔ ترجمہ اردو ۔ ص ۲۰۰

د دلے وچ دل جو آکھیں سو دِل دور دلیلوں ہو (۱)

۸۱ دل دا دور اگوہاں کیجے کثرت کنوں قلیلوں ہو (۲)

قلب کمال جمالوں جسموں° جوہر جاہ جلیلوں ہو (۳)

قبلہ قلب منور ہویا باھو خلوت خاص خلیلوں ہو (۴)

لغت:۔ آکھیں: تو کہتا ہے۔ کنوں: سے۔ جاہْ: مراتب، شان۔ دلیلوں: دلیل سے۔
قلیلوں: قلیل سے۔ جلیلوں: رب جلیل سے خلیلوں: محبوبِ خدا سے دوست سے۔

ترجمہ:۔ ۱۔ (اے درویش) تو جو (اپنے) دِل کے اندر (ذکرِ الٰہی کرنے والا) دل بتاتا ہے ایسا دل (جو کہ تجلیات ذات کے لائق ہو) تیرے (فکر اور) دلیل سے بھی دور ہے۔

۲۔ (اے درویش) اپنے دِل کا دور (عالم اسباب) قلیل سے (مظہر وحدت) کثرت کی طرف بڑھاؤ۔

۳۔ قلب یعنی دِل جسموں کے جمال اور کمال کا جوہر ہے اور رب جلیل کا ٹھکانہ اور جائے نزول ہے*

۴۔ اے باہو۔ محبوب خدا (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) کی محبت و تجلیات نے میرے دل کو خلوت (گاہ خاص) بنالیا ہے۔ جس سے میرا قلب منور ہو کر قبلہ (حقیقت) بن گیا ہے۔

---

(۱) و، ب، م، ذ (۲) و، ب، م، ذ

(۳) ب، م، ذ، ش۔

° نسخہ و میں 'جسنوں' مندرج ہے

(۴) و، ب، م، ذ

*۔ ترجمہ بشکریہ انوار سلطان از فقیر نور محمد کلاچوی ص ۱۴۱

تشریح : حضرت سلطان العارفین تلقین فرماتے ہیں کہ وہ دل بیدار جسکا دعویٰ ہے اُس کا مقام تو بہت دُور ہے اس کے حصول کے لئے لازم ہے کہ دنیا کی ہر شے کی محبت ختم کی جائے اور صرف اُس وحدہٗ لاشریک سے لَو لگائی جائے۔

فرماتے ہیں "تحقیق فقر کے لئے اُس کا قلب نُور ہے۔ اُس کا جسم کوہِ طور ہے۔ فقر خود کلیم اللہ ہے جو موسےٰ علیہ السلام کی طرح جواب با ثواب اور ذکر مذکور میں ہے۔" (۱)

پھر فرمایا "میں دیدار کا علم جانتا ہوں اور پڑھتا ہوں مجھے یہ مراتب جناب سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آنجنابؐ کے صحابہ کرام اور پنجتن پاک کی رفاقت سے حاصل ہوئے ہیں"۔ قولہٗ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (۲) اے محمدؐ کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۳)

"**قولہٗ تعالیٰ** اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔ (۴) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھا گیا ہے اور جنہیں اپنی رُوح سے مدد دی گئی ہے۔ اس قسم کے دلوں کو جنہیں قربِ الٰہی کا تعلق حاصل ہے قلبِ سلیم کہتے ہیں اور ایسے لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ انکے نفس مُردہ اور قلب زندہ اور روشن ضمیر اور رُوح بینا ہوتی ہے۔ قلب ہی صراطِ مستقیم ہے۔ بشرطیکہ بحق تسلیم ہو اور یہی مجموعۂ کُل ہے۔" (۵)

پھر فرمایا ؎ منور گشت جانم ھم چو خورشید ہویدا کرد بر ما جملہ اسرار
دلم چوں دید نورِ آں تجلّے معلےٰ گشت باما شد باقرار (۶)

---

(۱) تحقیق است فقر را کہ قلب نور و قالب مثل کوہِ طور خود کلیم اللہ جواب با ثواب مثل موسیٰ علیہ السلام با ذکر مذکور۔ سلطان باہو رح۔ امیر الکونین۔ ص ۴۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ھجم)

(۲) کہہ اگر ہو تم چاہتے اللہ کو پس پیروی کرو میری چاہے تم کو اللہ بخشے واسطے تمہارے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (آل عمران۔ ۳۱)

(۳) من علم درس دیدار دانم ... تا ... قولہٗ تعالیٰ (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ ص۔ ۷۰، مکتوبہ ۱۳۳۲ھجم)

(۴) ترجمہ: یہ لوگ لکھ دیا ہے اللہ نے بیچ دلوں اُن کے کے ایمان اور قوت دی ہے ان کو ساتھ رُوح کے اپنی طرف سے (پ ۲۸۔ ع ۳)

(۵) قولہٗ تعالیٰ ... تا ... بحق تسلیم مجموعۂ کل (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ ص ۲۳۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ھجم)

(۶) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ نولکشور۔ ۱۸۷۵ء۔ ص ۵

د۔ دل کالے کولوں مُنہ کالا چنگا جے کوئی اس نوں جانڑے ہو (۱)
۸۴ مُنہ کالا دل اچھا ہووے تاں دل یار پچھانڑے ہو (۲)
ایہہ دل یار دے پچھے ہووے متاں یار وی کدی پچھانڑے ہو (۳)
سے عالم چھوڑ مسیتاں نٹھے باھو جد لگے نیں دل ٹکانڑے ہو (۴) ٥٥

لغت: کولوں: سے چنگا: بہتر ہے اچھا: پاک صاف وی: بھی
کدی: کبھی مسیتاں: مساجد نٹھے: بھاگ گئے ٹکانے: ٹھکانے

ترجمہ: ۱۔ اے درویش راہ سلوک میں، دل کی سیاہی (غفلت شرک کفر بغض حسد شہوت وغیرہ) سے مُنہ کی سیاہی (ملامت، تہمت وغیرہ) بہتر ہے اگر کوئی اس (راز) کو سمجھے۔

۲۔ (راہِ عشق میں عوام الناس کے سامنے ملامت و تہمت کی) رُوسیاہی چاہیئے (اور مالک حقیقی کے سامنے) دل پاک صاف چاہیئے تب محبوب (حقیقی) کو دل جا پہچانتا ہے۔

۳۔ (اے طالب) ایسا پاک دل (بھی ہمیشہ) محبوب حقیقی (کی طلب اور یاد میں) پیچھا کئے ہوئے ہونا چاہیئے شاید کبھی (وہ) محبوب بھی (نظر رحمت سے) پہچانے۔

۴۔ اے باہو سینکڑوں عالم (جنہوں نے ظاہری زہد و ریاضت کو ہی راہِ نجات سمجھا تھا) (جب حضرتِ عشق نے) ان کے دلوں کو (نور معرفت سے) ٹھکانے لگایا تو وہ مساجد سے بھاگ کر (راہِ معرفت کی طرف) آگئے۔

---

(۱) ب۔ اب۔ اک، ع، ذ، ف ٥ تمام نسخوں میں سوائے یادداشت اک اور نسخہ اب 'کنوں' مندرج ہے۔

(۲) ب۔ اب، ع، ف، ش ٥٥ نسخہ ب میں 'تاں' کی بجائے 'مت ایہہ' مندرج ہے۔

(۳) ع۔ اب، ف، ش ٥ نسخہ ب میں 'یار' کی بجائے 'دوست' مندرج ہے، اس میں 'وی کدی' کا اضافہ نہیں ہے۔

(۴) ب ٥٥ باقی نسخوں میں مصرعہ کے شروع میں 'باھو' آتا ہے۔

تشریح وصدبت درددل بداری ثبت تراش — ناتوانی این بتان راکن خراش
دعویٰ اسلام داری ای فقیر — روسیاہت بازاز قلبت حقیر
روسیاہت خوب از قلب سیاہ — چوں قلوبت پادشاہ جسمت سیاہ
ہر طرف شاہی رود لشکر رود — ہر طرف بادی رود اخگر رود
قلب شاہ مبت وسپاہی کل وجود — دور کن از قلب سیاہی وردود (۱)

انسانی کردار کا تعلق اس کے دل سے ہے اُس کی عظمت بھی دل کی وسعت کے ساتھ ہے۔ راہِ عشق میں تو بالخصوص نمود و نمائش کی گنجائش ہی نہیں وہاں تو صادق دل چاہیئے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں سے

روئی سیاہ بہ بود از دل سیاہ
دل سیاہ شد ز دنیا عزۃ و جاہ (۲)

سیاہ دل سے چہرے کی سیاہی اچھی ہے دنیوی عزو جاہ کی آلودگیوں سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ **حدیثِ قدسی** میں آتا ہے "خدا تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے کاموں کو۔ مگر وہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے"۔ (۳)

شیشۂ دل آلودگیوں سے پاک ہے اور دل اپنی آرزو پر قائم ہے تو محبوب حقیقی بھی دلداری فرمائے گا۔ ہر عبادت گاہ اور مساجد منزل کا مقام رکھتی ہیں نہ کہ منزل مقصود۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ سینکڑوں علما مساجد سے بھاگ کھڑے ہوئے جب انہیں حضرتِ عشق نے محبت و معرفت سکھا کر ان کے دلوں کی کایا پلٹ دی جب انہوں نے منزل مقصود کو پا لیا تو منزل کے تکلفات سے **بلند** ہو گئے جس طرح حضرت شمس الدین تبریزؒ (۴) سے ملاقات ہو جانے پر مولانا جلال الدین رومیؒ (۵)،

---

(۱) سلطان محمد نواز رح۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔ ص ۳۵

(۲) سلطان باہو رح۔ امیر الکونین۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ص ۱۰۔ ۱۹۵۶ء

(۳) بشکریہ سلطان باہو رح۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین۔ ص ۲۲۔ ۱۹۶۳ء

(۴) حضرت شمس الدین تبریزیؒ۔ قونیہ ارض روم۔ وفات ۶۴۴ ھج

(۵) مولانا جلال الدین رومیؒ۔ قونیہ۔ وفات ۶۷۲ ھج

پر عشق و سرمستی کا عالم چھا گیا اور انہوں نے عالمانہ جُبّہ و دستار اور تکلفات کے لباس اُتار پھینکے (۶) اسی علوم ظاہر کے سینکڑوں فاضلوں کے ساتھ یہی ہوا۔ جب بھی انہیں راہ حقیقت کی جھلک نظر آئی تو اُن کی کایا پلٹ گئی۔ حکیم سنائی رح (۷) جو بڑے عالم اور شاعر تھے امراء اور بادشاہوں کے قصیدے لکھا کرتے تھے ایک مجذوب الحال لائی خور کی ایک سچی بات سے آپکی کایا پلٹ گئی۔ خوشامد دنیاداری کی زندگی ترک کر دی سب سے پہلے شاعر ثابت ہوئے جنہوں نے تصوف کو باقاعدہ موضوع کلام بنایا (۸) خواجہ عطار رح (۹) کی زندگی پر نظر ڈالیں۔ عطاری کا پیشہ کرتے تھے۔ اور اپنے کارخانہ دُکان کو خوب بارونق بنایا ہوا تھا کسی طرف سے ایک فقیر آنکلا اور ان کی دکان کے ساز و سامان و آرائش کو دیر تک غور سے دیکھا خواجہ صاحب نے ناراض ہو کر کہا کیوں بے فائدہ اوقات ضائع کرتے ہو؟ اپنا راستہ لو۔ اس نے کہا تم اپنی فکر کرو میرا جانا کیا مشکل ہے۔ "میں یہ چلا" کہکر وہیں لیٹ گیا۔ خواجہ صاحب نے اُٹھ کر دیکھا تو تمام ہو چکا تھا۔ سخت متاثر ہوئے، کھڑے کھڑے دکان لُٹوا دی (۱۰) گویا دع نفسک و تعال۔ اپنے نفس کو چھوڑ اُوپر آجا (۱۱) کے مصداق عارف اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں" ففروا الی اللہ یقبلُ اللہ فارق النفس ۔ اللہ تعالے کی طرف بھاگو جو شخص نفس سے جدا ہو کر اس کی طرف آتا ہے وہ اُسے قبول کر لیتا ہے"۔ (۱۲) اور پھر جب حصول ہو گیا تو: پیر دستگیر محی الدین جیلانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ من اراد العبادۃ بعد الحصول فقد کفر واشرك باللہ تعالیٰ ۔ جس نے حصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا گویا اس نے کفرانِ نعمت کیا اور اللہ تعالیٰ سے شرک کیا ۔ (۱۳)

---

(۶) مقبول بیگ بدخشانی ۔ ادب نامۂ ایران ۔

(۷) حکیم سنائی غزنوی ۔ غزنی ۔ وفات ۵۲۵ ھج ۔

(۸) مقبول بیگ بدخشانی ۔ ادب نامہ ایران ۔ (۹) خواجہ فریدالدین عطار رح ۔ نیشاپور ۔ (۵۱۳ ھج ۔ ۶۲۷ ھج)

(۱۰) مولانا شبلی نعمانی ۔ شعر العجم ۔ حصّہ دوم ۔ ص ۱۰ (۱۱) سلطان باہو رح ۔ محبت الاسرار ۔ ترجمہ اُردو ۔ چمن الدین لاہور ۔ ص ۲ ۔ ۱۹۶۶ء

(۱۲) بشکریہ سلطان باہو رح ۔ محبت الاسرار ۔ ترجمہ اُردو ۔ چمن الدین لاہور ۔ ص ۲ ۔ ۱۹۶۶ء

(۱۳) بشکریہ سلطان باہو رح ۔ محبت الاسرار ۔ ترجمہ اُردو ۔ چمن الدین لاہور ۔ ص ۲۸ ۔ ۱۹۶۶ء

د دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالیا ہو (۱)

۸۴ ساری عمراں پڑھدیاں گزری جہلاں دے وچ جالیا ہو (۲)

اِکو اسم اللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالیا ہو (۳)

دو ہیں جہان غلام تنہاندے باھو جیں دِل اللہ سمبھالیا ہو (۴)

لغت :- مطالیا : مطالعہ۔ جہلاں : جہالتوں میں۔
جالیا : گزارا۔ تنہاندے: اُن کے۔

ترجمہ:- ۱۔ اے طالب معرفت ذات تیرے) دل پر (علم) وحدت (ذات جل شانہٗ کا تمام) دفتر (روز ازل سے تحریر شدہ ہے تو اس کا) ہمیشہ مطالعہ کر۔

۲۔ (تیری) ساری عمر تو (باقی علوم) پڑھتے پڑھتے گزر گئی اور (تو نے علم معرفت ذات سے ناآشنا ہو کر اپنی ساری عمر) جہالتوں میں ہی گزاری۔

۳۔ (تجھے چاہیئے کہ عرفان ذات کے لئے) صرف ایک اسم اللہ (ذات) کے تصور اور ذکر) کا سبق ہی اپنا مطالعہ رکھے۔

۴۔ اے باہو۔ دونوں جہان تو اس کے غلام ہیں جس کے دل نے (امانت) اسم اللہ (ذات) کو سنبھال لیا۔

---

(۱) ب، م، ذ، ف، ش

۵ - سوائے ب کے باقی نسخوں میں "کرے" مندرج ہے۔

(۲) م، ج، ف، ذ۔

(۳) م، ذ، ش، ف، ن

(۴) ل ک

م۔ذ میں (تنہاندے) کی بجائے (تہندے) درج ہے

تشریح:۔ یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل حصہ (الف) کے بیت ۸ میں ملاحظہ ہو۔

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین درویش سے قلب سلیم کے بارے میں گویا ہیں۔

"یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (۱) اس دن کہ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم لائے۔ یہ قلب حب غیر اللہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ادراک عبد و رب طلب علم و عرفان اور شوق سلوک الی اللہ سے مالا مال رہتا ہے"۔ (۲)

"قلب صرف گوشت کا لوتھڑا ہی نہیں بلکہ یہ توحید الٰہی کا سمندر ہے۔ قلب قرب اللہ اور ذات اللہ ہے جو کہ آفتاب سے بہتر روشن ہے۔ ہمیشہ اللہ کی حضوری ہوتی ہے۔ اللہ کے قرب اور نور سے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ظاہری اور باطنی خزانے بعینہٖ روشن وظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام شرف تصور اسم اللہ ذات سے ہے"۔ (۳)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "جس کو اسم اللہ ذات کے ساتھ آشنائی ہو گئی وہ دونوں جہان سے معرفت کی بازی جیت کر لے گیا۔ اسم اللہ وہ عظیم نام ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک مشاہدہ نور و معرفت ہے۔ اسم اللہ سے تعلق والا اپنے دل میں مطالعہ اسم ذات میں اس طرح ہمیشہ مستغرق رہتا ہے جیسے علماء ہمیشہ کتابوں کی ورق گردانی میں غرق رہتے ہیں"۔ (۴)

پھر فرمایا "مسلک فقر سے چار متعلقات ہیں۔ متعلقہ ازل، متعلقہ ابد، متعلقہ دنیا، متعلقہ عقبیٰ۔ جو مسلک فقر حاصل کر گیا ان چاروں پر حاکم ہو گیا۔ تمام کائنات اس کی غلام ہو جاتی ہے۔ فقر غنی ہے۔ اور سب اہل متعلقات فقیر کے سامنے مفلس و گدا ہیں"۔ (۵)

---

(۱) (پ ۱۹ ع ۹) "جس دن کہ نہ نفع دے مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی لا دے اللہ کے پاس دل سلامت"

(۲) محی الدین ابن العربی۔ فصوص الحکم۔ ترجمہ اردو ص ۲۰۰

(۳) قلب لقمہ گوشت مضغہ نیست ..... تا ..... پس ایں شرف ہم (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۳

(۴) ہر کہ باللہ آشنائی ..... تا ..... ورق بورق غرق آشنا (سلطان باہو۔ کلید التوحید۔ مکتوبہ ۱۳۹۶ھ ص ۲۱)

(۵) از ملک فقر چہار متعلقہ ..... تا ..... مفلس و گدا (سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۴)

آخر میں حضرت سلطان العارفین قلب سلیم کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد سالک کو اسم اللہ کی معرفت کے حصول کی تلقین کرتے ہیں۔ جس سے دونوں جہان سالک کے سامنے مسخر ہو جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں ابن العربی کہتے ہیں: "جس طرح عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح اور تحمید نہ کرتی ہو۔ اسی طرح عالم میں کوئی شے نہیں جو حقیقت صورت انسان کی وجہ سے اس کی مسخر و مطیع نہ ہو۔ فرمایا ہے وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منہ (۶) اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو اپنی طرف سے تمہارا مسخر کر دیا۔ پس عالم میں جو کچھ ہے۔ وہ سب تحت تسخیر انسان ہے۔ اس بات کو انسان کامل جانتا ہے۔" (۷)

اور" فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص ماسوی اللہ کے کسی چیز کی طلب کرتا ہے اس میں بھلائی نہیں دیکھ سکتا۔ اور جو شخص اپنے مولیٰ کی طلب میں لگا رہتا ہے اس کے لئے تمام جہان ہے۔" (۸)

---

(۶) (پ ۲۵ ع ۱۸) "اور مسخر کیا واسطے تمہارے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے سارا اپنی طرف سے۔"

(۷) محی الدین ابن العربی۔ فصوص الحکم۔ ترجمہ اردو۔ ص ۳۹۰

(۸) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من طلب شیئاً فلا تجدہ خیرا ومن طلب المولیٰ فلہ الکل۔

(بشکریہ سلطان باہو۔ عین الفقر۔ نظام الدین ص ۲)

د۔ درد اندر دا اندر ساڑے باھر کراں تا گھائل ہو (۱)

۸۴ حال اساڈا کیویں اوہ جانن جو دنیا تے مائل ہو (۲)

بحر سمندر عشقے والا ہر دم رہندا حائل ہو (۳)

پہنچ حضور آسان نہ باھو اساں نام تیرے دے سائل ہو (۴)

لغت:۔ کیویں : کیسے، کیونکر۔

جانن : جانیں، سمجھیں۔

ساڑے : جلاتا ہے۔

ترجمہ :۔(راز عشق جو کہ میرا) درد اندرون ہے میرے (دل) کے اندر جلا رہا ہے۔ اگر (اس کا (راز)

افشا کروں تو (تعزیر کی تلوار سے) گھائل ہوتا ہوں۔

۲۔ جو (لوگ) دنیا پر مائل ہیں وہ ہمارے اس حال (درد عشق) کو کیسے سمجھیں۔

۳۔ عشق (الٰہی) کا بحر عمیق (میرے دل و جان میں) ہر دم حائل رہتا ہے

۴۔ اے باہو (اس بارگاہ عالیہ کے) حضور میں پہنچنا آسان (کام) نہیں ہے (البتہ) (اے محبوب حقیقی)

ہم تیرے نام کے سائل ہیں۔

---

(۱) ا ک میں (ساڑے) کی بجائے (ساڑے) درج ہے

ک، ع، ف، ش

(۲) ع، ف، ش، و

(۳) ک، ع، ش، ف

(۴) ع، ف، ش، و

~ بدردِ عشق بساز و خموش کن حافظ ‏ رموزِ عشق مکن فاش پیشِ اہلِ عقول (۱)

تشریح :- پشتو کے معروف صوفی شاعر رحمٰن بابا نے بھی فرمایا ۔ اے رحمٰن اپنے دل کا حال کسی کو نہ بتانا ۔ دل کا حال منصور نے ظاہر کیا تو اس کا سر دار پر چڑھایا گیا ۔ (۲)

حضرت سلطان العارفین بھی یہی بات فرماتے ہیں کہ دردِ عشق جو دل میں پنہاں ہے اسے ظاہر کیا جائے تو دل کا اور جان کا خون ہوتا ہے اور پھر حال کس کو بتایا جائے ۔ دنیادار اور دنیا سے محبت کرنے والا بھلا کیونکر ایک عاشق کی کیفیت حال کو سمجھ سکتے ہیں ۔ گویا نامحرم حال کو کچھ بتانا عبث ہے ۔

~ شبِ تاریک و بیم موج و گردابی چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ہا ! (۳)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ فقیر کے سامنے عشق کا لامتناہی سمندر ہے جس میں فقیر غوطہ زن ہوتا ہے ۔ اس بحرِ عشق کی مشکلات کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ اور پھر بحرِ عشق سے کامیابی کے ساتھ گزر کر اس بارگاہِ عالی میں پہنچنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ اس کے لئے تو اسی ذات باری تعالےٰ کا اپنا فضل شاملِ حال ہو تو وصل و قرب حاصل ہو سکتا ہے ۔ عاشق کے لئے تو بحرِ عشق عبور کرتے ہوئے محض اسی کی طلب جاری رکھنی ہوتی ہے ۔

~ در بیابانِ طلب گرچہ ز ہر سو خطریست
میرود حافظ بیدل بتولائی تو خوشش (۴)

---

(۱) حافظ شیرازی ۔ کلیات حافظ شیرازی ۔ تہران ۱۳۲۸ ش ص ۱۸۶

(۲) ~ دزڑہ حال چا تہ مہ وایہ رحمٰن ‏ دزڑہ حال منصور وویل سرئے پہ دار شہ

(۳) (عبدالرحمٰن بابا ۔ دیوان عبدالرحمٰن)

(۳) حافظ شیرازی ۔ کلیات حافظ شیرازی ۔ تہران ۱۳۲۸ ش ۔ ص ۳

(۴) " " " ص ۱۰۸

د دردمنداں دے دھوئیں دھکھدے ڈردا کوئی ناں سیکے ہُو (۱)

۸۵ انہاں دُھوآں دے تاءَ تکھیرے محرم ہووے تاں سیکے ہُو (۲)

چھِک شمشیر کھڑا ہے سر تے ترس پوس تاں تھیکے ہُو (۳)

ساہورے کُڑیئے اپنے ونجناں باھو سدا ناں رہناں پیکے ہُو (۴)

لغت: دُھکھدے: آگ لگ رہی ہے ۔ ڈردا: ڈر کے مارے

سیکے: تاپتا ہے   تاء: تپش   تکھیرے: تیز تر

چھِک: کھینچ کر   پوس: پڑے   تھیکے: نیام میں ڈالے

ساہورے: سُسرال   ونجناں: جانا   پیکے: میکے

کُڑیئے: اے دُلہن

ترجمہ: ۱۔ دردمندان (عشق) کے دھوئیں پیدا ہو کر (آتشِ عشق کا ثبوت اور نشاندہی کر رہے ہیں)، لیکن، ڈر کے مارے کوئی (اس آگ کے نزدیک آ کر اپنے آپ کو) نہیں تاپتا۔

۲۔ (ان عاشقانِ الٰہی) کے دھوئیں بھی تیز تپش (رکھتے ہیں)، کوئی محرم (رازِ الٰہی ہو) تو وہ (اپنے دل کو) تاپے (فیضیاب ہو)

۳۔ (حضرتِ عشق) (ننگی) تلوار سونت کر (عاشقانِ الٰہی) کے سر پر کھڑا ہے (خدا کرے) اسے رحم آوے تاکہ (یہ تلوار لمحہ بھر) نیام میں کرے۔

۴۔ اے باہو۔ (اے درویش) عروسہ (روح) نے میکے (دُنیا میں) ہمیشہ نہیں رہنا (اسے عاقبت) کے اپنے سُسرال کو (بھی) ضرور جانا ہے۔

---

(۱) ب، ۲، ف، و (۲)، ۶، ب، ہ، و۔ ب ل میں (دُھوآں) کی بجائے (دھوئیاں) ہے۔ ب میں البیں دھوئیں دے ہن داج ہے

(۳)۔ ب ہ باقی نسخوں میں 'دھرو' درج ہے۔

(۴)۔ ب ۵ ہ میں یوں ہے مصرعہ سا ہورے جانا ہی کُڑیئے (حضرت باہو) ایتھے رہن نہ دیندے پیکے ہُو۔

باقی نسخوں میں یوں ہے مصرعہ باہو تدھ ساہورے ونجناں سدا نہ رہنا پیکے ہُو۔

تشریح :۔ عاشقِ ذات کے قریب آکر اس کا سوز حاصل کرنے سے لوگ ڈرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دل دنیوی آلائشوں سے ملوث ہوتے ہیں۔ اور وہ دنیا کی قلیل دولت میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ گویا وہ عاشق ذات کے قریب ہو کر اپنا دنیوی گھر اور متاع برباد نہیں کرنا چاہتے۔ حالانکہ وہ سمجھتے نہیں۔ اس میں ان کی بربادی نہیں بلکہ آبادی ہے۔ یہ متاع دنیا تو قلیل ہے اور اس کا انجام ذلت ہے۔ اس طرح عاقبت کے چاہنے والے زاہد اور ملا بھی عاشق کے قریب نہیں آنا چاہتے۔ کیونکہ وہ تو بہشت اور حور و قصور کی تمنا رکھنے والے ہیں۔ اور عاشق کے ہاں دل میں سوائے محبوب حقیقی کے کسی بہشت یا حور و قصور کی گنجائش نہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ البتہ فقری کے عشق کی آگ جو ہر لمحہ بڑھ رہی ہوتی ہے اور اس کی تپش جو زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہوتی ہے کے قریب وہی جا سکتا ہے جو اس کے راز کا شناسا ہوتا ہے۔ عشق تو ہر لمحہ سوز و فراق کی تلوار عاشق کے سر پر سونت کر کھڑا ہے اور جب عنایت و فضل فرماوے گا تو دولت وصل و فنا فی الذات عطا فرما کر ہجر کی تلوار کو نیام میں کرے گا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اس درویش اور عروسہ معرفت ذات کو معلوم ہو کہ اس دنیا کے میکے میں جہاں اس کی روح جسم خاکی میں داخل ہوئی ہمیشہ نہیں رہ سکتی بلکہ اسے واپس اپنے اصل گھر جہاں سے اس کی روح متعلق ہے وہاں کو لوٹ جانا ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔ واسطے اس کے ہے حکم اور طرف اسی کی پھیرے جاؤ گے (۱)

ہر جی چکھنے والا ہے موت کا پھر طرف ہماری پھیرے جاؤ گے (۲)

ے لوئی لوئی بھرلے کڑیئے جے تدھ بھانڈا بھرناں
شام پئی بن شام محمدؐ گھر جاندی نے ڈرناں (۳)

---

(۱) لہ الحکم والیہ ترجعون (پ ۲۰ ع ۱۲) قرآن مجید عکسی ترجمہ شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی۔ ص ۴۷۷

(۲) کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون (العنکبوت ۵۷ قرآن مجید " " ص ۴۸۵

(۳) میاں محمد بخش۔ سیف الملوک۔

۸۶

د۔ درد منداں دا خون جو پیندا کوئی برہوں باز مریلا ہو (۱)

چھاتی دے وچ کیتس ڈیرا جیویں شیر بیٹھا مل بیلا ہو (۲)

ہاتھی مست سندوری وانگوں کردا پیلا پیلا ہو (۳)

اس پیلے دا وسواس ناں کیجے باھو پیلے باجھ ناں ہوندا میلا ہو (۴)

لغت: پیندا: پیتا ہے۔ برہوں: عشق، فراق۔ مل بیٹھا: قبضہ کر لیا۔ وانگوں: کی طرح
پیلا: حملہ، یلغار، میلا: ملاپ سندوری: سرخی مائل رنگ

ترجمہ: ۱۔ (یہ) عشق تو کوئی لڑاکا (سرکش و تند خو) شاہباز ہے جو کہ درد مندان (اسیران محبت) کا خون پیتا ہے۔

۲۔ (اس عشق نے تو میرے) سینہ میں ایسا ڈیرہ لگایا ہے۔ جیسے شیر جنگل میں قبضہ کئے ہوئے ہو۔

۳۔ (یہ عشق) سندوری (رنگ والے) مست ہاتھی کی طرح (جوش و خروش میں ہے) (اور خواہشات ماسوا اللہ پر) یلغار پر یلغار کرتا ہے۔

۴) اے باہو۔ (عشق کے مست ہاتھی کے) یلغار کا کوئی (تکرار) وسواس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یلغار (عشق) کے بغیر وصال (محبوب) نہیں ہوتا۔

---

(۱) د۔ ٥۔ باقی تمام نسخوں میں 'کوئی' کا اضافہ نہیں ہے۔

(۲) و، ب، ف، ذ، م

(۳) و، ب، م، ذ، ف

ب ل میں (سندوری) کی بجائے (سندھوری) ہے

(۴) و، ب، ک ٥٥ نسخہ ب میں (وسواس) کی بجائے 'افسوس' درج ہے

٥ باقی نسخوں میں یوں ہے کہ اس پیلے دا وسواس نہ باھو اس بن ہووے نہ میلا ہو

تشریح :- حضرت سلطان العارفین اس بیت میں غم عشق کو شہ زور عقاب اور شیر سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں عشق تندخو سرکش باز کی طرح عاشق کی جان سے خون پیتا ہے۔ اور جس طرح شیر پورے جنگل پر قابض ہو کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح عشق بھی عاشق کی جان پر قابض ہو جاتا ہے اور پھر عشق کے عاشق کی جان پر ہاتھی کی طرح بھرپور حملے ہوتے ہیں۔ گویا عشق میں تکالیف و اذیتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ اسی شدت کی یلغار یا تکالیف و اذیت کے بعد ہی تو وصل محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا غم نہ کرنا چاہیئے۔

اے کہ گفتی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست (۱)

اور فرمان الٰہی ہے :

پس تحقیق ساتھ سختی کے آسانی ہے (۲)

تحقیق ساتھ سختی کے آسانی ہے (۳)

---

(۱) سعدی قصائد و دیوان - مطبوعہ نولکشور ص ۱۵

(۲) فانّ مع العسر یسرا (الشراح - ۵)

(۳) انّ مع العسر یسرًا (الشراح ۶)

د- دین تے دُنیاں سکیاں بھیناں تینوں عقل نہیں سمجھیندا ہُو (۱) ٥

۸۶- دونویں اِکس نکاح وچ آون تینوں شرع نہیں فرمیندا ہُو (۲) ٥

جوّیں ٥٥ اگ تے پانی ٹھاں اِکّے وچ واسا نہیں کریندا ہُو (۳)

دوہیں جہانیں مُٹھا باہُو جیہڑا دعوے کُوڑ کریندا ہُو (۴) ٥٥

لغت : بھیناں: بہنیں — دوہیں : دونوں — مٹھا : محروم رہا — واسا : گذارن

ترجمہ :- ۱- اے درویش، تجھے عقل (سلیم) نے یہ نہیں سمجھایا کہ دین اور دُنیا تو دونوں سگی بہنیں ہیں۔

۲- دونوں (بہنیں، ایک ہی) (عقد) نکاح میں آجائیں (ایسی بات کی) شریعت اجازت نہیں فرماتی۔

۳- اے درویش جسطرح آگ اور پانی ایک برتن میں یکجا نہیں رہ سکتے (اسی طرح دین اور دُنیا کی محبت ایک دل میں نہیں رہ سکتی)

۴- اے باہو- (ان حالات میں) جس نے (دین اور دُنیا کو یکجا رکھنے کا) جھوٹا دعویٰ کیا وہ دونوں جہانوں میں (معرفت الٰہی سے) محروم رہا۔

۱- ی- ا، ج

٥ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع دین تے دُنیا دوہیں بھیناں تینوں عقل نہیں سمجھیندا ہو۔

۲- ی، ا، ج

٥ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع دونویں وچ نکاح کی دے شرع نہیں فرمیندا ہو۔

نسخہ ہ میں یوں ہے ع دوہیں وچ نکاح کِتے دے تینوں شرع نہیں فرمیندا ہو۔

۳- ی، ا، ج، ب، م، ذ

٥٥ نسخہ ہ میں 'جویں' کا اضافہ نہیں ہے۔

٥٥ ۴- ی، ا، ج، ب، ذ، ہ، د، ن- میں یوں ہے- ع دوہیں جہانیں مٹھے باہو جنہاں دعویٰ کیتا میندا ہو۔

م، مہ، ع، ف، ش میں یوں ہے ع دوہیں جہانیں سو تیڑ مٹھے باہو جنہاں دعویٰ کیتا نیندا ہو۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں: "اس گروہ (ریاکار طائفہ) کے اکثر آدمی کہتے ہیں کہ دین و دنیا دونوں ہم پر بخشش ہیں۔ پس پیغمبر علیہ السلام سے کوئی بہتر نہیں ہو سکتا۔ وہ "تارک الدنیا تھے۔ (نیز) وہ (ریاکار) یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ دنیا کے نقد و جنس سے ہمارے پاس ہے وہ سب کچھ حقداروں، گوشہ نشینوں، بیوہ عورتوں، یتیموں، سائلوں، محتاجوں اور مسلمانوں کے فائدے کے لئے ہے اپنی طمع کے لئے نہیں۔ یہ یقینی طور پر جان لینا چاہیئے کہ یہ سب گفتگو مکروفریب اور شیطانی حیلہ ہے۔ (۱)

نیز حدیث شریف میں ہے حب دنیا اور حب دین ایک دل میں نہیں سما سکتیں۔ جیسا کہ ایک برتن میں آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جیسے کہ کسی نے بیت میں کہا کہ زبان پر تو اللہ کا نام ہو اور دل میں گاؤخر کا دھیان تو ایسی تسبیح خوانی سے کیا فائدہ ہے۔" (۲)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ یہ دعوے قطعاً جھوٹا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں کی محبت دل میں رکھے ہوئے معرفت الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں ایسا دعویٰ دار دونوں جہانوں میں معرفت الٰہی سے محروم ہوتا ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: "ٹوٹے میں دیا دنیا اور آخرت کو یہ ہے وہ ٹوٹا پانا ظاہر" (۳)

البتہ حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ دین اور دنیا صرف قادری کو عطا ہوتے ہیں ملاحظہ ہو: "مجھے ان احمق لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا دونوں عطا ہوئے ہیں۔ یاد رکھو یہ محض شیطانی مکروفریب اور نفسانی حرص و ہوا ہے۔ دین اور دنیا دونوں صرف قادری کو عطا ہوتے ہیں جس کے سبب وہ دونوں جہان پر حکمران ہوتا ہے۔" (۴)

---

(۱) سلطان باہو: محک الفقراء۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ص ۵۸۔ ۵۹ مطبوعہ ۱۹۶۱ء

(۲) قال علیہ السلام حب الدنیا والدین لا یسعان فی قلب واحد کالماء والنار فی اناء واحد۔
بیت: بر زبان تسبیح و در دل گاؤخر۔ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر (سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۱۶)

(۳) خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین (پ ۱۷ ع ۹) قرآن مجید عکسی مترجم شاہ رفیع الدین ص ۱۰

(۴) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو چمن الدین مطبوعہ ۱۹۶۳ء ص ۴۵

لیکن یاد رہے ہر کہ و مہ قادری کے مقام پر نہیں ہوتا۔ قادری کی تعریف حضرت سلطان العارفین یوں کرتے ہیں "اس کے تصرف میں تمام الٰہی غیبی خزانے ہوتے ہیں۔ اسے عنایت، ہدایت، ولایت اور غنایت چاروں حاصل ہوتی ہیں۔ اس کا دل غنی ہوتا ہے۔ اسے مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری دائمی طور پر نصیب ہوتی ہے۔" (۵)

یاد رہے فقیر قادری کو دنیا یا دنیا کی جو حکمرانی حاصل ہوتی ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ اسے سونا چاندی کے انبار مل جاتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے اسے دنیا پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے اسے امر کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور اس کا دل دنیا سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

---

(۵) سلطان باہو، اسرار قادری۔ ترجمہ اردو چمن الدین مطبوعہ ۱۹۶۳ء ص ۵۔

د۔ دُنیا گھر منافق دے یا گھر کافر دے سو تھہندی ہُو (۱) ہ

ہہ نقش نگار کرے بہتیرے زن خوباں سبھ موہندی ہُو (۲) ہہ

بجلی وانگوں کرے لشکارے سر دے اُتّوں جھوندی ہُو (۳)

حضرت عیسیٰ دی سِلھ وانگوں باھو راہ ڈیندیاں نوں کوہندی ہُو (۴) ◎

لغت: دے: کے سو تھہندی: نبھا سکتی ہے، پھل پھول سکتی ہے سبھ: سب کو
موہندی: لوٹ لیتی ہے، فریفتہ کرتی ہے بجلی: برقِ آسمانی جھوندی: چمکنے کے ساتھ پھرتی ہے
سِلھہ: اینٹ، خشت کوہندی: ذبح کرتی ہے

ترجمہ: (اے درویش) دُنیا (تو وہ مکارہ عورت ہے جو کہ صرف) منافق کے گھر یا کافر کے گھر (رہی، گزر) اوقات کر سکتی ہے۔

۱۔ (دُنیا وہ) زنِ خوباں ہے (جو کہ) بہت نقش و نگار کر کے سب کو لوٹ لیتی ہے۔

۲۔ (یہ دُنیا) برق کی طرح چمکتی ہے اور سر کے اُوپر سے جھلکتی پھرتی ہے۔

۴۔ اے باہو، یہ دنیا (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی اینٹ کی طرح (بے گناہ) راہ رووں کو ذبح کرتی ہے۔

۱۔ ا۔ ب۔ ہ ہ باقی نسخوں میں یوں مندرج ہے ع دُنیا رن گھر منافق یا گھر کافر سو نہدی ہُو

۲۔ ا۔ ہ ب میں "سبھ" کی بجائے "جیویں" درج ہے۔
ہہ باقی نسخوں میں یوں ہے ع نقش نگار کرے جیوں کردی عورت سو مونہہ موہندی ہُو۔

۳۔ ب۔ ۶۔ ذ۔ ش

۴۔ ا۔ ب۔ ذ ◎ نسخہ کا میں مصرعہ یوں ہے ع حضرت عیسیٰؑ دے سِلاں وانگوں (حضرت باہو) ایہہ راہ ڈیندیاں نوں کوہندی ہُو۔
باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع عیسیٰؑ دی سِل وانگوں باہو ڈیندیاں راہ کوہندی ہُو۔
ب ل میں بھی (سلھہ) کی بجائے (سل) درج ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں آتا ہے۔ دنیا مکر ہے اور اس کو مکر ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔[1] جو مکر کا طالب ہے اس کا مرتبہ خدا سے دور ہے۔ پس دنیا کو منافق کے سوا اور کوئی دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ دنیا جھوٹ ہے۔ اور اس کا طالب جھوٹا ہے" (۲)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں"۔ فقیر کے دشمن تین شخص ہیں اور یہ تینوں ہی دنیا کے دوست ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ منافق، حاسد، کافر" (۳)

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وما الحیٰوۃ الدّنیا الاّ متاع الغرور۔"نہیں زندگانی دنیا کی مگر فائدہ اٹھانا فریب کا۔" (۴)

پھر فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ وما ھٰذہ الحیٰوۃ الدّنیا الاّ لھو و لعب۔ اور نہیں یہ زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور مشغلہ۔ (۵)

حضرت سلطان العارفین دنیا کو ایک فریب کار اور فتنہ پرداز عورت سے تشبیہ دیتے ہیں جو ہر ایک کو اپنے فریب میں مبتلا کر کے مقصد زندگی سے غافل کر دیتی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ فلا تغرنکم الحیٰوۃ الدّنیا۔ پس نہ فریب دے تم کو زندگانی دنیا کی۔ (۶)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ تلقین و تنبیہ فرماتے ہیں:" اے البوالہوس! دنیاوی راحت، بجلی کی چمک کی طرح بے ثبات ہے اور اس کی محبت بادل کی تاریکی کی طرح بے بقا ہے۔ نہ اس کی نعمتوں کے فوائد سے الفت کرنی چاہیئے اور نہ اس کے رنج کی سختیوں کا غم کرنا چاہیئے۔" (۷)

---

(۱) الدّنیا غرۃٌ لا تحصل الاّ بالغرور (شکریہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار قلمی۔ ص ۴۲ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۲) ہر کہ طالب زر داست مرتبہ او از خدا دور است پس دنیا را دوست ندارد مگر منافق دروغ است و طالبؒ دروغ گوئی (سلطان باہو۔ محبت الاسرار قلمی۔ ص ۲۴۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ)

(۳) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ص ۵۳ مطبوعہ ۱۹۶۳ء (۴) (پ ۴ ع ۱۰)

(۵) (پ ۲۱ ع ۳) (۶) (پ ۲۱ ع ۱۳) (۷) سلطان باہو۔ مفتاح العارفین ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ص ۶ مطبوعہ ۱۹۶۳ء

بیت کے آخر میں دنیا کی رہزنی کے بارے میں حضرت سلطان العارفین نے ایک تلمیح کے ذریعہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی فرمایا۔ یہ دنیا یہاں کے مسافروں کو جو اصل میں آخرت کے راہرو ہیں فریب میں مبتلا کر کے اسی طرح ہلاک و نامراد کرتی ہے۔ جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے زمانہ میں سونے کی ایک اینٹ کے لئے تین آدمیوں کو حرص دنیا کے فریب میں آ کر جان دینا پڑی۔ روایت یوں ہے کہ حضرت عیسٰیؑ (۸) کے زمانہ میں تین مسافروں نے کسی جنگل میں ایک سونے کی اینٹ دیکھی۔ تینوں بہت خوش ہوئے اور طے پایا کہ اس اینٹ کو برابر برابر تقسیم کر لیں گے۔ ایک مقام پر جا کر ان تینوں نے قیام کیا اور ایک مسافر کو بازار سے کھانا لانے کے لئے بھیج دیا۔ کھانا لانے والے نے دل میں سوچا کہ کیوں نہ ان دونوں کو ہلاک کر دوں۔ اور سونے کی اینٹ کا واحد مالک بن جاؤں۔ چنانچہ اس نے کھانا خریدا۔ اور اس میں زہر ملا دی۔ ادھر دونوں ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ کھانا لانے والے ساتھی کو ہلاک کر دیا جائے تاکہ وہ دونوں سونے کی اینٹ کو دو حصّوں میں تقسیم کر لیں۔ جب ساتھی کھانا لایا تو دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اور کھانا اٹھا کر کھانے لگے۔ کھانا کھاتے ہی یہ دونوں بھی زہر کے اثر سے مر گئے۔ (۹) گویا تینوں دنیا کے طالب نامراد و ناکام ہو کر مر گئے۔ اور فریب دنیا کی اینٹ اسی طرح کسی اور راہرو کی عاقبت تباہ کرنے کے لئے اپنی جھوٹی کشش کے ساتھ راستے میں رہ گئی۔

---

(۸) حضرت عیسٰی علیہ السّلام پیغمبر خدا۔ ابن مریم بنت عمران بن ماہان (مطابق نسب نامہ کلاں از حاجی شاہ ضیاء اللہ مطبوعہ لاہور ۱۲۹۶ھ)

(۹) روایت مطابق فقیر نور محمد کلاچوی متوفی ۱۹۶۰ء) کتاب انوار سلطانی ص ۴۳ ناشر صاحبزادہ عبدالرشید خان ۱۹۶۶ء۔ نیز روایت شہ مطابق یادداشت لوح محررہ دسمبر ۶۸

د۔ دنیا ڈھونڈن والے کُتّے دَر دَر پھرن حیرانی ہو (۱)

۸۹ ہڈی اُتے ہوڑ تِنہاں دی لڑدیاں عمر وہانی ہو (۲)

عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہو (۳)

باجھوں ذکر ربے دے **باھو** کوڑی رام کہانی ہو (۴)

لغت: ہوڑ: بضد تصرف کرنا۔ حریصانہ قبضہ۔ وہانی: بیت گئی۔
لوڑن: ڈھونڈتے ہیں۔ کوڑی: جھوٹی۔ رام کہانی: قیل وقال

ترجمہ: طالبان دنیا (جن کے دلوں میں طلب معرفت نہیں ہے) (بمصداق کتوں کے) در بدر حیران پھر رہے ہیں۔

۲۔ (بے گوشت وپوست یا مردار) ہڈی کے لئے (یہ کتے) بضد ہیں اور (اسی طلب جیفہ) کی جنگ و جدال میں (ان کی تمام عمر بیت گئی۔

۳۔ یہ (لوگ) عقل کے کوتاہ ہیں (اور اتنا) نہیں سمجھ سکتے (کہ اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرما رہا ہے۔ اور وہ کھا پی رہے ہیں (اور پھر بھی) پانی کی تلاش میں پریشان ہیں۔

۴۔ اے باہو رب تعالیٰ کے ذکر (پاک) کے بغیر (ساری جدوجہد حصول دنیا فانی ہے۔ اور) جھوٹی قیل وقال ہے۔

---

(۱) اک، ب، ٹ، ذ، ز، ش، ف، ن، ۶۔

(۲) ب ل۔ ن، و، ۷ میں 'ہوڑ' کی بجائے 'ہود' درج ہے۔

ہ باقی نسخوں میں 'ہوڑ' منتنا ہے۔

(۳) بَ، ۲، ۶، ذ

ب ح میں یوں ہے عقل کوراں سمجھ نہ جانن پیتے ورلٹا پانی

(۴) ب، ۲، ۶، ذ، ف

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " طالب کو چاہیئے کہ طالب طریقہ فاقہ فقر محمدی کو اختیار کرے اور جو شخص اس طریق کو چھوڑ کر دُنیائے دوں کے درپے رہتا ہے اور دربدر اس کے پیچھے چکر کھاتا پھرتا ہے اُس کو بندہ کہنا نامناسب ہے بلکہ وہ سگ ہے " (۱) چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "دُنیا مُردار ہے اور اس کا طالب کُتّا ہے" (۲) قرآن حکیم میں آتا ہے - من دون اللہ لا یملکون لکم رزقاً فابتغوا عند اللہ الرزق - سوائے خدا کے نہیں مالک واسطے تمہارے رزق کے - پس ڈھونڈو نزدیک خدا کے رزق (۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے - وکاین من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم - اور کتنے چلنے والے ہیں بیچ زمین کے کہ نہیں اُٹھائے پھرتے رزق اپنا خدا ہی رزق دیتا ہے ان کو اور تم کو (۴)

لیکن حضرت سلطان العارفین کی نگاہ میں یہ لوگ ان آیۂ کریمہ پر شاید غور نہیں کرتے اور وہ مالک حقیقی سے رزق اپنے حصّہ اور کوشش کے مطابق حاصل کر رہے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی رزق کی تلاش میں دربدر پریشان پھرتے ہیں - یہ اُن کی نادانی ہے - یہ فعل انسانی خصائص سے پست ہے یہ فعل حیوانی اور کُتّوں جیسا ہے -

حضرت سلطان العارفین کے نزدیک " موت کے وقت اللہ کی توفیق کے ساتھ سوائے طلب اللہ کے گمراہی ہے " (۵) حدیث شریف میں ہے کہ طلب خیر اللہ کی طلب ہے (۶) اور پھر فرمان ہوتا ہے کہ ذکر خیر اللہ کا ذکر ہے (۷) ماسوائے اس کے گمراہی ہے (۸) حدیث میں ہے کہ "دُنیا مُردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں " (۹) ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو شب و روز تلاوت کرتے ہیں - انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ (۱۰) اور لا یحب الدنیا (۱۱) جو کہ عبادت کا راز اور راہِ سعادت ہے (لیکن نہ اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ اسے سمجھتے ہیں) --- دُنیا کا غلام اندھا ہے اُس کا دل سیاہ وجود میں غضب و غصّہ ہوتا ہے - اکثر دُنیا کا غلام کم عقل ہوتا ہے کیونکہ اُس کے مغز کو دُنیا کھا جاتی ہے - بے مغز غمزدہ رہتا ہے " (۱۲)

---

(۱) بندہ را نباید ... تا ... سگ است (سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین - حصّہ دوم - ص ۵۵) (۲) الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب (بشکریہ سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین - حصّہ دوم ص ۵۵) (۳) (پ ۲۰ ع ۱۴) (۴) (پ ۲۱ ع ۲) (۵) وقت جان کندن رفیق دم بتوفیق النبی بجز طلب اللہ دیگر گمراہی (سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین - ص ۲۵) (۶) قال علیہ السلام طلب الخیر طلب اللہ (بشکریہ سلطان باہو عین الفقر - شرح نظام الدین - ص ۲۵) (۷) قال علیہ السلام ذکر الخیر ذکر اللہ (بشکریہ سلطان باہو - عین الفقر شرح نظام الدین ص ۲۵) (۸) سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین ص ۲۵) (۹) الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب (بشکریہ سلطان باہو - گنج الاسرار - مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۰) (۱۰) تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں بیچ زمین کے نائب " (پ ۱ ع ۴) (۱۱) لا اجمع حبی وحب الدنیا فی قلب واحد (حدیث قدسی - ترجمہ تیسویں صورت توریت، حدیث قدسی مرتبہ نوابزادہ غلام علی خان - لائلپور - مطبوعہ - لاہور - ص ۸۷) ترجمہ: میں ہرگز اپنی محبت کے ساتھ دُنیا کی محبت کو جمع نہیں کرتا (۱۲) سر عبادت و راہ سعادت ... تا ... بی مغز غم دارد (سلطان باہو - گنج الاسرار مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱۹ - ۲۰)

دنیاست عین جیفہ کلاب اند طالباں — ویں قول واضح است از نبی آخر الزماں (۱۳)
بیرنج و محنتِ تو چو روزی دہد خدا — محنت چرا کشی پے جیفہ چوں سگاں

یعنی، دُنیا فضول محض ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں۔ اور یہ قول حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ جب خدا تعالےٰ تمہیں بیرنج و زحمت روزی عطا کر رہا ہے تو پھر تو کُتوں کی طرح اس کے پیچھے کیوں سرگرداں ہے

اسی ضمن میں ایک مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں" جو شخص الحمد للّٰہِ ربّ العٰلمین (۱۴) پڑھتا ہے اور اسکی تفسیر بھی جانتا ہے اور مخلوق کے سامنے التجا کرتا پھرے تو سمجھ لو کہ وہ شیطان ہے ؎ صد شکر کردم بمنت صد ہزار نیست ما را جز خدا اعتبار (۱۵) جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طلب الرزق اشد من طلب اجل (۱۶) قولہٗ تعالیٰ وما من دآبۃٍ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا (۱۷) روئے زمین پر کے سب جانوروں کے رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔ ؏ اے نفس چون بسوزی کم نشود آنچہ روزیٔ ما (۱۸) بعض رزق کو طلب کرتے ہیں اور رزق اُن سے دُور بھاگتا ہے۔ بعض ایمان کی طلب کرتے ہیں اور ایمان ان سے بیزار ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی طلب کرتا ہے رزق اُسکی طلب کرتا ہے اور ایمان اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر جاتا ہے (۱۹)

؎ بگرد عالم چو گردیدم ہوالحق ہو پسندیدم — یکی خواندم، یکی دیدم، ندیدم غیر اللّٰہ ہو (۲۰)

---

(۱۳) سلطان باہوؒ ۔ دیوان باہو فارسی ۔ مرتبہ جنن الدین لاہور ۔ غزل نمبر ۳۶ ص ۱۶ ۔ مطبوعہ ۱۹۵۵ء
(۱۴) سب تعریف واسطے اللہ کے پروردگار عالموں کا (الفاتحۃ ۔ ۱)
(۱۵) اس ذات کے ہزار ہا احسانات کا ہی میں شکر کرتا ہوں ۔ خدا کے بغیر مجھے کسی پر اعتبار نہیں ۔
(۱۶) رزق کی طلب اجل کی طلب سے زیادہ سخت ہے (الشکریہ سلطان باہوؒ ۔ امیرالکونین ۔ قلمی ۔ ص ۲۷ ۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ)
(۱۷) اور نہیں کوئی چلنے والا بیچ زمین کے مگر اوپر اللہ کے ہے رزق اس کا (پ ۱۲ ۔ ع ۱)
(۱۸) اے نفس ہماری جو روزی ہے اس میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی چاہے تو سوز میں جلتا رہا ہے ۔
(۱۹) ہر کہ الحمد للہ رب العلمین میخواند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در رگ و پوست (سلطان باہوؒ ۔ امیرالکونین ۔ قلمی ۔ ص ۲۷ ۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ)
(۲۰) میں نے تمام عالم میں گھوم کر خوب دیکھا تو اسی حق تعالیٰ ہی کو پسند کیا ۔ میں نے اسی کو واحد پڑھا اور واحد دیکھا سوا اس کے سوا کسی کو نہیں جانتا (سلطان باہوؒ ۔ دیوان باہو فارسی ۔ نولکشور ۔ ص ۳ ۔ مطبوعہ ۱۸۷۵ء)

د- دُودھ تے دہی ہر کوئی رِڑکے عاشق بھا رِڑکیندے ہُو (۱)

۹۰ تن چٹورا من مندھانی، آہیں نال ھلیندے ہُو (۲) ٥

دکھاں دا نیترا کڈھے لسکارے غماں دا پانی پیندے ہُو (۳) ٥

نام فقیر تنہاں دا باھو جیہڑے ہڈاں توں مکھن کڈھیندے ہُو (۴) ◎

لغت:- بھا: آگ رِڑکے: دُودھ بیلنا- بلونا مَن: روح

چٹورا: مٹی کا بڑا برتن جس میں دودھ بیل کر لسی بنائی جاتی ہے- ماٹی-

مندھانی: دودھ بیلنے کا آلہ جو کہ دہی کی ماٹی میں ہلایا جاتا ہے-

نیترا: دُودھ بیلنے کے لئے مندھانی کو ہلانے والی رسّی یا چمڑے کا تسمہ

لسکارے: چمک دمک- تب و تاب-

ترجمہ:- ۱- دودھ اور دہی کا بلونا تو ہر ایک جانتا ہے لیکن عشاق (ذات) (عشق کی آگ دکو اپنے جسم میں) بلویا کرتے ہیں-

۲- (عاشقان ذات اپنے ہی) جسم کی ماٹی میں (ذکر نفی اثبات کے دودھ کو بلونے کے لئے) رُوح کی مندھانی کو (درد) و آہ کے ساتھ ہلاتے ہیں-

۳- (ان عاشقانِ ذات) کا دردِ عشق (جو کہ اس عملیہ کا نیترا یعنی رتسلسل ذکر نفی اثبات کی رسی) ہے، (کل یوم ہو فی شان کی طرح) نمایاں چمک دمک سے (متجلّی ہوتی ہے) اور (عاشقان ذات اِس عملیہ معرفت ذات میں حق و باطل، عبد و معبود، حادث و قدیم کا امتیاز کرنے کے لئے) مصائب یعنی (آزمائش حق تعالیٰ میں ثابت قدم رہنے) کا عرق ڈالتے ہیں-

۴- اے باہُو- فقیر تو (اس عارف باللہ ذات کا) نام ہے جو کہ (عملیہ ذکر نفی اثبات سے) اپنے دہی جسم فانی کی ہڈیوں سے (معرفت اللہ ذات) کا مکھن نکال لے-

---

(۱)- ک- ام (۲)- ک ٥ ام میں یوں ہے ع تن دا چٹورا من دی مدھانی ہائیں نال ہلیندے ہُو (۳)- ک ٥ ام میں مصرعہ یوں ہے ع دکھاں دا نیترا مارے لشکارے ہنجوں پانی پریندے ہُو - (۴)- ک ◎ ام میں مصرعہ یوں ہے ع میں قربان تنہاں تھیں یا حضرت باہُو جیہڑے ہڈاں چوں مکھن اڑیندے ہُو-

نوٹ:- مذکورہ نسخہ ک اور مذکورہ یادداشت ام کے بغیر اور کسی نسخہ میں یہ بیت نہیں ملتا-

تشریح :۔ اس بیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے ان رموز کو جان لینا ضروری ہے کہ یہاں دُودھ سے مراد علم وفضل ہے۔ دہی سے مراد طریقت وسلوک ہے اور مکھن معرفت ذات ہے۔ انسانی وجود کو اس رُوحانی غذا کی تیاری کے لئے حضرت سلطان العارفین نے ایسے برتن سے تشبیہ دی ہے جس میں سلوک یعنی معرفت ذات کے جملہ مراتب کو بروئے عمل لایا جاتے اور وجود کو ذکر اسم اللہ ذات اور ذکر نفی اثبات کے بیلنے سے رُوح کی صحیح اور خالص غذا کی تیاری کے لئے آمادہ وتیار کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ دردِ عشق اس عمل کو قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ اور بالآخر فقیر کو معرفتِ ذات کا روغن یعنی عرفان ذات حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں" انسانی وجود دودھ کے برتن کی طرح ہے اسی دُودھ میں دہی مکھن گھی چھاچھ وغیرہ ہے۔ مرشد وہی ہے جو یہ ساری چیزیں الگ الگ کرکے دکھلاتے۔ مطلب یہ ہے کہ طالب کے دل میں کسی قسم کا وسواس نہ رہے۔" (۱)

پھر فرمایا" انسان کے وجود کی مثال شیر جیسی ہے کیونکہ دہی، چھاچھ، مسکہ، روغن یہ تمام چیزیں دودھ سے ہی بن جاتی ہیں اور انسان کے وجود میں یہ سب چیزیں موجود ہیں اور انسان کے اندر ہی نفس وقلب وروح وسِر وغیرہ اور ان سب کا ایک ہی خانہ ہے اور مرشد کامل بھی اسی کو کہتے ہیں جو اس فن کا ماہر ہو اور شیر کو بقدر ضرورت جاگ لگا کر اس سے گھی نکال لے۔" (۲)

اور "انسانی وجود بمنزلہ دودھ ہے اور کلام ربانی گھی۔ جب تک کوئی کامل مرشد نہ ملے تب تک دُودھ جم کر اس سے مکھن اور گھی تیار نہیں ہوتا۔ پس کامل مُرشد وہی ہے جو علم کے دُودھ سے معرفت کا روغن نکالے اور وجود کے دُودھ سے مقام نفس۔ مقام قلب۔ مقام رُوح اور مقام سر کو جُدا جدا کرے" (۳)

کبیر (۴) کہتے ہیں ے تن مٹکی من دہی سرت بلودن ہار۔ کبیرا ماکھن کھا گیو چھاچھ پیئے سنسار (۵)

---

(۱) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اُردو۔ چمن الدین لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۳۴

(۲) لشکوہ وجود مثل شیر است روغ در شیر جغرات در شیر و مسکہ در شیر و روغن در شیر ... تا ... از مسکہ بر طرف گرود خالص روغن پاک (سلطان باہو۔ عین الفقر۔ حصہ اوّل۔ شرح نظام الدین۔ ص ۲۷)

(۳) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اُردو، چمن الدین لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۳۳

(۴) کبیر ولادت قریب بنارس۔ ۱۳۹۸ء برہمن زادہ تھے۔ پرورش ایک مسلمان جلاہا کے ہاں ہوئی (بشکریہ نگار پاکستان کراچی ص ۱۸ ایڈیٹر نیاز فتح پوری نمبر۔ ۱۹۶۴ء)، (۵) بشکریہ تذکرہ غوثیہ مولفہ مولانا گل حسن قلندر قادری۔ مطبوعہ تاریخ ۱۸۸۴ء مطبوعہ مجتبائی برقی پریس دہلی ص ۲۰۷

د - دردمنداں دیاں آہیں کوں پہاڑ پتھر دے جھڑدے ہو (۱)

۹۱ دردمنداں دیاں آہیں کوں بھج ناگ زمین وچ وڑدے ہو (۲)

دردمنداں دیاں آہیں کوں آسمانوں تارے جھڑدے ہو (۳)

دردمنداں دیاں آہیں کوں باھو عاشق مول نہ ڈردے ہو (۴)

لغت :- دردمنداں دیاں آہیں: آتش عشق ، امانت ،نیابت الٰہی

کوں: سے، بھج : دوڑ کر جھڑتے: گرتے ہیں ناگ: سانپ : ناگ

ترجمہ : (عاشقان ذات جل شانہٗ جو کہ) دردمنداں عشق حقیقی ہیں) کی آہ سے۔

پتھروں کے پہاڑ (بھی) (ریزہ ریزہ ہوکر) گر جاتے ہیں

۲۔ دردمندان (عشق ذات) کی آہ سے (خوف زدہ ہوکر) سانپ (اژدہا) (بھی) زمین میں دوڑ کر گھس جاتے ہیں۔

۳۔ (عاشقان ذات کی) آہ (کی آتش عشق) سے آسمان کے ستارے (بھی تاب نہ لاکر) جھڑنے لگتے ہیں۔

(۴) اے باہو۔ (لیکن) عاشقانہ آہ کی جلن اور سوز سے عشاق (ذات) قطعاً نہیں ڈرتے۔ (کیونکہ وہ اسی سمندر عشق کے شناور ہیں اور اسی میں محو اور مستغرق ہیں اور وہ ہمیشہ ھل من مزید کہتے ہیں۔

---

(۱) ۶، ف، ش، ذ (۲) ب، ذ، ق، ش

ہ نسخہ ب میں 'ہاہیں' درج ہے اور نسخہ ۶ میں 'آہاں' درج ہے۔

(۳) ب، ۶، ذ، ش (۴) ب، ۶، ذ، ش

ب د میں (باہو) کے بعد (رب) کا اضافہ ہے۔

نوٹ :۔ نسخہ ج میں تینوں آخری مصرعوں میں 'ہاہیں' درج ہے۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان العارفین اس حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ عشاق ذات نے امانت فقرالٰہی کو قبول کر لیا۔ لیکن زمین و آسمان کی کسی شے میں اس امانت کو اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے باوجود کہ کائنات کی ہر شے اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتی ہے اور سجدہ کرتے ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ: کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور جو کوئی بیچ زمین کے ہیں۔ اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمیوں میں سے" (۱)

البتہ نیابت الٰہی اور فقرالی اللہ کو قبول کرنا صرف عشاق ذات (فقیر کامل) کا خاصہ ہے۔

حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید بڑی نعمت ہے۔ بے مثل اور بے مثال ہے۔ ذکر کی آگ سے وجود بمنزلہ تنور ہو جاتا ہے۔ جو اعضا کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح خشک ایندھن کو۔ اگر اس جلالیت حضوری کی آگ کا ایک ذرہ زمین و آسمان پر نگاہ کرے تو سب کچھ جل جائے۔ آفرین ہے انسان کی ہمت پر کہ جلتا ہے اور دم نہیں مارتا۔ اور قیامت تک اس آگ میں جلے جاتا ہے۔ اس ریاضت سے بڑھ کر کوئی ریاضت سخت نہیں۔ بعض انسان مراتب پر پہنچ کر کافر اور مشرک ہو جاتے ہیں۔ بعض مجنوں اور دیوانے، بعض مجذوب لیکن جو شخص اس بوجھ کو اٹھا لیتا ہے وہ شریعت کا لباس پہن کر باخبر اور ہوشیار رہتا ہے۔ خلقت کو سناتا نہیں، ہزارہا اس آگ میں جلتے ہیں۔ ان میں سے شاذونادر کوئی ایک آدھ معرفت الٰہی کے آب رحمت سے سرد ہوتا ہے۔ اور محبوب کے مرتبے پر پہنچتا ہے۔ یہ قال میرے حال پر صادق آتا ہے اللہ بس۔ باقی ہوس۔" (۲)

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ تحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر

---

(۱) (پ ۱۷ع ۹)

(۲) سلطان باہو۔ کلید جنت۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۶۸ء ص ۳۲-۳۳

آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا سب نے یہ کہ اٹھا دیں اس کو اور ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے تحقیق وہ تھا بے باک نادان (۳)

اور جو عشاق ذات یہ امانت کامیابی کے ساتھ اٹھالیتے ہیں۔ انہیں کے لئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ و یتوب اللہ علی المؤمنین والمؤمنت وکان اللہ غفوراً رحیماہ اور پھر آوے اللہ ساتھ رحمت کے اوپر ایمان والوں کے اور ایمان والیوں کے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان (۴)

آیۂ کریمہ انا عرضنا کو بیان کرنے کے بعد حضرت سلطان العارفین لکھتے ہیں "سنو! یہ امانت کا بوجھ واقعی بہت بھاری ہے۔ اسے وہی اٹھاتا ہے جو اس کے لائق ہے۔ پس جبکہ زمین و آسمان اور پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز آگئے تو بے چارے کمزور انسان کی کیا طاقت تھی کہ اس بوجھ کو اٹھاتا۔ صرف اس نے اٹھایا تو اسم اللہ ذات کی قوت سے اٹھایا۔ جیسا کہ لاملجاء ولا ماویٰ الا الی اللہ۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے بازگشت اور جائے پناہ نہیں' سے ظاہر ہے" (۶)

اسی آیۂ کریمہ کے ضمن میں حضرت سلطان العارفین مزید لکھتے ہیں "معرفت اللہ و توحید اور جمال لازوال کا مشاہدہ آسان کام ہے اور وجود میں اسم اللہ کے بارگراں ربانی قہاری جلالی اور جمالی کی برداشت کرنا بہت مشکل اور بہت دشوار ہے۔ طالب حقیقی کو وسیع حوصلہ رکھنا چاہیئے اور ہمیشہ باطن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہونا چاہیئے۔" (۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسم اللہ سوائے پاک مقام کے کہیں قرار نہیں پکڑتا۔ (۸)

پس یاد رہے کہ بیت میں دردمند سے مراد مظلوم نہیں ہے بلکہ صاحب عشق مراد ہے جس کو بالا وضاحت کے مطابق نیابت الٰہی کا نہ صرف احساس ہے بلکہ اسی نیابت کے دستور

---

(۳) (الاحزاب - ۷۲)

(۴) (پ ۲۲ ع ۲)

(۵) حدیث (بشکریہ سلطان باہوؒ۔ کلید جنت)

(۶) سلطان باہو۔ کلید جنت۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۶۸ء۔ ص ۴۳ - ۴۴

(۷) معرفت اللہ تو توحید شاہدہ .... تا .... در مجلس (سلطان باہو۔ اورنگ شاہی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۳

(۸) قال النبی صلعم اسم اللہ شیئ طاہر لا یستقر الا بمکان طاہر (بشکریہ سلطان باہو۔ اورنگ شاہی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۵

کے ماتحت زندگی کو عشق الٰہی میں وقف کئے ہوئے ہوتا ہے ۔ اور ایسے دردمند عاشق ذات کے راز کے سامنے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں ۔

سیدنا غوث الاعظم نے فرمایا اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں ایسے مل جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے ۔ (۹)

اسی طرح سوز عشاق ذات کے سامنے زہریلے ناگ بھی اپنا دم خم توڑ دیتے ہیں ۔ جیسے کہ مچن بابا (۱۰) ہوتک بابا (۱۱) بٹی کوٹ بابا (۱۲) اور دوست محمد قندھاری (۱۳) نے جب اپنا راز زہریلے سانپوں پر ظاہر فرمایا تو ان کے سامنے سانپوں نے سر زمین پر رکھ دیئے ۔ اور آج تک ان دردمندان عشق اولیائے کرام کے اسماء مبارک اور ان کے فرمودہ الفاظوں میں وہ اثر موجود ہے کہ زہریلے ناگ ان فرمودہ الفاظوں کے سامنے سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور اسی طرح مار گزیدہ سے زہر کا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے ۔

فنیف اگر عاشق ذات کی امانت و نیابت کا راز آسمانوں پر ظاہر کیا جائے تو آسمانوں کے تارے ٹوٹنے لگیں گے ۔ جس طرح روز قیامت ستارے بحکم رب تعالیٰ جھڑنے لگیں گے ۔

قولہٗ تعالیٰ : اور جس وقت کہ تارے جھڑ جاویں (۱۴) بقول اقبال ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے — پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے — خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے (۱۵)

---

(۹) ولو القیت سری فی جبال ۔ لدکت واختفت بین الرمال ۔
عبدالقادر جیلانی ۔ القصیدہ غوثیہ ۔ مترجمہ حافظ برکت علی لاہوری ۔ مطبوعہ آرمی پریس لاہور ص ۴

(۱۰) مچن بابا کا مزار جنوبی وزیرستان میں وانا سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ۔ سن ولادت و وفات نامعلوم ہے ۔ جنڈولہ جنوبی وزیرستان کی بھٹنی قوم میں قبیلہ شیخ مچن بابا کے ان الفاظوں کا پشت در پشت اجازت یافتہ ہے ۔ جن کے اثر سے زہر ناگ بے اثر ہو جاتی ہے ۔

(۱۱) ہوتک بابا ۔ مزار علاقہ ٹوڈیزئی میں ہے ۔ (۱۲) بٹی کوٹ بابا ۔ مزار جلال آباد ۔ کابل میں ہے ۔

(۱۳) دوست محمد قندھاری نقشبندی قندھار افغانستان کے تھے ۔ زیادہ معلومات نہ مل سکیں ۔ ان کے اس اثر کے بارے میں سلطان غلام دستگیر القادری ابن سلطان محمد نوازؒ میرے برادر بزرگوار نے بیان فرمایا ۔

(۱۴) واذا الکواکب انتثرت ۔ (الانفطار ۲) (۱۵) اقبال ۔ جواب شکوہ ۔

سیّد عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ نے فرمایا ہے "مردانِ راہ خدا کی ہمت پہاڑوں کو بنیادوں سے اکھیڑ دیتی ہے اور پہاڑوں سے مراد قساوت قلبی (سنگدلی) ہے جو اللہ کے بندوں کی دعا اور ان کی گریہ وزاری سے مٹ جاتی ہے۔ (۱۶)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشاق ذات اُس نیابت و امانت الٰہی کے بار اور سوز و تکالیف سے قطعاً نہیں گھبراتے اور نہ ڈرتے ہیں۔ جیساکہ موسیٰؑ (۱۷) کا جلوہ طور کے بعد چہرہ مبارک تجلی نور سے اس قدر منور ہوا۔ کہ جو چیز سامنے رکھتے وہ جل جاتی۔ چنانچہ آپ نے کپڑا، لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، پتھر، سب چیزوں کے پردے بنا کر منہ پر رکھے اور وہ سب جل گئے۔ بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ تم کسی ایسے درویش کے جسم کا کپڑا لاکر منہ پہ پردہ بنا لو جوکہ فقر و فاقہ میں جل رہا ہو تو وہ نہ جلے گا۔ کیونکہ وہ کپڑا درویش کے جسم میں رچا ہوا ہے۔ اس پر یہ صفاتی تجلی جلا دینے کا اثر نہیں کر سکتا۔ (۱۸)

---

(۱۶) سرالاسرار عبدالقادر جیلانی۔ ص ۸۵

(۱۷) موسیٰ علیہ السّلام بن عمران بن زاہت بن لادی بن یعقوبؑ۔ (بمطابق نسب نامہ کلاں مرتبہ حاجی شاہ ضیاء اللہ۔ ۱۹۷۰ء۔ لاہور

(۱۸) مولوی گل حسن شاہ "تذکرہ غوثیہ۔

۹۲ د۔ دلیلاں چھوڑ وجوددوں ہو ہشیار فقیرا ہو (۱)
بنھ توکل پنچھی اُڈدے پلّے خرچ نہ زیرا ہو (۲)
روز بروزی اُڈ کھان ہمیشہ نہیں کردے نال ذخیرا ہو (۳)
مولا خرچ پوہنچاوے باھو جو پتھر وچ کیڑا ہو (۴)

لغت ؛ وجوددوں : اپنے وجود سے۔ من گھڑت۔ پلے : دامن سے بندھا ہوا۔
زیرا : ذرہ بھر۔ زیرے کا دانہ اڈ : اُڑ کر۔

ترجمہ:۔ ۱۔ (اے درویش راہ حق میں) من گھڑت (عقلی) دلائل ترک کر دے اور ہوشیار ہو جا۔

۲:۔ (دیکھ کہ) پرندے بھی (اس ذات پاک پر) توکل (باندھ) کر (ہی) ذرہ بھر نادراہ اُٹھائے بغیر اُڑتے ہیں۔

۳:۔ (اور وہ پرندے) ہر روز اُڑ کر (از غیب بذات مطلق سے) روزی حاصل کرتے ہیں (اور اپنے) ساتھ ذخیرہ نہیں کرتے۔

۴:۔ اے باھو اللہ تعالیٰ (اس) کیڑے کو بھی روزی پہنچاتا ہے جو کہ پتھر کے اندر (پیدا) ہوتا ہے۔

---

(۱) ت۔ ب ج

(۲) ت۔ ب ج۔ البتہ (اُڈدے) سے پہلے (نے) کا اضافہ ہے۔

(۳) ت۔ ب ج۔

(۴) ت۔ ب ج میں یوں ہے ؛ ع یا حضرت باھو مولا خرچ پہنچاوے جو پتھر وچ کیڑا ہو۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین سالک و طالب راہ معرفت کو تلقین فرماتے ہیں کہ وہ اپنی دنیوی لوازمات کے لئے قطعاً غم نہ کرے کیونکہ اس میں سے جو حصّہ اس کے لئے مقرر ہے اسے ملے گا۔ بالخصوص روزی کے بارے میں اسے کوئی وہم و گمان نہ کرنا چاہیئے۔ پرندے بھی خدا تعالیٰ کے توکل پر جب اڑتے ہیں تو ان کے پاس ایک زیرہ کے برابر بھی کوئی چیز نہیں ہوتی مگر وہ جب اپنے آشیانوں کو واپس آتے ہیں تو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے لئے بھی دن معاش اور روزی کی تلاش کے لئے مقرر ہے اس میں اسے خدا کے فضل سے روزی کا حصّہ مل کر رہے گا۔

فرمان خداوندی۔ خدا تعالیٰ روزی کھولتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اور تنگ روزی کرتا ہے جس کی چاہتا ہے (۱) ڈھونڈو تم نزدیک خدا کے روزی کو اور پوجو تم خدا کو اور شکر کرو تم خاص اسی کو طرف اس کے پھر پھیرے جاؤ گے۔ (۲)

پرندے بھی اپنے پاس کچھ جمع کر کے نہیں رکھتے مگر اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود ہر روز انہیں اپنی غذا مل جاتی ہے۔ پس انسان جس کو عقل دانائی اور قوت عطا کی گئی ہے وہ بھلا کیوں ناامید ہوتا ہے اور جمع کرنے کی فکر کرتا ہے۔

فرمان خداوندی۔ وہ جو جمع کرتا ہے مال کو اور گن کر رکھ چھوڑتا ہے گمان کرتا ہے کہ وہ مال جمع کیا ہوا ہمیشہ رہے گا اس کے پاس۔ (۳)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں خدا تعالیٰ تو وہ ہے جو پتھر کے اندر کیڑے کو بھی روزی پہنچاتا ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اسے روزی کا کیوں غم ہو۔

بیت میں تمام تلقین کا مقصود یہ ہے کہ فقیر سالک کو روزی کا غم قطعاً نہیں کرنا چاہیئے۔ روزی تو ہر ایک کو مل جاتی ہے۔ البتہ وہ ہوشیار رہے اور مقصد زیست کو جانے۔

---

(۱) اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر (الرعد ۲۶) تفسیر موضح القرآن عبدالقادر لاہور ۱۳۵۸ھ ص ۳۵۴

(۲) فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہٗ الیہ ترجعون (۲۹:۱۷) تفسیر موضح القرآن عبدالقادر لاہور ۵۸ ص ۳

(۳) الذی جمع مالا وعدّدہٗ یحسب انّ مالہٗ اخلدہٗ (الھمزہ ۲-۳) تفسیر موضح القرآن عبدالقادر لاہور ۱۳۵۸ ص ۱۳

انسانی زندگی کا مقصد عرفان ذات رب تعالیٰ حاصل کرنا ہے ۔

ے دلم پُر زخطرہ شکم بی طعام
ریاضت ریا شد زکفند مدام (۴)

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین مزید فرماتے ہیں ۔" اللہ تعالےٰ کے اسمار پاک ہیں ۔ اس کی کبریائی بلند ہے وہ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے ۔ چنانچہ جن و انس وحوش اور چرند وغیرہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے ۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے قولہٗ تعالےٰ:
اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے (۵)

قولہٗ تعالیٰ ۔ روئے زمین پر کوئی ایسا ذی روح نہیں جس کے رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ نہ ہو ۔ (۶) ۔ (۷) "

---

(۴) سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ جنن الدین لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۹

(۵) واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (پ ۲ ع ۱۰)

(۶) وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ۔ (پ ۱۲ ع ۱)

(۷) سلطان باہو ۔ اسرار قادری ترجمہ اردو ۔ جنن الدین لاہور ۱۹۷۳ ص ۱

د۔ دِل بازار تے مُنہ دروازہ سینہ شہر ڈسیندا ہو (۱)

۹۴ روح سوداگر نفس ہے راہزن جہڑا حق دا راہ مرہیندا ہو (۲)

جاں توڑی ایہہ نفس نہ ماریں تاں ایہہ وقت کھڑیندا ہو (۳)

کردا ہے زایا ویلا **باھو** جان نوں تاک مرہیندا ہو (۴)

لغت: ڈسیندا : دکھائی دیتا ہے۔ جاں توڑی : جب تک۔ جان: زندگی۔
کھڑیندا : ضائع کرتا ہے ویلا : وقت۔ زایا: ضائع نوں : کو تاک : دروازہ
مرہیندا : بند کرتا ہے۔

ترجمہ: ۱۔ اے درویش) دل (بمصداق) بازار ہے (جس میں مختلف متاع معرفان کے موتیوں کے موجود ہیں) (اور اس بازار کے دروازوں سے) منہ (ایک) دروازہ ہے (جس سے درخشانی ہوتی ہے) اور سینہ (ایک وسیع) شہر ہے (جس میں ایک کائنات) دکھائی دیتی ہے

۲۔(روح اس سینہ کے شہر اور دل کے بازار میں عرفان کے موتیوں کا) سوداگر ہے (لیکن اسی جسم کے اندر کا حریف) نفس (ہے جو کہ) رہزن ہے (اور (اسے) راہ حق سے باز رکھتا ہے۔

۳۔ (اے درویش) جب تک اس نفس (رہزن) کو نہ مارا جائے اتنے تک یہ (نفس) (غفلت میں مبتلا رکھ کر) وقت کو ضائع کراتا رہتا ہے۔

۴۔ اے باہو (یہ نفس بیش قیمت زندگی کا) وقت ضائع کرتا ہے اور (اسی غفلت میں) زندگی کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

---

(۱) این (۸) ھ ت میں (ڈسیندا) کی بجائے (بندے دا) درج ہے۔

(۲) ت (۳) این (۸)

ت میں یوں ہے ع جاں جاں توڑی نفس نہ ماریں تاں تاں وست کھڑیندا ہو

(۴) این (۸)

ت میں یوں ہے ع کر دا ہے ضائع ویلا باھو جان جاں تاک مرہیندا ہو

تشریح:۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین نے انسانی جسم میں موجود پانچ ایسے عوامل کا ذکر فرمایا ہے کہ جن پر غور و فکر کرنے اور ان کی نگہداشت کرنے میں انفرادی عظمت مضمر ہے۔ جس نے ان کی نگہداشت کی وہ وقت سے پورا فائدہ حاصل کر گیا۔ وہ پانچ عوامل جو جسم انسانی میں کارفرما ہیں۔ دل، منہ، سینہ، روح اور نفس ہیں۔

دل ایک ایسا بازار ہے جس میں گوناگون احساسات کے متاع گراں بہا کے علاوہ معرفت ذات کا بیش قیمت سرمایہ و مال موجود ہے۔ سینہ میں دل (۱) کے علاوہ سرّ اور روح کی پُرعظمت قیام گاہ ہے ہر فرد میں جو پنہاں شخصیت موجود ہے اس کی حقیقت دل اور سینہ میں ہے۔ منہ کو حضرت سلطان العارفین نے اسی لئے دروازہ کہہ کر پکارا ہے کہ دل اور سینہ میں جو اصل حقیقت موجود ہوتی ہے اس کی عکاسی منہ کے دروازہ سے ہوتی ہے۔ انسانی روح دل کے بازار سے متاع عرفان و حقیقت کا سودا کرنے میں مشغول ہوتی ہے۔ نفس امّارہ رہزنی کرتے ہوئے روح کو دل سے دُور رکھنا چاہتا ہے۔ پس جس نے نفس کے فریب میں دل کا راستہ کھو دیا اس نے اپنی مختصر زندگی کا قیمتی وقت ضائع کیا۔

ایک مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ آدمی کے وجود میں تین چیزیں ہیں۔ اول نفس نجس مردود جس کا خاتمہ شر پر ہوتا ہے اس کا انجام مردود ہے۔ دوسرا قلب جو اصلی مقصود ہے زندہ دل والا اپنے مقصود کو پہنچتا ہے۔ تیسرا روح محمود ہے۔ جو محمود کی طالب ہے۔ یہ نیک طلب ہے اس کا خاتمہ اور انجام بالخیر و محمود ہے۔ (۲) ایک اور مقام پر ان تینوں چیزوں کو جسم انسانی کے سات قفلوں میں بھی شمار فرمایا ہے۔ ان تینوں کے علاوہ زبان جس کا تعلق منہ سے ہے اور سرّ جس کا تعلق سینہ سے ہے انسانی جسم میں دو مزید قفل ہیں (۳) جب تک انسانی روح کا قفل اسم اللہ کی کنجی سے کھل کر فریب نفس سے آزاد نہ ہو جائے۔ اس وقت تک گویا اس کے انسانی وجود پر مکمل قفل لگے ہوئے ہیں اور نفس اس کا وقت برباد کر رہا ہے۔

---

(۱) دل کے بارے میں مزید دیکھئے۔ حصہ د کے ابیات ۷۷، ۸۰، ۹۰ کی تشریحات

(۲) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۵۵

(۳) دیکھئے " " " " " " ص ۳

ذ ذاتی نال ناں ذاتی رلیا سو کم ذات سڈیوے ہو (۱) ٭

۹۴ نفس کتے نوں بنھ کراہاں فہماً فہم پچھیوے ہو (۲) ٭

ذات صفاتوں مہناں آوے جداں ذاتی شوق نپیوے ہو (۳) ٭٭

نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ہو (۴) ٭

لغت :۔ سڈیوے : کہلاتا ہے نپیوے : پکڑا جائے مہناں : شرمندگی

ترجمہ :۔ ۱:۔ (عارفان ذات میں) وہ کم ذات کہلاتا ہے (جس کا ذکر (اسم اللہ ذات (عین) ذات (اللہ جل شانہٗ) میں نہ جا ملا۔

۲۔ (اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے سالک کو چاہیئے کہ) سگ نفس کو (پہلے) مقید کرلے ۔ (اور پھر معرفت و استغراق ذات) میں فہم کریں۔

۳۔ جب (سالک ذکر ذات میں) ذاتی شوق پکڑتا ہے تو اسے (اپنی) ذات وصفات) سے (بوجہ کم مائیگی) شرمندگی آتی ہے۔

۴۔ اے باہو۔ فقیر تو ان عارفان کامل کا نام ہے۔ جن کی قبر بھی حیات جاودانی حاصل کر چکی ہے

---

(۱) ا،ب ٭ نسخہ ک میں 'کذاب' درج ہے۔

٭۔ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع ذاتے نال نہ ذاتی رلیا سو کذاب سدیوے ہو

(۲) ا،ب ، ذ۔ البتہ ذ میں 'فہما فہم' سے پہلے (جا) کا اضافہ ہے۔

٭ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع نفس کتے نوں بنھ کراہاں جا تیما قیم کچیوے ہو
ب ل میں (کچیوے) کی بجائے (پچکوے) ہے۔ (۳) ۶

٭٭ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ع ذات صفات توں مہنہ آوے جداں ذاتی شوق نہ پیوے ہو
اور نسخہ ک میں مصرعہ یوں ہے ع ذات صفاتوں منہ نہ موڑے جدوں ذاتی شوق نہ پیوے ہو

(۴) و۔ البتہ و میں 'تنہاندا' کی بجائے 'تہیندا' درج ہے۔
بسہ و د ن ٭ باقی نسخوں میں مصرعہ کے شروع میں 'تے' کا اضافہ ہے۔

تشریح:۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں اس وقت تک ذاتِ فقیر کی تکمیل نہیں ہوسکتی جب تک وہ مقام حاصل نہ کرسکے۔ اس مقام کے لئے پہلا مرحلہ اپنے نفس کو ترک کردینا ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں "متقی و عارف باللہ اسے کہتے ہیں کہ اول نفس بت پرست کی گردن میں طاعت و عبادت کی سلیمانی زنجیر ڈال دے۔ اور ہمیشہ اسے فنا فی اللہ کے قید خانہ میں رکھے۔ اور اسے اسم ذات کے تصور میں محو کردے۔" (۱)

فقیر جب ذات اللہ کے عشق میں محو ہو کر مرتبہ فنا حاصل کرتا ہے تو اسے وحدت کے سمندر میں اپنی جان کا قطرہ نہایت حقیر نظر آتا ہے۔ والی اللہ ترجع الامور۔ اور طرف اللہ کے پھیرے جاتے ہیں سب کام۔ (۲) پس ففروا الی اللہ۔ (۳) اور واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ (۴)

جب یہ مقام حاصل ہو تو ایسے فقیر کی قبر بھی زندہ جاوید ہو جاتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین لکھتے ہیں۔ اگرچہ خلقت انہیں جانتی ہے کہ وہ خاک تلے سوئے پڑے ہیں لیکن دراصل وہ قبر ان کے لئے قرب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ فقیر جس طرح زندگی میں لوگوں کو طالب اور مرید کرکے تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ اسی طرح ممات میں بھی بلکہ حیات سے دوچند۔ کیونکہ اسم اللہ ذات کے تصور کے سبب وہ حیات و ممات دونوں سے نجات پاکر فنافی اللہ و فنا فی التوحید اور فنافی النور ہوتے ہیں۔

در قبر جسم برد بیرون باخدا — در قبر ہرگز نباشد اولیائی

باحضوری مصطفٰے ام مجلس دوام — بر قبر حاضر شود گفتن بنام (۵)

---

(۱) متقی عارف باللہ آنرا گویند۔۔۔ تا۔۔۔ محو سازد (سلطان باہو۔ مجالستہ النبی ۔ ص ۴۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۲) (پ ۲۰، ع ۱۷) قرآن مجید مترجم شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی۔ ص ۶۴۷

(۳) (پ ۲۷ ع ۲) ترجمہ: پس بھاگو طرف اللہ کے

(۴) (پ ۲۲ ع ۸) ترجمہ: اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو۔

(۵) اگرچہ خلق میداند۔۔۔ تا۔۔۔ ابیات (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ قلمی ۱۰۴۔ مکتوبہ ۱۳۲۲ھ

گویا خلقِ خدا فقیر کے وصال کے بعد بھی اس سے اسی طرح فیضیاب ہوتی ہے جس طرح فقیر کی زندگی میں۔ اور یہی فقیر کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ کوٹ جعفر کے حکیم مولوی عبدالکریم جو غالباً اب بھی زندہ ہی ہوں گے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ماموں صاحب اپنے والد حافظ میاں نورالدین جو استادالوقت ہیں ان سے قرآن حفظ کرنے کی بہتیری کوشش کی مگر حفظ نہ کر سکے۔ والد نے گھر سے نکال دیا۔ سیدھا دربار مقدس حضرت سلطان باہوؒ پر حاضر ہوئے اور کئی دن روتے رہے۔ ایک ہفتہ کے بعد خواب میں حکم ہوا۔ جاؤ میاں خداوندکریم نے تم کو حافظ قرآن بنا دیا ہے۔ اپنے گاؤں میں جاکر رمضان المبارک میں قرآن شریف سناؤ۔ وہ جب گاؤں واپس آئے۔ اور لوگوں نے آپ سے قرآن کریم سنا تو سب حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کا فیض بعداز وصال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (۶) سبحان اللہ

---

(۶) بشکریہ رسالہ سلطان العارفین - ماہ نومبر دسمبر ۱۹۵۹ء - گکھڑ - گوجرانوالہ ص ۱۵

ذ۔ ذکر فکر سب اُرے اریرے جاں جان فدا ناں فانی ہو (۱)

۹۵ فدا فانی تنہاں نوں حاصل جہڑے وسّن لامکانی ہو (۲)

فدا فانی اونہاں نوں ہویا جنہاں چکھی عشق دی کانی ہو (۳)

باھو ہودا ذکر سڑیندا ہر دم یار ناں ملیا جانی ہو (۴)

لغت: ارے اریرے : نزدیک   جاں : جب تک

وسّن : بستے ہیں۔   کانی : تیر

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش) ذکر فکر تو سب (معرفت ذات سے) بہت ادھر ہیں۔ جب تک جان (محبوب حقیقی پر) فدا (نہ ہو) اور فنا کے (نفس) حاصل نہ ہو۔

۲۔ (مقام) فدا (اور مقام) فنا تو ان (عارفان کامل) کو حاصل ہے جو کہ (واصل باللہ ہو کر) لامکان میں بستے ہیں۔

۳۔ فدا اور فنا تو انہیں عاشقان ذات کو حاصل ہے جنہوں نے تیرِ عشق (سے گھائل ہونے کی) لذت چکھی ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (ذات محبوب) ھو کا ذکر (تو اس کے فراق کی وجہ سے) ہمیشہ جلاتا ہی رہتا ہے (افسوس) دل کا محبوب نہ ملا۔

---

(۱) ب، ہ، م، ذ

(۲) ب، ہ، م، ذ   ٥ نسخہ ہ میں 'وسدے' لکھا ہے۔

(۳) ب، م، ذ، ش   ٥ نسخہ ہ میں 'اونہاں نوں' کی بجائے 'اوتی ہوئے' درج ہے۔

(۴) ذ، ف، ش، ز

یہ بیت توحید الٰہی سے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل حصہ ج کے بیت ۵ میں دیکھئے۔

تشریح تزکیہ نفس اور محاسبہ کلی کے لئے ذکر و فکر کو خاص اہمیت حاصل ہے ذکر خدا تعالی کو یاد کرنا ہے اور قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے۔

پس پاکی بیان کر ساتھ نام پروردگار اپنے بڑے کے۔ (۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت (۲)

اور یاد کرو پروردگار اپنے کو بیچ جی اپنے کے عاجزی سے اور ڈر سے اور کم آواز سے (۳)

ذکر تزکیہ نفس کے لئے ضرورت ہے اور عبودیت کی نشانی ہے اور فکر انسان کو انسان بناتا ہے قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے۔

آیا کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا واسطے تمہارے آسمان سے پانی۔ پس اُگائے ہم نے ساتھ اس کے باغ رونق والے۔ (۴)

کہہ سیر کرو بیچ زمین کے۔ پس دیکھو کہ کیونکر ہوا آخر کام گنہگاروں کا (۵)

کیا نہیں فکر کیا انہوں نے بیچ جیوں اپنے کے کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور کچھ درمیان ان دونوں کے ہے مگر ساتھ حق کے اور وقت مقرر کے اور تحقیق بہت لوگ ساتھ ملاقات پروردگار اپنے کے البتہ کافر ہیں (۶)

اس تمام ذکر و فکر کی غائت عشق و محبت الٰہی ہے۔ جس میں فنا ہو جانا مقصود عبودیت و عظمت انسانی ہے اور یہ ذکر و فکر معرفت کے حصول میں ابتدائی مراحل ہیں۔ اگر عرفان یا کر فنا حاصل نہ کیا تو گویا مقصد نہ ملا۔ کیونکہ اصل ضرورت اور تیاری تو ــــ پس بھاگو طرف اللہ کے۔(۷)

---

(۱) فسبّح باسمِ ربّک العظیم (الواقعہ ۷۴) مزید دیکھئے (الواقعہ ۹۶، المعارج ۵۲)

(۲) یایّھا الّذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرا (الاحزاب ۴۱)

(۳) واذکر ربّک فی نفسک تضرّعا وخیفۃ ودون الجھر (پ۹ع۱۴)

(۴) امن خلق السّمٰوٰت والارض وانزل لکم من السّمآء ماءً فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ (پ۲۰ع۱)

(۵) قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین (النمل ۶۹)

(۶) اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللہ السّمٰوٰت والارض وما بینھما الّا بالحق واجلٍ مسمّی وانّ کثیرًا من الناس بلقآئ ربّھم لکٰفرون (الروم ۸) (۷) ففرّوا الی اللہ۔ (۲۷ع۲)

کی ہے۔ اور یہ عارف کا کام ہے ۔ جو عشق میں فنا حاصل کر کے مکانی آلائشوں سے دور لامکان کے معراج میں جا پہنچتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ یہ مقام فنا تو انہیں کو حاصل ہوتا ہے جنہیں عشقِ الٰہی کا تیر لگتا ہے ۔ اور وہ ۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر ذات اس کی (۸) کی غایت کو پا جاتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں کہ محض ذکر و فکر بغیر عرفان ذات اور وصال حق کے تو ہمیشہ کی جلن بن جاتا ہے ۔ پس ذکر و فکر کی غایت حاصل کی جائے یعنی عرفان ذات حق حاصل ہو۔

چونکہ عاشق ذات اللہ لامکانی کیفیات میں ہوتا ہے ۔ اس لئے اس بیت کے ضمن میں حضرت سلطان العارفین ہی کی زبان مبارک میں اس مقام کی مزید وضاحت کی جاتی ہے۔ فرمایا جہاں پر لاہوت کا دیدار اور لامکان کا راز ہے وہاں پر نہ سرود ہے' نہ آواز ہے، نہ صوم ہے' نہ صلوٰۃ ہے' نہ حج نہ کعبہ' نہ زکوٰۃ ہے، نہ مکان نہ درجات ہے ۔ وہاں پر فنا فی اللہ بعینہٖ نورِ عین اللہ ذات لازوال ہے۔ یہ مرتبہ اسے حاصل ہے جو معرفت میں فنا فی اللہ بقا باللہ اور وصال لازوال کے مرتبے پہ پہنچا ہوا ہے۔

ب گر تو خواہی دیدن رویت خدا | سر ز گردن کن جدا بینی لقا
بے زبان ہم سخن باشی عیان | مرتبہ لاہوت این است لامکان
سر بریدہ بے سرائی طالب بیا | بعد ازاں دیدن خدا بر تو روا (۹)

---

(۸) کلّ شیٔ ھالکٌ الّا وجھہٗ (پ ۲۰ ع ۱۲)

(۹) سلطان باہو، قرب دیدار۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ۱۹۷۰ء ۔ ص ۹۴

ذ۔ ذکر کنوں کر فکر ہمیشاں ایہہ لفظ تکھا تلواروں ہو (۱)

۹۶ کڈھن آہیں تے جان جلاون فکر کرن اسراروں ہو (۲)

ذاکر سوئی جہڑے فکر کماون ہک پلک ناں فارغ یاروں ہو (۳)

فکر دا پھٹیا کوئی نہ جیوے پٹے مڈھ چا پاڑوں ہو (۴) ٭

حق دا کلمہ آکھیں **باھو** رب رکھے فکر دی ماروں ہو (۵) ◎

لغت :- تکھا : تیز، دا : کا، پاڑوں : بیخ سے، رکھے : بچائے

ترجمہ :- ۱۔ (اے درویش) ذکر (الٰہی) کے واسطے سے (حصول معرفت کے لئے) ہمیشہ فکر (اسرار ذات) کیا کر۔ (حالانکہ) یہی لفظ (فکر اسرار ذات مقام سلوک میں) تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے۔

۲۔ جو (عاشقان ذات الٰہی) اسرار ذات میں فکر کرتے ہیں۔ وہ (ایسی پرسوز) آہیں نکالتے ہیں۔ (جس سے خواہشات نفس تو درکنار) جان (تک) جلا دیتے ہیں۔

۳۔ ذاکر (اسم اللہ ذات) تو وہ ہیں جو کہ (اسرار ذات کا) فکر (حاصل کرنے کے لئے کمائی کرتے ہیں اور ایک پلک (جھپکنے کی دیر بھی ذکر و فکر) محبوب سے فارغ نہیں ہوتے۔

۴۔ فکر (اسرار ذات ایسی تلوار ہے کہ اس کا) پھٹا ہُوا کوئی بھی (حیات نفس میں) زندہ نہیں رہتا۔ (فکر اسرار ذات تو خواہشات نفس اور توہمات ماسویٰ اللہ) کے (درخت کے) تنے کو بیخ سے اکھاڑ دیتا ہے۔

۵۔ اے باہو (میں) کلمۂ حق کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فکر (اسرار ذات) کی مار سے بچائے۔

---

(۱) ک، ع، ش، ف، ہ نسخہ ک اور ب د میں 'تلوارکنوں' درج ہے اور یہی انداز آگے ہے۔ اسرارکنوں' یارکنوں' مارکنوں وغیرہ۔

(۲) ک، ع، ذ، ش (۳) ا ک۔ (۴) و ک ٭ باقی نسخوں میں یوں ہے ع ... پٹے مڈھ پہاڑوں ہو

(۵) ع، ش، ف، ذ

◎ نسخہ ک میں یوں ہے ع حق دا کلمہ آکھیاں (حضرت باہو) جند رکھے نہ فکر دی مارکنوں

تشریح: فکر را تو اندرون دل گمار — ہر مطالب دین و دُنیا راست آر
شو مراتب با تفکر جان من — تا شوی حاضر بدرگاہ ذوالمنن

یعنی تو دل کے اندر جب فکر و غور کرے گا تو دینی دُنیاوی ہر ایک مطلب اس میں سے حاصل کر یگا۔

نیز میری جان تفکر سے مراتب حاصل ہوتے ہیں اسی سے تو بارگاہ الہٰی میں حاضر ہو سکے گا۔ (اِس بیت میں فکر کی اہمیت اور صاحب فکر کا بیان ہے۔ حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں "درود نماز سے دعوت میں دیر ہوتی ہے۔ اس کے لئے تیز تلوار کی طرح دم جاری درکار رہے۔" (۱)

قال علیہ السلام تفکر ساعتہ خیر من عبادۃ الثقلین۔ ایک گھڑی کا غور و فکر دونوں جہانوں کی عبادت سے بہتر ہے(۲)۔ نیز فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے لا لیشغلہم شئی من ذکر اللہ طرفۃ العین۔ یعنی (صاحب فکر و ذکر فقیروں کو) کوئی شئے اللہ کے ذکر سے لمحہ بھر کے لئے بھی غافل نہیں کر سکتی (۳)

حضرت سلطان العارفین نے فرمایا "ذکر دوام ایسا خُفیہ ذکر ہے کہ ذاکر کو بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ذکر خُفیہ اسم اللہ کے تصوّر کرنے سے ہے۔ جو کہ تمام وجود میں اس طرح جاری ہو جاتا ہے جیسے طعام میں یا پانی میں نمک مل جاتا ہے۔ صاحب ذکر خفی چار چیزوں سے پہچانا جاتا ہے اوّل یہ کہ اس کو تاثیر اسم ذات سے وہ لذت و حلاوت حاصل ہوتی ہے کہ اگر اس کا ایک ذرہ مشرق سے مغرب تک مخلوقات کو پہنچے تو سب مست ہو جاویں دوم اگر کوئی اسکے جسم پر تلوار مارے اس کے وجود کو ذرہ ذرہ کر دے ہرگز جنبش نہ کرے۔ سوم یہ مال و زر دُنیا و ما فیہا اُسکی نظر میں ہیچ ہوتا ہے اور خاک اور زر اسکے نزدیک برابر ہو چہارم یہ کہ بوجہ تصور اسم ذات کے اشتغال و استغراق اللہ کے لی مع اللہ (۴) پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ دیکھو میرا بندہ کس قدر استغراق و مشاہدہ و انوار و تجلیات و مقام مقرب حاصل کر رہا ہے، کہ بجز میرے کسی دوسری چیز کی خبر نہیں رکھتا اور ہر دو جہان کو اس نے بھلا دیا ہے اور مجھے اپنی عزت جلالیت کی قسم ہے کہ اس اپنے بندے کو دونوں جہان سے زیادہ ثواب دونگا چنانچہ فرمان عالی اس پر شاہد ہے کہ ایک ساعت خداوند کریم کی قدرت کی نشانیوں کو غور سے دیکھنا دو جہان

---

(۱) سلطان باہو۔ کلید جنت۔ ترجمہ اُردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۸۔ ص ۴۹

(۱) سلطان باہو۔ نمک الفقر خورد۔ ترجمہ اُردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۱ء ص ۸۹ (۲) بشکریہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار ترجمہ اُردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۴۔ (۳) بشکریہ سلطان باہو۔ نمک الفقر خورد۔ ترجمہ اُردو چنن الدین ۱۹۶۱ء ص ۲۸۔ (۴) لی مع اللہ وقتٌ لا یسعنی فیہ ملکٌ مقربٌ ولا نبیٌ مرسل۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایسا وقت بھی ہے جس میں مجھ تک کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل پہنچ سکتا ہے (بشکریہ سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اُردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۶۳ء۔ ص ۴۳)

کی عبادت کرنے سے بہتر ہے (۵)، ولقولہٗ تعالیٰ واذکر ربک اذا نسیت (۶) یعنی اپنے رب کو یاد کر جبکہ تو بھول جائے (۷)، نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ فکر فنائے نفس کو کہتے ہیں جس شخص کو فنائے نفس حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے فیض۔ راز۔ قرب اور معرفت کی خبر دیتا ہے (۸)

"حضور علیہ السلام پر جب یہ آیت نازل ہوئی ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب (۹)، تو فرمایا خرابی ہو اسکی جو اس آیت کو پڑھے اور فکر نہ کرے ایک حدیث شریف میں ہے اپنی آنکھوں کو عبادت میں انکا حصہ دو (۱۰) کسی نے عرض کیا کہ آنکھوں کو عبادت میں کیا حصہ ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ کلام الٰہی میں نظر و فکر کرنا۔ سورۃ روم میں ارشاد ہے۔ اولم یتفکروا فی انفسہم ما خلق اللہ السمٰوات والارض وما بینہما الا بالحق (۱۱) یعنی کیا انہوں نے غور نہیں کیا اپنے دل میں کہ اللہ نے انہیں پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ مگر ساتھ حقیقت اور تدبیر کے۔"

"حضرت حسن بصریؒ (۱۲) یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہلِ عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے یہاں تک کہ ان کے دل گویا ہو جاتے ہیں اور اسرار و حکمت میں بولنے لگتے ہیں۔"

"تفکر دو حال سے خالی نہ ہوگا تفکر یا تو خدا کی ذات میں ہوگا اور یا اُس کی صفات اور مخلوقات میں ہوگا۔ حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے "تم اللہ کی مخلوق میں تفکر کرو اور اللہ کی ذات میں نہ کرو۔ پس چاہیئے کہ ذات میں فکر نہ کیا جائے کیونکہ ذات میں فکر سرگردانی ہے" (۱۳)

---

(۵) تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین

(۶) (پ ۱۵ ع ۱) قرآن مجید عکسی ترجمہ شاہ رفیع الدین۔ تاج کمپنی ص ۳۵۷ (ترجمہ: اور یاد کر و پروردگار اپنے کو جب بھول جاوے)

(۷) ذکر دوام ذکری ... تا ... قولہٗ واذکر (سلطان باہو۔ گنج الاسرار۔ مکتبہ ۱۳۰۶ ھ۔ ص ۲۲)

(۸) سلطان باہو ــــ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ معین الدین لاہور ۱۹۶۸۔ ص ۳۶

(۹) ترجمہ: تحقیق بیچ پیدائش آسمانوں کے اور زمین کے اور آنے جانے رات کے اور دن کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے عقل والوں کے۔ (آل عمران۔ ۱۹۰)

(۱۰) اعطو عینکم حظھامن العبادۃ (تشکر یہ الفقر فخری من تصنیف ابوالفیض قلندر (سہروردی۔ ص ۲۵۷)

(۱۱) (پ ۲۱ ع ۴) ترجمہ: کیا نہیں فکر کیا انہوں نے بیچ جیتوں اپنے کے کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے مگر ساتھ حق کے۔

(۱۲) حضرت حسن بصری تابعیؒ۔ بصرہ۔ وفات ۱۱۰ ھ

(۱۳) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ تلخیص۔ ص ۲۵۸۔

ر:- راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ دِسّے ہو (۱)

۹۷ ناں اُتھے پڑھن پڑھاون کوئی ناں اُتّھے مسلے قصّے ہو (۲) ٥

ایہا دنیا بُت پرستی مت کوئی اُس تے وِسّے ہو (۳)

موت فقیری جیں سر آوے باھو معلم تھیوے تسّے ہو (۴)

لغت: دسے: نظر آئے۔ اوڑک: انتہا۔ مسلے: مسئلہ پریرے: دور بہت دور
ایہا: یہی وسّے: توقع رکھے، بھروسہ رکھے۔ معلم: معلوم، احساس۔ تسّے: اُسی کو۔

ترجمہ: ۱:- راہ فقر دور بہت دور ہے جس کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔
۲:- (جہاں انتہائے فقر اللہ ہے) وہاں نہ تو کوئی پڑھنا پڑھانا ہے اور نہ ہی وہاں مسئلہ (مسائل) اور قصہ ہائے (تمثیل) کی (گنجائش) ہے۔
۳:- یہی دنیا (تو) بت پرستی ہے اس پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔
۴:- (فقیری زندگی میں معنوی موت ہے) لہٰذا فقیری (اور) موت جس کے سر پر وارد ہوتی ہے وہی (اس کی تلخی اور واردات کو) سمجھتا ہے۔

---

(۱) و، ب، ہ، ع، خ

(۲) و - ٥ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ؏ نہ او تھے علم نہ پڑھی پڑھاون نہ او تھے مسئلے قصے ہو

(۳) و۔

• نسخہ ہ میں 'اے دنیا ہے' درج ہے۔ باقی نسخوں میں 'ایہہ ہے دنیا' درج ہے۔

(۴) و، ب، ہ، ن۔

تشریح: دل نہ دریا است کورا ساحلے پیدا شود — عشق راہے نیست کورا منزلے پیدا شود
ہمچو مجنوں سالہا در کنج صحرا خانہ کن — تاکہ از طرف بیابان محملے پیدا شود (۱)

بیت میں فقر اور فقیری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین سے اقتباسات قابل بیان ہیں۔

فقیر ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ فقر میں بہت بڑے بھید ہیں۔ صاحب جمعیت و فنا فی الذات فقیر کشف و کرامات کے بے جمعیت مقامات و درجات سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ "اللہ بس باقی ہوس"(۲)

؎ نہایت نیست راہے عشق را یار — تو یک رو باش و دست از کار بگذار (۳)

راہ عشق کی کوئی انتہا نہیں اے دوست تو اور مشاغل سے دھیان دور کر اور ایک طرف کا ہو جا۔
حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "قصہ خوانی اور افسانہ کہنے کی راہ اور ہے اور اللہ کے ساتھ یگانگت حاصل کرنے کی راہ اور ہے۔ (۴)

پھر فرمایا "فقیری درویشی نہ گفتگو میں ہے اور نہ پڑھنے لکھنے میں اور نہ مسئلہ مسائل اور نہ حکایات و قصہ خوانی میں ہے۔ بلکہ فقیری معرفت جاننے اور غرق فی التوحید واحدانیت ہو کر بیخودی حاصل کرنے ہوائے نفس اور گناہ شیطانی سے باز آنے میں ہے۔" (۵)

اور "فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو اور فقر اختیار کیا ہو اور سلطان الفقر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ (۶)

؎ شب تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا (۷)

---

(۱) نسخہ احمد جامی باہتمام منشی ظفر الدین مطبع اسلامیہ ناشران شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین کشمیری بازار لاہور۔ ص ۹۲
(۲) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۳ء ص ۳۶
(۳) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ مرتبہ چنن الدین لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۵۔ غزل ۳۵
(۴) قصہ خوانی و افسانہ دانی راہ دیگر است و یگانہ شدن فی اللہ ربانی راہ دیگر است (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ص ۹)
(۵) فقیری درویشی نہ در گفتگو۔۔۔تا۔۔۔معصیت شیطانی (سلطان باہو۔ عین الفقر حصہ دوم۔ شرح نظام الدین ص ۴۹)
(۶) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۶
(۷) حافظ شمس الدین شیرازی۔ دیوان حافظ محشی مرتبہ فیروز الدین صاحبزادہ۔ مطبع کانشی رام پریس لاہور۔ ۱۳۲۵ھ ص ۳

د۔ راتیں رتی نیندر نہ آوے دہاں رہے⊙ حیرانی ہو (۱) ٥

۹۸ عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ہو (۲)

کر عبادت پچھوتاسیں تیری زایا گئی جوانی ہو (۳) ٥

حق حضور انہاں ٥٥ نوں حاصل باھو جنہاں ملیا شاہ جیلانی ہو (۴)

لغت: گل: بات۔ پچھوتاسیں: تو پشیمان ہوگا۔ زایا: ضائع۔

ترجمہ: ۱۔ (طلب محبوب تو وہ ہے کہ) رات کو رتی (بھر) نیند نہ آئے (اور تمام) دن کو بھی حیرانی (طاری) رہے۔

۲۔ (اے طالب) عارف (اہل اللہ) کی بات عارف اہل اللہ ہی سمجھ سکتا ہے (کلام عارف کو) اہل نفس کیا سمجھیں۔

۳۔ (اسے طالب) اس چند روزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر ورنہ وہ وقت عنقریب ہے کہ تو اپنی جوانی (کو حرص و ہوا میں) ضائع کرنے پر پشیمان ہوگا۔

۴۔ اے باھو (معرفت) حق تعالیٰ) اور حضوری (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) تو (ان خوش نصیبوں) کو حاصل ہے جنہیں شاہ جیلان (سیدنا غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا توسل) مل گیا۔

---

(۱) ک۔ و ب ل میں (دہاں کی بجائے (دیہاں) ہے

٥ باقی نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ؎ راتیں رتی خواب نہ آوے دیہاں بہت حیرانی ہو

⊙ نسخہ و میں 'رہے' کی بجائے 'پھراں' درج ہے۔ (۲) ک، و، ع، ذ، ف،

(۳) و۔ یہ مصرعہ نسخہ ع، ف، ش، ن، و، م وغیرہ میں یوں ہے ؎ کر عبادت کہ حاصل تجھے ایویں ضائع گئی جوانی ہو

(۴) ک، ہ، ب، د میں یوں ہے ؎ میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا شاہ جیلانی

٥٥ نسخہ و، ذ، ف، ش وغیرہ میں 'تنہاں نوں' درج ہے اور ان میں 'حاصل' کا مصرعہ میں اضافہ نہیں ہے

تشریح:۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ راہ عشق میں رات کی نیند اچاٹ ہوگئی اور دن بھی حیرانی کے عالم میں گزرنے لگا۔ ہماری یہ کیفیات اور ہماری یہ باتیں بھلا سوائے کسی عارف کے کون سمجھ سکتا ہے۔ یہ کسی ناسوتی دنیا کے نفسانی شخص یا دنیا پرست انسان کا کام نہیں کہ سمجھ سکے۔

حافظ شیرازی اسی ضمن میں کیا خوب کہہ گئے ہیں

ے ز آشفتگی حال من آگاہ کے شود آنرا کہ دل نگشت گرفتار ایں کمند (۱)

اور پھر کیا خوب فرمایا۔

حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست کہ آشنا سخن آشنا نگہدارد (۲)

البتہ طالب راہ حقیقت کو سچی عبادت کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اور نہیں پیدا کیا میں نے جن کو اور آدمی کو مگر تو کہ عبادت کریں مجھ کو (۳)

اور اس عبادت کا مرتبہ جوانی اور طاقت کے وقت ہی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت وعرفان حق قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی زندگی یا عمر کے عروج کے وقت عبادت و عرفان کا بھی عروج ہونا چاہیئے۔ ورنہ سراسر وقت اور عمر کا زیاں ہے۔

اور آخر میں فرمایا کہ عرفان حق تعالیٰ انہیں کو حاصل ہوتا ہے جو راہ طریقت میں قدم رکھ کر سیدنا عبدالقادر جیلانی مرشد قادری کی رہبری حاصل کر سکیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ اگر کسی کو مرشد کامل اسم اللہ ذات کے تصور کے حاضرات اور ناظرات کے ذریعے حضرت محبوب سبحانی معشوق ربانی پیر دستگیر حضرت شاہ محی الدین سلطان عبدالقادر جیلانی کے حضور سے مشرف کر کے آنجناب سے تعلیم وتلقین دلائے اور آنجناب اس کی نوازش فرمائیں تو ہمیشہ مجلس میں حاضر رہے گا۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے حصہ ب کے بیت ۴۲ کی شرح اور حصہ ن کے بیت ۱۰۷ کی شرح دیکھئے۔

---

(۱) حافظ شمس الدین شیرازی۔ دیوان حافظ محشی مرتبہ صاحبزادہ فیروزالدین لاہور ۱۳۴۵ھ۔ ص ۱۵۲

(۲) حافظ شمس الدین شیرازی 〃 〃 〃 〃 ص ۳۱۸

(۳) وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ (الذاریات ۵۶)

(۴) سلطان باہو ۔ قرب دیدار۔ اردو ترجمہ چنن الدین لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۶۳ء ص ۴۸

ر راتیں نیݨ رت ہنجوں رووں تے ڈیہاں غمزہ غم دا ہو (۱)

۹۹ پڑھ توحید وڑیا تن اندر سُکھ آرام ناں سمدا ہو (۲)

سر سولی تے چا ٹنگیونے ایہو راز پرم دا ہو (۳)

سدھا ہو کو ہیوے باھو قطرہ رہے ناں غم دا ہو (۴)

لغت: وڑیا: داخل ہویا۔ سمدا: سوتا۔ ٹنگیونے: انہوں نے لٹکا دیا

ترجمہ: ۱:۔(عاشقان ذات) کی آنکھیں شب بھر (سوز فراق میں) خون کے آنسو روتی ہیں اور دن بھر بھی انہیں غم (جاناں) کا غمزہ (گھائل کئے) رہتا ہے۔

۲۔ (حضرت عشق) کلمہ (توحید و معرفت) پڑھ کر (ان عاشقان ذات کے) جسم میں داخل ہو چکا ہے اور (لمحہ بھر بھی) چین و آرام سے نہیں سوتا۔

۳۔ یہی راز عشق (تو) تھا کہ (منصور حلاج کا) سر (اہل شریعت نے) سولی پر لٹکا دیا۔

۴۔ اے باھو۔ راہ عشق میں سیدھے (بغیر کسی تذبذب کے) ذبح ہو جانا چاہیئے اور غم و اندوہ کا اندیشہ تک نہ ہو۔

---

(۱) ط، م، ف، ف۔

(۲) ط، ب، م، ف۔

(۳) و ک، ب، م، ط

٥ مذکورہ نسخوں میں سوائے و ک کے 'ایہا' درج ہے۔

(۴) ب، خ، ف، ش۔

تشریح :- در دلِ خیال وصلت در راہِ انتظار   شب و روز بیقرارم محبوب مرحبا (۱)

راہ انتظار پہ دل میں تیرے وصال کا خیال ہے۔ مرحبا اے محبوب میں دن رات بیقراری میں بسر کر رہا ہوں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عاشق سوزِ فراق میں بیقرار ہی رہتا ہے۔ اور یہ عشق وحدت ذات جب بھی اس جسم خاکی میں آیا۔ چین و آرام کی نیند ختم ہوگئی اور فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق تو سراسر قربانی کا نام ہے اس میں اولین کام اپنا سر قربان کرنا ہے۔

منصور حلاج کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہیں جو رازِ محبت ملا تو انہیں تختہ دار پر لٹکایا گیا اور دراصل یہی تو عشق میں پہلا قدم ہوتا ہے۔ عاشق کا کام موت سے پہلے مر جانے کا ہوتا ہے۔ گویا اپنی فنا کا اعلان کرنا ہوتا ہے۔ مگر منصور ایسے عاشق تھے جنہوں نے ہمیشہ کے لئے اپنی بقا کا اعلان کیا۔ تو اصولِ حق کے مطابق انہیں اسی دنیا میں سر دینا پڑا۔ کیونکہ وہ لازمی طور پر عاشق تو تھے ہی۔

اور پھر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جب یہ بات مقرر ہو گئی کہ عشق میں سر کو قربان کرنا ہی ہے تو پھر کسی تردد کے بغیر اور تسلی کے ساتھ راہ محبت میں قتل ہو جانا چاہیئے۔ اور یہاں ذبح ہو جانا ایسی تسلی اور بغیر تذبذب کے اختیار کرنا ہوگا۔ جس طرح اللہ کے پیارے نبی اسمٰعیل (۲) علیہ السلام نے قبول فرمایا۔

قرآن حکیم۔ اے باپ میرے کر جو کچھ حکم کیا جاتا ہے۔ شتاب پاوے گا تو مجھ کو اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والوں سے (۳)

---

(۱) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ مرتبہ جیفن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء۔ غزل ۹ ص ۵

(۲) اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ بن آذر بن ناخور (مطابق نسب نامہ رسول مقبولؐ۔ مطبع نولکشور ۱۹۰۱ء

(۳) قال یٰاَبتِ افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصّابرین۔ (پ ۲۳ ع ۶)

اور یا بغیر گھبراہٹ اور بغیر کسی بے چینی کے اپنا اور اپنے تمام کنبہ والوں کا سر کٹوا دینا حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے فقر شبیری رکھنے والے کا کام ہے۔ دراصل عشاق کا یہی قرینہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی وقت شہادت کیا کیفیت تھی —— آپ خاموش تھے اور خدا کی رضا پر راضی —— نہ کسی قسم کی گھبراہٹ، نہ بے چینی، صرف موت کا انتظار تھا اور اپنے والدین اور نانا کے پاس پہنچنے اور خدا کے دیدار کا اشتیاق۔ (۴)

حصہ ع کے بیت ۱۳۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔

---

(۴) عبدالرحمٰن شوق امرتسری۔ تاریخ اسلام جلد سوم۔ مطبوعہ لاہور ص ۵۳۸

۹۔ رات اندھیری کالی دے وِچ عشق چراغ جلاندا ھُو (۱) ⊙

۱۰ جیندی سِک توں دل چانیوے توڑیں نہیں آواز سناندا ھُو (۲) ⊙⊙

اوجھڑ جھل تے مارُ بیلے اِتھے دم دم خوف شیہاں دا ھُو (۳)

تھل جل جنگل گئے جھگیندے باھُو کامل نینہہ جنہاندا ھُو (۴)

لغت:۔ جلاندا: جلاتا ہے؛ روشن کرتا ہے جیندی: جس کی سِک: اشتہا۔ محبت نیوے: لے جاتے سناندا: سنائی دیتا اوجھڑ: جھاڑیاں جھل: جنگل مارو: ویرانے بیلے: جنگل (دریاؤں کی گذرگاہیں) شیہاندا: شیروں کا تھل: ریگستان جل: پانی جھگیندے: عبور کرتے گئے نینہہ: عشق جنہاندا: جن کا

ترجمہ:۔ ۱۔ (زندگی کی) تاریک اور سیاہ رات میں عشق چراغ (معرفت) جلاتا ہے (اور زندگی کی سیاہ رات کو روشن کرتا ہے)

۲۔ (عشق کا) اگرچہ آواز نہیں سنائی دیتا لیکن یہی تو عشق ہے (جسکی محبت دِل لے جاتی ہے۔

۳۔ اِس راہ عشق (معرفت میں) جھاڑیاں جنگل (خوفناک ویرانے) اور دریاؤں کی گذرگاہیں ہیں جہاں ہر دم (درندوں) شیروں کا خوف ہے۔

۴۔ اے باہو جن کا عشق کامل اور صادق ہے، وہ ریگستانوں، دریاؤں (اور) جنگلوں کی (صعوبتیں) طے کرتے ہوئے (منزل مقصود کو گامزن رہے)

---

(۱) ا۔ن ⊙ نسخہ میں "جلیندا" ہے۔ نسخہ ب میں "کریندا" درج ہے ⊙ نسخہ ع۔ف۔ش۔م۔ ز میں مصرعہ یوں ہے
ع رات اندھیری کالی دے وِچ عشق چراغ کراندا ھو۔ (۲)

(۲) ا ک ⊙ نسخہ ن میں "دکنوں دل نیوں" درج ہے ⊙⊙ نسخہ ع۔ف۔ش میں مصرعہ یوں ہے ع جیندی سک کنوں دل نیویں نہیں آواز سناندا ھُو۔

(۳) ن۔ب۔ف۔ذ۔ش۔د ⊙ نسخہ میں "شہینہ" درج ہے۔ ب ج میں مصرعہ یوں درج ہے ع ڈونگر ڈھور تے رِچھ بلائیں پوندا خوف شیہاندا۔ (۴) ع۔ن۔د۔ش۔ذ۔ف۔

تشریح : کفر، جہالت اور حرص و ہوس کی دنیا میں جو ظلمت اور گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا رہتا ہے وہاں پر روشنی کی کرن کسی صاحب عشق کے وجود و عمل سے ہی نظر آتی ہے۔ دنیا میں ہوا و ہوس کے اندھیرے میں عشق ہی ہے جو لوگوں کی رہنمائی کے لئے چراغ معرفت روشن کئے رہتا ہے۔ اور یہ عشق خدا کا راز ہے اور اسی کی عنایت ہے۔

فرمان الٰہی ہے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے طرف روشنی کی۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ کفر اور ہوا و ہوس کی تاریکی میں عشق ہی ہے جو ہدایت و معرفت کا نور روشن کئے ہوتا ہے۔ گویا دنیا میں کفر و جہالت کی تاریکی میں خال خال ایسے عشاق ذات کا وجود بھی ساتھ ساتھ قائم رہتا ہے جو حق و صداقت کا چراغ ٹمٹماتے ہوئے قائم رکھتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں ہمارا دل اسی ذات پاک کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔ جس کی آواز کو ہماری ظاہری قوت وسماعت سننے کی تاب نہیں رکھتی۔ لیکن اس کا آوازہ ہر سو و ہر کو' موجود ہے۔ اور اس راہ معرفت کے راہرو عاشق کو گویا جنگل و دریا کی ہر بلاؤں سے سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ایک تو ان کی راہ معرفت خود ایک کٹھن منزل ہے۔ اور دوسری طرف دنیا کی پُر ظلمت و تاریک حالت نت نئے مصائب پیدا کرتی ہے لیکن ان عشاق ذات کا جذبہ عشق کامل ہوتا ہے اور وہ ان ارضی وسمائی بلاؤں اور بحر ظلمات سے آخر کامیابی سے گزر جاتے ہیں۔

فرمان الٰہی ـــــ کہہ کون شخص نجات دیتا ہے تم کو اندھیروں جنگل کے سے اور دریا کے سے۔ (۲)

---

(۱) لیخرجکم من الظلمت الی النور (پ ۲۲ ع ۳)

(۲) قل من ینجیکم من ظلمت البر والبحر (پ ۷ ع ۱۴)

ر رحمت اُس گھر وچ وَسے جتھے بلدے دیوے ہو (۱)

۱۰۱ عشق ہوائی چڑھ گیا فلک تے کتھے جہاز گھتیوے ہو (۲)

عقل فکر دی بیڑی نوں چا پہلے پور بوڑیوے ہو (۳)

ہر جا جانی دِسے باھو جتول نظر کھیوے ہو (۴)

لغت :- بلدے : جلتے ہیں۔ روشن ہوتے ہیں۔ وَسے : برستی ہے۔ کتھے : کہاں گھتیوے : ڈالا جائے۔ بیڑی : کشتی۔ زورق۔ پہلے پور : علی الصبح، پہلی دفعہ پار جاتے ہیں بوڑیوے : ڈبو دینا چاہیے۔ جانی : محبوب، دِسے : نظر آتا ہے۔ جتول : جس طرف کھیوے : کی جاوے۔

ترجمہ :- ۱۔ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت (میرے) اس گھر میں برستی ہے۔ جہاں (عشق الٰہی) کے چراغ روشن ہو گئے ہیں۔

۲۔ (دریائے وحدت میں میرا) بادبان عشق فلک رسا ہو گیا ہے (اب میں عشق کے جہاز کو) کس جگہ لنگر انداز کروں۔

۳۔ (راہِ سلوک میں چاہیئے تو یہ کہ دریائے وحدت پار کرتے ہوئے) عقل اور فکر کی کشتی کو علی الصبح پہلی دفعہ پار جاتے ہوئے (دریائے وحدت میں) ڈبو دینا چاہیئے۔

۴۔ اے باھو (ماسوا اللہ کے فنا ہونے کے بعد) جہاں بھی نظر کی جاوے (ایک ہی ذات) محبوب دکھائی دیتی ہے۔

---

(۱) کا - وک

ذ، ف ٥ وک میں 'اِس' درج ہے۔ باقی تمام نسخوں 'اُس' لکھا ہوا ہے۔

(۲) ٭ - وک۔

٥٥ باقی تمام نسخوں میں بعد وک "گھتیوے" درج ہے۔ البتہ کا میں لفظ 'کھتیوے' درج ہے۔

(۳) ٭ (۴) ٭

تشریح : یہ بیت توحید طریقت کے مرتبہ توحید ذاتی سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ۹ کے بیت نمبر ۹ میں درج ہو چکی ہے۔

بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ بالخصوص اپنی ذات میں تجلیات اور انوار کی بارانِ رحمت کا بیان فرماتے ہیں۔ جس رحمت کے انوار سے جسم منور ہو گیا اور فرماتے ہیں اُن کے عشق کی پرواز ارفع ترین فلک کو پہنچ چکی ہے اس سے آگے عشق کے تیز رفتار جہاز کو کس سمت میں ڈالا جائے

عقل محدود ہے۔ عشق کی پرواز لامحدود ہے۔ اس لئے دریائے وحدت میں غوطہ زن ہونے والے عقل کوتاہ اندیش کو سب سے پہلے غرق آب کر دیتے ہیں۔

؎ ہر آں کس را کہ ایزد راہ ننمود ز استعمال منطق ہیچ نکشود (۱)

اور ؎ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (۲)

فقیر جب بقا حاصل کر لیتا ہے تو اسے ہر جگہ محبوب حقیقی کے جلوے ہی نظر آتے ہیں۔

قرآن ۔ فاینما تولوا فثمّ وجہ اللہ (۳)

چونکہ حق تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہیں لہٰذا وہ ہر چیز کے ساتھ بالذات موجود ہیں۔ تم جس طرف منہ پھیر دگے یا جس چیز کو پاؤ گے وہیں ذات الٰہی بھی موجود ہوگی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی معیت و حضور کے بغیر کوئی شے موجود نہیں ہو سکتی۔ (۴)

شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کی توجیہ میں فرماتے ہیں " ہر جا کہ ایستادہ روئے خود را بسوئے او گردانید و باو متوجہ شوید پس در ہموں مکان است حضور خدا و

---

(۱) بشکریہ ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔

(۲) اقبال ۔ بال جبریل

(۳) تم اپنا منہ جدھر پھیرو وہیں ذات اللہ کی (پ ۱ ع ۱۴)

(۴) میر ولی الدین قرآن و تصوف ۔

قرب او دہ (۵) لیکن یہ حقیقت اس وقت نظر آتی ہے جب فقیر اپنی ذات کو فنا کر دیتا ہے۔
اور محبوب حقیقی فقیر کو اس لئے بھی نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان اللہ علیٰ کل شئ شہید (۶)
حق تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ ہر چیز کے ساتھ حاضر ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ دیوان فارسی میں فرماتے ہیں،

ؐ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ نگر   درنخواندی او تو درقرآں نگر (۷)

پھر فرمایا۔

ؐ چوں اَیْنَمَا تُوَلُّوا اشد قبلہ حقیقت   جہتی دگر ندارم جز صاحب حقیقت (۸)

---

(۵) ' جہاں بھی کھڑے ہو جاؤ اپنا منہ اسی طرف کر دو اُسی سے متوجہ ہو جاؤ پس اسی جگہ خدا کا حضور اور قرب ہے ' (بشکریہ میر ولی الدین - قرآن و تصوف -)

(۶) (پ ۱۷ ع ۹)

(۷) سلطان باھوؒ۔ دیوان باھو فارسی۔ غزل نمبر ۲۲ ص ۱۰۔ مرتبہ چمن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء

(۸) سلطان باھوؒ۔ دیوان باھو فارسی - غزل ۲۴ - ص ۱۱ - مرتبہ چمن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء

ل۔ روزے نفل نمازاں تقوے سبھو کم حیرانی ہو (۱)

۱۰۲ انہیں گلیں رب حاصل ناہیں خود خوانی خود دانی ہو (۲)

ہمیش قدیم جلیندا ملیو سو یار، یار نہ جانی ہو (۳) ٥

ورد وظیفے تھیں چھٹ رہسی باھو جد ہو رہسی فانی ہو (۴)

لغت: سبھو: سارے۔ تمام۔ کم: کام۔ گلیں: باتوں سے۔

تھیں: سے جلینڈا: نبھانا۔

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش) نفل روزے رکھنا، نفل نمازیں پڑھنا اور پرہیزگار بنا رہنا یہ سب کام (نیکی و عبادت تو ہیں لیکن ان سے ایقان حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے) حیرانی (کا باعث) ہیں۔

۲۔ ان باتوں سے رب (تعالیٰ کا دیدار و معرفت) حاصل نہیں ہوتے (بلکہ) (ان باتوں سے نفس میں) انانیت (و خودستائی پیدا ہو جاتی ہے)

۳۔ ہمیشہ (سے) جو (ذات) قدیم تمہارے ساتھ بس رہی ہے وہ تمہیں حاصل ہے تو وہ دوست (حقیقی کیا) تیرا جانی دوست نہیں ہے۔

۴۔ اے باہو (فقیر سالک جب ذات حق میں) فانی ہو جاتا ہے۔ تب وہ ورد و وظائف سے سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔

---

(۱) ع، ذ، ف، م، ن۔

(۲) ع، ذ، ف، م، ن۔ (۳) ع، ذ

٥۔ ف۔ م۔ ذ میں یوں ہے ع ہمیش قدیم جلیندا ملیو سو یار یار نہ جانی ہو

و ج کے مطابق یوں ہے کہ نال ہمیش قدیم جلیندا ملیو سس یار نہ جانی ہو

و ک کے مطابق یوں ہے کہ ہمیش قدیم جلیندا ناہیں ملیس یار نہ جانی ہو

(۴) ع، ذ، ف، م، ن۔

تشریح: ظاہری عبادات صوم وصلوٰۃ میں باکثرت فضائل موجود ہیں۔ لیکن انہیں کے باعث انسان کو عرفان ذات حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں "جان لیجئے کہ نفس ظاہری عبادت، ذکر، فکر، مراقبہ، کشف وکرامات، وردو وظائف اور قرآن شریف کی تلاوت کو تو قبول کر لیتا ہے۔ اور اسی طرح کے نیک اعمال اور ثواب بھی، لیکن تصور اسم اللہ ذات جو کہ قرب ذات ہے اسے قبول نہیں کرتا" (۱)

پھر فرمایا "جب تو دیکھے کہ کوئی فقیر علم ذکر فکر ریاضت زہد تقویٰ میں بہت کوشش کرتا ہے اور تکلیف اُٹھا رہا ہے۔ جان لے کہ وہ ابھی گمراہی کے جنگل میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ جب تک وہ فنا فی اللہ کی حضوری کی توحید میں غرق نہ ہو جائے" (۲)

گویا اسم اللہ سے باطن کی نگرانی نہ کی جائے تو محض ظاہری عبادات سے تو نفس کو فربہی کے بغیر اور کچھ بھی حاصل نہیں۔ نفس کی فربہی سے خودستائی، خودفریبی اور غرور پیدا ہوتا ہے جو عبدیت وعرفان کے منافی ہے۔ وہ ذات قدیم جو ہمیشہ سے ہر انسان کے قریب ہے۔ اس کے عرفان اور پہچان کی کوشش ہونی چاہیئے۔ ورنہ قرب ازلی کے باوجود محرومی رہے گی۔ اور ذات قدیم کا عرفان حاصل کرنے کے لئے اور انانیت سے بچنا ہوگا نیز عبادات ظاہری پہ کوئی غرور نہ کرنا ہوگا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ظاہری عبادات جو سالک کو فریب نفس میں بھی مبتلا کر دیتی ہیں ان کی غایت یعنی تزکیہ نفس کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ جس کے بعد عرفان نفس اور

---

(۱) "باید دانست کہ نفس با عبادت ظاہری و با ذکر و فکر مراقبہ مکاشفہ با کشف کرامات وردو وظائف تلاوت قرآن شریف قبول کند۔ ایں چنیں ہر یک نیک اعمال ثواب ہرگز قبول نکند تصور اسم اللہ ذات قرب مع اللہ"

(سلطان باھورحؒ۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۲۹)

(۲) "چوں بینی کہ فقیر در علم ذکر و فکر ریاضت زہد و تقویٰ رنج بسیار کشد بدانکہ ہنوز در بادیہ ضلالت حجاب است تا آنکہ غرق توحید حضور فنا فی اللہ نرسد"

(سلطان باھورحؒ۔ حجت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۱)

عرفان ذات حاصل ہو سکتا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ عرفان ذات حاصل کر کے سالک مقام فنا حاصل کرلے تو جملہ وردو وظائف اور ظاہری عبادات کے مراحل سے گزر سکتا ہے۔

فرمایا۔ جب تک واصل اللہ عاشق کو علم، ذکر، فکر، مقامات کشف و کرامات سب کچھ بھول نہیں جاتا حق حاصل نہیں ہوتا۔ (۳)

پیر دستگیر محی الدین جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں من اراد العبادۃ بعد الحصول فقد کفر واشرک باللہ تعالیٰ۔ یعنی جس نے حصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا گویا اس نے کفرانِ نعمت کیا اور اللہ تعالیٰ سے شرک کیا۔ (۴)

---

(۳) سلطان باھو۔ محبت الاسرار ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور۔ ۱۹۶۶ء ص ۲۸

(۴) سلطان باھو۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو چمن الدین لاہور۔ ۱۹۶۶ء ص ۲۸

ز   زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دِل دا پڑھدا کوئی ہو (۱)

۱۰۳ . جتھے کلمہ دل دا پڑھیئے اُتھے ملے زبان ناں ڈھوئی ہو° (۲)

دل دا کلمہ عاشق پڑھدے کی جانّن یار گلوئی ہو°° (۳)

ایہہ کلمہ اسانوں پیر پڑھایا باھو میں سدا سوہاگن ہوئی ہو◎ (۴)

لغت :- ڈھوئی : گنجائش   گلوئی : محض باتیں کرنے والے
سہاگن : نیک بخت ۔

ترجمہ :- ۱- زبان سے تو کلمہ (طیب) ہر شخص پڑھتا ہے۔ لیکن دل سے کلمہ (طیب) کوئی (عارف کامل ہی) پڑھتا ہے۔

۲- جہاں (نفی اثبات کی ماہیت و کنہہ کے عرفان) دل سے کلمہ (طیب) پڑھا جائے وہاں زبان (یا قیل و قال) کی گنجائش ہی نہیں۔

۳- کلمہ (طیب) دل سے (تو محض) عاشقان (ذات) ہی پڑھتے ہیں۔ زبانی باتیں بنانے والے یار (کلمہ طیب کے راز کو) کیا سمجھیں۔

۴- اے باہو- یہ کلمہ (دل) (جو کہ عاشقان ذات پڑھتے ہیں) مجھے پیر (کامل) نے پڑھایا ہے (اسی لئے) میں دائماً نیک بخت ہوں۔

---

(۱) ل ۲   (۲) ل

۰ - ۶ میں یوں ہے ع جتھے کلمہ دل دا پڑھیے اوتھے جیبھ ملے نہ ڈھوئی ہو
۵ میں یوں ہے ع جتھے کلمہ دلوں پڑھیوے زبان ملے نہ ڈھوئی ہو

(۳) ل ۰۰ ۶ میں یوں ہے ع دل دا کلمہ عاشق پڑھدے کیہہ جانن یار گلوئی ہو
ب خ ف ش د ن ۴ میں یوں ہے ع دل دا کلمہ عارف پڑھدے کی جانے یار گلوئی ہو

(۴) ل ک ◎ ۵ میں یوں ہے ع اسانوں کلمہ پیر پڑھایا باہو میں سدا سوہاگن ہوئی ہو
۶ . ف ش، ذ، ز، د، ن، م میں یوں ہے ع کلمہ یار پڑھایا باہو میں سدا سوہاگن ہوئی ہو

تشریح : یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ۲ کے بیت نمبر ۱۹ میں بیان ہو چکی ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "زبانی اقرار تو ہر شخص کرتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کی دلی تصدیق کون کرتا ہے۔ اور اس تصدیق کی توفیق کا کیا طریق ہے۔ وہ توفیق صدقِ صدیق سے حاصل ہوتی ہے۔ فقیر پہلے ہی روز علم تصدیق اور علم دیدار کا سبق پڑھتے ہیں" (۱)

پھر فرمایا "واضح رہے کہ عوام کا کلمہ رسمی لحاظ سے پڑھنا اور ہے اور قرب اللہ والے کا کلمہ پڑھنا اور ہے۔ اس قسم کے ذاکر خاص ہی ہیں اور وہی ہوتے ہیں جو توحید سے آگاہ ہوتے ہیں جو شخص کلمہ کو نفی کی کنہ سے پڑھتا ہے اور لآ الٰہ کہتا ہے وہ بیخود ہو جاتا ہے اور موتوا قبل ان تموتوا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور نفس کو فنا کر دیتا ہے۔ اور جب اثبات الّا اللہ کہتا ہے تو روح کو بقا حاصل ہوتا ہے۔ خدا سے اسے جواب باصواب اور الہام ہوتا ہے اور اللہ کی دید میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ اپنے پروردگار کو اس وقت یاد کرو جب کہ تو بھول جائے (۲)

اور جب محمد رسول اللہؐ کہتا ہے تو صاحب حضوری ہو جاتا ہے۔ (اس قسم کا کلمہ پڑھنا اہل تصدیق کو حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اے علیؓ اپنی آنکھیں بند کرو اور اپنے دل میں لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سُن (۳)

---

(۱) از زبان اقرار ہر کس خواند و ہمہ کس میداند... تا فقیران روز اول از علم تصدیق و از علم دیدار سبق میخوانند

(سلطان باھوؒ - امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۲۲ھ - ص ۱۳۵)

(۲) واذکر ربکّ اذا نسیت (۱۵ ع ۱۶) اور یاد کر پروردگار اپنے کو جب بھول جاوے۔

(قرآن مجید عکسی مترجم شاہ رفیع الدین - ص ۳۵۷)

(۳) حدیث : غمض عینیک یا علی واسمع فی قلبکَ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ۔

(بشکریہ سلطان باھوؒ۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ - ص ۱۹)

حدیث شریف میں ہے کہ کلمہ گو تو زیادہ ہیں لیکن مخلص بہت کم ہیں (۴)
پس یہ طریقہ نفی اثبات کی توفیق سے حاصل کرنا ہے۔ اسم اللہ کے حاضرات سے کامل قادری کو قوت حاصل ہوتی ہے" (۵)

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کی کنہہ ہمیں مرشد کامل کے پڑھانے سے اس طرح حاصل ہوگئی کہ اب ہمیں سعادت ابدی حاصل ہوگئی ہے۔

ع جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

---

(۴) حدیث: قائلون لا الٰہ الا اللہ کثیراً و مخلصون قلیلاً۔

(بشکریہ سلطان باہو۔ تیغ برہنہ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۹)

(۵) سلطان باہو رح۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۹

" بدانکہ کلمہ رسم رسوم خواندن عوام را راہ دیگر است واز قرب اللہ دیگر ۔۔۔تا۔۔۔ پس این طریقہ حاصل بانوفیق نفی اثبات از حاضرات اسم اللہ ذات قوت قادری کامل است "

ز۔ زاہد زہد کریندے تھکے روزے نفل نمازاں ھو (۱)

۱۰۴ عاشق غرق ہوئے وچ وحدت اللہ نال محبت رازاں ھو (۲)

مکھی قید شہد وِچ ہوئی کیا اُڈسی نال شہبازاں ھو (۳) ٥

جنہاں مجلس نال نبیؐ دے باھو سوئی صاحب نازنوازاں ھو (۴) ⑤

لغت: اُڈسی : اُڑے گی۔ سوئی : وہی

ترجمہ :۔ ۱۔ زاہد زہد کرتے ہوئے اور نوافل روزے اور نوافل نمازیں (ادا کرتے کرتے) تھک گئے (لیکن معرفت ذات تک نہ پہنچ سکے)

۲۔ عاشقان (ذات) محبتِ الٰہی) کے رازوں کے ساتھ وحدت (اللہ تعالیٰ ذات) میں جا کر ڈوب گئے (اور فنا ہو گئے)

۳۔ (طالب حرص وہوا جو کہ بمصداق) مکھی (لذت دنیا کے) شہد میں مقید ہے۔ وہ شہبازانِ (طریقت) کے ساتھ (عالم لامکان میں) کیا پرواز کر سکے گا۔

۴۔ اے باہو۔ صاحبانِ نازونواز (معرفت) تو وہ (خوش نصیب) ہیں جنہیں نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی مجلس (حضوری) حاصل ہے۔

---

(۱) و، ج، م، ذ، ف

(۲) و، ب، ذ، ف، ق۔

(۳) و

٥ ک میں یوں ہے کہ مکھی قید شہد وچ پھاتی کیا اُڈسی نال شہبازاں ھو
اکثر نسخوں میں مصرعہ سے قبل لفظ "جیڑی" کا اضافہ ہے

(۴) و

⑤ باقی تمام نسخوں میں "نازنوازاں" کی بجائے "رازنیازاں" درج ہے۔

تشریح: طبقہ زہاد اپنی ریاضت و عبادت کے باوجود حجاب میں رہتے ہیں اور عشاق ذات ہمیشہ دریائے وحدت میں مستغرق رہ کر اللہ جل شانہٗ کے راز و نیاز میں محو ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "واضح رہے کہ فنا فی اللہ کا مقام چودہ طبق میں نہیں ہے۔ توحید کہاں ہے؟ جہاں پر خدا ہے۔ خدا کہاں ہے؟ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم کہاں ہیں ہم خدا کے ساتھ ہیں۔ چودہ طبق کے مقامات پیاز کے پردہ کی طرح ہیں۔ جو محض پوست ہیں۔ اور فقیر کا مقام توحید ہے جو دوست ہیں۔ اہل مقامات اہل پردہ ہیں جو کل کے امیدوار ہیں اور فقیر صاحب عشق نور ہے۔ جو دن رات استغراق وحدت میں مسرور ہے"۔ (۱)

پھر فرمایا" اولیاء اللہ کی روحیں مستغرق توحید رہتی ہیں اور انہیں لقائے الٰہی ہوتا ہے (۲)

پھر فرمایا" فقیر (عاشق) کا مرتبہ فنا فی اللہ ہے۔ وہ حیّ قیوم کی ذات وحدت میں ہمیشہ غرق رہتا ہے"۔ (۳)

بیت میں حرص و ہوا کے طالبوں کو مکھی سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ بھلا دنیا کی آلودگیوں میں ملوث مگس صفت کس طرح شہباز صفت عاشق کے برابر ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں "جان لے کہ عشق کی پرواز بہت بلند ہے۔ مکھی اگر کتنی ہی دفعہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلاتی رہے اور سر مارتی رہے پروانہ وار شہباز کے مقام تک کب پہنچ سکتی ہے۔ (۴)

پھر فرمایا" حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے، دنیا مکر ہے، سو مکر سے یہ حاصل

---

(۱) بدانکہ مقام فقیر فنا فی اللہ در چہار دہ طبق نیست' غرق درمقام توحید است ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ باستغراق وحدت شب و روز سرمداست ۔ سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ ہجری ۔ ص ۱۵

(۲) روحانی اولیاء اللہ مطلق مرتبہ غرق توحید معرفت وحدت ربوبیت دیدار لقا است ۔ سلطان باہو فضل اللقاء مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۵

(۳) فقیر فنا فی اللہ است غرق توحید حیی قیوم است (سلطان باہو ۔ کلید التوحید ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۲)

(۴) دانی کہ ذکر عشق در بلندی پرواز، مگس اگر دست مالد سر زند ہزار بر پر نرسد منصب مراتب پروانہ شہباز سلطان باہو ۔ عین الفقر حصہ دوم ۔ شرح نظام الدین ص ۳۵

ہوتی ہے۔" (۵)

اہل مکر کو اہل حضور سے کیا تعلق، کیونکہ مکھی شہباز کے ساتھ نہیں اُڑ سکتی۔" (۶)

ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "نفس کی قید میں اہل نفس مکھی کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ شہباز کی پرواز کو نہیں پہنچ سکتے۔" (۷)

پھر فرمایا" جو شخص خواہشات نفس کو ترک کردیتا ہے۔ اسے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرف باریابی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور ایسا شخص روشن ضمیر ہوتا ہے۔ دونوں جہان کا تماشا آئینہ کی طرح کرتا ہے۔ خوش آمدید اور مرحبا ہے ایسے شخص کے لئے۔" (۸)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی حضوری سے نوازشات پانے والے عشاق کے بارے میں حضرت سلطان العارفینؒ کی مختلف کتب سے مزید اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

فرماتے ہیں" مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ ہر خاص و عام کی زبان میں اسم ذاتی ہے۔ اور حافظ قرآن ہیں اور تلاوت کرتے ہیں۔ اور مسائل فقہ کے عالم ہیں۔ اور پھر ان کے دل سے جھوٹ ونفاق ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان کے وجود سے حرص، حسد اور کبر کیوں دور نہیں ہوتے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص سے نہیں لیتے اور کلام الٰہی لِلّٰہ نہیں پڑھتے اور بادِ صرصر کی طرح 'ہُو' اللہ اکبر کہہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اسم اللہ ذات کلام الٰہی اخلاص سے پڑھے یا سُنے تو اس کا نفس فنا ہوجاتا ہے اور اسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیشہ کے لئے حضوری حاصل ہوجاتی ہے۔" (۹)

---

(۵) الدنیا زود لا یحصل الا بالمزور دبشکریہ سلطان باہوؒ۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو چنن الدین لاہور۔ ص ۵۲)

(۶) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ص ۵۳

(۷) در قید نفس اہل نفس شل مگس اگرچہ پر دلشہباز نمیرسد۔ سلطان باہوؒ۔ امیر الکونین بکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۳

(۸) ہر کہ قطع کند از نفس ہوا حاضر شود بمجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر کہ قطع کند از نفس ہوا روشن ضمیر گردد مثل آئینہ رونما تماشا نگران ہر دو جہان خوش آمد مرحبا۔ سلطان باہوؒ کلید التوحید۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۹

(۹) سلطان باہوؒ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۶ء ص ۷۱

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "قادری رازِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے اسے حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اور صاحبِ مستیٔ حال ہوتا ہے۔ رازِ الٰہی کا رازدان اور غرقِ نور ہوتا ہے۔ مجلس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتا ہے۔ وہ ظاہر میں ویران اور باطن میں آباد ہوتا ہے۔ وہ صاحبِ وصال اور قیل وقال سے لب بستہ ہوتا ہے۔ وہ لازوال احوال کا واقف کار ہوتا ہے۔ وہ فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ اور اولیاء اللہ ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں ہے کہ 'اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو۔'(10)
نیز آیتہ کریمہ میں وارد ہوتا ہے 'بیشک اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی غم ورنج وخوف نہیں'(11)
اور حدیث شریف میں ہے کہ 'جب تمام منازل فقر طے ہو جاتے ہیں۔ پھر باقی رہا وہ اللہ(12)
نیز حدیث شریف میں ہے کہ 'فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا سوائے اللہ کے(13)
مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو فَفِرّوا الی اللہ (14)
یعنی اللہ کی طرف بھاگو کو ففروا من اللہ یعنی اللہ سے بھاگو سمجھتے ہیں۔ وہ معرفت مولیٰ نہیں جانتے اور دعویٰ حضوری کا کرتے ہیں۔ وہ معرفت مولیٰ سے دور ہوتے ہیں۔ وہ کشف کرامات اور استدراج میں مغرور ہوتے ہیں اور طلب دنیا میں خراب ہوتے ہیں"۔ (15)

---

(10) قرآن (26 ع 8) واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو۔

(11) قرآن (یونس۔ 62) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

(12) اذا تم الفقر فہو اللہ (بشکریہ سلطان باہو۔ گنج الاسرار مکتوبہ 1306ھ ص 6)

(13) الفقراء لا یحتاج الا الی اللہ۔ (بشکریہ سلطان باہو۔ گنج الاسرار مکتوبہ 1306ھ ص 6)

(14) قرآن (27 ع 2) ففروا الی اللہ۔ پس بھاگو طرف اللہ کی۔

(15) سلطان باہو گنج الاسرار۔ مکتوبہ 1306ھ ص 7۔ "عجب دارم ازاں قوم... تا .... آری معرفت مولیٰ ندیداند وخود را میدانند حضور را زمعرفت مولیٰ دور ودر کشف وکرامات واستدراج مغرور در طلب دنیا خراب"

سَو سَو روزے سے نفل نمازاں سے سجدے کر کر تھکے ہو (۱)

۱۰۵ سَو واری مکّے حج گزارن دل دی دوڑ نہ مکّے ہو (۲) ٥

چلّے چلیئے جنگل بھونا اِس گل تھیں ناں پکّے ہو (۳) ٥٥

سبھے مطلب حاصل ہوندے باھو جد پیر نظر اِک تکّے ہو (۴) ⊙

لغت: تھکے: تھک گئے۔ بھونا: پھرنا۔ پکے: پختہ ہوتے۔ تکے: دیکھے۔ گل: بات

ترجمہ:- ۱۔ سینکڑوں (زاہدان ظاہر حصول معرفت کے لئے) نفلی (روزے) اور نفلی نمازیں اور سینکڑوں سجدے کر کر کے تھک گئے۔

۲۔ انہوں نے سینکڑوں بار مکہ (المکرمہ) کا حج بھی گزارا - لیکن (ان کے) دل کی دوڑ تھی کہ نہ پہنچی (اور انہیں سکون و عرفان حاصل نہ ہوا۔)

۳۔ (ان زاہدوں نے) چلّے (بھی کاٹے) (اور) چالیس چالیس روز (نفس کو بھوکا بھی رکھا) جنگلوں میں بھی پھرے (لیکن) ان باتوں (سے بھی انہیں راہ معرفت میں) پختگی حاصل نہ ہوئی۔

۴۔ اے باھو - (یہ) سب مطالب (معرفت) (اس وقت) حاصل ہو جاتے ہیں - جب مرشد (کامل) (صرف) ایک نگاہ (رحمت) سے دیکھے۔

---

(۱) ل، لا، ک، ع، ف، ش، ز، و، ی

(۲) ع، د، ذ، ف، ش، ز، م

٥ نسخہ ب میں 'حج' سے پہلے 'دی' کا اضافہ ہے۔

(۳) ع، ذ، ف، ش، ز، م

٥٥- نسخہ د میں یوں ہے: چلّے چلیئے جنگل بھونا ایہہ گل نہ ڈھیم پکے ہو

(۴) ل، ج۔

⊙ باقی تمام نسخوں 'سبھے' کی بجائے 'سب' درج ہے۔

تشریح: بیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ سینکڑوں نوافل، نماز و روزہ اور حج کی ادائیگی سے بھی دل کو عرفانِ حق حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ ریاضتوں اور دشت نوردی سے یہ مقصود ملتا ہے۔ عبادت و اطاعت کے لئے ہم چاہے مکّہ تک بھی پہنچ جائیں مگر ہمارا دل صفائے قلب نہ ہونے کی وجہ سے مکّہ سے دور رہتا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ نفس زیادہ علم پڑھنے، ریاضت، تقوےٰ، عبادت، تلاوت، نماز، نوافل، مسائل، علم فقہ، اطاعت، تصرف فی سبیل اللہ حج اور غزا سے فنا نہیں ہوتا۔ بلکہ مذکورہ بالا افعال میں سے ہر ایک فعل سے نفس میں فتنہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اسے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ نفس ہرگز تابع نہیں ہوتا۔ اور نہ مرتا ہے۔ ننگ و ناموس کی لذت، غوغا، غلاظت، نجس، نجاست اور غفلت دنیا سے یہ منصوبہ باز اور صاحب فراست ہوجاتا ہے۔ کیونکہ نفس حیلہ جُو اور مکار ہے۔ اور وہ صرف رجوعات خلق کے لئے حیلہ اور خلوت اختیار کرتا ہے۔ یہ خلوت میں خطرات کا مصاحب اور شیطان کا یگانہ بن جاتا ہے۔ اور رحمان سے بے گانہ ہوجاتا ہے۔" (۱)

البتہ یہ دل کا معاملہ طے پاجاتا ہے۔ جب مرشد کامل نظرکرم کی ایک توجہ طالب حق پر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا "طریقۂ قادری میں یہ کمال ہے کہ کامل (مرشد) جب طالب کو بیعت کرتا ہے تو ایک توجہ اور نظر سے اسے فقر کی معرفت عطا کر دیتا ہے اور حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتا ہے۔" (۲)

"صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں کہ قدیم سے رسم چلی آتی ہے اور تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں مثلاً غرور، نخوت، عجب، ریا، کبر، حرص، طمع، شہوت، طلب جاہ وغیرہ جو امراض مہلکہ ہیں سے پاک وصاف ہونا اور نماز کو حضور قلب وخشوع وخضوع سے ادا کرنا،

---

(۱) باید دانست کہ نفس بہ بسیار علم خواندن و باریاضت تقوٰی و با تلاوت قرآن نماز و نوافل و با مسائل عظیم علم فقہ و با طاعت تصرف فی سبیل اللہ و باحج غزا نگردد فنا۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ یگانہ شیطان و بیگانہ از رحمان شود۔

سلطان باھوؒ۔ توفیق الہدایت۔ مکتوبہ ۱۲۲۴ھ۔ ص ۱۴۴، ۱۴۵۔

(۲) در طریقہ قادری کمالیت است کہ دست بیعت کند و طالب مرید را با توجہ و بنظر میرساند بمعرفت فقر تام و داخل کند بمجلس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (سلطان باھوؒ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۴۵)

جس کو حدیث نبوی علیہ السلام ان تعبد کانک تراہ (۳) میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شیخ کامل کی تربیت کے سوا ممکن نہیں (۴)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "سنو! پارسائی اور زیادہ علم حاصل کرنا کوئی فرض نہیں البتہ گناہوں سے بچنا فرض ہے۔ پارسائی اور علم تو اس کا ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔ اور یہ فرض ہے ورنہ کوئی شخص اگر تمام رات نماز ادا کرتا رہے اور تمام روز روزہ میں گزارے۔ اور ایک گناہ سے بھی نہ بچے۔ تو ان (عبادات) کا کوئی فائدہ نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ایسا استاد (رہبر) جو دنیا کا طالب ہو اس سے علم نہیں حاصل کرنا چاہیئے۔" (۵)

پھر فرماتے ہیں "ریاضت، صوم صلوٰۃ حج زکوٰۃ کیا یہ سب امور نفس کے خلاف ہیں اور کیا ان سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں۔ کیا ذکر، فکر، مشاہدہ، مجاہدہ، مراقبہ، محاسبہ، وصال حضوری تو خلاف نفس ہیں اور کیا ان سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں۔ کیا ورد و وظائف، تسبیح، تلاوت قرآن مجید اور مسائل فقہ کا بیان کرنا بھی تو خلاف نفس ہے۔ کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں۔ نمد پوشی، دلق پوشی خلق سے الگ رہنا، خاموشی اختیار کرنا، عادات نیک پیدا کرنا یہ بھی خلاف نفس ہیں۔ کیا ان سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں۔ اچھا چلہ کشی، گوشہ نشینی۔ اپنے حال کو پریشان رکھنا۔ تمام اشیاء کی لذت سے

---

(۳) اعبداللہ کانک تراہ ان لم تکن تراہ فانہ یراک واحسب نفسک مع الموتیٰ واتق دعوۃ المظلوم فانّھا مستجابۃ۔ بحوالہ (ابونعیم فی الحلیہ) ترجمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو۔ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۴۴ علامہ سیوطیؒ) اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور مظلوم کی آہ سے ڈر کیونکہ وہ مقبول ہوتی ہے۔ (بشکریہ نور سلطان القادری مہتمم جامع انوار باھو۔ بھکر)

(۴) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۴۴

(۵) بشنو پارسائی و علم بسیار خواندہ فرض نیست۔۔۔تا۔۔۔۔ از استاد طالب دنیا علم نباید خواند۔ (سلطان باھوؒ۔ عین الفقر۔ حصہ دوم شرح نظام الدین۔ ص ۴۱)

باز رہنا یہ بھی تو خلاف نفس ہے۔ کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں۔ اچھا علم دین کی تعلیم و درس و تدریس اور خداشناس ہونا بھی خلاف نفس ہے۔ کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ نہیں، بھوک کی حالت میں نفس کتّے کی طرح ہوتا ہے اور شکم سیری کی حالت میں نفس گدھے کی طرح ہوتا ہے اگر گناہ کرنے کے وقت نفس کے سامنے خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اور اولیاء اللہ و تمام انبیاء و صلحاء کا اور آیات قرآنیہ کا۔ روایات ہول حشر و نشر و حساب و عذاب قبر و میزان پلصراط و مسائل ترہیب و ترغیب کے بھی پیش کئے جائیں۔ تو بھی یہ موذی (نفس) باز نہ آئے گا۔ اور گناہ سے دستبردار نہیں ہو گا۔ سوائے توفیق الٰہی کے اور وسیلہ مرشد کامل مکمل کے" (۶)

---

(۶) ریاضت صوم صلوٰۃ است حج مال زکوٰۃ خلاف نفس است نفس بمیرد گفتم نی، .... تا .... گرسنگی نفس سگ دیوانہ است و در حالت سیری نفس خر است .... تا .... از معصیت نفس باز نگردد مگر بتوفیق الٰہی و بوسیلت دست بیعت مرشد کامل مکمل۔

سلطان باھوؒ۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۹۳-۹۸

س۔ سبق صفاتی سوئی پڑھدے جو وت ہیٹھے ذاتی ہو (۱)

۱۰۶ علموں علم انہاں نوں ہویا جیہڑھے اصلی تے اثباتی ہو (۲)

نال محبت نفس کٹھو نے کڈھ قضا دی کاتی ہو (۳)

بہرہ خاص انہاں نوں باھو جنہاں لدھا آب حیاتی ہو (۴)⊙

لغت : ہیٹھے : کمزور کٹھونے : ذبح کیا۔ کاتی : چھری۔ بہرہ : حصّہ

ترجمہ : ۱۔ (اے درویش علم معرفت میں اللہ تعالیٰ کے عرفان کا) صفاتی سبق تو (وہ طالبانِ ناقص پڑھتے ہیں۔ جو کہ (حصول علم معرفت) ذات میں کمزور ہوجاتے ہیں۔

۲۔ علم (ذات کا) علم تو ان (خوش نصیب اور بلند ہمت سالکوں کو حاصل) ہوا ہے جو کہ اصل (ذات میں محو ہوکر) اثبات (ذات) (الا اللہ میں محو ہوکر لافانی) ہو گئے۔

۳۔ (یہی وہ عارفان ذات ہیں)، جنہوں نے خنجر قضا و قدر کو نکال کر محبت (ذات) میں (اپنے) نفس اور خواہشات ماسوا اللہ کو ذبح کر دیا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (مقام فقر معرفت ذات کا) حصہ خاص تو ان خوش نصیبوں کو حاصل ہے جنہوں نے (فنائے نفس پاکر) آب حیات حاصل کر لیا ہے۔

---

(۱) ب، ۶، ف، ش، ذ (۲) ب۔ ا ک۔ ۶، ف، ش، ذ

ہ سوائے ا ک کے اور کسی نسخہ میں 'جیڑھے' کا لفظ تحریر نہیں۔

(۳) ب، ۶، ف، ش، ذ

(۴) ا ک

⊙ باقی تمام نسخوں میں مصرعہ یوں ہے ؎

پر باہو بہرہ خاص انہاں نوں ہویا جنہاں لدھا آب حیاتی ہو۔

تشریح : بیت میں حضرت سلطان العارفین اُسی کو ہی پختہ کار گردانتے ہیں جو عرفان ذات حاصل کرتا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ "دنیا کا طالب اور دنیا کی طلب سراسر جہالت ہے اور اللہ تعالیٰ کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی طلب سراسر علم ہے"۔ (۱)

قرآن شریف میں وارد ہوتا ہے "جو شخص مقام ربوبیت سے خوف کرتے ہوئے نفس کی خواہشات کو روک لے۔ اس کا مقام جنت الماویٰ ہوگا۔" (۲)

حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا فنا کی حد تک (یعنی فنا کر دیا) تو اس نے اپنے نفس کو پہچانا بقا کی حد تک (یعنی مالک حقیقی کے ساتھ باقی ہونے کا یقین کر لیا" (۳)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب و معیت حاصل کرنے کے لئے جو اہل سلوک صفات الٰہی کو ہی اپنا مقصد سمجھ بیٹھتے ہیں وہ دراصل "ذات الٰہی" کو نہیں پا سکتے۔ قرب الٰہی درحقیقت قرب "ذات" ہے نہ کہ "صفات"۔ شیخ علی المہائمی (۴) اپنی تفسیر تبصیر القرآن میں آیۃ نحن اقرب الیہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ "حق تعالیٰ کی قربت خلق سے مکانی، زمانی اور نسبی نہیں بلکہ ذاتی قربت ہے۔ بغیر اختلاط و حلول و اتحاد کے"۔ (۵)

---

(۱) طلب دنیا طالب دنیا ہمہ جہل است و طلب اللہ و طالب اللہ ہمہ علم است۔

(سلطان باھو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۲۴۸ھ ص ۴۷)

(۲) قرآن: من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ (النجم۔ ۲۷)

(۳) حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء۔

نقل از شرح عین العلم۔ ملا علی قادری) بشکریہ سلطان باھوؒ کلید التوحید۔ مکتوبہ ۱۳۰۷ھ

(۴) شیخ علی بن احمد المہائمی۔ مہائم۔ دکن۔ وفات ۸۳۵ (مطابق خزینۃ الاصفیاء۔ ج ۲۔ ص ۳۰۹)

(بشکریہ صاحبزادہ نور سلطان قادری۔ مہتمم جامعہ انوار باھو۔ جھکر۔)

(۵) شیخ علی المہائمی۔ تبصیر القرآن۔ لا بالمکان ولا بالزمان ولا بالنسبۃ بل بالذات من غیر اختلاط ولا حلول ولا اتحاد" (ج ۲ ص ۲۹۳)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اسی حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں کہ قرب الٰہی سے مقصد قرب ذات ہی ہے۔ اور جو خوش نصیب تمام اللہ سے قطع تعلق کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات کر لیتے ہیں۔ درا صل صحیح علم انہوں نے ہی حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد وہ حق تعالےٰ سے قرب رکھنے والے اپنے نفس کو بھی ایک اللہ سمجھتے ہوئے اس کی گردن زنی کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح اصل "ذات" سے قرب حاصل کر کے ہمیشہ کی بقا پا لیتے ہیں۔

ے دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔۔۔ وندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

بیخود از شعشعۂ پر تو ذاتم کردند ۔۔۔ بادہ از جام تجلّی بصفاتم دادند (۶)

---

(۶) حافظ شمس الدین شیرازی۔ دیوان حافظ (مشی) مرتبہ فیروز الدین صاحبزادہ۔ لاہور۔ ۱۳۳۵ھ۔ ص ۱۹۹

س سوز کنوں تن سڑیا سارا میں تے دُکھاں ڈیرے لائے ہو (۱)

۱۰۷ کوئل وانگ کوکیندی وتاں ناں وَنجن دن اضائے ہو (۲) ٥

بول پپیہا رُت ساونْ آئی متاں مولا مینہ وسائے ہو (۳)

ثابت صدق تے قدم اگوہاں باھو رب سکدیاں دوست ملائے ہو (۴) ۞

لغت: وانگ: کی طرح ۔ کوکیندی: فریاد کرتی ۔ وتاں: پھر رہی ہوں ۔ متاں: شاید: خدا کرے۔ وسائے: برسائے ۔ رت: موسم ۔ ونجن: جائیں ۔ ہوویں ۔ اضائے: ضائع ۔ ملائے: دلاتی ہے ۔ سِک: ملنے کی آرزو ۔ کوئل: ایک پرندہ ۔ پپیہا: پرندہ

ترجمہ:(۱) میرا سارا جسم سوز (عشق) سے جل گیا ہے ۔ مجھ پر تو دکھوں نے ڈیرے لگائے ہوئے ہیں

۲۔ ہیں (پیاس دیدار) میں کوئل کی طرح فریاد کرتی پھر رہی ہوں (تاکہ یہ چند روزہ زندگی اور باران رحمت کے نزول) کے دن ضائع نہ جائیں ۔

۳۔ (اے عاشق ذات) پپیہا (بارانِ رحمت کے نزول کا موسم) ساون کی رُت آگئی ہے ۔ تو بھی کچھ (راز معرفت کے بول) بول شاید (میری فریاد کو شرف قبولیت حاصل ہو اور) اللہ تعالیٰ باران (رحمت) برسائے (جس سے میری تشنگی فرو ہو)۔

۴۔ اے باھو (راہ سلوک میں) محبت پائیدار اور (ہر آن) قدم آگے ہو ۔ (تاکہ رب تعالیٰ چاہنے والوں کو محبوب حقیقی) کا وصال بخشے ۔

---

(۱) ب ۔ و ج ۔ ذ ، ف ، ش

(۲) ۸ ۴ ب ۵ ۔

٥ و ج کے مطابق یوں ہے ع کوئل وانگوں میں وری کوکا واں متاں مولا مینہ وساوے ہو
ب، ذ، ف، ش میں یوں ہے ع کوئل وانگ کوکیندی وتاں متاں مولا مینہ وسائے ہو
(۳) ۸، ۴ ب ۵ ۔ (۴) و ج

۞ نسخہ ب میں یوں ہے ع ثابت صدق تے قدم اگواہاں باھو ایہہ گل دوست ملائے ہو

تشریح :- گفت حق اندر سفر ہر جا روی
بایداول طالب مردی شوی

فاختہ ساں روز و شب گو گو کو
گنج پنہانی زدرویشی بجوی

در بدر میگرد ومی رو کو بکو
جستجو کن جستجو کن جستجو

رو بخسپ اندر پناہِ مقبلی
بوکہ آزادت کند صاحبدلی

تا توانی ز اولیا رو بر متاب
جہد کن واللہ اعلم بالصواب (۱)

بیت میں حضرت سلطان العارفین نے سوز ہجر و فراق کی کیفیات بتائی ہیں اور ان کے ساتھ سالکان راہ معرفت کو دو امور کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس راہ میں ضروری ہیں اور اپنے حال وکیفیات پر ان کا اطلاق کرکے ان کی اہمیت کو نمایاں فرما دیا۔

اول یہ ہے کہ سالک باران رحمت کی امید قائم رکھے۔ یعنی مایوس نہ ہو۔

فرمان الٰہی ۔ اور سوال کرو اللہ سے فضل اس کے سے (۲)

اور مت ناامید ہو رحمت اللہ کی سے (۳)

دوم یہ ہے کہ راہِ معرفت میں ثابت قدمی رکھی جائے۔

فرمان الٰہی ۔ اور ثابت رکھ قدم ہمارے (۴)

نیز :- اور ثابت رکھے بسبب اس کے قدموں تمہارے کو۔ (۵)

پُرامید رہنے کے لئے اپنی تڑپ اور آہ وزاری۔ عجز و نیاز قائم رہے اور ثابت قدمی کے لئے ہر لمحہ راہ معرفت میں آگے بڑھتے رہنا وصال دوست کے موجب بنتا ہے۔

---

(۱) یہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تو جہاں بھی جائے پہلے اپنا رہنما مقرر کرے ۔ پھر فاختہ کی طرح دن رات گُو گُو (کی فریاد) کر اور پوشیدہ خزانہ کسی درویش سے حاصل کرے، تو ہر دروازہ اور ہر گلی میں پھر اور خوب تلاش کر ۔ پھر جا اور کسی مقبول ذات کی پناہ میں سو جا۔ ہو سکتا ہے وہ صاحبدل تجھے (آلائش دنیا سے) آزاد کر دے جس قدر ہو سکے تو اولیاء اللہ سے اپنی گردن مت موڑ۔ اور کوشش جاری رکھ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ (بشکریہ سید گل حسن شاہ قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ء ص ۱۰۴)

(۲) وسئلوا اللہ من فضلہ (پ ۵ ع ۲) (۳) لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (پ ۲۴ ع ۲)

(۴) وثبّت اقدامنا (پ ۴ ع ۲)

(۵) ویثبت بہ الاقدام۔ (پ ۹ ع ۱۶)

س :۔ سُن فریاد پیراں ریا پیرا میری عرض سُنٹیں کن دھر کے ہو (۱)

۱۰۸

بیڑا اڑیا میرا وچ کپراندے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ہو (۲)⊙

شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ہو (۳)ەە

پیر جہاندے میراں باہو اوہی کدھی لگدے ترکے ہو (۴)ەە

لغت :۔

کن دھر کے :۔ کان رکھ کر، متوجہ ہو کر۔ کپراندے :۔ گھمن گھیروں میں ۔ جھٹ کر کے :۔ فوراً ہاتھ ڈال کر، جھپٹ کر
کدھی : کنارے ۔ ترکے : تیر کر ۔

ترجمہ :

(۱) اے (سیدنا غوث الاعظم) پیراں پیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ) میری فریاد (زرا) سن (میری) عرض (قلبی توجہ سے) متوجہ ہو کر سُن ۔

(۲) اجر دحدت کے (گھمن گھیروں میں میرا بیڑا) ایسی جگہ پر پھنس گیا ہے۔ جہاں (بڑے بڑے غواصان معرفت) مگرمچھ بھی ڈر کر نہیں رہتے۔

(۳) اے شاہ جیلانی، اے محبوب سبحانی (قدس اللہ سرہٗ) جلد ہی میری خبر گیری فرمائیے ۔

(۴) اے باہو۔ (تو غمگین نہ ہو) جن کا پیر (سیدنا غوث الاعظم) میراں ہو، وہی تیر کر (دریا) کے کنارے جا لگتے ہیں ۔

---

(۱) ع۔ ذ۔ ق۔ ش۔ ہ۔ نسخہ میں 'میری' کی بجائے 'میرا' درج ہے
(۲) اک ۔⊙ نسخہ ا ر ۔ ع۔ ف ف۔ ش ۔ ز۔ م ۔ ن ۔ د ۔ میں مصرعہ کے شروع میں لفظ 'میرا' درج ہے ۔ نسخہ ہ میں مصرعہ یوں ہے ع ۔ میرا بیڑا اڑیا وچ کپراں دے جتھے مچھ نہ جاندے ڈر کے ہو۔ نسخہ ب ا میں مصرعہ یوں ہے ع میرا بیڑا اڑ یا ستوہ دریا دیں جتھے مچھ نہیں رہندے ڈر کے ۔
(۳) ع۔ ز۔ ف۔ ش
ەە ۔ نسخہ ا ر میں یوں ہے ع۔ شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری بانہہ پھڑ لیو گھٹ کر کے ہو ۔ نسخہ ہ میں مصرعہ کے شروع میں 'یا' کا اضافہ ہے اج کے مطابق مصرعہ یوں بھی پڑھا جاتا تھا ۔ ع حضرت میراں مینوں کڈھ اڈھیاں بھیڑاں میری خبر لیو جھٹ کر کے ہو ۔ ب ا میں مصرعہ یوں ہے ع۔ مینھیں میراں مینوں وڈیاں بھیڑاں جھٹ شہبازاں دا کر کے ۔
(۴) ور ۔ اک ۔ ەە ۔ نسخہ ا ر میں 'اوہی' کی بجائے 'اوہ' درج ہے ۔ نسخہ ع۔ ذ۔ ف ۔ ش میں 'اوہی' کی بجائے 'سوئی' درج ہے ۔ اج کے مطابق مصرعہ یوں ہے ع پیر جہاں دا حضرت میراں باہو بیڑے لگس کدھیاں ترکے ہو ۔
ب ا میں مصرعہ یوں ہے ع حضرت پیر ملاح جہاندا حضرت باہو بیڑے لگس کدھیاں ترکے ۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین کو جو عقیدت حضرت سیّدنا غوث الاعظم عبد القادر جیلانی پیرانِ پیر سے ہے اس کا اظہار انہوں نے اپنی ہر نثری اور منظوم کتاب میں فرمایا ہے (۱) بیت میں غوث الاعظم عبد القادر جیلانی کو پیرانِ پیر کہہ کر پکارا ہے۔ کیونکہ غوث الاعظمؓ کا قدم مبارک ہر ولی پر مقدم ہے۔ اور اس امر کو جملہ اولیائے کرام نے تسلیم کیا ہے۔ (۲)

حضرت سلطان العارفین سیّدنا غوث الاعظم کی خدمت میں فریاد سننے کی التجا کرتے ہیں اور غوث الاعظم سے عرض کرتے ہیں کہ وہ راہ عشق و محبت میں شدید مشکلات سے دوچار ہیں ان کی خبر گیری کی جائے اور آخر میں فرماتے ہیں اگرچہ ان کی زندگی کی کشتی مصائب و آلام کے بھنور میں پھنس چکی ہے۔ مگر جن کے مرشد غوث الاعظم ہوں وہ بالآخر ساحل مراد پر پہنچ ہی جاتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

---

(۱) کتب کی تفصیل حصہ ب کے بیت ۲۴ کی تشریح کے فٹ نوٹ میں دیکھئے۔

(۲) دیکھئے تفریح الخاطر۔ روضۃ النواظر و نزہۃ الخاطر فرمودات امام محمد بن سعید بن احمد بن سعیدؒ

" بہجۃ الاسرار۔ کلام حضرت شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسفؒ

" تحفۃ القادریہ۔ در کلام حضرت شاہ ابو المعالیؒ

" سیرت محبوب۔ در کلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

" سیرت محبوب در دیوان حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ

" فتح المبین۔ در فرمودات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ

" اخبار الاخیار۔ در فرمودات حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ

" درالدارین۔ در کلام حضرت مولانا جامیؒ

" جذبات جیبیہ۔ در کلام حضرت خواجہ گیسو درازؒ

" گلدستہ کرامات۔ در کلام حضرت شیخ نور اللہ سورتیؒ

" کلام حضرت وارث شاہؒ

" کلام حضرت میاں محمد بخشؒ مصنف سیف الملوک

(بشکریہ حافظ برکت علی قادری لاہوری۔ کلام اولیاء فی شان سلطان الاولیاء۔ مطبوعہ آرمی پریس لاہور)

محی الدین حیات دین را زندہ بہ بیں ٭ مردہ پیران خاک شد زیرش زمین

باہو شاہ عبدالقادر است جاں زندہ تن ٭ با مریداں ہم کلامش ہم سخن (۳)

اسی ضمن میں جامیؒ فرماتے ہیں ؎

ما عاجزو حیران بماندیم بگرداب ٭ لا مخلص الا بک باللہ لدینا (۴)

اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (۵) نے فرمایا ؎

کارہائے من سرگشتہ بسے بستہ شدہ

رحم کن بازکشا حضرت غوث الثقلین

حضرت کعبۂ حاجات ہمہ خلقانست

حاجتم ساز روا حضرت غوث الثقلین (۶)

اسی طرح حضرت شاہ ابو المعالیؒ (۷) نے فرمایا ؎

مسلمی را یا شہ گیلانی از لطف و کرم ٭ سوئے خود آوازہ کن وا ماندہ از حیرانی است (۸)

---

(۳) تو محی الدین کو زندہ دیکھ اور جو مردہ پیر ہیں وہ زیر زمین خاک ہو گئے ہیں۔ اے باہو حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ تو زندہ تن کی جان ہیں اور وہ اپنے مریدان سے ہم کلام و ہم سخن ہوتے ہیں (سلطان باہو۔ فضل اللقاء۔ ترجمہ اردو محسن الدین ۱۹۶۴ء ص ۷)

(۴) ترجمہ: اگر ہم گرداب بلا میں پھنس کر ناچار اور حیران ہو گئے ہیں (سید عبدالقادر جیلانی) کی ذات اقدس کے سوا کوئی چارہ گر نہیں جو ہمیں اس بھنور سے نکالے۔ (بشکریہ حافظ برکت علی قادری لاہوریؒ۔ کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء مطبوعہ آرمی پریس لاہور ص ۳۶)

(۵) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ وفات دہلی ۶۳۳ھ۔ بشکریہ اعجاز الحق قدوسی۔ تذکرہ صوفیائے بنگال مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۱۲۰

(۶) ترجمہ:۔ مجھ حیران کے جملہ کام بہت حد تک بند ہو گئے۔ رحم فرما کر میری دوبارہ عقدہ کشائی فرمائیے۔ آپ کی درگاہ تمام مخلوقات کے لئے کعبۂ حاجات (از راہ کرم) میری حاجت روائی فرمائیے۔

بشکریہ حافظ برکت علی قادری لاہوریؒ کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء مطبوعہ آرمی پریس لاہور۔ ص ۱۵)

(۷) شاہ خیر الدین ابو المعالی (۹۶۰-۱۰۲۵ھ)

(۸) ترجمہ: یا شہ جیلان (قدس سرہ العزیز) از رہ لطف مسلمی (ابو المعالی) کو اپنی طرف بلا لیجئے جو حیرانی کے باعث پیچھے رہ گیا ہے۔ (بشکریہ حافظ برکت علی لاہوریؒ۔ کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء۔ مطبوعہ آرمی پریس لاہور۔ ص ۱۲)

س سُن فریاد پیراں دیا پیرا میں آکھ سناواں کینوں ھو (۱)

۱۰۹ تیرے جیہا مینوں ہور نہ کوئی میں جیہیاں لکھ تینوں ھو (۲) ٥

پھول نہ کاغذ بدیاں والے درتوں دھک نہ مینوں ھو (۳)

میں وِچ ایڈ گناہ نہ ہوندے باھو توں بخشیندوں کینوں ھو (۴)

لغت : سناواں : سناؤں۔ کینوں : کس کو۔ جیہا : جیسا ۔ مانند۔ پھول : کھول۔ ایڈ : اتنے

ترجمہ :۔ ۱۔ اے (میرے مرشد کامل) پیراں پیر میری عرض (پر غور فرما کر) سُنیں ۔ (اگر آپ کی خدمت عالیہ میں عرض نہ کروں تو اپنا حال زار) کسے کہہ سناؤں۔

۲۔ آنجناب جیسا (ہادی و مشفق) میرے لئے اور کوئی بھی نہیں ۔ میرے جیسے (طالبانِ راہ) آنجناب کے ہاں لاکھوں (کی تعداد) میں ہیں۔

۳۔ (اے مرشد کامل) میری غلطیوں کا دفتر نہ کھول (اور اپنے) دروازہ سے مجھے نہ دھکیل۔

۴۔ (اے میرے شفیع) اگر مجھ میں اس قدر گناہ نہ ہوتے تو آنجناب (بارگاہ الٰہی میں) کسے بخشواتے۔

---

(۱) ع، ف، ذ، ش، و، ن، م، ز،

(۲) ل، ش، ف، ع، و، ن، م، ز

٥۔ و ر میں یوں ہے : ع تساں جیہا مینوں ہور نہ کوئی میں جیہیاں لکھ تساں نوں ھو۔

(۳) ل، ع، ذ، ف، ش، و، ن، م، ز۔

(۴) ع، ذ، ف، ش، و، ن، م، ز۔

تشریح : اس بیت میں بھی حضرت سلطان العارفین بحضور سیدنا عبد القادر جیلانی پیران پیر مخاطب ہیں - آپ فرماتے ہیں جس نے بھی جو کچھ پایا حضرت محی الدینؒ سے پایا کیونکہ دونوں جہان کی فیض بخشی کی چابی اللہ تعالیٰ نے انہیں کو عطا فرمائی ہے (۱)

اور فرماتے ہیں کہ میرے جیسے تو لاکھوں تیری درگاہ فیض مآب کے متلاشی ہیں اور تجھے ملتے ہیں - لیکن تیرے جیسا محی الدین - غوث الاعظم اور پیران پیر بھلا اور کون ہو سکتا ہے تو ہمارے دفتر اعمال پر نگاہ کئے بغیر مہربانی فرما، اپنی درگاہ پُرفیض سے دور نہ کر - اگر مجھ میں اتنے گناہ نہ ہوتے تو تیری عنایات بخشش اور کس کے لئے ہوتیں، میں ہی تیری عنایات کا صحیح حقدار ہوں۔

اسی طرح حضرت خواجہ گیسو دراز (۲) نے فرمایا ؎

یا قطب یا غوث الاعظم یا ولی روشن ضمیر بندہ ام شرمندہ ام جز تو ندارم دستگیر
بر در درگاہ والا سائلم اے آفتاب خاطرِ ناشاد را کن شاد یا پیرانِ پیر (۳)

نیز حضرت بہاؤالحق ذکریا ملتانیؒ (۴) نے فرمایا ؎

ز عصیاں گرانبارم ندارم چارہٗ وز کرم ہاے نگاہ کن بر گناہ من مبین (۵)

اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۶) نے فرمایا ؎

---

(۱) ہر یکے کہ مراتب یافت از حضرت محی الدین یافت - از حضرت رحمۃ اللہ علیہ - کہ کلید ہر دو جہان فیض بخش رحمٰن بدست ایشان است
(سلطان باہو - گنج الاسرار شرح نظام الدین ملتانی - مطبوعہ ۱۳۴۰ھ ص ۱۸)

(۲) ۵ سید محمد گیسو دراز - وفات گلبرگہ ۸۲۵ھ

(۳) ترجمہ: غوثِ اعظم یا قطب الاقطاب اے روشن ضمیر اللہ کے محبوب اس بندۂ شرمسار کا حضور کی ذات پاک کے سوا کوئی دستگیری کرنے والا نہیں ہے - اے آفتاب ولایت) میں ایک سوالی آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوں - میرے رنجیدہ دل کو مسرور فرمائیے یا پیرانِ پیر - (بشکریہ حافظ برکت علی قادریؒ لاہوری کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء مطبوعہ آری پریس لاہور ص

(۴) حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی - وفات ملتان ۶۶۱ھ

(۵) ترجمہ: اگرچہ بے حد گنہگار ہوں لیکن ناچار ہوں نگاہ لطف و کرم فرمائیے - میرے گناہ نہ دیکھئے -
(بشکریہ حافظ برکت علی قادری لاہوری - کلام اولیاء فی شان سلطان الاولیاء - مطبوعہ آری پریس لاہور ص ۳۰

(۶) خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ - وفات ۶۳۲ھ

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت

اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا (۷)

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ (۸) نے فرمایا ؎

چیست در پیش کرمہائے تو جرم غربتی

الکرم یاغوث اعظمؒ بالترحم الکرم (۹)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰) نے فرمایا- میں بے کس عاجز بھی آپ کے آستانہ عالیہ پر پڑا ہوں اور آپ کی عنایت چاہتا ہوں - میرا حضور کی عنایت کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں اور آپ کے لطف و کرم کے بغیر کوئی فریاد رس نہیں ہے- (۱۱)

اسی طرح بشری غلطیوں کے اعتراف کے ساتھ بخشش کی امیدیں جیسے حضرت سلطان العارفین نے مرشد کامل سے مخاطب ہو کر عرض کی -

ابوسعید ابوالخیر بھی فرماتے ہیں ؎

در کشور عشق جائے آسائش نیست	آنجا ہمہ کاہش است افزائش نیست
بی دردوالم توقع درمان نہ	بی جرم وگنہ امید بخشائش نیست (۱۲)

---

(۷) چوں کہ نبی کریم کا قدم پاک آپ کے سر مبارک کا تاج ہے- جہاں آپ کا قدم اطہر تمام جہان کے سر کا تاج ہے جہاں کے سارے قطب آپ کے در اقدس کے سامنے اس طرح پڑے ہوئے ہیں- جیسے گداگر بادشاہ کے سامنے-

(بشکریہ حافظ برکت علی قادری - کلام - الاولیاء فی شان سلطان الاولیاؒ - (ص ۱۶)

(۸) شاہ ابوالمعالی - زمانہ جلال الدین محمد اکبر-

(۹) آپ کے فیض و کرم کے سامنے غربتی یعنی ابوالمعالی کے جرم کی کیا حقیقت ہے - یاغوث اعظم اپنی رحمت سے مجھ پر کرم فرمایئے- (بشکریہ حافظ برکت علی قادری لاہوریؒ- کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء (ص ۱۵)

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی - وفات دہلی ۱۰۵۲ھ

(۱۱) من بیکس نیز پناہ بسے جستہ ام و بر درگاہ افتادہ مرا جز عنایت او کس نیست و بغیر لطف او فریاد رس نی شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار- ص ۲۱۵ (بشکریہ حافظ برکت علی لاہوری - کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاؒ ص ۲۳)

ابوالفضل حسن سرخسیؒ (۱۳) کی وفات سے کچھ لمحے پہلے انہیں کہا گیا کہ ان کو فلاں بزرگوں اورمشائخ کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ تو فرمایا ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ فلاں ٹیلے پر جہاں خراباتی دفن ہیں وہاں ان کی میت دفن کی جائے ۔ کیونکہ وہ خداتعالیٰ کی رحمت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور فرمایا پانی ہمیشہ پیاسوں کو دیا جاتا ہے۔ اور قادر کریم کی بخشش حاجت مندوں کے لئے ہوتی ہے۔ (۱۴)

اسی ضمن میں فریدالدین عطار نے مزید کیا خوب کہا ہے ؎

چوں مرا با خویشتن دشمن بدید   ضعف و نومیدی و عجز من بدید
رحمتش آمد بدیں بیچارگیم   پس بہ بخشود از کرم یکبارگیم (۱۵)

---

(۱۲) ابوسعید ابوالخیر۔ رباعیات۔ مرتبہ مولوی غلام محمد ابوہری مطبوعہ لاہور ۱۹۳۴ء رباعی ۹۴۔ ص۱)

(۱۳) آپ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے مرشد تھے۔ گویا زمانہ چوتھی صدی ہجری۔

(۱۴) فریدالدین عطار۔ تذکرۃ الاولیاءؒ۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۳۱۷ھ ص ۴۱۱

(۱۵) " منطق الطیر۔ شیخ مبارک علی لاہور ص ۲۴۵

110 س سو ہزار تنہاں توں صدقے جہڑے منہ نہ بولن پھکّا ہو (۱)
لکھ ہزار تنہاں توں صدقے جہڑے گل کریندے ہکّا ہو (۲)
لکھ کروڑ تنہاں توں صدقے جہڑے نفس رکھیندے جھکّا ہو (۳)
نیل پدم تنہاں توں صدقے باھو جہڑے ہوون سون سڈاون سکّا ہو (۴)

لغت: ہکا: ایک۔ نیل پدم: ارب کھرب۔ سون زرخالص۔ سونا

ترجمہ: ۱۔ سینکڑوں اور ہزاروں ان (سالکوں) پر قربان جائیں جو کہ (مصائب و آلام کے باوجود صابر و شاکر ہیں اور) منہ سے پھیکی بات نہیں کہتے (یعنی ان سے ناشکری یا کمزوری کا اظہار نہیں ہوتا۔)

۲۔ لاکھوں اور ہزاروں ان (عارفوں) پر قربان ہوں جو کہ (قول اور وعدہ کے پکے ہیں وحدانیت میں شبہ نہیں لاتے اور) ایک (پر یقین) بات کرتے ہیں۔

۳۔ لاکھوں اور کروڑوں ان (درویشوں) پر قربان جائیں جو کہ (نفس میں فرعونیت اور انانیت نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ کے امر کے سامنے اپنے) نفس کو سرنگوں رکھتے ہیں۔

۴۔ ارب اور کھرب ان (اہل اللہ) پر قربان جائیں جو کہ زرخالص (کی طرح نقائص سے پاک ہوں اور اعلیٰ مرتبت ہوں لیکن از رہِ انکساری اپنے آپ کو سکہ کہلائیں۔

---

(۱) ب ب

(۲) ب ب

(۳) ب ب

(۴) ب ب

البتہ (باہو) سے پہلے (حضرت) کا اضافہ ہے

تشریح : بیت میں حضرت سلطان العارفین نے چار اوصاف رکھنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور اس طرح ایک صوفی کے چار بنیادی اوصاف گنوائے ہیں۔ ان خصوصیات کو بیان کرنے کا انداز اتنا نرالا ہے کہ یہ بیان ارشاد وتلقین کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔ چار اوصاف یہ ہیں :

۱:۔ حسنِ سلوک ۲:۔ راستبازی وخود اعتمادی ۳:۔ عجز و نیاز ۴:۔ انکساری

ہر مصرعہ میں اعداد کی ترتیب وار زیادتی کرنے سے ہر وصف کی اہمیت واضح طور پر متوثر ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے خلق وحسنِ سلوک کی تعریف فرماتے ہیں کہ ہزاروں انسان اس خلق کریم رکھنے والے کے قربان جائیں جو کبھی اپنے منہ سے بے مزہ غیر شائستہ یا تند و تیز بات نہ نکالتے ہوں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ فقر کی ایک صفت خلق عظیم ہے جس کے بارے میں تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کی سی خوخصلت پیدا کرو۔ واقع ہوا ہے۔ (۱)

؎ آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است — با دوستاں مروت با دشمناں مدارا (۲)

نیز فرمایا ہے ؎

بخلق ولطف تواں کرد صید اہل نظر — بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را (۳)

دوسرے مصرعہ میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ ہزاروں لاکھوں انسان ایسے مردِ حکیم کے قربان جائیں جو اپنی بات کا دھنی ہے۔ ہر بات معاملہ کی تہ تک پہنچ جانے پر کرتا ہے اور اس کی رائے راستبازی پر مبنی ہوتی ہے اس کی بات ایک ہی ہوتی ہے (۴)

پھر فرمایا لاکھوں کروڑوں اس مردِ طبع سلیم کے قربان جائیں جس نے اپنا نفس فنا کیا ہوا ہے۔ یہی شخص پختہ کار اور باحوصلہ و باتدبیر ہے۔

---

(۱) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چشن الدین لاہور۔ ۶۲ ۱۹ء۔ ص ۷۷

(۲) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸۔ شں۔ ص

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۸

(۴) سلطان باہو۔ جملہ نثری تصانیف میں اظہار فرمایا ہے۔

؎ عجب راہیست راہی عشق کانجا   کسی سر بر کند کش سر نباشد (۵)

آخر میں حضرت سلطان العارفین اس نگاہِ کیمیا رکھنے والے مردِ نعیم کے وصف میں فرماتے ہیں۔ کہ کروڑہا کروڑ اس کے قربان جائیں جو خود زرِ خالص کی طرح بیش قیمت اور کمیاب ہو مگر اپنے آپ کو عام سکہ کی طرح کمتر سمجھتا ہو یا ظاہر کرتا ہو۔ دراصل ایسی شخصیت فانی اللہ مردِ کامل کی ہوتی ہے۔ جو اگر چاہے تو اختیارِ کلی رکھتا ہے مگر وہ ہے کہ اپنے آپ کو بے بس کہتا ہے۔

چنانچہ اسی ضمن میں فرمایا۔ واضح رہے کہ جو فقیر کامل کیمیا نظر دعوت کا عامل یا اسم اللہ ذات کے تصور کا عامل ہے یا مشاہدہ حضور رکھتا ہے یا صاحب توجہ ہے وہ جہاں بیٹھتا ہے زمین سونا چاندی بن جاتی ہے۔ جس فقیر کو اسم اعظم کا عمل حاصل ہے وہ اولیاء اللہ پر غالب ہوتا ہے۔ ایسے فقیر کے حکم میں چودہ طبق ہوتے ہیں۔ وہ جس طرف جس پر نگاہ کرے سونا چاندی بنا سکتا ہے۔ گویا وہ جب ظاہری و باطنی تصرف و تحقیق حاصل کر لے اور پھر فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرے اور اس فقر و فاقہ میں لذت۔ ذوق، اور مزا آئے تو فقیر وہی ہے (۶)

---

(۵) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ش۔ ص ۱۳۲

(۶) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور ۱۹۲۸ء۔ ص ۴۴ - ۴۵

س سینے وچ مقام ہے کیندا سانوں مرشد گل سمجھائی ہو (۱)

ااا ایہو ساہ جو آوے جاوے ہور نہیں شے کائی ہو (۲)

اس نوں اسم الاعظم آکھن ایہو سرّہ الٰہی ہو (۳)

ایہو موت حیاتی باھو ایہو بھیت الٰہی ہو (۴)

لغت: ساہ: دم تنفس۔ سانس۔ ہور: اور

ترجمہ: ۱۔ مجھے مرشد (کامل) نے (ہی مشاہدہ کرا کر حق الیقین سے یہ) بات سمجھائی (کہ) سینے کے اندر کس (ذات پاک) کا مقام ہے!

۲۔ (اور فرمایا کہ) یہی سانس (جو زندہ رکھنے کے لئے جسم کے اندر) آتا جاتا ہے (اسی میں نفی و اثبات ہے اور اس سے ارفع) اور کوئی شے نہیں ہے۔

۳۔ یہی سانس (ونفخت من روحی) ہے، اسی (نفی اثبات) کو اسم الاعظم کہتے ہیں (اور) یہی (نفی اثبات) سر الٰہی ہے۔

۴۔ اے باہو اسی (نفی اثبات میں) موت و حیات (کا) راز الٰہی ہے۔

---

(۱) ڈ ک

ڈ د میں یوں ہے ع سینے وچ ہے مقام کیندا سانوں مرشد گل سمجھائی ہو

اُو (ہ) میں (ہے کیندا) کی بجائے (کسیدا) تحریر ہے۔

(۲) ڈو

(۳) اُو (ک)

ڈ د میں یوں ہے ع اسے نوں اسم اعظم آکھن ایہو ستر الٰہی ہو

(۴) ڈ و

تشریح:۔ سینے میں مقامِ ذاتِ پاک کا عرفان مرشد کامل نے ہی سمجھایا ہے۔ یہ سمجھانا دراصل علم الیقین اور حق الیقین کا حصول ہے جیساکہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکہ مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے۔ پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے" (۱) پس ایسا سمجھانے کا مقام مشاہدہ یا قریب سے دیکھنے سے متعلق ہے جو عارف کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ؎

طور سینا چیست دانی بے خبر　　طور سینا سینۂ خود را نگر

ہمچو موسیٰ مست شو بر طور خویش　　ربّ ارنی گو تجلّیٔ حق نگر (۲)

بیت کے دوسرے مصرعہ میں مقام دل کے جاری رہنے کا تعلق تنفس سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ تنفس یا سانس جو اندر آجائے تو اللہ اور باہر جائے تو ھُو کا ذکر ہے دراصل اس قادرِ مطلق کی پھونک سے جاری ہے۔ فرمایا رب تعالیٰ نے ــــ اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دو ں۔ (۳) یہی معزز روح یا پھونک ہی باعث تنفس ہے اور یہی انسان کو باعظمت بنا رہی ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کی حقیقت کو جان لے اور اس کی ہر سانس کی نگہداشت کرے نیز فرمایا رب تعالیٰ نے ــــ "اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی"۔ (۴) اسی ضمن میں ہی

---

(۱) واذ قال ابراھیمُ ربِ ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئنَ قلبی قال فخذ اربعۃً من الطّیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کلّ جبل منھن جزءً ثم ادعھن یا تینکَ سعیًا و اعلم انّ اللہ عزیز حکیم ہ (البقرہ - ۲۶۰)

(۲) سلطان باہو- دیوان باہو فارسی غزل ۴۵ مرتبہ حفیظ الدین لاہور- ۱۹۵۵- ص ۱۹

(۳) ونفخت فیہ من روحی (۱۴ ع ۲)

(۴) ولقد کرمنا بنی آدم (۱۵ ع ۷)

حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ع

الف - اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو (۵)

بہرحال اسی سانس کی نگہداشت ضروری ہے جسے عارف خوب سمجھتا ہے اور اسے مرشد کامل کی نگاہ کرم سے حق الیقین حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان میں یہی قیمتی سرمایہ ہے جو سانس کی صورت میں جاری ہے اس لئے وہ ذکر اللہ کے بغیر کوئی سانس آنے جانے نہیں دیتا۔

حدیث :- "کوئی چیز ان کو ایک لحظہ کے لئے بھی ذکر الٰہی سے باز نہیں رکھ سکتی۔" (۶)

کیونکہ یہی پھونکی ہوئی روح جو سانس کی صورت میں جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور اسی سے اسم اعظم سے رابطہ قائم ہے۔ جیسا کہ فرمان ہے "انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔" (۷) اور فرمایا حضرت سلطان العارفین نے جاننا چاہیئے کہ انسان کو کسی دم یاد الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ حدیث میں آیا ہے "گنتی کے سانس ہیں۔ اور جو سانس بغیر یاد الٰہی نکلتا ہے وہ مردہ ہے۔" (۸)

اسی ضمن میں ایک اور مقام پر فرمایا —— جب پہلے پہل آدم علیہ السلام کے وجود معظم میں روح عظیم داخل ہوئی تو داخل ہونے کے بعد جب پہلی مرتبہ اللہ کا نام لیا تو بندے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہا۔ اگر قیامت تک بھی اس کے پردے اٹھتے رہیں تو بھی اسم اللہ کی انتہا کو نہ پہنچیں گے ؎ ہر چہ خوانی اسم اللہ را بخواں ؛ اسم اللہ با تو ماند جاوداں (۹)

سبحان اللہ۔ واقعی یہی سانس اگر ذاکر ہے تو حیات کے ساتھ ہے اگر غافل ہے تو مردہ ہے گویا یہی اللہ کا ایک عظیم راز ہے۔

---

(۵) دیکھئے بیت و شرح حصہ ۹ بیت ۱

(۶) حدیث لا یشغلھم شئ عن ذکر اللہ طرفۃ العین (بشکریہ سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۶۸ء۔ ص ۲۵)

(۷) الانسان سری وانا سرہ (بشکریہ سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ لاہور۔ ۱۹۶۸۔ ص ۴۶۔

(۸) الانفاس معدودۃ کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میت۔ (بشکریہ سلطان باہو۔ شمس العارفین ترجمہ اردو ۱۹۶۶ء ص ۹)

(۹) سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء۔ ص ۱۵

ش شور شہر تے رحمت وسّے جتھے باھو جالے ہو (۱) ۵

۱۱۲ باغباناں دے بوٹے وانگوں طالب نت سمہالے ہو (۲)

نال نظارے رحمت والے کھڑا حضوروں پالے ہو (۳)

نام فقیر تنہاندا باھو جہڑا گھر وچ یار دکھالے ہو (۴)

لغت: وسے: برسے۔ جالے: رہتا ہے۔ بودو باش اختیار کی ہے۔
سمہالے: سمبھالے، نگرانی وحفاظت کرے۔ پالے: پرورش کرے۔ دکھالے: دکھائے۔

ترجمہ: ۱۔ شور شہر پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت برستی ہے جہاں (فقیر عارف اللہ ذات) باہو (حیات ظاہری میں) رہتا ہے۔

۲۔ (وہ مرشد کامل باہو) طالب اہل اللہ کو ہمیشہ ایسا سنبھالتا ہے جیسا کہ مالی پودے کی (نگہبانی) کرتا ہے۔

۳۔ (ایسا مرشد محض) نظر رحمت سے ہی (طالب اللہ کے نہال مراد کی) (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضور سے پرورش کرتا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ فقیر تو (اس عارف کامل) کا نام ہے جو کہ گھر میں بیٹھے بٹھائے دیدار محبوب (سے مشرف) کرائے۔

---

(۱) و ۵۔ نسخہ ب میں 'وسے' کی بجائے 'برسے' درج ہے۔ نسخہ کا میں باہو سے پہلے 'مرشد' کا اضافہ ہے۔
ع، ش، ف، و، ن، ز، ب، د

(۲) ع، ش، ف، ذ، ز، م، ن، و

(۳) ع، ب، کا، ذ، ف، ش، ز، م، ن، و۔

(۴) ب۔ کا۔ ف، ذ، و، ن، م، ز

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ اکثر اپنی ہر کتاب کے آغاز میں اپنی جائے مسکن شورکوٹ کے لئے امن وامان اور رحمت الٰہی کی دعائے خیر فرماتے ہیں۔ چنانچہ یوں فرماتے ہیں۔ "فقیر باہو، عرف اعوان، ساکن قرب وجوار قلعہ شور حرسہا اللہ من الفتن والجور" (۱) خود فرماتے ہیں کہ وہ اس مقام شورکوٹ میں طالب حق کی اس طرح رہنمائی اور نگہبانی فرماتے ہیں جیسے باغبان اپنے اگائے ہوئے پودے کی حفاظت کرتا ہے۔

ایک عارف فرماتا ہے "جب تک انسان کامل، جو مرکز نظر الٰہی ہے، عالم میں موجود ہے، عالم بربادی وتباہی سے محفوظ اور قائم ہے" (۲) خدا کرے حضرت سلطان العارفین کی یہ نگہبانی طالبانِ حق کے لئے تا قیامت قائم رہے۔ آمین۔ ویسے حقیقت بھی یہ ہے کہ کائنات کا یہ سلسلہ فقرا واولیائے کرام کے ہی دم قدم سے قائم ہے۔ میاں محمد نے کیا خوب فرمایا ہے

دنیا باغ ولی وچ مالی آپ خداوند رکھے
کدرے گھنڑی پنیری لاوے کدرے بوٹے پٹے (۳)

---

(۱) سلطان باھو۔ رسالہ روحی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۲) محی الدین ابن عربی۔ فصوص الحکم۔ ص ۱۱

(۳) میاں محمد۔ سیف الملوک۔ (بشکریہ بابا چنن دین نشیمن غوثیہ۔ لاہور۔)

ش شریعت دے دروازے اُچے راہ فقر دا موری ہو (۱)

۱۱۴ عالم فاضل لنگھن نہ دیندے جو لنگھدا سو چوری ہو (۲)

پٹ پٹ اٹاں وٹے مارن دردمنداں دے کھوری ہو (۳)

راز ماہی دا عاشق جانن باھو کی جانن لوک اتھوری ہو (۴)

لغت : موری : قریبی دریچہ۔ پٹ پٹ : اکھیڑ اکھیڑ کر۔ نکال کر۔ اٹاں : اینٹیں۔
وَٹے : ڈھیلے۔ پتھر۔ کھوری : ویر رکھنے والا ۔کینہ پرور ۔ دشمن۔
اتھوری : تھوری ، گدھے چلانے والے ۔خرکار۔

ترجمہ : ۱۔شریعت کے دروازے (تو) اونچے اور معروف ہیں۔ (لیکن)فقر کا راستہ (قریبی) دریچہ ہے (جو کہ اہل حرم کے سوا عوام کے لئے معروف نہیں ہے)

۲۔ (اس راہ معرفت حق تعالیٰ میں ظاہر بین) علماء وفضلا کسی کو (بوجہ محرومی علم باطن کے) نہیں گزرنے دیتے۔(اور راہ سلوک میں مانع ہوتے ہیں) (البتہ اس فقر ومعرفت کے دریچہ سے) جس کا بھی گزر ہوا وہ (علمائے ظاہر کے رکاوٹ ڈالنے والے مسائل اور تاویلات سے) چھپ کر ہی گزرا۔

۳۔ (یہ علمائے ظاہر جو کہ علم معرفت ذات سے بے بہرہ ہیں)اہل معرفت کو طنز و انکار اور شرکت و الحاد کے نام نہاد فتاویٰ کے) ڈھیلے اور پتھر اکھیڑ اکھیڑ کر مارتے ہیں (اور یہ لوگ) اہل درد (عاشق حق) سے کینہ رکھنے والے ہیں۔

۴۔ اے باہو۔محبوب حقیقی (کے عشق ومعرفت کا) راز (صرف) عشاق (ذات)ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (اس راز معرفت کو یہ دنیوی آلودگیوں میں دبے ہوئے) خرکار کیا سمجھیں۔

---

(۱) ن، و (۲) ن، و

(۳) ن، و (۴) ن، و

تشریح : شریعت میں تمام علوم ظاہر بمعہ تفاسیر و فقہ کے ہیں۔ اور پھر ان کی مختلف تاویلات بھی اسی میں آتی ہیں۔ ان سب علوم و توضیحات کا مدعیٰ انسان کے لئے ایک ضابطۂ حیات اور پاکیزہ زندگی کا ماحول پیدا کرنا ہے تاکہ انسان ایک نیکوکار زندگی بسر کر کے عاقبت میں سرخرو ہو سکے اور دنیا میں بھی پُرامن اور خوشحال زندگی گزارے۔ اس طرح اپنے مولا کو راضی کر سکے۔ گویا علم شریعت دفاتر کا انبار ہے جس سے گزرنے کے بعد حصول مقصد ہو سکتا ہے بشرطیکہ باطن میں پاکیزگی قائم رہ سکی ہو۔

فقر محض حق کی تلاش کرتا ہے اور حق کو چاہتا ہے۔ اس کی راہ دل سے ہے۔ باطن کی صفائی و تزکیہ نفس اس کا خاصہ ہے۔ گویا دنیا و عقبیٰ پہ بلند حاکم مستغنی کی طرح ہے اور مولا کا طالب ہے۔

شریعت عقبیٰ و دنیا میں کامرانی ہے۔ فقر عقبیٰ و دنیا سے مستغنی ہے۔ شریعت اللہ کی خوشنودی ہے فقر اللہ کا حصول ہے۔ فقر میں کامل شریعت ہے۔ لیکن شریعت میں فقر لازم نہیں۔ گویا شریعت میں جملہ علوم ظاہر۔ کتب۔ احادیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ مسئلے مسائل شامل ہیں۔ اور فقر میں سوائے عرفان و رویت حق تعالیٰ کے اور کوئی مدعا نہیں۔

علامہ اقبال اسی مفہوم میں ہی فرما گئے ہیں ؎

قلندر جز دو حرفِ لاالٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا (۱)

علم معرفت ہی تو شریعت کا بالآخر مدعیٰ بنتا ہے۔ مگر علماء و فضلاء عوام الناس کو مسئلوں کی تاویلات میں اس قدر الجھا دیتے ہیں کہ وہ اصل مقصود کو نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اصل مقصود تو عرفان ذات اور عرفان حق تعالیٰ ہے۔ مگر علماء کے نزدیک جنت، حور و قصور، تمام نیکیوں عبادات و ریاضت کا حصول ہے۔ پہلے تو لوگ ان کی تاویلات میں الجھ کر شریعت اور طریقت کو سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کوئی سمجھتا بھی ہے تو بہشت و دوزخ کے امید و بیم سے باہر نہیں نکل سکتا۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ اصل فقر تو طالب مولا بننا ہے اور

---

(۱) علامہ اقبال۔ بال جبریل۔ ص ۵۰

یہ فقر اگر کوئی پاسکا تو ملاؤں اور متکبر فاضلوں سے بچ کر ہی پاسکا۔ ورنہ یہ داعیان شریعت تو گویا اللہ راہزنی کر رہے ہیں۔ وہ ہر عاشق باللہ اور فقیر کے درپے ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلے مسائل اور تاویلات کے غلام دراصل دفاتر کا بوجھ اٹھانے والے گدھے ہیں۔ اصل علم معرفت ان سے بہت دور ہے۔ سرّ الٰہی تو عشاق کے ہاں ہی ملتا ہے۔ یہ گدھے کی طرح بار اٹھانے والے کیا جانیں۔

رومیؒ انہیں معنی میں کیا خوب کہہ گئے ہیں ؎

علمہائے اہل دل حمال شاں　　علمہائے اہل تن احمال تشاں
علم چوں بر دل زند یاری شود　　علم چوں بر تن زند باری شود (۲)

اسی ضمن میں مولانا جامی نے کیا خوب فرمایا ؎

یارب انصافی بدہ آں شیخ دعویدار را　　تا بہ خواری ننگرد رنداں درد خوار را
شرع را آزار اہل دل تصور کردہ اند　　ناہمی گیرند ایشاں شیوہ آزار را
منکر اہل طریقت راز عرفان بہرہ نیست　　نیست جز جہل جبلی موجب ایں انکار را
بوئے عشق از گفتۂ عطار عالم را گرفت　　خواجہ مزکوم است از آں منکر بود عطار را
سر وحدت منطق الطیر است جامی لب بہ بند　　جز سلیمانی نشاید فہم ایں گفتار را (۳)

مزید تشریح کے لئے حصہ م کے بیت ۱۷۰ کی شرح ملاحظہ ہو۔

---

(۲) جلال الدین رومی۔ مثنوی۔ (مثنوی مع شرح مولانا عبد العلی محمد بحر العلوم۔ نولکشور ۱۲۹۳ھ۔ ص ۲۱۱)

(۳) جامی۔ تالیف علی اصغر حکمت۔ تہران ۱۳۲۰ھ ص ۲۴

ص۔ صفت ثنائیں مول نہ پڑھدے جو جا پہتے وچ ذاتی ہو (۱)

۱۱۴ علم و عمل انہاں وچ ہووے جہڑے اصلی تے اثباتی ہو (۲)۵

نال محبّت نفس کٹھونیں، گھن رضا دی کاتی ہو (۳)۞

چوداں طبق دلے دے اندر باھو پا اندر دی جھاتی ہو (۴)۵۵

لغت: پہتے: پہنچے۔ کٹھونیں: انہوں نے ذبح کیا۔ گھن: لے کر۔
کاتی: چھُری۔ جھاتی: جھانکنا۔

ترجمہ: ۱:۔ (جو سالکان اہل اللہ فنائے) ذات میں جا پہنچے (انہیں اس قدر قرب ذات اور وحدت الوجود کا عرفان حاصل ہوجاتا ہے کہ ان کے لئے حمد و ثنا بمنزلہ بعد ہے وہ حمد و ثنا (بھی) ہرگز نہیں پڑھتے۔

۲۔ (راہ معرفت و توحید) کا علم اور عمل بھی انہیں (عارفان کامل) کو حاصل ہے جن کا اصل (یعنی فطرت ازلی جو حصول معرفت کے لئے ودیعت ہوئی ہے) اور جن کو (فنائے نفس کے بعد) اثبات ذات حاصل ہوگیا ہے۔

۳۔ (یہ عارفان ذات کامل ہیں جنہوں نے) رضائے (الٰہی) کی چھُری سے عشق (ذات) میں (اپنا) نفس ذبح کردیا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (ذرا اپنے) اندر میں جھانک کر تو دیکھ چوداں طبقات (ارض و سما) (تیرے) دل کے اندر (سما چکے) ہیں۔

---

(۱) ب۔ذ۔۶۔ف۔ش۔م۔ز۔و۔ن۔۱۹۔ (۲) ذ۔ش۔ف۔ز۔۱۹۔م۔

۵۔ و۔ن میں 'علم و عمل' کی بجائے 'علم نے عمل' درج ہے۔ ۶۔ میں 'علم و عمل' کی بجائے 'علم عمل' درج ہے۔
ب۔میں 'ہووے' کی بجائے 'ہوتے' درج ہے۔

(۳) ۶۔ن۔ذ۔م۔ف۔ش۔۱۹۔و۔ ۞ ب۔ز میں "گھن" کی بجائے "کڈھ" درج ہے۔

(۴) ۶۔ذ۔ش۔ف۔ز۔۱۹۔م۔ ۵۵ن۔و میں (اندر دی) کی بجائے (اندر وچ) درج ہے۔

تشریح :۔ صفت وثنا کا موقعہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک من وتو کا امتیاز رہتا ہے جب فقیر فنا فی ذات ہو جاتا ہے تو تعالےٰ ذات سے مسرور رہتا ہے۔ عبداللہ کا علم وعمل من اللہ ہو جاتا ہے۔ نفس وہویٰ فنا ہو جاتے ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ جس کو بخود وجود نہیں اس کو علم کہاں ہے اور اس کا عمل اپنا کیسے۔ اس کے اقتضائے ذاتی کے مطابق علم اور عمل کی تخلیق حق تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ (۱)

نفس جس کا اپنا وجود نہیں اگر فقیر اس کی انا کو تسلیم کرے تو گویا وہ شرک کرتا ہے۔ کیونکہ سوائے ذات مطلق کے وجود کسی کا نہیں۔ اس لئے فقیر اپنے نفس کی نفی کرتے ہوئے اسے قتل کر دیتا ہے۔ گویا نفس اور علم (ہویٰ) کی نفی کرتے ہوئے جب ذات الٰہی سے مطابقت حاصل ہوتی ہے تو پوری کائنات شیشۂ دل میں پردۂ وحدت چاک کئے ہوئے دعوت نظارہ دیتی ہے۔

اسی موضوع پر مزید شرح ردیف س کے بیت ۱۰۶ کے سلسلہ میں بیان ہو چکی ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن وتصوف۔ ص ۹۴

115

ص۔ صورت نفس امارہ دی کوئی کُتا گُلّر کالا ہو (۱) ہ

کُوکے نُوکے لہو پیوے منگے چرب نوالا ہو (۲) ©

کھبّے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ہو (۳) ہہ

ایہہ بدبخت ہے وڈا ظالم باھو کرسی اللہ ٹالا ہو (۴) ۃ

لغت :۔

گُلّر : کُتے کا بچہ — کوکے : بھونکتا ہے۔ ٹوں ٹوں کرتا ہے — نوکے : چیخنا چلانا

کھبّے : بائیں — پاسوں : طرف — کرسی ٹالا : بچائے گا۔

ترجمہ :۔ (۱) نفس امارہ کی صورت (ایسی) ہے جیسا کہ کوئی سیاہ رنگ کا کتا (بلکہ کتے کا بچہ) ہو۔

(۲) (یہ سگِ نفس) (بھوک کے مارے) ٹوں ٹوں کرتا ہے (اور) (دل و جان عزت و ایمان کا) خون پیتا ہے۔ اور (کھانے کے لئے) چرب نوالہ مانگتا ہے

(۳) (یہ سگِ نفس) دل کے پہلو میں بائیں جانب سنبھل کر بیٹھا ہوا ہے۔

(۴) اے باھُو (یہ سگِ نفس) بہت بدبخت اور ظالم ہے اللہ تعالیٰ (ہی اس کے شر سے) بچائے گا۔

---

(۱)۔ ب۔ ذ۔ ہ۔ د۔ ن میں "گلر" کی بجائے "گلڑ" درج ہے۔ نسخہ ہ میں یوں ہے ؏ صورت نفس امارہ دی ہے کتا گلر کالا ہو۔ ۔ز۔ف۔ م۔ و میں یوں ہے ؏ صورت نفس امارہ دی کوکی کتا گل ہو نہالا ہو۔ ع میں یوں ہے ؏ صورت نفس امارہ دی کوئی کتا گل ہونہالا ہو۔ ہ ب د میں یوں ہے ؏ شکل نفس امارہ دی کتا گلر کالا ہو۔ (۲) ل۔ د۔ © نسخہ میں یوں ہے ؏ کوہے نوکے لہو پیوے منگے چرب نوالا ہو ع۔ف۔ بش۔ م۔ ز میں یوں ہے ؏ کوہے نوکے لہو پیوے کھاندا چرب نوالا ہو۔ ب د میں یوں ہے ؏ رُکھے سکھے کھاندا ناہیں منگدا چرب نوالا ہو

(۳) ہ۔ ب۔ ہہ۔ ن میں "پاسوں" کی بجائے "پاسیوں" درج ہے۔ د میں "پاسوں" کی بجائے پاسے درج ہے۔ ع۔ ف۔ بش م۔ ز میں یوں ہے ؏ کھبے پاسیوں اندر بیٹھا دل تے نال سنبھالا ہو۔

(۴) ہ۔ ۃ۔ ع۔ ف۔ بش۔ ذ۔ م۔ ز۔ ن۔ د۔ میں "وڈا ظالم" کی بجائے لفظ "کھکھا" درج ہے۔ ب۔ میں یوں ہے ؏ ایسی بدبخت کوں باھو اللہ آپ کریسی ٹالا ہو۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ نفس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک نفس امارہ اور امارہ وہ ہے جو اپنے مالک کو ہمیشہ بری بات اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور شریعت کے خلاف باتیں سکھاتا ہے۔ اور شرمندہ نہیں ہوتا۔ اور یہ نفس امارہ کافروں اور فاسقوں کا ہوتا ہے[1]

پھر فرمایا۔ انسان کے وجود میں نفس چار طرح پر ہے۔ جس کی عادت کفار کی عادت ہو۔ اسے دنیائے دوں اور کفار و فساق سے محبت ہوگی۔ یہ نفس امارہ ہے اور راہ فقر کا راہزن ہے۔ اور جس نفس میں کہ نفاق کی خوبو ہے اسے منافقوں سے خلوص و اخلاص ہوگا۔ یہ نفس لوامہ ہے اور جس نفس کو کھانے پینے، عیش و عشرت اور ظلم و ستم کی عادت ہے۔ وہ نفس ملہمہ ہے اور جو نفس کہ علم شریعت اور علمائے عامل و فقرائے کامل سے انسیت رکھتا ہو۔ خدا ترس اور خدا پرست ہو غرق و استغراق میں مست رہتا ہو۔ ادائے حق عبودیت رب الارباب میں کامل ہو۔ یہ نفس مطمئنہ ہے۔ چنانچہ انبیاء و اولیاء کا نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ (۲)

اور فرمایا۔ سنو! فقیر باہو کہتا ہے کہ بدبخت کا نفس نفس امارہ اور روح منافق ہوتی ہے اور نیک بخت کا نفس مطمئنہ اور دل ذکر الٰہی سے روشن اور سلیم اور روح پاک ہوتی ہے۔[3]

نیز فرمایا۔ انسان کے وجود میں چار چیزیں ہیں۔ نفس[1]۔ قلب[2]۔ روح[3]۔ سرّ[4] باری تعالیٰ۔ نفس اور اہل نفس، دنیا اور ذکر دنیا سے پہچانے جاتے ہیں۔ نفس پر وہی غالب آسکتا ہے جو کہ عدل و انصاف سے موصوف ہو اور اپنے نفس پر محاسبہ کرتا رہے۔ اور عدل دو قسم پر ہے۔ ایک عدل ظاہری جیسے کہ عدل قاضی و حاکم شرع کا۔ دوم عدل باطنی۔ عدل باطنی سے محاسبہ نفس مراد ہے۔ صد آفریں ہو اس شخص پر کہ دن کو خلق اللہ کے ساتھ عدل و انصاف کرکے ظل اللہ اور شب کو اپنے نفس کا محاسبہ کرکے ولی اللہ بنتا ہو۔ شیطان ایک کتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان

---

(۱) سلطان باہو۔ محک الفقراء خورد۔ ترجمہ اردو چمن الدین ۶۱۔ ص ۶۲

(۲) سلطان باہو۔ حجت الاسرار " " ۱۹۶۳ء ص ۲۲

(۳) سلطان باہو۔ جامع الاسرار " " ۱۹۶۸ء ص ۳۸

پر اسے مسلط کیا ہے ۔ انسان کو چاہیئے کہ نفس و شیطان سے جنگ و محاربہ کرے ۔ (۴)

صاحب کتاب فوائد الفواد نے لکھا ہے کہ :

بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ۔ ستر سال بعد اسے کوئی ضرورت پیش آئی وہ حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کی لیکن روا نہ ہوئی ۔ بعد ازاں ایک گوشہ میں جاکر نفس سے جھگڑنا شروع کیا کہ اے نفس تو نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بیشک تیری طاعت میں اخلاص نہ ہوگا ۔ اگر اخلاص ہوتا تو ضرور حاجت پوری ہوجاتی ۔ اس وقت پیغمبر وقت کو حکم ہوا کہ اس زاہد سے کہو تیرا نفس کے ساتھ جھگڑا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے ۔

نیز فرمایا ۔ تاثیر تصوّر اسم اللہ سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے ۔ اور نفس کے تزکیہ سے تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور تصفیہ قلب سے تجلیہ روح اور تجلیہ روح سے تجلیہ سر حاصل ہوتا ہے ۔ جب یہ چاروں متفق ہوجاتے ہیں اس وقت صاحب نفس، نفس پر قادر ہو جاتا ہے ۔ مگر خلاف نفس بجز توجّہ مرشد کامل ممکن نہیں ہے ۔ (۵)

گویا نفس ایسے ناپاک کتّے کی مانند ہے جو رُوح کے پاک دودھ کو اور عظمت انسانی کے خون کو پیتا ہے ۔ یہ ہمیشہ اپنے ترنوالہ کے لئے ایمان کو کھاتا ہے ۔ اس کا مقام دل کے نازک مقام سے نیچے ہے ۔ گویا روح اور دل کو فوراً متاثر کرتا ہے ۔ خدا تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اس ظالم سے نجات دلائے ۔

نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ۔ اسم اللہ کا تصوّر نفس کے لئے موت اور اس کی قتل کے لئے بمنزلہ تلوار ہے ۔ (۶)

---

(۴) سلطان باہو ۔ مجالسۃ النبی ” ” ۱۳۷۲ھ ۔ ص ۱۲

(۵) سلطان باہو ۔ مجالسۃ النبی ترجمہ اردو چنن الدین ۱۳۷۲ھ ص ۶

(۶) سلطان باہو ۔ تیغ برہنہ ” ” کتابت محمد امین ص ۲۸

ض۔ضروری نفس کُتے نوں قیما قیمہ پچیوے ہو (۱)●

۱۱۶ نال محبّت ذکر اللہ دا دم دم بپیا پڑھیوے ہو (۲)◎

ذکر کنوں رب حاصل تھیندا ذاتوں ذات دسیوے ہو (۳)○○

دوہیں جہان غلام تنہاندے باھو جنہاں ذات لبھیوے ہو (۴)

لغت: قیما قیمہ: ذرہ ذرہ۔ باریک ٹکڑے۔ تھیندا: ہوتا ہے۔ دسیوے: نظر آئے
لبھیوے: مل جائے۔

ترجمہ: ۱۔ اے درویش راہ سلوک میں یہ امر) ضروری ہے کہ سگ نفس کو مکمل تہ و بالا کر کے ایسا فناہ کیا جاوے کہ اس کی تمام بدصفات کو ریزہ ریزہ (کرکے تباہ) کریں۔

۲۔ (نیز) محبت (و خلوص دل) سے دائمی ذکر اسم (اللہ ایسا کیا جاوے) جو کہ ہر سانس کے ساتھ خود بخود پڑھا جاوے۔

۳۔ (اے درویش) ذکر (اسم اللہ ذات) سے دیدار رب (تعالیٰ) حاصل ہوتا ہے (اور) ذکر اسم (اللہ) ذات سے (معرفت) ذات (الٰہی) نظر آتی ہے۔

۴۔ اے باہو۔ دونوں جہان (ان عارفان کامل) کے غلام ہیں، جنہیں (دیدار) ذات (الٰہی) مل جاوے۔

---

(۱) ع۔م۔ز ● نسخہ ب۔ ذ۔ ن۔ و کے مطابق "قیما قیم" کی بجائے "قیما قیمہ" درج ہے۔

(۲) ذ، ف، ش، و، ز، م

◎ نسخہ ب میں 'دم دم' سے پہلے 'پیا' آتا ہے۔

نسخہ ع میں یوں ہے ؎ نال محبت ذکر اللہ دا ہر دم پیا پڑھیوے ہو

(۳) ل ک

○○ نسخہ ع۔ ب۔ ذ۔ ف۔ ش۔ م۔ ن۔ و۔ ز میں یوں ہے ؎ ذکر کنوں حق حاصل ہوندا ذاتوں ذات دسیوے ہو

(۴) ب۔ ذ۔ ع۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ل۔ ح۔

تشریح :- یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ اسمائی کی خبر دیتا ہے " یعنی عارف بکثرت ذکر الٰہی پر اسم کے رنگ میں اسی ذات پاک کو متجلی دیکھتا ہے اور ذکر سلطان الاذکار وجود عارف میں ظاہر ہوتا ہے اور غیریت بالکل مفقود ہو جاتی ہے " (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں " دونوں جہان پر غالب آ جانا اور ہر ایک کو مرتبہ کشف عطا کر دینا اور علم حاصل کر لینا اور ان علوم کا بیان کر دینا آسان کام ہے لیکن نفس کو قید میں لانا بہت مشکل کام ہے " (۲) اسی لئے تلقین ذکر سے پہلے فنائے نفس کا حکم فرماتے ہیں۔ نفس کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ (۳)

بیت کے آخر میں فرمایا: ذکر اللہ کی برکت سے جب ذات اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو فقیر کو دونوں جہان کی حکمرانی مل جاتی ہے۔ اسی ضمن میں فرمایا " قرب اللہ سے دونوں جہان عارف کے غلام ہو جاتے ہیں اور فقیر دونوں جہان میں بادشاہ ہوتا ہے " (۴)

ایک اور مقام پر فرمایا " (کامل مرشد) اسم اللہ ذات کی تلوار سے نفس کو قتل کرتا ہے جو شخص اسم اللہ ذات کے تصرف سے نفس کو مار ڈالتا ہے اور اللہ اکبر کی تکبیر تحریمہ سے ذبح کرتا ہے۔ دونوں جہان کو اپنے قبضہ میں لے آتا ہے " (۵)

---

(۱) سید گل حسن قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۹۴۔ ص ۱۳۷

(۲) غالب شدن برہر دو جہان و ہر یک را رسانیدن بمراتب کشف عیان و علم تحصیل کردن و از ہر یک بیان کردن آسان کار است لیکن نفس در قید خود آوردن بغایت مشکل است و دشوار۔ (سلطان باہو۔ کلید التوحید۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ - ص ۷)

(۳) دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ (بشکریہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ ترجمہ اردو چمن الدین۔ ۱۹۶۲ - ص ۲ -

(۴) بقرب اللہ ہر دو جہان مثل غلام و عارف فقیر در کونین امیر بادشاہ۔ (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۲۲ھ - ص ۳۶

(۵) آنکہ با تیغ تصور اسم اللہ ذات نفس را قتل کند و با تصرف اسم اللہ ذات نفس را ذبح کند تا تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کشت ہر دو جہان را در قید قبض تصرف دارد۔

سلطان باہو۔ فضل اللقاء۔ مکتوبہ ۱۳۳۷۔ ص ۶۰

ط۔ طالب غوث الاعظم والے شالا کدے نہ ہوون ماندے ہو (۱)

۱۱۷ جیندے اندر عشق دی رتی سدا رہن کرلاندے ہو (۲) ٥

جینوں شوق ملن دا ہووے لے خوشیاں نت آندے ہو (۳) ⊙

دوہیں جہان نصیب تنہاندے باھو جہڑے ذاتی اسم کماندے ہو (۴)

لغت : ماندے : تھکے ہوئے۔ پریشان حال۔ جینّدے : جن کے
کرلاندے : فریاد کرتے ہیں۔ آندے : آتے ہیں۔ کماندے : کماتے ہیں۔

ترجمہ : ۱۔ خدا کرے کہ (سیدنا) غوث الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ) سے (طلب معرفت ذات کرنے والے) طالب کبھی بھی پریشان حال نہ ہوں۔

۲۔ (اے طالب) جس کے اندر رتی (بھر) عشق ہو (وہ تو) ہمیشہ آہ و فریاد کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ جنہیں (محبوب حقیقی) سے ملنے کا شوق ہوتا ہے وہ ہمیشہ (غم و اندوہ و مشکلات راہ برداشت کرکے) خوشی خوشی (راہ معرفت میں) گامزن ہوتے ہیں۔

۴۔ اے باہو۔ دونوں جہانوں (کی راحتیں تو ان خوش نصیبوں کے) نصیب ہیں جو کہ اسم (اللہ) ذات کا ذکر کماتے ہیں۔

---

(۱) ب۔ ذ۔ ف۔ و۔ ن۔ م۔ ز۔ ۶ (۲) ۶

٥ نسخہ ف۔ ش۔ ن۔ و۔ ز۔ م۔ میں 'سدا' سے پہلے 'رہن' درج ہے۔

نسخہ ب۔ ذ میں یوں ہے ؎ جیندے اندر عشق دی رتی سدا متوالے رہندے ہو

(۳) ۶۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ن۔

⊙ نسخہ ب۔ ذ میں 'آندے' کی بجائے 'بہندے' درج ہے۔

(۴) ۶۔ ذ۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ن۔ و۔

تشریح: یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ اسمائی سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ض کے بیت ۱۱۶ میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں "جو شخص غوث و قطب کے مراتب سے فائق تر نہیں ہوتا وہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر (رحمۃ اللہ علیہ) کے مریدوں میں نہیں ہوتا۔ مریدان حضرت پیر دستگیر کو یہ طاقت بھی حاصل ہے کہ وہ راہ ابد و ازل کی خبر رکھتے ہیں اور واقف ہوتے ہیں۔ (۱)

فرمایا" وہ شخص احمق ہے جو حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے طالب مرید یا فرزند کو ستاتا ہے ۔ یہ پیر (محبوب سبحانی) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں ۔ دانا کو اشارہ کافی ہے ۔ " (۲)

پھر فرمایا" حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ میرا قدم تمام اولیاؤں کی گردن پر ہے نیز فرماتے ہیں کہ میرا مرید مرتے وقت با ایمان ضرور ہوگا۔ " (۳)

سبحان اللہ ایسے مرشد کامل سے منسلک طالب کیسے پریشان ہو سکتے ہیں۔ مرشد کامل سے منسلک ہونا دراصل راہ عشق میں قدم رکھنا ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت سلطان باہوؒ پھر فرماتے ہیں اس راہ میں اگر کسی کے دل میں ذرہ بھر بھی عشق موجود ہے تو خدا کرے وہ ہمیشہ اسی سوز میں تڑپتا رہے ۔

؎ گر اے زاہد دعائے خیر میخواہی مرا ایں گو   کہ ایں آوارۂ کوئی بتاں آوارہ تر بادا (۴)

اسی ضمن میں میاں محمد نے فرمایا ؎

---

(۱) شخص راکہ مراتب از غوث و قطب فائق تر نباشد از مریدان حضرت پیر نباشد۔ مرید حضرت می داند و می بیند راہ ابد و ازل ۔ اللہ بس ماسوی ہوس ۔ (سلطان باہو۔ گنج الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ۔ ص ۲۳ ۔

(۲) سلطان باہو ۔ امیرالکونین ۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین اگست ۱۹۵۶ء ۔ ص ۴۵ ۔

(۳) قال محی الدینؒ قَدَمِیْ ھٰذا علیٰ رقبۃِ کُلِّ اولیاءِ اللہ .....

قال محی الدینؒ لا یموت مریدی الّا علی الایمان ۔

(سلطان باہو ۔ فضل اللقاء ۔ مکتوبہ ۱۹۱۷ء ص ۸۲ ۔ ۸۳)

(۴) امیر خسرو دہلوی ۔

چونکہ خواجہ حافظ صاحب لکھیا وچ دیوانے — ہک بلبل میں روندی ڈٹھی چھڑیا پھل دہانے

میں پچھیا کیوں روویں بی بی یار ترا دل ملیا — رونوں پٹن رہیا کو ہیا جدا وہ دلبر ملیا

بلبل کہیا حافظ صاحب کی گل دساں تینوں — اس روون دی حال حقیقت کی کجھ معلم تینوں

محبوباں دے جلوے اگے اساں غلامی چاہی — روون پٹن کار ہمیشہ ہس سانوں فرمائی !

جیں دل اندر عشق سماناں رونوں کم او ناہاں — وچھڑے روندے ملدے روندے روندے ٹردے راہاں (۵)

لیکن اس رونے دھونے کے باوجود عاشق کے دل میں چونکہ وصل محبوب کا شوق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہر لمحہ خوشی کے ساتھ ساتھ مزید آگے قدم بڑھاتا ہے۔ وہ لقائے محبوب میں زیادہ سے زیادہ محویت حاصل کرتا ہے۔ ے

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند

ساقی بشارتی دہ رندان پارسا را (۶)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشق حقیقی میں محو ہو کر جس نے اسم ذات اللہ سے فیض حاصل کر لیا۔ دونوں جہاں اس کو مل گئے۔

حدیث ؛ ومن طلب المولیٰ فلہ الکل - اور جو مولیٰ کو طلب کرتا ہے اسے سب کچھ مل جاتا ہے (۷)

---

(۵) میاں محمد بخش۔ سیف الملوک۔

(۶) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ھ ص ۴

(۷) بلکہ سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ اردو ترجمہ حسن الدین۔ لاہور ۱۹۶۳ء ۔ ص ۵۹

ط۔ طالب بݨ کے طالب ہوویں اوسے نوں پیا گانوٖیں ہو (۱)

۱۱۸ سچا لڑ ہادی دا پھڑ کے اوہو توں ہو جانوٖیں ہو (۲)٥

کلمے دا توں ذکر کماویں کلمیں نال نہانوٖیں ہو (۳)۞

اللہ تینوں پاک کریسی باھو جے ذاتی اسم کمانوٖیں ہو (۴)٥٥

لغت: گانوٖیں: گاتا رہ۔ لڑ: دامن۔ کریسی: کرے گا۔

ترجمہ: ۱۔ (اے طالب) (صحیح معنوں میں) طالب (معرفت) بن کر تو (مرشد کامل کا) طالب ہوجا (اور) اسی کے (گیت) گاتا رہ۔

۲۔ ہادی (کامل) کا سچا دامن پکڑ کر تو (فنا فی الشیخ ہوکر) وہی (ذات ہادی) بن جا۔

۳۔ تو کلمہ (طیّب) کا ذکر کما اور کلمہ (طیب) سے غسل کر (اور پاک وصاف ہوجا۔)

۴۔ اے باہو۔ اگر (تو) اسم (اللہ) ذات کا ذکر کمائے تو اللہ (تعالیٰ) تجھے پاک (و طیب) بنادے گا۔

---

(۱) ع۔ ذ۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ن

(۲) و۔ ٥ نسخہ ع۔ ذ۔ ن۔ ش۔ ز۔ م۔ ن میں "جانوٖیں" کی بجائے "جاویں" درج ہے۔

(۳) ۔ ز۔

۞ نسخہ ع میں یوں ہے کہ کلمے دا توں ذکر کماویں کلمے دے نال نہاویں ہو

نسخہ ذ۔ ف۔ ش۔ م۔ ن۔ و میں "نال" سے پہلے "دے" کا اضافہ ہے۔

(۴) م

٥٥ نسخہ ع۔ ذ۔ ف۔ ش۔ ن۔ و۔ ز۔ میں "کمانوٖیں" کی بجائے "کماویں" درج ہے۔

تشریح : یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ اسمائی سے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل حصہ ض کے بیت ۱۱۶ یں مندرج ہو چکا ہے۔

"اتباع شیخ شرط اولین ہے۔ کیونکہ شیخ کے حضور میں جب اپنے آپ کو پیش کرے گا تو اب نہ اس کا اپنا ارادہ ہوگا۔ بقول المرید لا یرید بنفسہٖ اور نہ وہ اپنے ارادے اور خیالات نفسانیہ کو کام میں لا سکے گا۔ حسب ارشاد الطالب عند المرشد کالمیت بین ید الغاسل[1] کے مصداق بالکل بے اختیار ہو جائے گا۔" (۲)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "مرشد کے چاروں حرف طالب کے چاروں حرفوں میں اس طرح تبدیل ہونے چاہیئں کہ مرشد کا وجود جسم، قلب، قالب، زبان، کان، روح اور ہاتھ پاؤں طالب کے ہو جائیں۔ اور طالب کے مرشد کے ہو جائیں یعنی دونوں ایک ہو جائیں۔ طالب و مرشد کی نفس موت ایک ہو جائے اور حیات قلب بھی ایک ہو جائے اور روح کی فرحت فانی الشیخ سے ہے۔" (۳)

کلمہ شریف کے فیوضات کے بارے میں حصہ ک کے بیت ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ کی شرح دیکھئے۔ بیت کے آخر میں ذاکر کلمہ طالب حق کو طیب ہونے کی بشارت ملتی ہے۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم ... ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

طالب بیا طالب بیا طالب بیا ... تا رسانم روز اوّل با خدا (۴)

---

(۱) ترجمہ: "طالب مرشد کے نزدیک ایسا ہوگا۔ جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔"

بشکریہ: ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۸۴

(۲) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری ص ۱۸۳ - ۱۸۴

(۳) چہار حروف مرشد با چہار حروف طالب مبدل یک وجود یک جسہ یک جسم یک قلب یک قالب زبان طالب قال بزبان مرشد چشم مرشد چشم طالب گوش مرشد گوش طالب قلب مرشد قلب طالب روح مرشد روح طالب دست طالب پائے مرشد بر سر طالب مرتبہ مرشد طالب ممات نفس بہ ممات نفس حیات قلب بحیات قلب فرحت روح فنا فی الشیخ۔ سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتبہ ۱۳۴۸ھ ص ۸۸

(۴) سلطان باہو۔ رسالہ روحی۔

ظ ۔ ظاہر ویکھاں جانی تائیں نالے دِسّے اندر سینے ہو (۱) ۵

۱۱۹ برہوں ماری ہس نت پھراں مینوں ہسّن لوک نلبینے ہو (۲)

میں دل وچوں ہے شوہ پایا لوک جاون مکّے مدینے ہو (۳)

کہے فقیر میراں دا **باھو** سب دلاندے وچ خزینے ہو (۴)

لغت : جانی : محبوب ۔ نالے : نیز : دسے : نظر آئے ۔ ہسن : ہنستے ہیں

لوک : لوگ ۔ وچوں : اندر سے ۔

ترجمہ : ۱۔ میں اپنے محبوب (حقیقی) کو بظاہر (آنکھوں سے بھی) دیکھتا ہوں نیز (میرا محبوب میرے) سینے کے اندر بھی مجھے نظر آتا ہے ۔

۲۔ عشق میں مبتلا ہو کر میں ہمیشہ پھر رہا ہوں (یہ رازِ عشق سے) اندھے لوگ مجھ پہ ہنستے ہیں۔

۳۔ لوگ حصولِ مقصد کے لئے (مکۃ المکرمہ) اور مدینہ (منورہ) جاتے ہیں۔ میں نے (اپنے دل کے اندر محبوبِ حقیقی) کو پالیا ہے ۔

۴ (حضرت سیدنا غوث الاعظم محی الدین) میراں (سرکار) کا فقیر باہو کہتا ہے (کہ اے درویش) دلوں کے اندر ہی سب خزانے (معرفت کے پنہاں) ہیں ۔

---

(۱) و

۵ ۔ نسخہ ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ م ۔ ز میں یوں ہے ع ظاہر ویکھاں جانی تائیں تے نالے اندر سینے ہو

(۲) ۶ ۔ ف ۔ ذ ۔ ز ۔ م ۔ ن ۔

(۳) ۶ ۔ ف ۔ ذ ۔ ز ۔ م ۔ ن ۔ و ۔

(۴) ۶ ۔ ف ۔ ذ ۔ ز ۔ م ۔ ن ۔ و ۔

تشریح : یہ چار بیتی تصوّف کی اصطلاح میں توحید حقیقت کے مرتبہ انفسی سے متعلق ہے۔"یعنی اللہ تعالیٰ بکمال قربیت مطابق آیت وھو معکم این ما کنتم (۱) ذات عارف میں تجلی فرماتا ہے اور نفس و عقل نورالٰہی میں فنا ہو جاتے ہیں ۔ اس حالت میں سُبحانی مَا اعظَمَ شانِی (۲) اور انا الحق (۳) بے اختیار سرزد ہوتا ہے" (۴)

حقائق ایمان کی یافت میں عقل کی آنکھ اتنی ہی معتبر ہے ۔جتنی کہ مادر زاد اندھے کی آنکھ" الوان" کے ادراک میں" ۔عقل شاید حق تعالیٰ کے در تک تو پہنچا دیتی ہے لیکن آگے کا قدم ان ہی کی عنایت و فضل پر موقوف ہے ۔ (۵)

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔" میں نے اپنے پروردگار کو اپنے دل میں دیکھا"(۶)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں ۔" اے باہو میں نے دل میں تحقیق کے ساتھ یہ حال کر لیا ہے کہ دل کے لئے دل ہی پیشوا اور صاحب نظر ہوا ہے" (۷)

اسی ضمن میں ایک محقق کے کلام سے اقتباس ہے ۔

" معلوم ہو کہ عارف باللہ کا قلب اللہ کی رحمت سے موجود ہوا ہے ،مخلوق ہُوا ہے ،مگر قلب

---

(۱) اور وہ ساتھ تمہارے ہے جہاں ہو تم (پ ۲۷ ع ۱۷)

(۲) ترجمہ "میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے" بایزید بسطامیؒ (دیکھئے تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ فریدالدین عطار باب ۱۴)

(۳) ترجمہ : "میں حق ہوں" ۔ منصور حلاجؒ (دیکھئے تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ فریدالدین عطار ۔ باب)

(۴) مولانا گل حسن شاہ قادری ۔تذکرۂ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ ۔ ص ۱۳۷ ۔

(۵) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔قرآن و تصوّف ۔ ص ۵۷ ۔

(۶) رَأیتُ فی قلبی ربّی (بشکریہ حضرت سلطان باہو۔ امیرالکونین ۔مکتوبہ ۱۳۳۲ ۔ ص ۴۹ ۔

(۷) باہو در دل من یافتہ تحقیق تر
دل ز دل شد پیشوا صاحب نظر

سلطان باہو ۔ امیرالکونین ۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ ۔ ص ۴۹

عارف میں رحمت الٰہی سے بھی زیادہ وسعت ہے۔ کیونکہ قلب عارف میں حق جل جلالہٗ کی بھی سمائی ہے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب[۸] عبد مومن۔ عبد مومن اس پر شاہد ہے۔" (۹)

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

قرب حق نزدیک من حبل الورید　　تو جمالش را نہ بینی بے نظر

وادی طے کن ز خود نزدیک تر　　منزل جاناں بجان خود نگر (۱۰)

حضوری قلب ہو جانے کے باوجود جب عاشق وصل کے لئے تڑپتا ہے تو اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین ایک اور مقام پر فرماتے ہیں " اگر طالب کو اس مقام (فنا فی اللہ بقا باللہ) میں بحر ہو تو غرق ہونے تک آتش بحر میں سوختہ ہو جاتے۔ پھر اگر وصال ہو تو حوصلہ وسیع نہ ہو بلکہ پریشان اور غمگین ہو ......

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کا قول بیان فرمایا ہے کہ میں نے صرف اسی ذات کی طرف رجوع کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کئے (۱۱) اور میں مشرک نہیں۔ بلکہ طالب وصال بھی مشرک ہے۔ (۱۲)

یہ اس لئے کہ اصل مقام فنا فی الذات ہوتا ہے۔

؎ طالب وصل شدن غایت کوتہ نظری است　　دوست در دل چو مقیم است چہ ہجران چہ وصال (۱۳)

حضوری قلب سے دل میں خزینۂ معرفت پا لینے کے ضمن میں حضرت سلطان العارفین ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے دل میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔ ہر ایک مکان اور طبقہ اور دونوں جہان دل میں سما سکتے ہیں لیکن دل دونوں جہان میں بھی نہیں سما سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں جہان سے وسیع اور ملک عظیم ہے (۱۴)

---

(۸) حدیث قدسی۔ (۹) محی الدین ابن العربی۔ فصوص الحکم۔ ص ۲۰۳

(۱۰) ترجمہ: شہ رگ کی طرح قرب حق میرے ساتھ قریب ہے۔ اسے بے نظر تو اس کا جمال نہیں دیکھتا تو (سوا وہوس کی) بے سود صحرا نوردی چھوڑ کر اپنے سے بھی زیادہ قریب منزل محبوب کو اپنی جان میں پا لو۔ سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مترجمہ محمد شاہ دین قادری۔ مرتبہ چنن الدین مطبوعہ ۱۹۳۶ء۔ ص ۲۰

حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے "اگر میں دل کی نافرمانی کروں تو گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں" (۱۵)
نیز حدیث میں آتا ہے "میں نے اپنے دل میں اپنے پروردگار کو دیکھا" (۱۶)

---

(۱۱) اِنّی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفًا وما انا من المشرکین (الانعام ۸۰)
ترجمہ: بتحقیق میں نے متوجہ کیا منہ اپنے کو واسطے اس کے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو توحید کرنیوالا ہو کر اور نہیں میں شریک لانے والوں سے۔
(۱۲) اگر در مقام ہجر ہدایتہ تا بغرق الا آتش سوزد و اگر در وصال در آید حوصلہ وسیع ندارد و پشیمان و غمگین شود۔ تا.... وصال ہم مشرک است۔ (سلطان باہو۔ مجالستہ النبی ۱۳۰۶ھ ص ۱۸)
(۱۳) ترجمہ: وصل چاہنا بھی بڑی تنگ نظری ہے جب دوست دل میں رہتا ہے تو پھر ہجر و وصال کا مطلب کیا (مجالستہ النبی مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱۸)
(۱۴) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت فی قلبی ربی۔ ہر مکان در ہر طبق و ہر دو جہان وسیع در دل میگنجد و دل در ہیچ کون و مکان نگنجد از ہر دو جہان وسیع و ملک عظیم است۔ (سلطان باہو۔ فضل اللقاء مکتوبہ ۱۹۱۷ء ص ۲۰)
(۱۵) حدیث: ان عصیت قلبی عصیت اللہ۔ (بشکریہ سلطان باہو۔ محکم الفقراء۔ ترجمہ اردو۔ حنیف الدین ۲۳ ۱۹ء ص ۱۱)
(۱۶) رأیت فی قلبی ربی۔ " " " " "

ع۔ علموں باجھوں فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہو (۱) ٥

۱۲۰ سے در ہیاں ڈی کرے عبادت رہے اللہ کنوں بیگانہ ہو (۲)

غفلت کنوں نہ کھلیس پردے دل جاہل بتخانہ ہو (۳) ٥

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو (۴) ٥٥

لغت ؛ ورہیاں ڈی : سالہا سال کی ۔ نہ کھلیس : اس کے نہ کھلے کنوں : سے ۔

ترجمہ :۱ (جو شخص علم معرفت حاصل کئے بغیر) فقر (فنا فی اللہ) (حاصل کرنے کے لئے) محنت کرے (وہ) کافر (ہو کر) (یا) دیوانہ (ہو کر) مرتا ہے ۔

۲:۔ ایسا شخص جسے علم معرفت حاصل نہیں خواہ سینکڑوں سال عبادت (کیوں نہ) کرے وہ (معرفت) اللہ (ذات) سے بے گانہ ہے ۔

۳ :۔ (اس قدر عبادت کے باوجود اس غیر عارف کے) پردے غفلت (قلب) سے نہیں کھلے (اور اس کا) دل جاہل ہے (اور اس نے اپنی خواہشات کو الٰہ بنا کر (اپنے دل کو) بت خانہ (بنا لیا ہے)

۴:۔ اے باہو۔ میں ان عارفان کامل کے قربان جاؤں (جو کہ عارفان ذات ہیں اور) جنہیں محبوب (حقیقی) وحدہٗ لاشریک لہٗ مل گیا ہے ۔

---

(۱) ا۔ب۔ ٥ نسخہ ذ۔ ف۔ ش۔ ن۔ م۔ ز۔ و میں یوں ہے ع علمے باجھ کوئی فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہو نسخہ ل میں 'علمے باجھوں' کی بجائے 'علم باجھ' درج ہے ۔

(۲) ل۔ ز۔ م۔ ن۔ ف۔ ش۔ ذ (۳) ا ٥ نسخہ ب۔ و۔ ذ۔ ف۔ ش میں یوں ہے ع غفلت کنوں نہ کھلسن پردے دل جاہل بتخانہ ہو

(۴) ا ب ٥٥ نسخہ ب۔ و۔ ذ۔ ف۔ ش میں یوں ہے ع میں قربان تنہاں دے باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو نسخہ ٹ میں یوں ہے ع واہ نصیب تنہاں دے باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو

تشریح ۔ شیخ لقمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ پیر نہیں جو جاہل ہو۔ بغیر علم شرعی و لدنی کے پیری کا بار اٹھانا بعض اوقات کفر کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے ۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں اگر جہالت کے ساتھ کوئی خدا رسیدہ ہو سکتا تو ابو جہل کعبہ میں مرتد نہ رہ جاتا ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو بغیر علم کے زہد کرے وہ کافر یا دیوانہ ہو کر مرتا ہے ۔ (۲) پس فقر کی راہ محبت ہے ۔ چنانچہ اصحاب کہف کا کتا فقراء کی محبت کے سبب آدمی کے مرتبہ کو پہنچا ۔ (۳)

بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ نے حصول علم معرفت کی اہمیت بیان فرمائی ہے ۔ جس کے بغیر راہ فقر اختیار کرنا سراسر غلطی ہے ۔ فقر حاصل کرنے کے لئے پہلے علم معرفت پر حاوی ہونا ضروری ہے ۔ علم راہ فقر کے لئے مشعل ہے اور مرشد راہ کے لئے رہنما ہے ۔ گویا جہالت کے ساتھ فقر حاصل کرنے کی کوشش غفلت کے گڑھے میں پڑے رہنے کے مترادف ہے ۔ کیونکہ جاہل کے لئے پاکیزگی، تزکیہ نفس اور بلند اخلاق اختیار کرنا مشکل کام ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اسرار باطن و رموز ظاہر کو بھی سمجھنا ناممکن ہوتا ہے ۔ چہ جائیکہ وہ حق تعالیٰ کا عرفان حاصل کر سکے ۔

---

(۱) ابوالفیض قلندر سہروردی ۔ الفقر فخری ص ۱۰۵

(۲) اگر در جہل کسے بخدا رسیدے ابوجہل در کعبہ مرتد نماندی ۔

حدیث : من تزھّد بغیر علم جنّ فی آخر عمرہٖ او مات کافراً (سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ۔ مکتوبہ ۱۴۰۶ھ ص ۱۱)

۳ پس راہ فقر در محبت است چنانچہ سگ اصحاب کہف بسبب بمرتبہ آدم رسید ۔

(سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ۔ مکتوبہ ۱۴۰۶ھ ص ۱۱)

ع۔ عقل فکر دی جا نہ کائی جتھے وحدت سر سبحانی ہو (۱)

۱۲۱ ناں اوتھے ملاں پنڈت جوشی ناں اوتھے علم قرآنی ہو (۲)

جد احمد احد وکھالی دتا تاں کل ہووے فانی ہو (۳)

علم تمام کیتو نے حاصل باھو کتاباں ٹھپ آسمانی ہو (۴) ۵

لغت : جا: جگہ ۔ گنجائش ۔ کائی: کوئی ۔ دکھالی : دکھائی، تجلی ۔ نظارا
جوشی : جوتشی کا مخفف، رمل جاننے والا ۔ اسمانی: آسمانی ۔ جد: جب

ترجمہ :- ۱۔ جہاں وحدت سر سبحانہ تعالیٰ (کا مقام ہے) وہاں عقل و فکر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (کیونکہ وحدت سر ذات علم و فضل عقل و فکر اور حواس خمسہ کی حدود سے آگے گزر جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔)

۲۔ (وحدت سر ذات سبحانہ تعالیٰ ایسا مقام ہے کہ) وہاں نہ تو ملاں (کی گنجائش ہے اور) نہ ہی وہاں پنڈت اور رمل دان (کی ضرورت ہے) اور نہ ہی وہاں علم قرآنی (تفسیر مسئلہ مسائل امر و نہی درکار ہے) (کیونکہ حصول مقام کے بعد منزل و رسوم راہ درکار نہیں رہتے)۔

۳۔ (راہ سلوک میں) جب (نور) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عین (نور ذات) احد (جل شانہ) دکھائی دیتا ہے تو (سالک کے حواس خمسہ آرزو ارادہ علم و فضل سب کچھ ذات حق میں) فانی ہو جاتا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (ایسے عارفان ذات نے) کتب آسمانی (کی انتہا پاکر ان کو، بند کر کے علم تمام (یعنی علم العلم) حاصل کر لیا۔

---

(۱) ذ ع ش ف

(۲) ذ ش ف

(۳) ع

اکثر نسخوں میں "احد" پہلے اور "احمد" بعد میں آتا ہے۔

(۴) ذ ع ش ف

یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ تنزیہی سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت ۳ میں بیان ہو چکی ہے
تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "وہ کونسا علم ہے کہ تمام علم علوم رسم رسوم حی قیوم اور رواجی علوم رقسم رقوم علم توریت علم انجیل علم زبور علم قرآن و علم احادیث نبوی قدسی و علم لوح محفوظ اور علم نطق کل مخلوقات تمام کے تمام ایک ہی نکتہ قال میں سما جاتے ہیں۔ وہ نکتہ کن قال کیا ہے جو کوئی اس کن کی کنہ کو سمجھ لیتا ہے آخر اسے علم ظاہر و باطن کے حاصل کرنے کی احتیاج نہیں رہتی۔ یہ کن کے نکتہ کا ہی علم ہے جس سے ایک ہی سخن میں تمام علم سما جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ 'علم ایک نکتہ ہے جس کی کثرت جاہلوں کے پاس ہے'۔ (۱)

پھر فرمایا۔" تم جو کچھ علم حاصل کرتے ہو اسم اللہ سے حاصل کرو کیونکہ اسم اللہ ہی ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ قرآن شریف، توریت، زبور، اور انجیل اور فقہ کے مسائل تمام کتابیں اسم اللہ کی تفسیر ہیں جو شخص اسم اللہ ذات معہ کنہ پڑھتا ہے۔ اس پر سارے علوم منکشف ہو جاتے ہیں اور پھر اسے علم پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مطالعہ استغراق مطالعہ اوراق سے بہتر ہوتا ہے۔" (۲)

گر بہ بینی آں خرد را گم کنی ۔۔۔ جملہ او بینی و خود را گم کنی (۳)

---

(۱) آں علم کدام است کہ جملہ علم علوم رسم رسوم حی قیوم رقسم رقوم علم توریت و علم انجیل و علم زبور، و علم قرآن و علم احادیث نبوی قدسی و علم لوح محفوظ و علم نطق کل مخلوقات درکل دریک نکتہ قال کدام است کن نکتہ قال ہر کسی کہ قال کن را از کنہ بداند آخر احتیاج علم ظاہر باطن خواندن نماند این است علم نکتہ کن تحصیل شد تمام علم در یک سخن قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلم نکتۃ وکثرتھا للجہال۔ (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتبہ ۱۳۴۸ھ ص ۱۲۵)

(۲) آنچہ میخوانی از اسم اللہ بخواں + اسم اللہ با تو ماند جاوداں
قرآن توریت انجیل زبور و ہر کتاب فقہ مسائل تفسیر از اللہ است از کتابہا نیست و ہر چہار کتاب شرح اسم اللہ ذات از کنہ خواند آں را ظاہر و باطن علم علوم واضح گردد احتیاج خواندن علم نماند بہتر آں است مطالعہ استغراق از مطالعہ اوراق۔ (سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتبہ ۱۳۴۸ھ ص ۱۱۹)

(۳) ۔۔۔ عطار، منطق الطیر۔ مرتبہ شیخ مبارک علی لاہور۔ ص ۶

ع۔ عشق مؤذن دتیاں بانگاں کنیں ملیبل پیوسے ہو (۱)

۱۲۲ خون جگر دا کڈھ کراہاں وضو صاف کیتو سے ہو (۲)

سُن تکبیر فنا فی اللہ والی مڑن محال تھیوسے ہو (۳) ٥

پڑھ تکبیر تھیوسے واصل باھو تڈاں شکر کیتوسے ہو (۴) ٥٥

لغت: دتیاں : دیں۔ بانگاں : اذانیں۔ ملیبل : بلاوا۔ آواز۔ کنیں: کانوں پر
پیوسے : پڑی۔ تڈاں: تب۔

ترجمہ : ا۔ مؤذن عشق نے (روز ازل کو وحدت ذات کی) اذانیں دیں (جن کی) آواز ہمارے کانوں میں پڑی۔

۲۔ (ہم نے مؤذن عشق کی آواز سُن کر اپنا) خون جگر نکال کر (اس سے) پاک (اور) صاف وضو کیا۔

۳۔ فنا فی اللہ کی تکبیر سُن کر (نماز عشق سے) واپس پھرنا ہمارے لئے محال ہو گیا۔

۴۔ اے باھو! تکبیر (فنا) پڑھ کر ہم (بھی) واصل (باللہ) ہو گئے۔ تب (ہم نے اس کی ذات پاک کا) شکر ادا کیا۔

---

(۱) ب۔ ہ۔ ذ۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ن۔ و۔ لا ج

(۲) ب۔ ذ۔ ف۔ ش۔ ز۔ م۔ ن۔ و

(۳) ا۔ ب

٥ نسخہ ط میں "سُن" کی بجائے 'پڑھ' مندرج ہے۔

نسخہ ہ۔ ف۔ ش۔ ذ۔ ز۔ م۔ ن۔ و میں یوں ہے ع سُن تکبیر فنائے والی مڑن محال تھیوسے ہو

(۴) ب۔

٥٥ نسخہ ط میں یوں ہے ع پڑھ رکعت وصال لدھو سے باھو تڈاں شکر الحمد پڑھوسے ہو

نسخہ ہ۔ ف۔ ذ۔ ش۔ م۔ ن۔ ر۔ ز میں یوں ہے ع پڑھ تکبیر تھیوسے واصل باھو تائیں شکر کیتو سے ہو

تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اسی بیت کے مفہوم میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اور کن فیکون (۱) کی ندا دی تو قدرت الٰہی سے تمام مخلوقات ظاہر ہو گئی اور نور محمدی مشہور ہو گیا۔ پھر قادر علیٰ کلّ شیئٍ قدیر (۲) کی قدرت سے الست بربکم (۳) کی آواز ہر ایک روح کے گوش زد ہوئی تو انہوں نے قالوا بلیٰ (۴) کہا۔ بعض روحیں اس کہنے سے حال کی مستی میں آگئیں اور اسی دیدار کی حضوری میں مستغرق رہ کر ہی ماں کے پیٹ میں آگئیں اور اسی شغل میں ماں کے پیٹ سے باہر نکلیں اور مادر زاد ولی اللہ مرتے دم تک اسی شغل میں رہے۔ چنانچہ جان کنی، قبر، اسرافیل کے کرنا پھونکنے سے اور قیامت کے قائم ہونے تک وہ اسی شغل میں رہتی ہیں۔ پھر میدان قیامت میں آنے پر بھی اشتغال اللہ میں مشغول رہتا ہے۔ پلصراط سے گزرنے، بہشت میں آنے۔ حور و قصور کے دیکھتے وقت بھی وہی شغل رہتا ہے اور جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب طہور کا ساغر لے کر پیتے وقت اور پھر پانچ سو سال رکوع میں اور پانچ سو سال سجود میں پڑے رہتے وقت اسی اشتغال اللہ میں ہوتے ہیں۔ اور پھر اس رکوع و سجود سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ معبود مطلق کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہی طالب اللہ تعالیٰ کے لئے جملہ مطالب کا مقصود ہوتا ہے (جو بالآخر حاصل کرتے ہیں۔(۵)

جب عبد کا قیام ذات اللہ میں ہو جاتا ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سرور محض ہوتی ہے۔ اس لئے عبد اپنے اندر ایک ایسا سرور محسوس کرتا ہے جو ناقابل بیان ہوتا ہے اور جس کو دنیا کا کوئی غم

---

(۱) ترجمہ: ہو پس ہو جاتا ہے۔ (پ ۱ ع ۱۴)

مزید دیکھئے۔ (البقرہ-۱۱۷) (الانعام ۷۳) (آل عمران-۴۷)

(۲) ترجمہ: اور ہر چیز کے قادر ہے۔ (پ ۲ ع ۱۰)

(۳) ترجمہ: کیا نہیں ہوں میں رب تمہارا۔ (پ ۹ ع ۱۲)

(۴) ترجمہ: کہا انہوں نے البتہ تو ہے۔ (پ ۹ ع ۱۲)

(۵) چو اللہ تعالیٰ خواست و ندا کن فیکون نعرہ زد .... تا .... ۔ اینست طالب اللہ را جملہ مطالب مطلوب۔

سلطان باہو- امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۲۸۴ھ ص ۱۹۔

متاثر نہیں کر سکتا۔ اور بمصداق ”الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ“ (۶) طمانیت محض و ذوق خالص کا مرکز بن جاتا ہے۔

اور یاَیّھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربّکِ راضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی (۷) کا کا مصداق ہو جاتا ہے اور جنت ذات میں داخل ہو جاتا ہے۔

---

(۶) ترجمہ: جو لوگ کہ ایمان لائے اور آرام پکڑتے ہیں دل ان کے ساتھ یاد اللہ کے خبردار ہو ساتھ یاد اللہ کے آرام پکڑتے ہیں دل (الرعد ۲۸)

(۷) ترجمہ: اے جان آرام پکڑنے والی پھر جا طرف پروردگار اپنے کے کہ خوش ہے تو پسند کی گئی۔ پس داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے۔ (الفجر ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰)

ع۔ عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کوئی ہو (۱)
۱۲۳ جیہاں کیہاں نیت نہ سکے اوتھے دردمنداں دل ڈھوئی ہو (۲)
اکھیں نیر تے خون جگر دا اوتھے وضو پاک کریوئی ہو (۳) ٥
جیبھ نہ ہلے تے ہوٹھ نہ پھڑکن باھو خاص نمازی سوئی ہو (۴)۞

لغت: جیں : جس جیہاں کیہاں : جیسا ویسا ۔کہ ومہ ڈھوئی : گنجائش ۔مقام
نیر: آنسوؤں کے دھارے جیبھ : زبان ۔ ہوٹھ : ہونٹ سوئی : وہی

ترجمہ: ۱۔ عاشق (ایسی) نماز عشق پڑھتے ہیں ۔جس میں کوئی حرف نہیں ہے ۔
۲۔ (ہر) کہ ومہ (اس نماز عشق) کی نیت (بھی) نہیں کرسکتا۔ (یہ نماز عشق توصرف) دردمندوں کے دل میں مقام رکھتی ہے ۔
۳۔ (اے سالک و درویش) (اس نماز عشق کے لئے) آنکھیں (ہمیشہ) آنسوؤں کے دھارے بہاتی (ہوئی ہوں) (اور) وہاں خون جگر سے تجھے وضو کرکے پاک ہونا ہے ۔
۴۔ اے باہو۔ (نماز عشق میں) خاص نمازی وہ ہے (جو کہ بےصوت و ہست نماز گزارے ۔ اور اس کی) نہ توزبان ہلے اور نہ ہی ہونٹ پھڑکنے پائیں ۔

---

(۱) ب ۔ ذ ۔ ط ۔ ش ۔ ف ۔ م ۔ ن ۔ و ۔ ز ۔ ۶
(۲) ب ۔ ق س ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ذ ۔ م ۔ ن ۔ ز
(۳) ۶ ق س ۔ ف ۔ ش ۔ م ۔ ن ۔ و ۔ ز
٥ نسخہ ب میں 'کریوئی' کی بجائے 'کتوئی' درج ہے ۔
(۴) ق ک ۔ ۞ ب میں یوں ہے ع زبان نہ ہلے تے ہوٹھ نہ پھڑکن باہو خاص نمازی سوئی
و میں یوں ہے ع جیبھ نہ ہلے تے ہوٹھ نہ پھڑکیں باہو خاص نمازی ہوئی ہو
۶ ۔ ف ۔ ش ۔ م ۔ ز میں یوں ہے ع باہو جیبھ نہ ہلے تے ہونٹھ نہ پھڑکن خاص نمازی سوئی ہو

تشریح : اس بیت میں عشاق کے ذکر سلطانی میں محو ہو کر دائمی نماز کے قیام کا ذکر ہے۔
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے وقتی فرائض کو قبول نہیں کرتا۔ اور جو وقتی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے دائمی فرض کو قبول نہیں کرتا ہے (۱)

یہ نماز ہر کہ و مہ کا کام نہیں کیونکہ فرمان ہے: حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (۲)
حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے نفاق نہیں کرنا چاہیئے۔

بانفس پلید جامۂ پاک چہ سود — در دل ہمہ شرک سجدہ بر خاک چہ سود (۳)

دراصل یہ صلوٰۃ دائم و ذکر دائم عشاق کا کام ہے۔ جو ہمیشہ اپنے خون جگر سے وضو کیا کرتے ہیں۔

نماز درخم آں ابروان محرابی — کسے کند کہ بخون جگر طہارت کرد (۴)

صلوٰۃ دائم میں محو ہو کر جو روئے دلدار صحف جانے
متاع غم ہو نصیب جس کے میری نظر میں وہ پارسا ہے (۵)

ایسے نمازی کا کردار و کیفیت حال ایک اور مقام پہ حضرت سلطان العارفین یوں بیان فرماتے ہیں۔ جس سے بیت کے آخری مصرعہ کا پورا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ پس تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر غیر خدا کے خطرات کو دل سے دور کر دینا چاہیئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ اکبر کہہ کر نماز با راز اور راز با نماز ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ راز بغیر باطن باطل ہوتا ہے۔ اہل دل کی نماز اللہ قبول کرتا ہے۔ (۶)
مزید شرح کے لئے مصرع کا بیت ۱۲۶ دیکھئے۔

---

(۱) حدیث: من لم یؤد فرض الدائم لا یقبل اللہ فرض الوقت ومن لم یؤد فرض الوقت لا یقبل اللہ فرض الدائم۔ معنی حدیث شریف فرمود حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کسیکہ ادا نکند فرض دائمی را خدا تعالیٰ قبول نکند فرض وقتی او وکسیکہ ادا نکند فرض وقتی را خدا تعالیٰ قبول نکند فرض دائمی او۔
سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۲ھ ص ۳

(۲) حدیث: لا صلوٰۃ الا بحضور قلب (بشکریہ سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو حنین الدین لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۹

(۳) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ حنین الدین لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۹

(۴) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ص ۵۸

(۵) سلطان غلام دستگیر القادری ناشاد۔ کلام غیر مطبوعہ۔

(۶) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ حنین الدین لاہور ۱۹۲۸ء۔ ص ۱۹

ع۔ عاشق ہونویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو (۱)

۱۲۴ لکھ لکھ بدیاں تے ہزار اُلاہمے کر جانئیں باغ بہاراں ہو (۲)

منصور جیہے چُک سُولی دتے جیہڑے واقف کل اسراراں ہو (۳)

سجدیوں سر نہ چائیے باھو توڑیں کافر کہن ہزاراں ہو (۴) ٥

لغت: وانگ: مانند۔ الاہمے: طعنے بدیاں: دشمنیاں

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش اگر تو) عاشق (ذات) ہونا اور عشق (ذات) کمانا چاہتا ہے (تو تجھے) پہاڑوں کی طرح (قوی، مضبوط اور غیر متزلزل) دل رکھنا ہوگا۔

۲۔ (راہ عشق میں) لاکھوں دشمنیاں اور ہزاروں طعنے باغ و بہاراں کی طرح (فرحت آور) سمجھنے ہوں گے۔

۳۔ (راہ عشق میں حضرت حلاج) منصور جیسے جو کہ (معرفت ذات کے) اسرار کل کے واقف تھے انہیں سولی چڑھا دیا گیا۔

۴۔ اے باہو (سچے عاشق ذات کو) سجدہ (ذات) سے سر ہرگز نہیں اٹھانا چاہیئے خواہ انہیں ہزاروں (مخلوق) کافر ہی (کیوں نہ) کہیں۔

---

(۱) ب۔ ط۔ ع۔ ل۔ ذ۔ ف۔ ش (۲) ب۔ خ۔ ل۔ ق۔ ش

(۳) ب۔ ع۔ خ۔ ف۔ ش۔ ل

(۴) ع۔ ل۔ ف۔ ش۔ ذ

• نسخہ ب میں یوں ہے ؎ یار دے سجدیوں سر نہ چائیے باھو توڑے کافر کہن ہزاراں ہو
نسخہ ا۔ ج۔ و۔ ک کے مطابق یوں ہے ؎ عاشق سجدیوں سر مول چیندے باہو توڑے کافر کہن ہزاراں ہو

تشریح :۔ ۵ ثبتوا اقدامکم اے سالکاں
رہ ملامت ہا بجو اے صادقاں (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مزید فرماتے ہیں۔

ع بباز ی عشق میبازم دل و جاں را فدا سازم
بدم منصور میبازم یقیں خود را فدا سازم (۲)

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

" دلِ محبان مثل پہاڑ کے ہے کہ نہ ہلتا ہے نہ کانپتا ہے " (۳)

پھر فرماتے ہیں " فقر کی راہ میں قدم پختہ رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ انا الحق کے کہنے سے سولی چڑھائے گئے۔ لیکن فقر سے ان کے پاؤں نے لغزش نہ کی۔ (۴)

منصور کے خدائی کے دعویٰ کے متعلق حجۃ الاسلام غزالی، عطار، شیخ محمود شبستری اور دیگر مشہور و معروف متفکرین نے توجیہات پیش کیں ۔ یہ دانشمند کہتے ہیں کہ منصور عشق میں اس قدر سرشار ہو چکا تھا کہ وہ اپنے اور معشوق کے درمیان کسی کو حائل نہیں دیکھتا تھا۔ جیسا کہ ایک برتن اگر پانی سے پُر ہو تو دیکھنے والا پانی اور برتن میں تشخیص نہیں کر سکتا۔ اور اسی طرح اگر ایک لوہے کے ٹکڑے کو لوہار کی بھٹی میں گرم کر کے سلگا دیا جائے تو یوں سمجھیں کہ لوہے نے سراسر آگ ہو جانے کا دعویٰ کر لیا ہے اور اس دعویٰ کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔ اگرچہ لوہا سلگ جانے سے اپنی ماہیت نہیں کھو دیتا لیکن اپنی

---

(۱) سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ غزل ۱۵۔ ص ۷۔ مرتبہ چنن الدین ۵۵۔

ترجمہ: اے سالکان راہِ طریقت ثابت قدم رہو۔ اور اس راہ میں اے صادقان ملامت تک برداشت کرو۔

(۲) ترجمہ : میں عشق کی بازی کھیل کر دل و جان قربان کر دیتا ہوں۔ مجھے اپنے منصور ہونے پر ناز ہے اور اپنے آپ کو قربان کرتا ہوں۔ (سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ غزل ۴۔ ص ۲۔ مرتبہ چنن الدین ۱۹۵۵ء)

سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۱۷

(۳) سلطان باہو محک الفقر کلاں۔ ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۱۲۶

(۴) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ لاہور۔ ۱۹۶۸ م۔ ص ۱۷

ظاہری صفت بیں آتشیں ہو جاتا ہے۔ پس منصور بھی عشق کے اثر سے خدا تعالیٰ میں اس قدر محو ہو چکے تھے کہ بجائے اس کے کہ وہ کہتے میں عشقِ خدا سے معمور ہو چکا ہوں وہ شوریدگی اور وجد کے عالم میں "اناالحق" کہنے لگے تھے اور جب منصور تختۂ دار پر تھے تو شبلی نے پوچھا عرفان کیا ہے؟ فرمایا یہ کمترین عرفان ہے جو کچھ دیکھ رہے ہو۔ شبلی نے پھر دریافت کیا کہ اس سے بالاتر عرفان کیا ہے تو فرمایا کہ تمہارا اس سے کوئی تعلق ہی کیا ہے۔ (۵)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ دنیا میں عشاقِ ذات کا حال تو یہی ہوتا ہے مگر تو منصور کی طرح ثابت قدم رہ۔ چاہے تم پر تکفیر کے فتاوی کیوں نہ عاید کئے جائیں۔

---

(۵) صوفیا معتقدند کہ عوالم سیر و سلوک و اسرار بین عاشق و معشوق (خدا و بندہ) را نباید نزد بیگانہ فاش کرد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ و (منصور) چوں بردار بود شبلی گفت عرفان چیست؟ گفت کمترینِ اینست کہ می بینی۔ شبلی گفت بالاتر ازاں چیست؟ گفت ترا بداں راہ نیست۔

رحمت اللہ مہراز۔ ماہنامہ "تلاش"۔ شمارہ چہارم فروردین ۱۳۴۶ تہران۔

ع ۔ عاشق راز ماہی دے کولوں کدی نہ ہوون واندے ہو (۱)٥

۱۲۵ نیندر حرام تنہاں تے ہوئی جہڑے اسم ذات کماندے ہو (۲)◎

ہک پل مول آرام نہ کردے دینہہ رات وتن کرلاندے ہو (۳)

جنہاں الف صحی کر پڑھیا **باھو** واہ نصیب تنہاندے ہو (۴)

لغت : واندے : فارغ   وتن : رہتے ہیں ۔ کدی : کبھی

ترجمہ : ۱۔(خدا کرے) عاشقان (ذات) راز محبوب سے کبھی فارغ نہ ہوں ۔

۲ ۔ (جو عاشقان ذات) (ذکر) اسم ذات کماتے ہیں (انہیں ذکر سے اس قدر لذت حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر) نیند حرام کر لی ہے ۔

۳ ۔ (عاشقان ذاکر اسم اللہ ذات) تو ایک پل بھی ہرگز ہرگز آرام نہیں کرتے ۔ (وہ تو) دن رات درد و سوز میں مبتلا ہو کر) چلاتے ہیں ۔(فریاد کرتے) پھرتے ہیں ۔

۴ ۔ اے باہو ۔ (ان خوش نصیبوں کے) کتنے اچھے نصیب ہیں ۔ جنہوں نے الف (اسم اللہ ذات کو) صحیح کر کے پڑھ لیا ۔

---

(۱) ك   ٥ ۔ نسخہ ب میں یوں ہے ع عاشق راز ماہی دے کولوں کدی تھیوین واندے ہو

(۲) ك ۔ ب ۔ ھ

◎ نسخہ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ م ۔ ن ۔ د میں یوں ہے ع نیندر حرام تنہاں تے ہوئی جہڑے ذاتی اسم کماندے ہو

(۳) ك ۔ ب و میں (وتن) کی بجائے (وطن) درج ہے ۔

(۴) ك ۔ ھ ۔ ذ ۔ ف ۔ ش ۔ ن ۔ ۶

بیت توحید حقیقت کے مرتبہ شیوناتی سے متعلق ہے جس کی تفصیل بیت ۴۲ میں پہلے بیان ہو چکی ہے ۔ بیت میں عشاق ذات کا کردار و کیفیت حال جس طرح بیان ہوا ہے اس کا مفہوم قرآن شریف میں بھی ملتا ہے

تشریح : پس قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے ۔ پس انہیں کے ساتھ صبر کئے رہ جو صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں اور اس کے دیدار کے طالب ہیں ۔ اپنی آنکھیں اُن سے اُٹھا کر کسی دوسرے پر نہ جما جو دنیاوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور نہ اس شخص کی تابعداری کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہے اور اس کی دنیا داری حد سے گزر گئی ہے ۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں خدا کرے یہ عشاق اپنی اس کیفیت و لگن سے کبھی فارغ نہ ہوں ؎

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد   کہ بستگان کمند تو رستگار انند (۲)

ان دنیوی آلائشوں سے پاک عشاق کے فقر و عشق کے بارے میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "فقیری تو پُر درد اور پُر غم رہنا ہے ۔ گھر میں بیٹھ کر حلوے مانڈے کھانا نہیں بلکہ دن رات سوز دل میں جلنا ہے ۔ (۳)

پھر فرمایا ؎

دردل خیال وصلت در راہِ انتظار
شب و روز بیقرارم محبوب مرحبا (۴)

---

(۱) واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداوة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوٰه وكان امره فرطًا ۔ (القرآن ۱۵ ؍ ۱۶)

(۲) خواجہ شمس الدین محمد حافظ ۔ کلیات حافظ ۔ تہران ۱۳۲۸ھ ص ۷۲

(۳) فقیری پر درد کشالہ نہ حلوا خوردن درخانہ با درد خالہ کہ نرم و چرب لقمہ و نوالہ بلکہ سوختن بسوز شب و روز (سلطان باہو عین الفقر ۔ شرح نظام الدین ۔ جلد دوم ص ۵)

(۴) ترجمہ : دل میں تیرے وصل کا خیال ہے اور تیری راہ پر منتظر ہوں ۔ مرحبا اے محبوب میں دن رات بیقراری میں بسر کر رہا ہوں ۔ (سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ غزل ۹)

اسی ضمن میں عطار نے کیا خوب فرمایا ہے

گر تو مرد زاہدی شب زندہ باش   بندگی کن تا بروز و بندہ باش
ور تو ہستی مرد عاشق شرم دار   خواب را در دیدۂ عاشق چہ کار (۵)

اسی حقیقت حال کے بارے میں میاں محمد کا بیان ناقابل فراموش ہے

جیں دل اندر عشق سماناں رونوں کم انا ہاں !
وچھڑے روندے روندے ملدے روندے ٹردے راہاں (۶)

لیکن جنہوں نے یہ دردِ غم اُٹھا کر غایت عرفان ذات حاصل کر لیا وہی نہایت خوش نصیب ہیں۔

---

(۵) فریدالدین عطار۔ منطق الطیر: مرتبہ شیخ مبارک علی ص ۲۷۳

(۶) میاں محمد بخش ؒ۔ سیف الملوک۔

ع۔ عاشق عشق ماہی دے کولوں نت پھرن ہمیشاں کھیوے ہو (۱)

۱۲۶ جنہاں جیندیاں جان ماہی نوں ڈتی اوہ دوہیں جہانیں جیوے ہو (۲) ٥

شمع چراغ جنہاں دل روشن اوہ کیوں بالن ڈیوے ہو (۳) ◎

عقل فکر دی پہنچ نہ کائی باھو اوتھے فانی فہم کچیوے ہو (۴)

لغت : ہمیشاں : ہمیشہ۔ کھیوے : سرمست۔ جیندیاں : زندگی میں۔ جیتے جی۔

بالن : جلائیں۔ روشن کریں۔

ترجمہ : ۱۔ عاشقان (ذات) تو ہمیشہ عشق محبوب میں سرخرد (اور) سرمست پھرتے ہیں۔

۲۔ جنہوں نے جیتے جی محبوب (حقیقی) پر جان دے دی (وہ تو حیات ابدی پاکر زندہ جاوید ہوگئے) وہ دونوں جہان میں زندہ رہے۔

۳۔ جن (عارفان کامل) کے دل کی شمع (عشق ذات اور ذکر اسم ذات کے انوار سے) روشن ہوگئی ہے۔ وہ (علم وعقل) کے چراغ کیوں جلائیں۔

۴۔ اے باہو! (اس راہ معرفت میں) عقل وفکر کی رسائی ہی نہیں (بلکہ) وہاں عام فہم (وادراک) کو فنا کردینا چاہیئے۔

---

(۱) ب۔ع۔ف۔ذ، ز۔م۔ن

(۲) ع۔ہ۔ذ

٥ نسخہ ب میں یوں ہے: جنہاں جیندیاں جان جانی نوں دتی اوددہیں جہانی جیوے ہو

(۳) ن۔و

◎ نسخہ ہ میں یوں ہے: شمع چراغ دل روشن جینداں اوہ کیوں بالن ڈیوے ہو

(۴) ب۔ذ

؎ جائیکہ تو باشی اثر غم نبود   آنجا کہ نباشی دل خرم نبود
آں را کہ ز فرقت تو یک دم نبود   شادیش ز زمین و آسمان کم نبود (۱)

تشریح : قرآن کریم میں وارد ہوا ہے "اور مت کہو اس کو جو مارا گیا ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ جیتے ہیں پر تم کو خبر نہیں" (۲)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جنہوں نے اس زندگی میں اپنی جان محبوب حقیقی کے حوالے کر دی۔ وہ تو دراصل دونوں جہان میں زندہ ہیں اور عشق محبوب میں ہر وقت مسرور رہتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جن کے دل لافانی شمع عشق الٰہی (اسم اللہ ذات) سے روشن ہو چکے ہوں انہیں کم معیار اور گھٹیا روشنی رکھنے والے فانی عقل و علم کی کیا ضرورت ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ عشق کے بلند و بالا مقام تک عقل کوتاہ فکر کی رسائی نہیں ہو سکتی تو اس فانی عقل کے محدود فہم و ادراک کو عشق کے لافانی اور لامتناہی مقام کے سامنے فنا کر دینا چاہیے۔ دراصل عشق ہی عقل کامل ہے۔ جب عقل کامل حاصل ہو جائے تو محدود عقل کی گنجائش نہیں رہتی۔

---

(۱) ابوسعید ابوالخیر۔ رباعیات مرتبہ ابوبری۔ لاہور ۱۹۳۴ء ص ۲۵۔

(۲) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (پ۲۔ س ۲)

ع عاشق دی دل موم برابر معشوقاں وَل کاہلی ہو (۱) ٥

۱۲۷ طاماں ویکھے ترتر تکّے جیوں بازاں دی چالی ہو (۲) ◎

باز بےچارا کیونکر اُڈّے پَیریں پیوس دوالی ہو (۳)

جیں دل عشق خرید نہ کیتا باھو دوہاں جہانوں خالی ہو (۴)

لغت : طاماں : خوراک باز وَل : کی طرف کاہلی : عجلت پذیر ترتر : متواتر حسرت سے تکّے : دیکھے ۔ چالی : عادت ۔ رویہ ۔ ڈھب ۔ پَیریں : پاؤں میں ۔ اُڈّے : اُڑے ۔
دوالی : باز کے پاؤں میں چمڑے کی رسّی ۔ پیوس : اس کے پرلی ۔

ترجمہ : ۱۔ عاشق کا دل موم کی طرح (نرم اور پگھلنے والا ہے) (جو کہ حرارت عشق میں پگھل کر) معشوق کی طرف عجلت پذیر ہو کر بہ جاتا ہے)

۲۔ (شہباز عشق معشوق حقیقی سے دیدار کا) طعمہ دیکھ کر متواتر حسرت بھری (نگاہ سے) (لطف محبوب کو) دیکھتا ہے ۔ جیسا کہ (عام طور پر) بازوں کی عادت ہوتی ہے ۔

۳۔ بیچارہ (شاہ) باز (عشق) جس کے (دونوں) پاؤں میں (عشق محبوب حقیقی) کے دوال (بندھے) پڑے ہیں (وہ کوئے محبوب کو چھوڑ کر) کیسے اُڑ کر جائے ۔

۴۔ اے باہو ۔ جس دل نے عشق (ذات) خرید نہ کیا وہ (بدنصیب تو) دونوں جہانوں (کے انعام سے) خالی (و محروم) رہا ۔

---

(۱) ل ک ۔ ٥ باقی نسخوں میں ' دل کالی ' درج ہے ۔

(۲) ب ◎ باقی نسخوں میں ' دیکھے ' کی بجائے ' ے کے ' درج ہے ۔

(۳) ب ٥٥ باقی نسخوں میں ' دوالی ' کی بجائے ' دیوالی ' درج ہے ۔

باقی نسخوں میں یوں ہے مصرعہ تے جیں دل عشق خرید نہ کیتا باہو گئے جہانوں خالی ہو

تشریح: بیت میں حضرت سلطان العارفین نے عاشق جانباز کو شاہباز سے تشبیہ دی ہے جو اپنے مقصود کو نہایت اشتیاق کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ مگر اُس کے پاؤں میں دنیا و آخرت کے دوال پڑے ہوتے ہیں۔ جن سے آزاد ہو کر محبوب حقیقی تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت سلطان العارفین نے عاشق کے دل کو موم کی طرح نرم قرار دیا ہے جو ہر لمحہ اپنے محبوب کے آتش عشق سے پگھلنے میں عجلت پذیر ہے۔

خاطری دارم چو مومی پر گداز   عذر میخواهم چو شد تن در گداز (۱)

اسی ضمن میں رومی نے فرمایا ہے

ازاں شیریں زباں ہر شب جدا تا روز میسوزم   چو آں مومیکہ محروم از وصال انگبین گردد (۲)

یہ بیتابانہ حالت شاہباز عشق کی ہے جو فوراً اڑ کر ہمیشہ کے لئے لقائے محبوب حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن ابھی اسے دنیا و آخرت میں عشق کی منازل کے دوال جو اس کے پاؤں میں ہیں برداشت کرنا ہونگے آخر میں فرماتے ہیں۔ عشق سے خالی دل دونوں جہان سے محروم رہتا ہے۔

فرمانِ الٰہی۔ ٹوٹے میں دیا دنیا اور آخرت کو (۳)

---

(۱) فریدالدین عطار منطق الطیر۔ مرتبہ شیخ مبارک علی۔ ص ۲۲۳

(۲) مفتاح العلوم۔ شرح مثنوی از مولوی محمد نذیر عرشی۔ دفتر اول حصہ پہلا۔ لاہور ۱۹۵۸ء ص ۲۵

(۳) خسر الدنیا والآخرۃ (پ ۱۷، ع ۹)

ع۔ عاشقاں ہکو وضو جو کیتا روز قیامت تائیں ہو (۱)

۱۲۸ وچ نماز رکوع سجودے رہندے سنجھ صباحیں ہو (۲)

ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں سبھ فقر دیاں جائیں ہو (۳)

عرش کولوں سے منزل اگے باھو پیا کم تنہائیں ہو (۴)

لغت : ہکو : ایک ہی ۔ تائیں : تک تلک ۔ سنجھ : شام ۔ رات ۔
صباحیں : صبح ۔ روز ۔ سبھ : ساری ۔ جائیں : جگہیں ۔ مقام ۔
کم : کام کاج ۔ واسطہ ۔ تنہائیں : ان کو ۔

ترجمہ : ۱۔ عاشقان (ذات) ایک ہی ایسا وضو کر لیتے ہیں (جس کی طہارت) روز قیامت تک قائم رہتی ہے)۔

۲۔ ایسے عاشقان (ذات) (زندگی بھر) رات دن نماز (عشق و معرفت) کے رکوع و سجود میں (محو) رہتے ہیں ۔

۳۔ یہاں (جہانِ دنیا میں اور) وہاں (عالم بقا میں)(یعنی) دونوں جہانوں میں سب فقراء (اہل اللہ) (ہی کی اپنی جگہیں (اور ٹھکانے ہیں)

۴۔ اے باہو ۔ (دارین تو درکنار) (ان عاشقانِ ذات کا تو) عرش (معلیٰ) سے سینکڑوں منزل آگے واسطہ جا پڑا ہے ۔

---

(۱) ب ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع ۔ ک

(۲) ک ۔

(۳) ب ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔ ع ۔ ک

(۴) ذ ۔ ک

تشریح : فرمایا اللہ تعالیٰ نے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم (النساء ۱۰۳) یعنی جب تم فرض نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔ (۱)

" امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو پہلو راست پر سو رہا ہے۔ خیال کیا کہ شاید نماز پڑھ کر سو گیا ہے پھر ظہر کے وقت گئے تب بھی اسی کروٹ سے سوتے پایا پھر عصر و مغرب کے اوقات میں بھی وہی کیفیت دیکھی جب وقت مغرب تنگ ہونے لگا تو اس کو جگایا اور فرمایا کہ نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ وہ شخص جاگا اور وضو کر کے اوّل نماز فجر کی نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ٹھیک صبح کا وقت اور نور کا تڑکا ہے۔ پھر اس نے ظہر کی نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ظہر کا وقت ہونے لگا اور جب عصر کی نیت کی تو وقت عصر موجود تھا اور مغرب کی نیت کی تو مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ پھر مجدد صاحب سے اس نے کہا کہ نماز کے لئے تو آپ نے جگا دیا مگر یہ میرا حال نہ پہچانا کہ کیا ہے۔ بھلا اس حالت کے روبرو نماز کیا شے ہے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز کچھ شے نہیں بلکہ ایسی حالت کے فقیر ہر وقت نماز ہی میں رہتے ہیں"۔ (۲)

جیسے کہ بیت میں فقراء کی نماز اور منازل عشق کے متعلق بیان ہے اسی سلسلہ میں تین اقتباس ملاحظہ ہوں جو وضاحت کے لئے کافی ہیں۔

" حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں"۔ فقیر باہو کہتا ہے کہ جب کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہو کر معراج شریف پر تشریف فرما ہوئے تو جبریل ؑ مقام سدرۃ المنتہیٰ پر جلوہ گر صورت کو زین کو آراستہ پیراستہ بنا کر فوراً کھڑے ہوئے اور خداوند کریم کے حکم سے وہاں ہی ٹھہر گئے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے تمام ہژدہ ہزار عالم کا تماشا دکھایا اور مقام قرب قاب قوسین او ادنیٰ (۳) پر پہنچا کر فرمایا اور

---

(۱) بشکریہ سلطان باہو مجلس الفقراء خورد ۔ ترجمہ اردو ۔ چمن الدین لاہور ۱۹۶۱ ۔ ص ۲۹

(۲) سید گل حسن قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ھ ص ۳۳۰

(۳) فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۔ پس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک ۔ النجم ۹ ۔

حکم ہوا کہ اے میرے پیارے آپ نے تمام ہژدہ ہزار عالم کونین کو دیکھا اور سب کے حالات سے آگہی پائی اب فرمائیے کہ آپ نے ان میں سے کس چیز کو پسند کیا اور آپ کو کیا چاہیئے۔ حضور پُرنور سیدنا و نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اے میرے مالک میں تجھے اور تیری محبّت اور تیرا اسم ذات چاہتا ہوں اور حکم ہوا اے میرے پیارے حبیب میری محبّت کس چیز میں ہے اور وہ کیا ہے اور میں کیا چاہتا ہوں آپ کیا چاہتے ہیں اور میرے پاس اس سے بڑھ کر آپ کو پسند ہے جبکہ اس مقام میں آپ کے اور میرے درمیان کچھ حجاب نہیں رہا۔ تو وہ اور کیا چیز ہے ۔ عرض کیا عجز و نیاز۔ منزل فنا فی اللہ و بقا باللہ(۴)

پھر فرمایا" یاد رکھو کہ کل مقامات عرش سے فرش تک سب طالب کے امتحان کے لئے ہیں ان میں جو مقام بھی خالق سے روک دے وہی شیطان ہے۔ دیکھو مقام ملائکہ مقام کمال انسانیت سے کم ہے اور انسان عبادت الٰہی کے لئے ہے . . . . یہ مقامات کل وجز ناری اور نوری تجلیات سے ہیں . . . جو شخص ان مقامات کو طے کر لیتا ہے والی ولایت ہو جاتا ہے ۔ ایسے لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" اللہ تعالیٰ دوست ہے ان کا جو ایمان لائے کفر کے اندھیروں سے نکال کر اپنے نور کی طرف لاتا ہے"۔ (۵) ظلمات نار ہے اور نور اللہ نور ہے اور قولہ تعالیٰ ان ربھم بھم یومئذ لخبیر" (۶)

---

(۴) ایں فقیر باہو میگوید کہ چوں شب معراج برِ براق سوار جبرائیل پیش جلوہ دار صور کونین ملا آراستہ .....تا.....
پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرمود با خداوند جل جلالک فقر فنا فی اللہ بقا باللہ۔
سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ جلد اوّل۔ ص ۳۷ ۔ ۳۸

(۵) اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ (پ ۳ ع ۲)
ترجمہ: اللہ دوست دار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف روشنی کے۔

(۶) بدانکہ ہر مقامات آنچہ از عرش "تا ثریا و تحت الثریٰ ہمہ از برائے امتحان است آنچہ از خالق باز دارد راہزن و شیطان است "تا قولہ تعالیٰ، ترجمہ: بتحقیق پروردگار ان کا ساتھ ان کے اس دن البتہ خبردار ہے۔ (الھدایت ۱۱) سلطان باہو، مجالس النبی، مکتوبہ ۱۳۰۲ھ ص ۲

پھر فرمایا: "فقیر وہ ہوتا ہے جو ان تمام ستر ہزار مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچ جائے اور تمام افراد حیوانی و انسانی کو پہچان جائے اور تمام کے مراتب کو معلوم کرے تو ایسے شخص کو مذہب سلوک میں فقیر کہا جاسکتا ہے اور جبکہ وہ مقام عرش کرسی سے بھی گزر جاتا ہے۔" (۷)

نقل ہے کہ ایک روز حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ قاضی دیوان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے جو کہ قاضی نجم الدین ثنائی کے نام پر مشہور تھے۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کیا قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے ہیں۔ قاضی صاحب یہ بات سنتے ہی باہر تشریف لائے اور شیخ صاحب سے کہا یہ آپ نے کیا کہا ہے۔ شیخ ممدوح نے فرمایا۔ حضرت، علماء ظاہر کی نماز اور ہے اور فقراء کی نماز اور ہے۔ علماء کی نماز یہ ہے کہ جب تک قبلہ برابر نہ کرلیں نماز ادا نہیں کرسکتے۔ اگر ان کو قبلہ پورے طور پر معلوم نہ ہوسکے تو وہ تحیر پہ مجبور ہوجاتے ہیں اور جس طرف ان کا دل شہادت دے اس وقت وہ اسی طرف کو نماز پڑھ لیتے ہیں اور فقراء کی نماز یہ ہے کہ جب تک وہ عرش کو برابر نہیں دیکھ لیتے نماز نہیں پڑھتے۔ الغرض اتنی بات سنتے ہی قاضی نجم الدین صاحب گھر میں تشریف لائے۔ سو گئے۔ اور خواب دیکھتے ہیں کہ شیخ ممدوح عرش معلی پر مصلی گزار رہے ہیں۔ قاضی صاحب یہ معاملہ دیکھ کر ہیبت میں آئے۔ بیدار ہوکر شیخ کے پاس آئے اور معذرت کی کہ معاف کیجئے میں معذور ہوں۔ شیخ نے کہا اے قاضی نجم الدین تم نے جو مجھے عرش پر مصلّٰی بچھائے نماز پڑھتے دیکھا۔ یہ مقام درویشوں کے مراتب سے ایک کمترین درجہ ہے اور ان کے مقامات ان سے بڑھ کر ہیں۔" (۸)

---

(۷) کار او ہژدہ ہزار عالم بگذرد و بالا عرش رود ہمہ را کس داند و مذہب سلوک درویش فقیر ہمیں را گویند چوں از ہفتاد ہزار مقام بالا از عرش و کرسی بگذرد۔ سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ جلد اول۔ ص ۳۷

(۸) نقل است روزی شیخ جلال الدین تبریزی پیش قاضی دیوان کہ او را نجم الدین ثنائی گفتہ میگذشت ۔۔۔تا۔۔۔ شیخ فرمود اے نجم الدین آنچہ دیدی بر عرش مصلّٰی انداختہ نمازی خوانم ایں کمترین درجہ درویشاں است۔
سلطان باہو۔ عین الفقر۔ حصہ دوم۔ شرح نظام الدین۔ ص 9 - ۱۰

ع عشق دی بازی ہر جا کھیڈی شاہ گدا سلطاناں ہو (۱)

۱۲۹ عالم فاضل عاقل دانا کردا چا حیراناں ہو (۲)

تنبو کھوڑ لتھّا وچ دل دے چا جوڑیس خلوت خاناں ہو (۳) ٥

عشق امیر فقیر منیندے باھو کیا جانّے لوک بیگاناں ہو (۴) ◎

لغت : کھیڈی : کھیلی ۔ کھوڑ : گاڑ کر۔ لتھّا : اُتر آیا۔ جوڑیس : اس نے بنایا
منیندے: مانتے ہیں ،تسلیم کرتے ہیں ۔

ترجمہ : ۱۔ عشق (حقیقی یا مجازی) کی بازی ہر جگہ بادشاہوں، گداؤں (اور) سلاطین نے کھیلی ہے۔

۲۔ (یہ عشق) عالموں، فاضلوں، عاقلوں اور داناؤں کو (بھی) حیران کر دیتا ہے۔

۳۔ (یہی عشق) (میرے) دل میں خیمہ گاڑ کر اتر آیا ہے۔ (اور اس نے میرے خانہ کو اپنا) خلوت خانہ بنایا ہے ۔

۴۔ اے باھو! حضرت عشق (تو ذات اقدس ہے جسے) امیر و فقیر (سب) تسلیم کرتے ہیں۔ (یہ نامحرم عشق) (راز محبوب سے) بیگانے لوگ (اس راز کو) کیا جانیں۔

---

(۱) ا ۔ ذ ۔ ع ۔ و ۔ ز = ب د میں (عشق) کی بجائے (برہوں) درج ہے۔

(۲) ا ۔ ک

(۳) ا ۔ ک = ب د میں یوں ہے ع تنبو ٹھوک قناتاں تن دہ لائیس خلوت خانہ
٥ نسخہ ک کے مطابق 'کھوڑ' کی بجائے 'ٹھوک' درج ہے۔

(۴) ا ◎ نسخہ ک کے مطابق 'جانّے' کی بجائے 'مانے' ہے
نسخہ ذ ۔ ف ۔ ش کے مطابق یوں ہے ع عشق امیر فقیر منیندے باھو دوجا کون بے گاناں ہے

؎ عشق دی شان ہے سارے جگ توں جُدا
اوہ نہ شاہ ویکھدا نہ گدا ویکھدا (۱)

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر مقام و ہر مرتبہ رکھنے والے انسان عشق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ۔ حضرت عشق کے سامنے بادشاہ و مسکین ، غنی و گدا ، عالم و فاضل اور بڑے عاقل و دانا لوگ مغلوب ہو کر رہ گئے ۔ اور یہ عشق نہاں خانہ دل میں اپنے خیمے گاڑ دیتا ہے ۔ البتہ جو اس سے نا آشنا رہ جاتے ہیں وہی دراصل بیگانہ ہیں ۔ بیگانے کیا جانیں ۔ ورنہ عشق کی حقیقت کو تو ہر امیر و غریب نے تسلیم کیا ہے ۔

بیت نہایت عام فہم اور دلکش ہے ۔ نہایت پُر اثر الفاظ میں عشق کی عظمت بیان کی گئی ہے اور نہاں خانۂ دل میں اس کے اترنے کی کیفیت نہایت دلپذیر انداز میں بتلائی گئی ہے ۔

؎ عاشقی را چہ جوان چہ پیر مرد
عشق بر ہر دل کہ زد تاثیر کرد (۲)

---

(۱) محمد اعظم چشتی (پاکستان کا معروف خوش الحان قوال)

(۲) فریدالدین عطار ۔ منطق الطیر ۔ شیخ مبارک علی لاہور ۔ ص ۹۳

ع۔ عشق دریا محبّت دے وچ تھی مردانہ تریئے ہو (۱)

۱۳۰ جتھےّ لہر غضب دیاں ٹھاٹھاں قدم اتھائیں دھریئے ہو (۲)

اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ہو (۳)

نام فقیر تد تھیندا باھو جد وچ طلب دے مریئے ہو (۴) ٥

لغت: تریئے: تیریئے، تیرنا چاہیئے۔ ٹھاٹھاں: پُرموج لہریں۔
جھنگ: جنگل۔ بلائیں: آفاتیں۔ ویکھو ویکھ: دیکھا دیکھی۔

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش) دریائے عشق و محبت میں مردانہ وار تیرنا چاہیئے۔
۲۔ (اس دریائے عشق و معرفت میں) جہاں غضبناک پُرموج لہریں ہوں وہیں قدم دھرنا چاہیئے۔
۳۔ (اس راہِ عشق میں اور طالبان خام کی) دیکھا دیکھی جھاڑیاں جنگل آفات گھنے گھاٹ (وغیرہ کے مصائب سے) نہیں ڈرنا چاہیئے۔
۴۔ اے باہو (سالک اپنے آپ کا) نام (تب ہی) فقیر کہلانے (کا مستحق ہوتا ہے) جب (کہ وہ اپنی ہستی کو حصول) مطلب میں فنا کر دے۔

---

(۱) ک۔ ذ

(۲) ک۔

(۳) ک۔ ع۔ ف۔ ش۔ ذ

(۴) ک ٥ نسخہ ع میں یوں ہے ع نام فقیر تد تھیندا باہو وچ طلب جد مریئے ہو۔

؎ گر بہ ہر چیزی فرود آئی براہ
کی توانی خورد جام از دست شاہ
ہر کہ با ہمت دریں راہ آمدست
گر گدائی میکند شاہ آمدست (۱)

تشریح : کوئی فرد یا کوئی قوم اس وقت تک مقصد نہیں پاسکتے جب تک راہِ عشق میں صعوبتیں نہ برداشت کریں۔ مقصد رضائے حق اور حصولِ حق کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی اور مقصد کسی فرد یا کسی قوم کا ہوسکتا ہے تو وہ جان لیں کہ مکمل انتشار اور خرابیوں کی طرف جارہے ہیں۔ رضائے حق اللہ تعالیٰ کے قانون قرآن حکیم پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس راہ میں جذبۂ عشق سلامت رکھنے سے ہی عرفان حاصل ہوسکتا ہے۔

ہر سالک، مبتدی، عارف، عاشق، فقیر کے سامنے راہِ حق پر چلنے میں ہزاروں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ ان مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اس پُرخطر مشکلات کے دریا سے مردانہ وار تیر جاؤ۔ مردانہ وار وہ تیر سکتا ہے جو پروردگار پر کامل توکل رکھتا ہے۔ اور توکل کر اوپر اللہ کے اور کفایت ہے اللہ کارساز (۲)

پھر حضرت سلطان العارفین سالک کو تلقین فرماتے ہیں کہ خطرات میں جینا سیکھو۔ بلکہ جہاں بھی پُرغضب اور خطرناک لہریں ہیں وہیں پر تیرو اور وہیں پر قدم جماؤ۔

علامہ اقبال بھی اسی مفہوم کو یوں ادا کر گئے ہیں کہ

؎ بدریا غلط و با موجش در آویز
حیات جاوداں اندر ستیز است (۳)

---

(۱) فریدالدین عطار، منطق الطیر - مرتبہ شیخ مبارک علی - ص ۲۰۶
(۲) وتوکل علی اللہ وکفیٰ باللہ وکیلا - (الاحزاب ۳)
(۳) علامہ محمد اقبال - پیام مشرق - درلالہ طور رباعی ۶۰ ص ۱۴۱

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں راہ عشق میں پُرخطر جنگل و بیابان کا سامنا ہوتا ہے اُن سے قطعاً نہیں گھبرانا چاہیئے۔ اور فرماتے ہیں دراصل فقیر یا عارف نام بھی اُس وقت کہلایا جا سکتا ہے۔ جب مقصد حقیقی میں جان دے دی جائے۔ گویا اس طلب مقصود میں مرنے سے پہلے مرجاؤ (۴) کا حال و مقام حاصل کیا جاتے۔

ے خیال او درون دیدہ خوشتر
غمش افزودہ جاں کاہیدہ خوشتر
مرا صاحبدلی این نکتہ آموخت
زمنزل جادۂ پیچیدہ خوشتر (۵)

---

(۴) موتوا قبل ان تموتوا

(۵) علامہ محمد اقبال۔ پیام مشرق۔ رباعی ۲۷۔ ص ۲۴

ع۔ عشق اسانوں لسیاں جاتا لتھا مل مہاڑی ہو (۱) ٥

۱۳۱ ناں سووے ناں سون دیوے جیویں بال رہاڑی ہو (۲) ۞

پوہ مانہہ منگے خربوزے میں کتھوں لیساں واڑی ہو (۳) ٥٥

عقل فکر دیاں بھل گیاں گلاں باھو جد عشق وجائی تاڑی ہو (۴) ٥

لغت : لسیاں : کمزور ۔ جاتا : سمجھا۔ لتھا : آن اترا ، آ کر اترا ۔ مل : پکڑ کر ، قابو کرکے۔ مہاڑی : چوکاٹھ ، دروازہ ۔ بال : بچہ۔ رہاڑی : بے مہار ، ضدی ، نہ مڑنے والا۔ مانہہ : مہینہ ، ماگھ۔ لیساں : لگاؤں گا یا حاصل کروں گا۔ واڑی : خربوزے کا فصل ۔ گلاں : باتیں۔ وجائی : بجائی۔ تاڑی : تالی

ترجمہ : ۱۔ عشق نے ہمیں کمزور سمجھا اور (دروازۂ دل) کی چوکاٹھ قابو میں کر (دل و جان پر) آن اترا ہے۔

۲۔ (یہ عشق) ضدی بچے کی طرح نہ تو خود سوتا ہے اور نہ ہی مجھے سونے دیتا ہے۔

۳۔ (یہ عشق مجھ سے موسم سرما) پوہ ماگھ (کے مہینوں میں بے موسم خربوزے مانگتا ہے ۔ (اور قبل از وقت دیدار کا متمنی ہے) میں (اب اس کی آرزو پوری کرنے کے لئے) کہاں سے خربوزے کا فصل حاصل کروں گا (اور کیسے طے منازل کے بغیر مقام منتہی عشق تک پہنچاؤں۔)

۴۔ اے باہو ۔ جب (حضرت) عشق نے تالی بجائی تو عقل و فکر کی سب باتیں بھول گئیں ۔

---

(۱) ل ک ٥ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع عشق اسانوں لسیاں جاتا ہن لتھا آن مہاڑی ہو

(۲) ذ - ل ک ۔ ۞ نسخہ ذ ۔ ف ش ۔ ن ۔ م ۔ و ۔ ز میں یوں ہے ع نہ سویں نہ سون دیوے ہور ہیا بال رہاڑی ہو

(۳) ل ک ۔ ذ ۔

٥٥ نسخہ ف ۔ ش ۔ ن ۔ م ۔ و ۔ ز میں یوں ہے ع پوہ ماگھ منگے خربزے میں کتھوں لیساں واڑی ہو

(۴) ل ک

٥ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع عقل فکر دیاں سب بھل گیاں باھو جد عشق مچائی تاڑی ہو

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشق نے ہمیں کمزور سمجھا جبھی ہمارے دل کے دروازے پر اس نے قبضہ جمالیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دل تمام دنیا و عاقبت کی محبت سے خالی رکھا ہوا تھا جس میں اس طاقت ور محبتِ الٰہی نے اپنا مقام کرلیا ہے۔ دل میں ورودِ عشق کے بعد شوقِ دیدار نے اتنا اضطراب پیدا کیا کہ خواب و آرام ختم ہوگیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ عشق نہ خود لمحہ بھر آرام کرتا ہے اور نہ ہمیں سونے دیتا ہے۔ اس کی بیقراری اور بے چینی اسی طرح ہے جیسے ایک ضدی بچہ نہ خود آرام کرتا ہے نہ دوسروں کو رہنے دیتا ہے۔

عشق کے کام عقل و فکر و دانش سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ ایسی واردات و کیفیات سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ جو مافوق الفطرت ہوتی ہیں۔ ان حقائق کو ایک عام ذہن نہیں سمجھ سکتا۔ جس طرح ایک ضدی بچہ اس بات پر مصر ہو جاتا ہے کہ سخت سردی کے مہینہ میں اسے خربوزہ کھلایا جائے۔ اسی طرح وارداتِ عشق میں بھی عاشق کو بعض ناممکن العمل شوق کا سامنا کرنا پڑتا ہے دراصل عاشق کو محبوبِ حقیقی سے وصال کے لئے کچھ ذکر، فکر، تصور و عمل کے منازل طے کرنے ہوتے ہیں مگر عشق کی بے چینی و بیقراری قبل از وقت دیدار کی متمنی دکھائی دیتی ہے حقیقت میں ابتدائی منازل میں یہ تمنا بالکل اسی طرح ہے جیسے موسم سرما میں تربوز کی خواہش کی جائے۔ گویا ناممکن العمل خواہش ہوئی۔ مگر جب عاشق منازل طے کرلیتا ہے تو اسے اس قبل از وقت کی خواہش کا بالآخر ثمرہ مل ہی جاتا ہے۔ مگر اپنے وقتِ معینہ پر جب اس کا صحیح موسم آجاتا ہے۔

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ دراصل ہماری قبل از وقت عشق کی بے چینی اور بیقراری اس وجہ سے ہے کہ جب حضرت عشق اپنی آمد کی تالی بجاتا ہے تو بے چارہ عقل و فکر تو رفوچکر ہوجاتا ہے۔ جسم و جان پر پوری حکمرانی عشق کی ہوتی ہے۔ عقل و خرد وہاں کچھ کام نہیں کر سکتے۔

ہر چند گہی ز عشق بیگانہ شویم !
با عافیت آشنا و ہم خانہ شویم
ناگاہ پری رُخی بمن برگذرد !
برگردم ازاں حدیث و دیوانہ شویم (۱)

---

(۱) ابوسعید ابوالخیر۔ رباعیات۔ مرتبہ مولوی غلام محمد الوہری۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۳ء۔ رباعی ۲۸۳ ص ۹۴

ع عشق جنہاندے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چپ چپاتے ہو (۱) ٥

۱۳۲ لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ پھردے گنگے باتے ہو (۲) ◎

اوہ کردے وضو اسم اعظم داتے دریا وحدت وچ ناتے ہو (۳) ؏

تدوں قبول نمازاں باھو جد یاراں یار پچھاتے ہو (۴)

لغت : رچیا : رچ گیا۔ چپ چپاتے : خاموش ۔ باتے : لکنت والے۔
ناتے : نہائے ہوئے۔

ترجمہ : (جن عارفان ذات کے جسم وجاں رگ و پوست اور) ہڈیوں میں عشق (ذات، سرایت کرگیا ہے۔ وہ (ذکر اللہ میں محو ہوکر فضول لغویات سے بچ کر) (خاموش) اور چپ چاپ رہتے ہیں۔

۲۔ (ایسے عشاق ذات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ ذکر اسم اللہ ذات سے) ان کے ایک ایک بال میں لاکھوں زبانوں (کی قوت موجود ہے لیکن اس کے باوجود) وہ گنگے اور لکنت والے بنے رہتے ہیں۔

۳۔ (عاشقان ذات کو ایسے مراتب حاصل ہیں کہ) وہ اسم اعظم سے وضو کرتے ہیں اور دریائے وحدت (ذات) میں غسل کرتے ہیں۔

۴۔ اے باھو۔ نمازیں تو تب قبول ہوتی ہیں جب یار (نمازی) اپنے یار (محبوب و معبود حقیقی) کا عرفان حاصل کرے۔

---

(۱) ا ک
٥ باقی نسخوں میں 'رہندے' کی بجائے 'پھردے' مندرج ہے۔

(۲) ل ک ◎ باقی نسخوں میں 'کردے گنگی باتے' درج ہے

(۳) ل ک ؏ ن - د - م میں یوں ہے - ع اوہ کردے وضو اسم اعظم دا جھڑے دریا وحدت وچ نہاتے۔

(۴) ن - ل ک - د

ے جاں سالک اس جائی پہتا آپ مرے مرجیوے
گم ہوتے مڑ باہر نکلے گنگا ڈورا تھیوے (۱)

تشریح:۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں "۔ طالب قادری غواص کی مانند دریائے توحید میں غوطہ زن ہوتا ہے اور دُرِ بے بہا نکالتا ہے اور وجود میں منہ کے صدف کی حفاظت کرتا ہے اور قیامت کے دن ان خزانوں کا پتہ چلتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: "جس نے رب کو پہچان لیا اس کی زبان بند ہوگئی۔" (۲)
پشتو کے ایک ٹپہ میں یوں کہا گیا ہے۔ میں زبان سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن آپ کے لئے میرے دل کے (کوہسار کے) کنارے گر رہے ہیں۔ (۳)

آخر میں رضا و قرب دوست کی اہمیت پر سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اگر یہ حاصل نہیں تو سب نوافل نماز ضائع ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور مقام پر فرمایا۔
"اگر کوئی شخص اسم ذات اللہ اور اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ رکھے۔ اور اس کو مطالعہ میں نہ لائے اور اس کا ورد نہ کرے تو اس کی تمام عمر کی عبادت نماز روزہ حج زکوٰۃ و فضیلت و علمیت وغیرہ سب کی سب ضائع ہوگی اور اتنی عبادت کی ہوئی اس کو کچھ فائدہ نہ دے گی۔" (۴)

---

(۱) میاں محمد بخش۔ سیف الملوک۔ مرتبہ پنجابی اکیڈمی لاہور۔ ص ۳۷

(۲) طالب قادری خاص مثل غواص ہر دم بدریائے توحید غوطہ خوردہ درّ بے بہا کشد و در وجود صدف دہن نگہدارد در روز قیامت خزائن ایشاں معلوم شود۔ حدیث: من عرف ربہٗ فقد کلّ لسانہٗ۔
سلطان باہو۔ گنج الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ

(۳) پہ خولہ ہیچ ویلئے نہ شم۔ دریپے اڑنگ م دزڑہ کمرے دینہ (پشتو)

(۴) اسم اللہ ہمچناں است کہ کسے تمام عمر روزہ نماز حج زکوٰۃ تلاوت قرآن از ہر قسم عبادتے کہ کردہ باشد یا عالم معلم اہل فضیلت شود۔ چوں از اسم اللہ و اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر ندارد و در مطالعہ او نباشد عبادت عمر او برباد و ضائع گشت۔ (سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ حصہ اول۔ ص ۴۹

اسی ضمن میں ایک مقام پر فرمایا ؎

اللہ ترا ببند تو بہ حاضر بیں ‏ ‏ ‏ ‏ درنمازی عارفاں حاضر یقیں

در رکوع اِلہام در سجدہ شنید ‏ ‏ ‏ ‏ درنمازی جز خدا حاضر مبیں

"ایک نماز وقتی ہے دوسری دائمی ۔ اس قسم کی نماز کلید کونین اور کلمات راز ہے" (۵)

دراصل وہ نماز جس میں ذات فقیر ذات اللہ میں محو ہو کر شناسائی کا مقام حاصل کرتا ہے۔ وہ ایسی نماز ہے جس میں مومنوں کے لئے یعنی فقرا کے لئے معراج ہے ۔ معراج سب چیزوں سے بلند پہنچ جانے کا نام و مقام ہے ۔ جہاں ماسویٰ اللہ کچھ بھی نہیں ہے ۔ عارفان ذات کی نماز ماسوا اللہ سے گزر کر محو ذات ہوتا ہے ۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ۔ نماز مومن کی معراج ہے ۔ (۶)

---

(۵) سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ چنن الدین لاہور ۔ ۱۹۶۸ء ۔ ص ۵۱

(۶) الصلوٰۃ معراج المؤمنین ۔

(بشکریہ سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ترجمہ اردو ۔ چنن الدین لاہور ۱۹۶۸ء ۔ ص ۵۱)

۱۳۳ ع۔ عاشق سوئی حقیقی جہڑا قتل معشوق دے مَنّے ہو (۱)
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنّے ہو (۲)
جتول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنّے ہو (۳)
سچّا عشق حسینؑ علی دا باھو سر دیوے راز نہ بھنّے ہو (۴)

لغت : مَنّے : مان لے، قبول کرلے، تسلیم کرلے۔ مُکھ : منہ۔ کھنّے : گھائل ہو
بنّے : کنارے۔ بھنّے : توڑے۔

ترجمہ : ۱۔ عاشق حقیقی وہ ہے جو کہ معشوق (حقیقی) کے ہاتھوں (اپنے) قتل کو تسلیم کرے۔
۲۔ (باوجود انتہائی مصائب کے) نہ تو ترک عشق کرے نہ ہی (محبت محبوب) سے منہ موڑے بخواہ سینکڑوں تلواریں اسے گھائل کریں۔
۳۔ (عاشق حقیقی وہ ہے) کہ جس طرف راز محبوب (رضائے الٰہی) دیکھے (خواہ رنج ہو یا راحت خواہ بہشت ہو یا دوزخ) اسی کنارے لگ جاوے۔
۴۔ اے باہو۔ سچا عشق تو (سیدنا امام) حسین (علیہ السلام) ابن سیدنا (امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ) کا ہے (کہ انہوں نے عشق میں) سر دے دیا (لیکن) (محبوب حقیقی) کا راز نہ توڑا۔

---

(۱) خ۔ع۔ش۔ف۔ل۔ز۔م۔ن
(۲) خ۔ش۔ف۔ع۔ل۔ز۔م
(۳) ش۔ف۔ع۔ل۔ز۔م
(۴) ب۔ش۔ف۔ع۔ل۔ز

تشریح :۔ حدیث قدسی : جو شخص میری طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو شخص مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے اور جو شخص مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے ۔اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق ہوجاتا ہے اور جو شخص میرا عاشق بن جاتا ہے اسے میں قتل کر دیتا ہوں ۔ پس اس کا دیت (خون بہا) مجھ پر لازم ہوجاتا ہے اور میں اس کا خون بہا ہوجاتا ہوں ۔ (۱)

حضرت جنید بغدادی (۲) علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ "وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہے جو اپنے مولا کی تکلیف پر صبر نہ کرسکے"

جواب حضرت بایزید بسطامیؒ (۳)۔ وہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے جو تکلیف مولا میں لذت نہیں پاتا۔

جواب حضرت شیخ شبلی (۴) ۔ وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہے جو اپنے مولا کی تکلیف پر شکر گذاری نہ کرے ۔

جواب حضرت رابعہ بصریؒ (۵) وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اپنے مولا کے

---

(۱) حدیث قدسی: من طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرّفنی ومن عرفنی احبّنی ومن احبّنی عشقنی ومن عشقنی قتلته ومن قتلته فهو علیٰ دیته وانا دیته

خداتعالیٰ جلشانہٗ می فرماید ہر کہ طلب کند مرا می یابد مرا ہر کہ بیابد مرا بشناسد مرا ہر کہ بشناسد مرا دوست گیرد مرا و ہر کہ دوست گیرد مرا عاشق من شود و ہر کہ عاشق من شود او را بکشم و ہر کہ من او را بکشم پس دیت او برمن لازم آید پس دیت او منم کہ من او را باشم ۔

سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ شرح نظام الدین صفحہ اوّل ص ۲۶

(۲) جنید بغدادیؒ ۔ وفات بغداد ۳۰۲ھ

(۳) خواجہ بایزید بسطامی ۔ وفات بسطام ۔ ۲۳۴ھ

(۴) شیخ ابوبکر شبلیؒ ۔ وفات بغداد ۔ ۳۳۸ھ

(۵) رابعۃ العدویہ ۔ زمانہ حسن بصریؒ یعنی دوسری صدی ہجری بمطابق "تذکرۃ الاولیاء" مولانا فریدالدین عطار ۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۱۰ھ ص ۴۰

مشاہدے میں اس کی تکلیف کو بھول نہ جائے ۔ (۶)

یہ کلام مسلک عشق میں عشاق کے رموز ہیں ۔ بہر حال عاشق رضائے محبوب کی تلوار کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کرتا ہے ۔ بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں عشق صادق تو حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے جنہوں نے اپنا سر تو دے دیا مگر راز عشق کی ہر حال میں حفاظت کی ۔

ے شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ (۷)

---

(۶) قول حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لیس الصادق فی الدعوٰی من لم یصبر علی ضرب المولیٰ ۔
جواب حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ لیس الصادق فی الدعوٰی من لم یشکر علی ضرب المولیٰ
جواب حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ لیس الصادق فی الدعوٰی من لم یتلذذ بضرب المولیٰ
جواب حضرت بی بی رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا لیس الصادق فی الدعوٰی من لم ینس فی مشاہدۃ رویتہ الم ضرب المولیٰ ۔ (سلطان باہو ۔ مجالستہ النبی ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ۔ ص ۲۴۵)
(۷) معین الدین چشتیؒ ۔ بشکریہ اقبال اسرار و رموز

ع- عشق سمندر چڑھ گیا فلک تے کتول جہاز کچیوے ہو (۱)
۱۳۴ عقل فکر دی ڈونڈی نوں چپ پہلے پور بوڑیوے ہو (۲)
کڑکن کپڑ پوون لہراں جد وحدت وچ وڑیوے ہو (۳)
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی باھو عاشق مرے تاں جیوے ہو (۴)

لغت: کڑکن: کڑکتے ہیں - کپڑ: گھمن گھیر۔ وڑیوے: داخل ہوں۔
مرے: مر جائے - جیوے: زندہ ہو

ترجمہ: ۱- دریائے عشق (اس قدر موجزن ہے کہ اس کی لہریں) فلک رسا ہوگئی ہیں (اب معرفت کا) جہاز کہاں (لنگر انداز) کیا جائے۔

۲- (راہِ سلوک میں محض ترک و توکل کی ضرورت ہے۔ اس لئے دریائے عشق کے تیراک کو) پہلی ہی بار پار جاتے ہوئے عقل و فکر کی ناکارہ کشتی کو ڈبو دینا چاہیئے۔

۳- (دریائے عشق جو کہ) دریائے وحدت ہے (اس میں) جب (سالک) داخل ہوتا ہے تو خطرناک گھمن گھیر اور تیز لہروں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس میں موت کا خطرہ لاحق ہے)

۴- اے باہو۔ جس مرنے سے لوگ ڈرتے ہیں عشاق کو اسی موت کے بعد حیات (ابدی نصیب ہوتی ہے)

---

(۱) ب - ف - ش - ن - و
البتہ نسخہ ب میں 'کچیوے' کی بجائے 'گھتیوے' درج ہے۔

(۲) ب - ذ - ف - ش - ع - ز

(۳) ب و کہ۔ البتہ نسخہ ب میں 'لہراں' کی بجائے 'لہریں' درج ہے

(۴) ب - ذ - ف - ش - ع - ز - د
البتہ نسخہ ب میں 'تھیں' کی بجائے 'توں' درج ہے

تشریح: فقر کا مقصود رضائے الٰہی میں جان دینا ہے عشق بذات خود بلند سے بلند تر تک چڑھائی کرنے والا سمندر ہے۔ اس میں بھلا عقل و فکر کی معمولی کشتی کہاں قائم رہ سکتی ہے۔ یہاں عرفان و معرفت کا جہاز بھی اسی لئے چھوڑا جاتا ہے تاکہ اس بحر بیکراں میں جا کر غرق ہو جائے۔ اپنا پتہ نہ رہے اور اس غرقاب میں سے گوہر مقصود حاصل کرے۔ اور یہ غرقاب اس کی موت نہیں بلکہ ابدی حیات ہے۔ سمندر کے لامتناہی سفر اور گوناگوں بحری سفر کی تکالیف میں عقل و فکر ناکام ہو جاتی ہے۔ البتہ مشکلات کو برداشت کرنے والا فقیر اپنے معرفت کا جہاز رواں دواں رکھتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: "مراتب فقر کے لئے زندگی موت ہے۔ "مرنے سے پہلے مرجاؤ۔" اور مراتب موت فقر کے لئے حیات ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: زندے کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے، جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خبردار سوائے اس کے نہیں کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں"[1]۔ پھر فرمایا: "خلقت جسے موت سمجھتی ہے وہ عارف کے لئے وصال ہے۔" (۲)

---

(۱) مراتب فقر را حیات ممات است۔ موتوا قبل ان تموتوا۔ و مراتب ممات فقر را حیات ہے۔ قولہٗ تعالیٰ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی۔ قال علیہ السلام الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلبون من الدار الی الدار۔

سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۴۸ھ ص ۳۷

(۲) سلطان باہو۔ محک الفقر خورد۔ ترجمہ اردو۔ حسن الدین لاہور۔ ۱۹۶۱ء۔ ص ۹۷

ع۔ عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالݨ عاشق بہہ سکیندے ہو (۱)
۱۳۵ گھت کے جان جگر وِچ آرا ویکھ کباب تلیندے ہو (۲)
سرگردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہو (۳)
ہوئے ہزاراں عاشق باھو پر عشق نصیب کہیندے ہو (۴)

لغت: بھاہ: آگ۔ بالݨ: ایندھن۔ بہہ: بیٹھ کر۔ سکیندے: تاپتے ہیں۔
گھت کے: ڈال کر۔ تلیندے: فرائی کرنا، بھوننا۔ پیندے: پیتے ہیں۔
پر: لیکن۔ کہیندے: کسی ایک کے۔

ترجمہ: ۱۔ آتشِ عشق (تو اپنی ہی) ہڈیوں کے ایندھن (سے جلتی ہے) اسے (صرف) عشاق (ہی) بیٹھ کر تاپتے ہیں۔
۲۔ دیکھئے (یہ عشاق ذات) اپنے جان وجگر میں (درد وسوز) کا آرہ ڈال کر (کیسے اپنے جان وجگر کو چیرتے اور آتشِ عشق میں ان کے) کباب تلتے ہیں۔
۳۔ (یہ عاشقان ذات) اپنا خون جگر پیتے اور ہر وقت (حیران و) سرگردان پھرتے ہیں۔
۴۔ اے باہو۔ (یوں تو) ہزاروں عاشق گزرے ہیں لیکن عشق (ذات جلّ شانہٗ) کسی ایک (خوش نصیب ہی کے) نصیب ہوتا ہے۔

---

(۱) ل۔ ع۔ ب۔ ذ۔ ف۔ ش۔ د
(۲) ل۔ ع۔ ب۔ ذ۔ ش۔
(۳) ل۔ ع۔ ب۔ ذ۔ ف۔ ش۔ و
(۴) ل۔ ع۔ ذ۔ ف۔ ش۔ و

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں "دن رات اسم اللہ ذات کے تصور سے جان کباب کرنا، بے حجاب فی اللہ ہونا۔ مجلس نبوی کی دائمی حضوری حاصل ہونا اور اللہ تعالیٰ کو مدنظر رکھنا اور اس کا منظور ہونا اور ہی بات ہے۔" (۱)

اور پھر فرمایا "اہل محبت کو نہ ثواب سے کچھ تعلق ہے نہ عذاب سے سروکار بلکہ وہ نفس کے محاسبہ میں اپنی جان کباب کرتا رہتا ہے اور درویشوں کے لئے اللہ جل شانہ کافی ہے۔ باقی سب ہوس ہے"(۲)

پھر فرمایا "واضح ہو کہ طریقت میں ہزاروں طالب گمراہ ہو گئے ہیں اور رجعت میں آکر پریشان و خراب ہو گئے ہیں اور دیوانے ہو گئے ہیں ہزاروں میں سے کوئی ایک اپنے سلامتی کے گیند کے ساتھ حقیقت معرفت تک پہنچ سکتا ہے" (۳)

پھر فرمایا "الفقر فخری والفقر منی فقیر کے لئے کافی ہے اور فقر تام کو پہنچا ہوا ہے۔ ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا جو فقر کی انتہا کو پہنچے۔ (۴)

حضرت غوث علی شاہ قلندر سے کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت کی آپ نے فرمایا واہ سبحان اللہ کے آدمی ہو کے پیر شدی، کل مرید ہوئے آج کامل ہونا چاہتے ہیں۔ ارے میاں ؎

سالہا بردند مرداں انتظار
تا یکے را بار شد از صد ہزار

ایک مدت دراز میں لاکھوں کروڑوں میں سے کوئی ایک اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ کچھ راہ فقر ہنسی

---

(۱) شب و روز از تصور اسم اللہ ذات جان کباب بی حجاب فی اللہ دام مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحضور شرف نور محمد نظر اللہ منظور با توفیق این طریق توفیق دیگر است۔

سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۴۸ھ۔ ص ۶۶

(۲) اہل محبت را نہ تعلق ثواب نہ عذاب بلکہ مطلق با نفس محاسبہ جان کباب درویشاں را اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۰

(۳) بدآنکہ در طریقت طالبان ہزاراں ہزار دیوانہ در رجعت فوردہ انداز ہزاران کسی گوی سلامت بحقیقت معرفت بردہ اند۔ سلطان باہو۔ مجالستہ النبی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۲۱

(۴) الفقر فخری والفقر منی فقیر بس است و بفقیر تام رسیدہ از ہزار یک کس باشد کہ بفقر انتہا رسیدہ تمام
سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۲۵

کہیں نہیں ؎

روزہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش زاہدے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانا ز آب و گل شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
ماہ ہا باید کہ تا یک نطفہ از پشت و رحم صفدرے خیزد بمیداں یا عروسے با نفیس
سالہا باید کہ تا یک سنگ ز تابش آفتاب لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
قرن ہا باید کہ تا یک کودک از فیض طبع عالمی دانا شود یا شاعر شیریں سخن
عمرہا باید کہ تا یک مرد صاحبدل شود بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن
دورہا باید کہ تا گردون گردان یک شبے عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن
یا برو ہمچو زناں نیرنگ بازی پیشہ کن یا بیا ہمچوں سنائی گوئی در میداں بزن (۵)

اسی ضمن میں عطارؒ نے بھی نہایت مؤثر انداز کے ساتھ فرمایا ہے

صد ہزاراں سبز پوش از غم بسوخت تا کہ آدم را چراغی برفروخت
صد ہزاراں جسم خالی شد ز روح تا دریں حضرت درو گر گشت نوح
صد ہزاراں پشہ در لشکر فتاد تا براہیم از میان بر سر فتاد
صد ہزاراں طفل سر ببریدہ گشت تا کلیم اللہ صاحب دیدہ گشت
صد ہزاراں خلق در زنار شد تا کہ عیسیٰ محرم اسرار شد
صد ہزاراں جان و دل تاراج یافت تا محمد یک شبے معراج یافت (۶)

ثنائی بشکریہ ـــ تذکرۂ غوثیہ، مرتبہ ۱۸۸۴ء - ص ۳۷۴ تا ۳۷۵

(۶) فریدالدین عطار، منطق الطیر، مرتبہ شیخ مبارک علی لاہور - ص ۲۷۷

ع۔ عشق ماہی دے لایاں اگیں انہاں لگیاں کوݨ بجھاوے ہو (۱)

۱۳۶ میں کی جاݨاں ذات عشق دی کہیئے جہڑا در در چا جھکاوے ہو (۲) ٥

ناں خود سووے ناں سووݨ دیوے ہتھوں ستیاں آݨ جگاوے ہو (۳) ⊙

میں قربان تنہاندے **باھو** جہڑا وچھڑے یار ملاوے ہو (۴)

لغت: اگیں: آتشیں۔ لگیاں: لگی ہوئی۔ ستیاں: سوتے ہوئے۔ وچھڑے: بچھڑے ہوئے۔

ترجمہ: (عشق محبوب نے (میرے دل وجان میں) بہت سی آتشیں لگائی ہوئی ہیں۔ ان لگی (شعلہ زن آتش) کو کون بجھائے۔

۲۔ میں کیا جانوں کہ ذات عشق کیا ہے؟ (اے طالب تو تو) یہ کہہ دے گا کہ عشق وہ ہے جو کہ ہر دروازہ پر آ جھکاتا ہے (لیکن عشق ماورای العقل ہے)

۳۔ (یہ عشق) نہ (تو) خود سوتا ہے اور نہ (ہی مجھے) سونے دیتا ہے۔ بلکہ (دوسرے) سوئے ہوؤں کو (بھی) آ کر بیدار کرتا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ میں اس (مرشد کامل) کے قربان جاؤں جو کہ بچھڑے ہوئے محبوب کو ملا دیتا ہے۔

---

(۱) ذ۔ ف۔ ش۔ ع

(۲) ذ۔ ع۔ ل۔ ج ٥ نسخہ ف میں 'چا' کی بجائے 'جا' درج ہے۔

(۳) ل ک

⊙ ع۔ ش۔ ذ۔ ف۔ میں 'سووے' کی بجائے 'سووین' درج ہے

(۴) ذ۔ ف۔ ش۔ ع

تشریح : عشق محبوب سراسر آتش ہے۔ جب اس آگ سے ایک بار واسطہ ہو جائے تو پھر کون ہے جو اس سے دامن بچا سکے یا کون ہے جو اسے بجھا سکے۔ بالخصوص محبوب حقیقی کا عشق جو ہر خامی سے آزاد و پاک ہوتا ہے۔ اس کی آتش عشق ایک بار لگ جانے کے بعد روز افزوں بھڑکنے والی ہوتی ہے۔ عاشق ہی تو فقیر ہوتا ہے۔

فقر کے بارے میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ فقر دو قسم کا ہے ایک اختیاری اور دوسرا اضطراری۔ فقر اختیاری "الفقر فخری والفقر منی" اس کے دو مراتب ہیں۔ ایک خزانۂ دل کا تصرف اور عنایت اور تمام دنیاوی خزانوں کا تصرف۔ دوسرا ہدایت معرفت اور قرب الٰہی۔ فقر اضطراری والا دربدر بھیک مانگتا پھرتا ہے اور عنایت سے محروم رہتا ہے اس میں دن بھر فقر کی شکایت کرتا رہتا ہے۔ فقر اضطراری ہی فقر مکب ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عین منہ کے بل گرا دینے والے فقر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں" (۱)

حذر زاں فقر و درویشی کہ از دی — ہمی رفتنی مقام سربزیری (۲)

آخر میں حضرت سلطان العارفین مرشد کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اظہار امتنان کرتے ہیں جنہوں نے "الفقر فخری والفقر منی" کا فقر عطا فرما کر وصال حق تعالیٰ کا موجب کر دیا۔ اور ہجر و فراق کے حجاب دُور فرمائے گئے۔

اسی بیت کا مفہوم حضرت سلطان العارفین کے ایک بیان کے اقتباس سے بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جس میں فرمایا۔ شوق ایک آگ ہے یا ایک درد لا دوا ہے۔ عاشقوں کی ہمنشینی گویا لقا سے مشرف ہونا ہے۔ اسے ہمیشہ کی بندگی کہتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) بدانکہ فقر دو طریق است۔ فقر اختیاری۔ الفقر فخری والفقر منی۔ فقر اختیاری را دو مراتب است ۔۔۔ تا ۔۔۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من فقر المکب۔

سلطان باہو، امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۴۲ھ ص ۵۲ ۔ (۲) اقبال: ارمغان حجاز۔

(۳) سلطان باہو۔ عقل بیدار: ترجمہ اردو چین الدین لاہور ۱۹۷۰ء ۔ ص ۵۸

ع عشق دیاں اولڑیاں گلاں جہڑا شرع تھیں دُور ہٹاوے ہو (۱) ٥

۱۳۷ قاضی چھوڑ قضائیں جاون جد عشق طمانچہ لاوے ہو (۲) ⊙

لوک ایانے متیں دیون عاشقاں مت ناں بھاوے ہو (۳)

مڑن محال تنہانوں باھو جنہاں صاحب آپ بلاوے ہو (۴)

لغت : اولڑیاں : الٹی، دگرگوں، طمانچہ : تھپڑ۔ ایانے : ضدی، نامحرم۔ متیں : نصیحتیں
مت : نصیحت بھاوے : پسند آئے۔

ترجمہ : ۱۔ اے درویش) (حضرت) عشق کی (تو) الٹی (رہی) باتیں ہیں یہ تو شریعت سے دُور ہٹا دیتا ہے۔ (اور راہ معرفت میں گامزن کرتا ہے)

۲۔ جب عشق طمانچہ لگاتا ہے تو قاضی صاحبان بھی (اپنے مراتب) قضا چھوڑ کر (علم و فضل کو ترک کر جاتے ہیں۔

۳۔ ضدی (اور نامحرم) لوگ (ان عشاق کو ترک عشق کرنے اور آسائش تن وغیرہ) حاصل کرنے کی نصیحتیں کرتے ہیں (لیکن) عاشقوں کو (ان کی) نصیحت نہیں بھاتی۔

۴۔ اے باہو۔ جنہیں وہ مالک (حقیقی) خود ہی (اپنی معرفت اور راہ عشق پر) بلائے ان کا (اس راہ عشق و معرفت سے) واپس پھر جانا محال ہے۔

---

(۱) ا ک ٥ نسخہ ۶۔ ذ۔ ف۔ ش میں 'اولڑیاں' کی بجائے 'اولیاں' درج ہے۔

(۲) ا ک۔

⊙ نسخہ ۶۔ ذ۔ ف ش میں 'جد' کی بجائے 'جنہاں' درج ہے۔

(۳) ۶۔ ش۔ ف

(۴) ۶۔ ش۔ ف۔ ذ۔

تشریح: عشق دنیوی اور مذہبی رسوم سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کے ہر ادا کو انوکھا اور متلون سمجھا جاتا ہے۔ دراصل رسوم مذاہب اور شریعت کے قوانین سے سوسائٹی میں ایک ضابطہ اور ڈسپلن قائم کرنے کے ساتھ مقصد اعلیٰ یعنی عرفان ذات الٰہی کے لئے فرد کو تیار کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جب عشق کی فیوضات سے عرفان ذات حاصل ہو جاتا ہے تو مقام شریعت کی رسوم سے بلند ہو کر سالک معرفت کی راہ میں قدم رکھتا ہے اہل شریعت چونکہ مقام معرفت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے یہ مقام اجنبی سالگتا ہے ورنہ سالک تو اپنے حصول کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے فتاویٰ دینے والے قاضی اور مفتی اپنے مراتب قضا کو اس وقت چھوڑ دیتے ہیں جب وہ اصل حقیقت کو پا جاتے ہیں۔ گویا وہ قیل و قال کو چھوڑ کر حال کی طرف آ جاتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ فقیرانِ فنا فی اللہ اور اہلِ قرب کے لئے رُوح کو ریاضت میں لگانا حجاب ہے۔ مقربین اہل توفیق کے لئے مطلق گناہ ہے۔ جان لو حدیث شریف میں ہے کہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لئے (وہی اعمال) گناہ ہوتے ہیں۔ (۱)

پیر دستگیر محبوب سبحانی فرماتے ہیں۔ جس نے حصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا گویا اس نے کفران نعمت کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے شرک کیا۔ (۲)

دراصل یہ نہایت نازک امور ہیں اور فقیر فنا فی اللہ کے کیفیت حال سے متعلق ہیں۔ ورنہ حقیقتاً حضرت سلطان العارفین ہوں یا کوئی اور عارف کامل شرعی احکامات سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ فقر یا عشق معرفت ذات الٰہی سے متعلق ہے اور شریعت ایک راستہ ہے جو اس راستہ پر چل کر طریقت کے

---

(۱) فقیران فنا فی اللہ اہل قرب راروح بریاضت آوردن حجاب مطلق گناہ است اہل توفیق مقرب را۔ بدانکہ حدیث: حسنات الابرار سیآت المقربین (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۲ھ ص ۲)

(۲) قیل من اراد العبادۃ بعد حصول الوصول فقد کفر و اشرک باللہ

(الشکر یہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار ترجمہ اردو چنن الدین۔ ص ۲۶)

چراغ سے رہنمائی پاکر معرفت ذات حاصل کر گئے وہی تو منزل مقصود پا گئے۔

وہ لوگ جو فقر سے ناآشنا ہوتے ہیں وہ عشق کے انوکھے انداز نہیں سمجھ سکتے۔ اور وہ لوگ عشاق کو اپنی طرف سے نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ اس راہ کو چھوڑ دیں مگر عشاق کو تو لوگوں کی ایسی باتیں کیونکر اچھی لگ سکتی ہیں جبکہ وہ لذت وصل حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ یہ سنگدل افسوس میرے حال سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔

اور تو جو طعنے دیتا ہے محض غلطی پر ہے میرے سوز کا تجھے کیا پتہ (۳)

آخر میں فرماتے ہیں۔ جس کو وہ مالک اپنے فضل سے خود ہی بلا لے بھلا وہ کیسے واپس پھر جائیں۔

---

(۳) ۔ از حال من آگاہ کجا می شود ان یار ! ہی ہائے کہ این سنگدلاں را خبرے نیست

اے آنکہ تو ئی طعنہ زنی محض خطا است این سوز دل مرا تو چہ دانی خبرے نیست

(سلطان باہو۔ دیوان باہو۔فارسی)

ع عاشق شوہدے دل کھڑایا آپ بھی نالے کھڑیا ہو (۱)
۱۳۸ کھڑیا کھڑیا ولیا ناہیں سنگ محبوباں دے رلیا ہو (۲)
عقل فکر دیاں سب بُھل گیاں جد عشقے نال جا ملیا ہو (۳)
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں عشق جوانی چڑھیا ہو (۴)

لغت:۔ شوہدے : بے چارے ۔ کھڑایا : گم کیا۔ کھڑیا : گم ہوگیا۔
ولیا : واپس آیا۔ سنگ : ساتھ ، ہمراہی

ترجمہ: ۱۔ بے چارے عاشق نے (عشق محبوب) میں دل گم کر دیا (اور) خود بھی ساتھ ہی (عشق محبوب میں) گم ہو گیا۔

۲۔ (عاشق ایسا) گم ہوا کہ گم ہو کر (پھر) واپس نہ آسکا اور محبوبوں کی ہمراہی (کے انوار) میں مل گیا۔

۳ (وہ عاشق جب انتہائے) عشق کے ساتھ جا ملا (تو اسے) عقل و فکر کی سب (باتیں) بھول گئیں۔

۴۔ میں باہو، اس (ذات باکمال) کے قربان جاؤں جن کا (طفل) عشق جوان ہو کر اپنے عروج پر پہنچا۔)

---

(۱) ذ۔
(۲) ذ۔ ۶۔ ف۔ ش۔ ن
(۳) ا۔ک۔
• ا۔ک۔ باقی اکثر نسخوں میں یوں ہے ع عقل فکر دیاں سب بُھل گیاں جد دل عشقے نال ملیا ہو۔
(۴) ذ۔ ف۔ ش۔ ن۔

تشریح؛ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں :" دیدارِ الٰہی سے کوئی نعمت، کوئی لذت، شوق واشتیاق، عیش و راحت بہتر نہیں ہے۔ دونوں جہان اسی کا مبتلا ہے۔ جسے خبر ہوئی وہی گم ہوگیا۔ اور پھر اسے کسی نے نہ دیکھا۔ وہ گویا ایک راز تھا کہ چھپ گیا" (۱)

پھر فرمایا:" اس دیدار سے بڑھ کر کوئی نعمت، لذت، شوق، عیش اور راحت نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے دونوں جہان مبتلا اور مشتاق ہیں۔ جس نے دیکھا وہ گم ہوگیا۔ پھر اسے کسی نے نہیں دیکھا" (۲)

---

(۱) سلطان باہو۔ حجت الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چنن الدین۔ لاہور۔ ۱۹۶۳۔ ص ۸

(۲) ازدیدن دیدار آں ہیچ نعمت ولذت وشوق وعیش وراحت بہتر نیست کہ ہر دو جہان مبتلا ومشتاق اوست ہر کہ دید گم شد آنرا کسی ندید سر بسر رسید

سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۷

ع۔ عشق اسانوں لسیاں جاتا کر کے آوے دھائی ہو (۱)

۱۳۹ جتول ویکھاں مینوں عشق دسیوے خالی جگہ نہ کائی ہو (۲)

مرشد کامل ایسا ملیا جس دل دی تاکی لاہی ہو (۳)

مَیں قُربان اُس مرشد **باھو** جس دسیا بھیت الٰہی ہو (۴)

لغت: دھائی: دھاوا بول کر آنا۔ تاکی: دریچہ لاہی: کھول دی۔

دسیوے: نظر آتا ہے۔ بھیت: بھید۔

ترجمہ: ۱۔ عشق نے ہمیں کمزور سمجھا (جبھی تو وہ مجھ پر) دھاوا بول (بول) کر آتا ہے۔

۲۔ (محویتِ عشق میں میرا یہ حال ہے) کہ جہاں دیکھتا ہوں مجھے کوئی جگہ خالی (نظر نہیں آتی بلکہ ہر جگہ عشق ہی) نظر آتا ہے۔

۳۔ مجھے ایسا مرشد کامل ملا ہے جس نے (معرفت) دل کا دریچہ کھول دیا ہے۔

۴۔ اے باہو، میں اس مرشد (کامل) کے قربان جاؤں جس نے اسرار (معرفت) الٰہی بتایا۔

---

(۱) ش۔ ف۔ ع۔ ذ۔ و۔ م ن

(۲) ش۔ ف۔ ع۔ ذ۔ و۔ م۔ ن

(۳) ع۔ و۔ ن

(۴) د۔ ن

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں عشق نے اس جان ناتواں پر پورے زور و شور کے ساتھ اپنے اثرات دکھانے شروع کئے ہیں۔ اور اب جہاں بھی نظر ڈالتے ہیں وہاں پر وہی ذاتِ الٰہی کا مظہر کارفرما ہے۔ اور اسی عشق کی نور افشانیاں ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے: اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ (۱)

اور یہ کہ تحقیق اللہ نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو علم میں (۲)

اور اللہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے۔ (۳)

وہ ہے سب سے پہلے اور سب سے پیچھے اور سب سے ظاہر اور سب سے چھپا ہوا اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (۴)۔ اور دل کی بیداری اس وقت حاصل ہوئی جب مرشد کامل ملا اور اس مرشد کامل کے قربان جائیے جس نے جملہ اسرارِ الٰہی سے آگاہی بخشی۔

در باغ روم کوئے توام یاد آید … بر گل نگرم روئے توام یاد آید
در سایۂ سرو اگر دمی بنشینم … سرد قدِ دلجوئی توام یاد آید (۵)

---

(۱) وھو علیٰ کلّ شیٔ قدیر (۲۹ع۱)

(۲) وانّ اللہ قد احاط بکلّ شیٔ علما (۲۸-۱۸ع)

(۳) واللہ علیٰ کلّ شیٔ شھید (۳۰ع۱۰)

(۴) ھو الاوّل والاٰخر والظّاھر والباطن وھو بکلّ شیٔ علیم (الحدید ۳)

(۵) ابوسعید ابوالخیر۔ رباعیات۔ مرتبہ مولوی غلام محمد ابو تری۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۳۴ء۔ رباعی ۱۳۱۔ ص ۲۴

ع۔ عشق اسانوں لسیاں جاتا بیٹھا مار پتھلا ہو (۱)

۱۴۰ وچ جگرڑے سنھ چا لائیس کیتس کم اولاّ ہو (۲)

جاں اندر وڑ جھاتی پائی ڈٹھا یار اکلّا ہو (۳) ٥

باجھوں ملیاں مرشد کامل باھو ہوندی نہیں تسلا ہو (۴)

لغت:۔ سنھ: نقب۔ پتھلا: آلتی پالتی مار کر بیٹھنا، ڈیرہ جما کر بیٹھنا۔

لائیس: اس نے لگائی، کیتس: اس نے کیا۔ کم: کام اولا: اُلٹا۔

ترجمہ: ۱۔ عشق نے ہمیں کمزور سمجھا (اور خانۂ دل میں) خوب جم کر بیٹھ گیا ہے۔

۲۔ عشق نے تو بہت الٹا کام کر ڈالا (اور اُس نے چور کی طرح) میرے جگر میں نقب لگائی۔

۳۔ (میں نے) اپنے (دل) و جان کے اندر داخل ہو کر جھانک کر دیکھا تو (محبوبِ حقیقی) وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ماسویٰ اللہ کے بغیر) اکیلا پایا۔

۴۔ اے باھو۔ مرشد کامل کے وصال کے بغیر تسکین (قلب) (و ایقان) حاصل نہیں ہوتا۔

---

(۱) ذ۔ ع۔ ف۔ ش

(۲) ذ۔ ع۔ ف۔ ش

(۳) ف

باقی اکثر نسخوں میں "وڑکے" درج ہے۔

(۴) ذ۔ ف۔ ش۔ ع

تشریح: بیت میں حضرت سلطان العارفین نے عشق کو ایک طاقتور ہستی اور اپنے آپ کو ایک کمزور جان قرار دیا ہے۔ طاقت ور چیز کمزور کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ دراصل عشق نے اپنا مسکن اسی مقام کو ہمیشہ بنایا ہے جو مقام دنیوی آلائشوں اور حرص وہوا کے فتنوں سے پاک رہا ہے۔ حضرت سلطان العارفین نہایت سادگی کے ساتھ اپنے جسم ناتواں پر عشق کے غلبہ کا اعتراف فرماتے ہیں کہ عشق نے خوب پوری تسلی کے ساتھ یہاں ڈیرہ ڈال دیا ہے اور اب ہمیشہ کے لئے اس کی لپیٹ میں ہیں کیونکہ عشق نے تو جگر کی راہ سے داخلہ حاصل کیا ہے گویا پختہ قدم جمالیا ہے اور جب اپنے آپ میں جھانک کر غور کیا تو اپنے من میں تنہا اور واحد محبوب حقیقی کو پایا۔ اب ایسے منازل عشق کو سوائے مرشد کامل کے رابطہ کے تسلّی کے ساتھ طے نہیں کیا جاسکتا۔ گویا شراب عشق کے ساتھ ساقی معرفت کی رہنمائی ضروری ہے۔

حافظ شیرازی کہتے ہیں:۔ "اے ساقی اپنے پیالہ کو ہماری طرف پھیر اور اس سے شراب محبت الٰہی پلا۔ کیونکہ ابتدا میں تو عشق آسان دکھائی دیتا ہے لیکن سخت مشکلات میں مجھے ڈال دیا ہے۔(۱)

---

(۱) الایا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا۔ کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا۔

حافظ شیرازی۔ دیوان حافظ محشی۔ مرتبہ فیروز الدین۔ لاہور۔ ۱۳۳۵۔ ص ۲

ع۔ عاشق نیک صلاحیں لگدے تاں کیوں اجاڑدے گھر نوں ہو (۱)

۱۴۱ بال مواتا برہوں والا نہ لاندے جان جگر نوں ہو (۲)

جان جہان سب بُھل گیونیں پئی لوٹی ہوش صبر نوں ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں خون بخشیا دلبر نوں ہو (۴)

لغت : صلاحیں لگدے : مشورہ قبول کرتے۔ بال : جلاکر۔ مواتا: آگ کا شعلہ۔

برہوں : عشق و محبت۔ لوٹی : ڈاکہ

ترجمہ : ۱۔ (اے ناصح اگر) عشاق (آپ کا ترک عشق و آسائش تن کا) نیک مشورہ قبول کرتے تو (راہِ عشق میں) اپنے گھر کو کیوں اجاڑتے۔

۲۔ (اور) عشق کا مواتا جلا کر جان و جگر کو (آگ) نہ لگاتے۔

۳۔ (بلکہ عشق کو ذوق دیدار میں) جان (اور) جہان سب بھول گیا ہے۔ (اور ان کے) ہوش اور صبر پر ڈاکہ پڑ گیا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ میں (ان عشاق حقیقی) پر قربان جاؤں جنہوں نے (راہِ عشق میں سر قربان کیا اور) اپنا خون (بھی) محبوب کو بخش دیا۔

---

(۱) این (N)

ت میں یوں ہے ع۔ عاشق نیک صلاحیں لگدے کیوں اجاڑدے گھر نوں ہو

(۲) این (N)

ت میں (والا) کے بعد (نہ) درج نہیں ہے۔

(۳) این (N)

ت میں (جان جہان) کی بجائے (عقل فکر) درج ہے۔

(۴) ت

تشریح : مصلحت اندیشی اور جذبۂ عشق میں ہمیشہ سے تفاوت ہی چلا آیا ہے۔ عقل سود و زیان کی فکر میں مبتلا رکھتا ہے اور عشق سود و زیان سے بلند رہتا ہے بلکہ عشق تو خانہ ویرانی کا نام ہے۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا
سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا
چہ نسبتست برندی صلاح و تقویٰ را
بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا (۱)

بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ دنیا کے خردمندوں کے مشورے اور عاقبت کے پرستار زاہدوں کے نصائح پر اگر عشاق ذات کان دھرتے تو یوں خانہ ویرانی نہ کرتے اور اس طرح آتش عشق کے ساتھ اپنے جان وجگر کو نہ جلاتے۔

الا اے ناصح عاقل صلاح از ما چہ میجوئی
ترا شیخی نصیب آمد مرا رندی مسلم شد (۲)

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول بہ تو گفتن کہ چنیں خوب چرائی (۳)

آتش عشق سلگنے کے بعد عشاق ذات سے ہوش وصبر کے تمام رشتے ٹوٹنے لگتے ہیں۔ وہ بے اختیار ہو جاتا ہے، اپنے آپ سے بےخبر اور دنیا کے ہر تعلق کو بھول جاتا ہے

عکس رخسارۂ ساقی بنمود از رُخ جام ہوش و آرام زمستانِ می عشق ربود (۴)

---

(۱) خواجہ شمس الدین حافظؒ ۔ دیوان حافظ ۔ مطبوعہ تہران ۱۳۲۸ ۔ش ۔ص ۵

(۲) خواجہ معین الدین چشتی رح ۔ دیوان معین الدین چشتی ۔ لاہور ۔ ص ۱۶

(۳) سعدی شیرازی

(۴) خواجہ معین الدین چشتی رح دیوان معین الدین چشتی رح ۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۷

ے دگر کہ غمزۂ ساقی کرشمہ فرمود
کہ ہوش و صبر ز مستانِ بزمِ عشق ربود (۵)

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اس عاشق ذات کے قربان جائیے جس نے محبوب حقیقی کے حضور میں اپنا خون پیش کر دیا۔ جیساکہ اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے طلب کیا، پالیا، جس نے مجھے پالیا، مجھ سے محبّت کی، جس نے مجھ سے محبّت کی اس نے مجھے پہچان لیا، جس نے مجھے پہچانا وہ مجھ پر عاشق ہوا۔ جو مجھ پر عاشق ہوا اس کو میں نے قتل کیا، جس کو میں نے قتل کیا پس اُس کا خون بہا میرے ذمہ ہے اور میں اس کا خونبہا ہوں (۶) سبحان اللہ

ے غذائے می در دنیا بجز خون جگر نبود
کہ دارد ضعف دل او را کباب خونچکاں دادن (۷)

---

(۵) خواجہ معین الدین چشتیؒ دیوان معین الدین چشتی۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۱

(۶) من طلبنی وجدنی ومن وجدنی احبنی ومن احبنی عرفنی ومن عرفنی عشقنی ومن عشقنی قتلتہٗ ومن قتلتہٗ فعلی دیتہ وانا دیتہٗ۔

(بشکریہ سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو لاہور۔ ۱۹۶۸ء ص ۸۰)

(۷) عبدالقادر جیلانیؒ۔ دیوان غوث اعظم۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۳۶

غ۔ غوث قطب ہن اور ے اوریرے عاشق جان اگیرے ہو (۱)ہ

۱۴۲ جھڑی منزل عاشق پہنچن اوتھ غوث نہ پاون پھیرے ہو (۲)

عاشق وچ وصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ہو (۴)

لغت :۔ اوتھ : وہاں ۔ جھڑی ؛ جس کسی۔ جونسی

ترجمہ :۔ ۱۔ (مقام) غوث وقطب (انتہائے فقر فنا فی اللہ ذات) سے اِدھر بہت ادھر ہے ۔ عاشقان (ذات) تو (ان مقامات سے اور) آگے (گزر) جاتے ہیں ۔

۲۔ جس منزل (اولیٰ پر) عاشقان (ذات) پہنچتے ہیں ۔ وہاں (مرتبہ) غوثیت والوں کا گزر تک نہیں ہے۔

۳۔ وہ عاشقان (ذات) جنہوں نے لامکان میں ڈیرے لگائے ہوئے ہوتے ہیں، (وہ تو فنا فی الذات ہوکر (ہمیشہ) وصال (ذات) میں رہتے ہیں۔

۴۔ اے باہو ۔ میں ان (عاشقان ذات) کے قربان جاؤں جنہوں نے (راہ فقر ومعرفت میں فنا فی الذات ہوکر عین) ذات میں بسیرا کرلیا ہے ۔

---

(۱) ھ

ہ اکثر نسخوں میں 'ہن' کے بجائے 'نے' یا (نیں) درج ہے

(۲) ھ

(۳) ع۔ذ۔ل۔ف

(۴) ع۔ب

تشریح : یہ بیت توحید حقیقی کے مرتبہ نمبر یہی سے تعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت نمبر ۳ میں ملاحظہ ہو۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "اگر فقیر کو مرتبہ ولایت، غوثی، قطبی، اوتادی، ابدال یا مرتبہ دنیوی یا مرتبہ آخرت حاصل ہو تو اس پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈالتا بلکہ سلطان الفقر فی اللہ پر اس کی نگاہ رہتی ہے" (۱)

پھر فرمایا "جو شخص جو کام کرتا ہے اسی سے موسوم ہوتا ہے۔ اسی طرح عارف ولی صاحب مکاشفہ صاحب مجالس، صاحب مجاہدہ، صاحب مشاہدہ، صاحب مجادلہ، صاحب محاسبہ ما صاحب قرب، صاحب نور۔ اور صاحب حضور ہوتا ہے۔ اہل باطن اولیاء صاحب صفا، صاحب نفس، صاحب غوث، صاحب قطب، صاحب روح، ابدال و اوتاد، صاحب سر اور صاحب درویش ہوتا ہے لیکن فقر کے مراتب اور ہی ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا تمام مراتب اگر ایک جگہ جمع کئے جائیں تو فقر کے مراتب کا عشر عشیر بھی نہیں۔ ان مراتب والے غرق فی اللہ سے بے خبر اور خدا نارسیدہ ہوتے ہیں۔ ان کا ہر ایک مرتبہ فقر سے بعید ہوتا ہے۔ گو انہوں نے فقر کے مراتب کو سنا ہو لیکن صرف سننے سے کام نہیں چلتا۔ وہ باوجود سننے کے حجاب میں رہتے ہیں۔ بس فقر کسے کہتے ہیں فقر کے مراتب لاتعداد اور لاانتہا ہیں۔ لاہوت و لامکان اس پر عیاں ہیں۔ اسی وجہ سے فقیر کی شان سب سے بڑی ہے۔ فقیر کو مذکورہ کا دیدار ہوتا ہے۔ نیز اسے قرب دیدار حاصل ہوتا ہے اگر کوئی پوچھے کہ دیدار کے یہ مراتب کس اعتبار سے ہیں تو جواب دو کہ "الفقر فخری والفقر منی" کی وجہ سے" (۲)

---

(۱) اگر فقیر را مرتبہ ولایت ولی یا آنکہ مرتبہ غوثی یا آنکہ مرتبہ قطبی یا آنکہ مرتبہ اوتادی یا آنکہ مرتبہ ابدال یا آنکہ مرتبہ دنیا یا آنکہ مرتبہ عقبیٰ میداند فقیر بدیں مرتبہ ہا ناسوتی کمینہ ہرگز نگاہ نکند بجز سلطان الفقر فی اللہ۔

سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۲

(۲) ہر یکے را نام بکسب اعلام شد ۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ ۔ بگو جواب فی اللہ بے حجاب مرتبہ الفقر فخری والفقر منی۔

(سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۴۸ھ۔ ص ۵۰

اور فرمایا" غوث قطب اور فقیر کے مراتب میں یہ فرق ہے کہ غوث قطب تو عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام طبقات زمین و آسمان کی سیر طیر، علم لوح محفوظ کا مطالعہ اور عرش سے اوپر ستر ہزار منزلوں کی سیر کر سکتا ہے۔ اور بس اسی کو انتہائی مراتب کہتے ہیں لیکن فقیر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا کیونکہ وہ ہر وقت انوار دیدار میں مستغرق رہتا ہے اور اسے حضوری اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ بیت میں ہے کہ فقر خدا تعالیٰ کا راز ہے اس کی ابتدا اور انتہا میں دیدار الٰہی ہے۔(۳)

---

(۳) درمیان مرتبہ غوث و مرتبہ فقیر چہ فرق است کہ از عرش تا تحت الثریٰ طیر سیر جملہ طبقات زمین و آسمان و مطالعہ علم لوح محفوظ و ہفتاد ہزار منزل فوق العرش در عمل و بایک نظر در حکم غوث قطب است ایں چنیں مراتب ابتدائی و انتہا میگویند طبق عن طبق ہوائے نور کہ فقیر ہرگز نظر نکند بطیر سیر ہوا نور کہ دوام فرق انوار مشرف دیدار و مشاہدہ با قرب اللہ حضور بہ نظر اللہ منظور ؎

فقر یک سر اسرارِ خدا ابتدائی انتہا بیند لقائی

سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۱۲۸۴ھ ص ۴۷

ف۔ فجری ویلے وقت سویلے نت آن کرن مزدوری ہو (۱)٥
۱۴۲ کانواں ہلاں ہسی گلاں تریجھی رلی چنڈوری ہو (۲)◎
مارن چیخاں تے کرن مشقت پٹ پٹ سٹن انگوری ہو (۳)٥٥
ساری عمر پٹیندیاں گزری باھو کدی نہ پئی آ پوری ہو (۴)

لغت: کانواں: کوؤں نے۔ ہلاں: چیلیں۔ پٹیندیاں: روتے دھوتے۔ نہ پئی آ: نہ ہوا

ترجمہ: ۱۔ (یہ زاہدان بے معرفت یہ طالبانِ خام بھی) ہمیشہ ہر فجر صبح سویرے آ کر (عبادت ظاہری) کی مزدوری کیا کرتے ہیں۔

۲۔ (یہ طالبان دنیا حرص کے) کوّے اور (لقمۂ حرام کی) چیلیں ہیں جو کہ یکجا ہمکلام ہیں اور تیسری (بے صبری کی) چنڈوری (طالب ناقص) بھی ساتھ مل گیا۔

۳۔ (ان زاہدان بے معرفت کی عبادت ایسی ہے جیسے مندرجہ تینوں پرندے کاشتہ زمین میں) چیخیں مارتے ہیں اور (محنت) مشقت بھی کرتے ہیں (لیکن نتیجتاً کاشتہ) انگوری کو کھود کھود کر نکال پھینکتے ہیں۔ (اور کاشتہ بے برگ و بار ہو جاتا ہے)

۴۔ اے باہو (ان زاہدان بے معرفت کی ساری عمر پیٹتے گزر گئی لیکن ان کی کمی کبھی پوری نہ پڑی۔ (اور انہیں حصول معرفت نہ ہوا)

---

(۱) ا ک۔ ٥ نسخہ ۶ میں یوں ہے ؏ فجریں ویلے وقت سویرے نت آن کرن مزدوری ہو

(۲) ب ◎ ۶ میں 'ہلاں' کی بجائے 'الاں' درج ہے۔

(۳) ا ک۔

٥٥ ۶ ۔ ۸۔ میں یوں ہے ؏ مارن چیخاں تے کرن مشقت پٹ پٹ کڈھن انگوری ہو
ی میں یوں ہے ؏ گھر سوارن کرن مشقت پٹ پٹ سٹن انگوری ہو

(۴) ۔ خ ۔ ی ۔ ۶

تشریح :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:" اہل نفس کو ہمیشہ بے اطمینانی اور پریشانی رہتی ہے اگر ان کو سارا جہان بھی دیا جائے تو بھی ان کا حرص پورا نہیں ہوتا" (۱)

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین دنیا پرست کو چیل اور کوا کا نام دے رہے ہیں کیونکہ چیل اور کوے ہمیشہ حرام خوراک کی تلاش میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا پرست بھی ہمیشہ دنیا کے حصول میں سرگرداں پھرتا ہے۔ وہ دنیا پرست اس لئے ہیں کہ وہ ہر جائز ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ وہ دوسروں کا حق کھاتے ہیں۔ اور حق پرست فقیر کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہیں حضرت سلطان العارفین چیل اور کوؤں کا سا کردار رکھنے والوں میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین نے ایک اور قسم زاہدان بے معرفت کی بھی بتلائی ہے۔ جسے چنڈوری کا نام دیا ہے۔ چنڈوری میں ناعاقبت اندیشی اور مکمل بیوقوفی کے اوصاف ہوتے ہیں۔ اس کی ہر محنت رائیگاں جاتی ہے۔ کیونکہ نہ وہ دین میں راسخ ہیں اور نہ دنیا میں کامیاب ہیں۔ یہ دونوں سے محروم رہ گئے ہیں۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ صبح سے ہی یہ بے معرفت زاہد اپنی ریاضتوں میں لگ جاتے ہیں۔ جن کی مثال چنڈوری جیسی ہے۔ ان کے دوش بدوش دنیا پرست (چیل اور کوے) بھی خوب اپنی دنیاداری میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن یہ چنڈوری جو ظاہر عبادت اور زبانی کلمہ گوئی میں تو طاق ہے مگر باطن میں کوئی صفائی پیدا نہ کر سکی۔ اس کے باطن میں دنیا پرست جیسا حرص۔ حسد۔ منافقت اور فریب کاری موجود ہے۔ یہ گویا اپنے نوشتہ عاقبت کو خود ہی ساتھ ساتھ اجاڑتی چلی جاتی ہے۔ اور یہ ناعاقبت اندیش نہ دنیا کی رہتی ہے اور نہ دین کی۔ نہ کوؤں کی چال سیکھ سکی اور نہ شاہباز کے اوصاف پیدا کر سکی یہ چنڈوری ہر طرف سے محروم رہی اس کی تمام عمر مشقت و محنت میں گزرتی ہے مگر اسے نہ حصول دنیا ہو سکتا ہے اور نہ حصول معرفت ذات۔

---

(۱) اہل نفس را صورت بی جمعیت و پریشان اگر تمام عالم باو مبدہی حارص دسیر نگردد۔

سلطان باہو ــــ کلید التوحید۔ مکتوب ۱۴۰۶ھ۔ ص ۸)

ق۔ قلب ہلیاتاں کیا کجھ ہویا کیا ہویا ذکر زبانی ہو (۱)

۱۴۴ قلبی، روحی، خفی، سرّی سبھّے راہ حیرانی ہو (۲)٥

شہ رگ توں نزدیک جلیندا یار نہ ملیوس جانی ہو (۳)⊙

نام فقیر تنہاں دا باھو جہڑے وسدے لا مکانی ہو (۴)٥٥

لغت: ہلیا: ہلا - جلیندا: رہتا ہے۔ وسدے: رہتے ہیں، آباد ہوتے ہیں

ترجمہ: ۱- (اے درویش) اگر (تیرا) دل (ذکر سے) ہلنے لگ گیا (یا تو نے) زبانی ذکر کر لیا تو کونسا (کمال) ہوا۔

۲- (سب اذکار) قلبی روحی، خفی، سری (وغیرہ) سب (منازل راہ ہیں) (اور باعث) حیرانی ہیں۔

۳- (مقصود حقیقی تو اس ذات پاک کا وصال ہے جو کہ) شہ رگ سے بھی (زیادہ) قریب رہتا ہے (اے طالب تو نے سارے ذکر اذکار تو پورے کر لئے لیکن تیرے دل و جان میں) بسنے والا محبوب (تجھے) نہ ملا۔

۴- اے باہو۔ فقیر تو (ان عارفان کامل) کا نام ہے (جو کہ واصل ذات ہو کر) لامکان میں بستے ہیں۔

---

(۱) ا

(۲) ب - ٥ نسخہ ب میں البتہ (خفی) کی بجائے (مخفی) درج ہے

(۳) ا ک -

⊙ نسخہ ا میں (جلیندا) کی بجائے (جیندا) درج ہے۔ غالباً کاتب سے جلیندا کی "ل" غلطی سے رہ گئی ہے۔ نسخہ ب میں یوں ہے ع شہ رگ تھیں نزدیک جلیندا یار نہ ملیا جانی

(۴) ا ک - ٥٥ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع نام فقر تنہاں دا باھو جہڑے وسن لامکانی ہو۔

تشریح: یہ بیت توحید حقیقت کے مراتب تنزیہی وانفسی سے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت نمبر ۳ اور حصہ ظ کے بیت ۱۱۹ میں دیکھئے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔[2] دم کو بند کرنا اور دل کو حرکت دینا قلبی ذکر نہیں۔ ایسا کرنے والے اہل کلب ہیں (نہ کہ اہل قلب)۔ . . . . اور اہل قلب ہمیشہ اہل حضور ہوتے ہیں اور اہل قلب کو مرتبہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔ اور اہل قلب فقیر کو اولیاء کہتے ہیں۔ اور اولیاء اسے کہتے ہیں جسے کوئی حاجت نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ فقیر کو اللہ کے سوا کسی کی ضرورت نہیں[3]، بلکہ ہر چیز اس کی محتاج ہوتی ہے۔ پس جو شخص اپنے تئیں اہل قلب کہے اور روزی کی طلب بادشاہ سے کرے اور سونا چاندی درم و دینار کی تلاش میں رہے۔ وہ جھوٹا اہل سلب ہے۔ طالب حقیقت کو خوب معلوم ہے کہ کون کتا (کلب) ہے۔ صاحب قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبا حاصل ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میرے اولیاء میری قبا تلے ہیں، ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (۴)

پس اللہ کی قبا قلب پر ہوتی ہے۔ اور قالب بھی قلب بن جاتا ہے۔ اس کے مغز و پوست میں وہی ذات سما جاتی ہے۔ فقیر پر اسم اللہ جاری ہو جاتا ہے اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے ہڈیوں میں بھی اسم اللہ اور ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے خون میں بھی اسم اللہ و ذکر اللہ رواں ہوتا ہے۔ اگر ذاکر کے قلب کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو خون سے اللہ کا اسم

---

(۱) المومن مرآۃ الرحمٰن (حدیث)

(۲) رایٔ قلبی ربّی۔

(۳) الفقیر لا یحتاج الّا الی اللہ (حدیث)

(۴) انّ اولیآئی تحت قبائی لا یعرفھم سوآئی (حدیث قدسی)

تحریر ہوجاتا ہے ۔ ذاکر قلب کے ہر رگ، چشم، پوست، زبان اور کان میں اسم اللہ ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے ۔ پس ذاکر قلب کا تمام بدن اسم اللہ ہو جاتا ہے اور اسم میں خناس خرطوم کی جگہ نہیں بچی خطرہ اور وسوسہ شیاطین و شیطان کا نہیں رہتا ۔ کیونکہ مقام پاک ہو جاتا ہے ۔ پس ایسے فقیر کا وجود قدرت الٰہی ہوتا ہے ۔ ایسی حالت میں فقیر جو کچھ کہتا ہے ۔ گویا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے کہتا ہے ۔ جو کچھ فقیر سنتا ہے، اسم اللہ سنتا ہے گویا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے سنتا ہے ۔ وہ جو کچھ دیکھتا ہے گویا خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ دیکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جس طرف تم رخ کرو، اسی طرف اللہ کا چہرہ ہے (۵) ۔ یہ ہیں مغز و پوست میں ہمہ اوست کے معنی ۔ شریعت کی پابندی رکھو ۔ اے دوست! یہ استدراج نہیں ہوتا نعوذ باللہ منہا ۔

جو فقیر دنیا کا دوستدار ہے وہ خدا کا دشمن ہے ۔ اس پر ذرہ بھر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے ۔ بادشاہ اور امیروں کا آشنا بھی خدا کا دشمن ہے ۔ ذاکر قلب سلطانی محبت الٰہی میں مسرور اور دوست کے ساتھ یک جان ہوتا ہے "۔ (۶)

نیز فرمایا " یہ بات جان لو کہ جو لوگ اکثر حبس دم (سانس بند) کرتے ہیں اور دل کے ہلنے کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل کا ذکر حبس دم سے ہے ۔ یہ طریقہ زندیقوں کا ہے اور کافروں کی عبث رسم ہے ۔ جو زنار (جنیو) پہننے والے دونوں جہان میں خوار، تیلی کے بیل کی طرح چکر میں ہیں ۔ توحید الٰہی سے بے خبر اور پریشان حال ہیں "۔ (۷)

---

(۵) قولہ تعالیٰ ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

(۶) حدیث المومن مرآۃ الرحمٰن قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ ..... تا . . . . . پس اینست معنی ہمہ اوست در مغز و پوست با شریعت محکم باش اے دوست کہ آں نہ استدراج شود نعوذ باللہ منہا فقیر دوستدار دنیا دشمن خدا است بر واعتبار ہیچ نخواہد آورد و آشنائے بادشاہ و امرا نیز دشمن خدا است و بعشق محبت الٰہی مسرور است ۔ ذاکر قلب سلطانی کہ جانی باجانی است ۔ (سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ، مکتوبہ ۱۳۰۹ھ ص ۱۲ تا ۱۹)

(۷) سلطان باہو ۔ محک الفقر خورد ۔ ترجمہ اردو ۔ جنین الدین ۔ ۱۹۶۱ء ص ۵۲

قرآن کریم میں وارد ہوتا ہے - اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں- (۸)
ڈاکٹر میر ولی الدین لکھتے ہیں یہاں ضمیر نحنُ کا مشارٌالیہ ذات ہے۔حرف استدراک لاکن کے ملانے سے قرب صفاتی کی قید کا اشتباہ بھی مرتفع ہوگیا ۔صفات تو ظاہر ہے کہ امور معقولہ سے ہیں ۔جن کا ادراک علم وبصیرت سے متعلق ہے ۔اور قرب ذاتی حسّی ہے اور بصارت سے متعلق ہے ۔یہاں حق تعالیٰ نے لاتعلمون یا لاتعقلون نہیں فرمایا بلکہ لاتبصرون فرمایا۔کیونکہ فی حد ذاتہٖ مثل صفات کے معقول نہیں مدرک بالحس ہے ۔ (۹) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۔ اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں (۱۰)

حضرت سلطان العارفین نے اس بیت میں تمام کیفیت مکمل قرب ذاتی کا ہی اظہار فرما رہے ہیں ۔جس قرب ومعیت کا ثبوت قرآن پاک میں آتا ہے ۔
حضرت سلطان العارفین نے فقیر کی شان بیان فرمائی ہے کہ فقیر تو ورد و وظائف اور توجہ قلب کی ریاضتوں میں نہیں پھنسا رہتا بلکہ وہ تو مکان کے تمام تکلفات سے بعید ہو کر اس لامکان سے وابستہ ہو چکا ہوتا ہے جو انسان کو اپنا عظیم راز عنایت فرماتا ہے کہ میں تو تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔
حدیث : ابن حاتم نے معاویہ بن جعد سے روایت کی ہے کہ' ان اعرابیا قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اقریبٌ ربنا فنناجیہ ام بعید فنناديه فسکت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ و اذا سالك عبادی[11] عنی فانی قریب' یعنی ایک اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا رب نزدیک ہے کہ ہم اس سے سرگوشیاں کریں' یا دُور ہے جو ہم اس کو پکاریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے ۔ نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو

---

(۸) ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون (الواقعہ ۸۵)

(۹) ڈاکٹر میر ولی الدین -قرآن وتصوف - ص ۶۶

(۱۰) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (۲۶ ع ۱۶)

(۱۱) (۲ ع ۶) اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔

یعنی جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں قریب ہوں ۔ (۱۲)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ درویش سے اسی ضمن میں فرماتے ہیں کہ تُو تو وردو وظائف کے دھندوں میں پھنسا ہُوا ہے تمہا رے یہ سب کام تمہیں حیرت کے سوا کچھ نہ دے سکیں گے ۔ فقر کا مقام تو اس سے بالکل مختلف ہے ۔ کیونکہ فقیر تو وہ ہے جس کا رشتہ حق تعالیٰ سے منسلک ہو چکا ہوتا ہے ۔ اور فقیر وہ ہے جو نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی آیتہ کی کنہ کو سمجھ کر اس ذات قریب کا حقیقی قرب حاصل کر چکا ہوتا ہے ۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے ۔ کیا تم کو خبر نہ دوں اس چیز کی جو تمہارے لئے بہتر ہے اور افضل ہے اس سے کہ تم تمہارے دشمنوں سے ملو ۔ پھر وہ تمہاری گردنیں اڑائیں اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ۔ جی ہاں ۔ آپ نے فرمایا وہ ذکر اللہ ہے ۔ یاد خدا ہے ذکر کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس نشاۃ انسانی کی صرف وہی قدر جانتا ہے جو (اس سے جو ذکر مطلوب ہے) اس کو کرتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذاکر کا ہمنشین رہتا ہے اور ہمنشین ذاکر کو مشہود ہوتا ہے ۔ وہ ذاکر جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کرتا حالانکہ حق تعالیٰ اس کا جلیس ہے ہمنشین ہے تو وہ حقیقی ذاکر ہے ہی نہیں ۔ کیونکہ ذکر اللہ تمام اجزائے عبد میں ساری وجاری رہتا ہے وہ تخلیق انسانی کو کیا جانے گا ۔ جو صرف زبان سے خدا کا ذکر کرتا ہے ۔" (۱۳)

گویا حق تعالیٰ جس کا جلیس ہو جائے وہ تو زبانی ذاکر نہیں رہتا بلکہ وہ فقیر ہے ۔ جس کے لامکانی مرتبہ کے بارے میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ۔ واضح رہے کہ فقیر اسے کہتے ہیں جسے قرب ربانی ، نفس فانی کی سلطانی ناظر عیانی ، نظر لامکان اور روحانی مرتبہ حاصل ہو اور اگر لاہوت و لامکان میں آ کر دونوں جہان کی طرفوں کو دیکھے تو وہ اسے رائی کے دانے اور مچھر کے پر کے برابر دکھائی دے ۔ (۱۴)

---

(۱۲) بشیر احمد ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ص ۶۲

(۱۳) محی الدین ابن عربی ۔ فصوص الحکم ۔ ص ۲۲۶

(۱۴) سلطان باہو ۔ عقل بیدار ۔ ترجمہ اردو ۔ انجمن اتحاد لاہور ۱۹۷۰ ۔ ص ۱

ک کل قبیل کو یسُر کہندے کارن دُر بجر دسے ہو (۱) ٥
۱۴۵ شش زمین تے شش فلک تے شش پانی نے تردے ہو (۲) ◎
چھیاں حرفاں وچ سخن اٹھاراں دو دو معنی دھردے ہو (۳) ٥٥
مرشد ہادی صحی کر سمجھایا باھو اس پہلے حرف سطر دسے ہو (۴) ۵

لغت:۔ کل قبیل: تمام قبیلے۔ ہر قسم کی مخلوقات؛ کو یسر: کوی سُر۔ دوہے۔ ماہیا گانے والے۔ نغمۂ فراق
کارن: کے لئے؛ کہندے: کہتے ہیں؛ تردے: تیرتے ہیں؛ دھردے: رکھتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں
صحی: صحیح

ترجمہ:۔ (۱) تمام (قسم کی مخلوقات اور اٹھاراں ہزار) قبیلے دریائے (معرفت ذات الہٰی کے عرفان کے)
موتی حاصل کرنے کے لئے اپنی اپنی زبان اور ودیعت ایزدی میں) نغمہ (درد فراق) الاپتے ہیں۔
(اور اس کی تسبیح کہتے ہیں)
۲۔ (سخن ہائے متبرکہ میں) چھ تو زمین پر ہیں چھ آسمان پر ہیں اور چھ پانی پر تیر رہے ہیں۔
۳۔ (چھ حرفوں میں اٹھاراں سخن ہیں (جن میں ہر ایک حرف) دو دو معنی رکھتا ہے۔
۴۔ اے باہو۔ مرشد کامل نے (یہ اسرار معما) سطر کے پہلے (ہی) حرف میں پوری طرح سمجھا دیا۔

---

(۱) ج۔ ٥ نسخہ ب ف ۶ ف۔ذ وغیرہ میں یوں ہے ع سب تعراف کو ایشر کردے کارن در بکردسے ہو
نسخہ ۵ میں (کر ایشر) کی بجائے (اقوی سر) درج ہے۔
(۲) ل ک ◎ نسخہ ب۔ ۷ میں یوں ہے ع شش فلک تے شش زمیناں شش پانی تے تردے ہو
(۳) ج۔ ل ک۔ ٥٥ ۶۔ب۔ف۔ش۔ذ میں یوں ہے ع چھیاں حرفاں دے سخن اٹھاراں اوتھے دو دو معنی دھردے ہو
نسخہ ۷ میں یوں ہے ع چھ لفظاں دے حرف اٹھاراں سو سو معنی دھردے ہو
(۴) ل ک ۵ ۶۔ف۔ش۔ذ میں یوں ہے ع پر باھو حق پچھانیوں ناہیں پہلے حرف سطر دے ہو
نسخہ ۷ میں یوں ہے ع باھو حق پہچانن ناہیں پہلے حرف سطر دسے ہو

حضرت سلطان العارفین اس بیت میں بیان فرما رہے ہیں کہ

تشریح : ہر چیز اس دُر بحر (ذات الٰہی) کے فراق میں نغمہ الاپ رہی ہے

بقول رومیؒ ـــــ بشنو از نی چوں حکایت می کند ۔ وز جدائیہا شکایت می کند ۔ (۱)

فرمانِ الٰہی ۔ کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں ۔ واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور جو کوئی بیچ زمینوں کے ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمیوں میں سے (۲)

بس جو کوئی نزدیک پروردگار تیرے کے ہیں تسبیح کرتے ہیں واسطے اس کے رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے ۔ (۳)

اور سب تعریف واسطے اللہ کے پروردگار عالموں کا (۴)

کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو تسبیح کرتا ہے واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے اور جانور پرندپر کھولے ہوئے (۵)

یہ جملہ مخلوق جو نغمہ فراق میں مشغول ہے ۔ اٹھارہ ہزار عالم پر مشتمل ہے ۔ ان میں سے ۶ ہزار زمین کی مخلوق (انسان ، حیوان ، چرند ، پرند ، نباتات ، جمادات) اور چھ ہزار آسمان سے متعلق مخلوق (کرہ ہوائی کے طبقات ، ستارے اور سیارگان افلاک) اور چھ ہزار پانی سے متعلق مخلوق (ہر قسم کے سمندر ان میں جاندار مخلوق ۔ جمادات ، نباتات ، مائعات و معدنیات) شامل ہے ۔

تیسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ چھ حروف میں اٹھارہ سخن ہیں ۔ یہی وہ مصرعہ ہے ۔ جس سے

---

(۱) جلال الدین رومی ۔ مثنوی (مثنوی مولوی روم مع شرح بحر العلوم جلد کلاں مطبوعہ نولکشور ۔ ۹۳ ۱۲ھ ۔ ص ۴)

(۲) الم ترانّ اللّٰہ یسجد لہٗ من فی السّمٰوات و من فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدّواب وکثیرٌ من الناس (پ ۱۷ ع ۹)

(۳) فالّذین عند ربّک یسبّحون لہٗ بالّیل والنّہار وہم لا یسئمون (پ ۲۴ ع ۱۹)

(۴) الحمد للّٰہ رب العالمین (الفاتحہ ۔ ۱)

(۵) الم تر ان اللّٰہ یسبّح لہٗ من فی السمٰوات والارض والطّیر صٰفّٰت ۔ (پ ۱۸ ع ۱۲)

حضرت سلطان العارفین ظاہر فرماتے ہیں کہ تمام عالم جو خدا کی تسبیح کر رہا ہے ان اذکار کی برکت سے لامکانی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے۔ اب اسی بات کی وضاحت چاہیئے۔ چھ حروف دراصل یہ ہیں۔ اللہؔ، للہ لہٗ۔ ھو۔ محمد، فقر (یا کلمہ طیبہ) اپنی حروف میں جو حروفِ تہجی ہیں ان کی تعداد اٹھارہ ہے۔ گویا یہی چھ اسمائے مقدسہ ذکر اور تصوّر کا منبع اور مرجع ہیں۔ جن کے ذکر اور تصور کرنے سے انسان ناسوتی دنیا سے نکل کر عالم لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ سمجھا ہوگا کہ کلمہ طیبّہ پر عامل ہونا گویا فقر حاصل کرنا ہے اس تیسرے مصرعہ میں پھر فرماتے ہیں کہ (دو دو معنی دھر دے) یعنی دو دو معنی لئے جاتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان چھ اسمائے مقدسہ میں ہی جملہ کائنات کے علوم ظاہر و علوم باطن پنہاں ہیں۔ گویا ہر ایک اسم اپنے میں دو دو معانی کا حامل ہے۔ ایک معنی ظاہر اور دوسرا معنی باطن۔ جن سے مراد علوم ظاہر و باطن ہیں۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد کامل نے تو ہمیں پہلے حرف کے تصوّر میں ہی سب کچھ علم ظاہر و علم باطن سکھا کر لامکانی حالت عطا فرما دی۔

اس تمام مفہوم کی وضاحت حضرت سلطان العارفین کی زبان میں دیکھئے

فرماتے ہیں "اسم اللہ ذات کا تصوّر چھ قسم کا ہوتا ہے۔ اسم اللہؔ، اسم للہ، اسم لہٗ، اسم ہُو، اسم محمد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم و کلمہ طیبّ لا الہ الا اللہ محمدّ رسول اللہ

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ہر ایک نام اور کلمہ طیبب میں محو ہوتا ہے تو تمام گناہ اسمِ ذات کے نور میں چھپ جاتے ہیں۔ یہ اسے حاصل ہوتا ہے جو اذا اتم الفقر فہو اللہ۔ جب فقر تمام ہوتا ہے تو وہی اللہ ہے۔ کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ نیز موتوا قبل ان تموتوا یعنی مرنے سے پہلے مر جانا کا مقام بھی حاصل کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کامل مُرشد اسم اللہ ذات اور کلمہ طیبّ کے حاضرات و تصوّر سے دکھلا دیتا ہے۔ ذکر کی چابی اسم اللہ ذات کا تصوّر ہے جسے اسم اللہ ذات کا تصوّر حاصل ہے۔ اسکے مغز اور پوست میں اسم اللہ ذات سرائت کئے ہوتا ہے۔ نیز اسی موقعہ پر ہی ذکر خفیہ عین العیانی، ذکر سلطانی، ذکر قربانی اور ذکر مجموعہ العلم ذکر حیّ قیوم کے اسرار کھلتے ہیں۔ (۱) اور اس کے بعد وہ زندگی اور موت میں توحید سے

---

(۱) ملاحظہ کیجئے للہ اذکار کی تفصیل کلید جنت مصنف سلطان باہو ترجمہ اردو متین الدین - ۱۹۶۸ - ص ۱۶۸

نہیں نکل سکتا۔ ہمیشہ خدا سے ہمکلام اور مجلس محمدی سے مشرف رہتا ہے۔

جب سالک لہٗ للہٗ کا تصوّر کرتا ہے تو وہ اسے ہمیشہ کے لئے اللہ تعالےٰ کا منظور نظر بنا دیتا ہے اور دونوں جہان سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ نفس و شیطان کو قتل کر ڈالتا ہے۔ اس وقت نفس قلب کا لباس پہن لیتا ہے۔ اور قلب روح کا اور روح سر کا لباس پہن لیتا ہے۔ چاروں ایک ہو جاتے ہیں۔ تب اسے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

جب سالک اسم ہو کا تصور کرتا ہے۔ علم دعوت شروع ہی میں اسے حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ حافظ ربانی ہوتا ہے۔ دل زندہ اور نفس مردہ ہوتا ہے۔

اسم محمد کے تصوّر سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میم سے معرفت الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ حرف ح سے حضوری نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے میم سے دونوں جہان کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اور دال سے تمام مقاصد رونما ہوتے ہیں۔

اسم فقر کے تصوّر کرنے سے وہ لایحتاج ہو جاتا ہے۔ اسے دنیا اور آخر کے تمام خزانوں کا تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ جس چیز کو ہونے کے لئے کہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہو جاتی ہے۔ اسے سلطان الفقر کہتے ہیں۔

اسم اللہ اسم اعظم ہے۔ اسم للہ اسم معظم ہے۔ اسم لہٗ اسم مکرم ہے اسم ہو اسم عظمت ہے واضح رہے کہ مخلوق کی کوئی چیز اور توحید آیات قرآنی سے باہر نہیں۔ تمام خشک و تر اسی میں ہے۔ جو لوگ لامکان میں پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نور توحید کے دریا میں ہم غوطہ لگا آئے ہیں۔ جب اس کی مثال ہی نہیں کیونکہ لا مکان ایک غیر مخلوق چیز ہے تو پھر اس کا نام لامکان کیوں رکھ سکتے ہیں۔ صرف اس واسطے لامکان کہتے ہیں کہ وہاں نہ دنیا کی گندگی ہے نہ نفس کی خواہشات وہاں تو ہمیشہ بندگی میں غرق رہتے ہیں۔ شیطان کبھی امکان نہیں پہنچ سکتا۔ قولہٗ تعالےٰ۔ فاینما تولوا فثمّ وجہُ اللہ۔ (لامکان) میں جس طرف بھی دیکھو گے نور توحید نظر آئے گا۔

یہ مراتب رفاقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت اور کلمہ طیّب کی برکت سے حاصل ہو گئے ہیں۔ یہ ہے لامکان کی تحقیق۔

اس کے لئے طالب کو چار ذکر۔ چار فکر اور چار مراقبہ میں پختہ ہونا ہوتا ہے۔ چار ذکر ماذکر زوال

ذکر کمال۔ ذکر وصال اور ذکر احوال (۱)

واضح رہے کہ تصوّر تین ہیں۔ اسم اللہ ذات کا تصور، اسم محمد کا تصور اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تصوّر۔ تصور سے پہلے دو علم واضح ہوتے ہیں۔ ایک علم ظاہر یعنی عبادت و معاملات کا علم دوسرا علم باطن یعنی معرفت نور ذات۔ العلم علمان علم المعاملات و علم المکاشفۃ"

جو مرشد پہلے دن طالب کو حضور محمدی میں نورِ وحدانیت میں غرق نہیں کرتا وہ مرشد کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسم اللہ ذات کے تصوّر سے پہلے ہی دن طالب کا نفس پاک، دل صاف اور روح اور سرّ مجلّا ہوتا ہے۔ چاروں ایک اور متفق ہوکر اصل کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے"۔ (۲)

ہر شش اسماءِ قدس کے تصوّر کے لئے جو نقش حضرت سلطان العارفین نے لکھے ہیں ان کو ان کی نثر کی کتب میں دیکھئے (۳)

اس تمام جائزہ و وضاحت کے بعد بیت کا مفہوم سادہ اور مختصر الفاظ میں سمجھ لیجئے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی مخلوقات اس بحر معرفت کے موتی یعنی حق تعالےٰ کے عشق میں نغمہ فراق الاپ رہی ہے اور اس اٹھارہ ہزار مخلوق کا ایک تہائی زمین پر ایک تہائی آسمانوں پر اور ایک تہائی پانی میں بس رہا ہے۔ (اس جملہ مخلوق کی تسبیح۔ ذکر یا نغمہ فراق) چھ اسمائے مقدسہ اللہ۔ للہ۔ لہ۔ ھو۔ محمد۔ فقر۔ ہیں جکے حروف تہجی کی تعداد اٹھارہ بنتی ہے۔ ان میں ہر ایک اسمائے مقدسہ سے دو دو قسم کے علوم منکشف ہوتے ہیں۔ علوم ظاہر و علوم باطن اور مرشد کامل نے تو حضرت باہو علیہ رحمۃ کو سطر کے پہلے حرف اللہ کے تصور سے ہی جملہ علوم منکشف فرما دئے ہیں۔

---

(۱) چاروں اذکار کی تفصیل دیکھئے کلید جنت تصنیف حضرت سلطان باہوؒ۔ ترجمہ اردو وحفن الدین ۱۹۶۸۔ ص ۲۲

(۲) سلطان باہوؒ کلید جنت۔ ترجمہ اردو وحفن الدین لاہور ۱۹۶۸ا۔ تلخیص از ص ۱۴ تا ص ۳۸۔

(۳) بالخصوص کتب نور الہدیٰ۔ کلید جنت۔ عین الفقر۔ شمس العارفین۔ کشف الاسرار

ک۔ کلمے دی کل تد پیوسے جداں کل کلمے ونج کھولی ہو (۱)

۱۴۶ عاشق کلماں اوتھے پڑھدے جتھے نور نبیؐ دی ہولی ہو (۲)

چوداں طبق کلمیں دے اندر کیا جانے خلقت بھولی ہو (۳)

اسانوں کلماں پیر پڑھایا باھو جند جان اوسے نوں گھولی ہو (۴)

لغت :۔ کل : سمجھ، ادراک، حقیقت ۔ کل : مشینری، قفل کنجی ۔ ہولی : جشن
گھولی: قربان ہوئی جند : جان ، روح ، زندگی۔

ترجمہ :۔ ۱۔ (ہمیں) کلمہ (طیب کے کنہہ کی حقیقت) تب حاصل ہوئی ۔ جب کلمہ (طیب) نے (اپنے ہی انوار سے) میرے ادراک کے قفل کو وا کیا۔

۲۔ عاشقان (ذات) جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے ۔ کلمہ طیب کو وہاں جاکر پڑھتے ہیں جہاں نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نور مقدس (کے انوار) کی جلوہ گری کا جشن ہوتا ہے۔

۳۔ چوداں طبقات (ارض وسما کے حیات وبقا کا راز تو) کلمہ (طیب نفی اثبات) کے اندر پنہاں ہے۔ یہ بھولے (اور ناواقف) لوگ (اس راز معرفت کو) کیا جانیں۔

۴۔ ہمیں کلمہ (طیب کی کنہہ کا سبق) پیر (کامل) نے پڑھایا میری جان اور روح اس (محسن اعظمؒ) پر قربان ہوں۔

---

(۱) ا۔ ب

(۲) ا ۔ نسخہ ب۔ ذ میں (کلمہ) پہلے اور (عاشق) بعد میں آتا ہے ۔

(۳) ا۔ ب ۔ ھ ۔ ذ۔

(۴) ا ۔

نسخہ ب۔ ذ میں (کلمہ) پہلے اور (اسانوں) بعد میں آتا ہے ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "اس (فقیر) کی روح دونوں جہان میں زندہ وسلامت ہے۔ایک ساعت کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔یہ تفکر اللہ کی رحمت کو منظور ہے۔کیونکہ ذات صفات کی تجلی طالب کو مرتبہ نور حضور تک لے جاتی ہے۔یسمع اللہ اس کی شان ہے یہ تجلی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات سے ہے۔

بیت ؎ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

یہ مرتبہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بیت ؎

فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ
نگنجد در مکان لی مع اللہ

توحق کو بلند کر اور بدعت باطل سے استغفار کر۔مرشد عالم باللہ وہ مرد ہے جو تصور اللہ ذات سے راہ حضوری مقام لی مع اللہ کو کشادہ فرماتا ہے اور یہ کشادگی کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے ہے (۱)

درج بالا بیان سے بیت کا ادراک حاصل ہوجاتا ہے مفہوم کو مزید واضح کرنے کے لئے اب ہر ایک حصہ بیت کی علیحدہ علیحدہ تشریح کی جاتی ہے۔یہ امر پہلے سمجھ لینا چاہئے کہ بیت کے پہلے مصرعہ میں کلمہ طیب کے ذریعہ حصول معرفت کا بیان ہے۔دوسرے مصرعہ میں عاشق کا مقام حضوری درج ہے۔تیسرے مصرعہ میں نفی اثبات کا راز ہے اور چوتھے مصرعہ میں مرشد کامل کی مدح مندرج ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ــــ کلمہ کی اصل حقیقت کا بھی اس وقت ادراک ہوا جب کلمہ سے معرفت حق حاصل ہوا۔ایک مقام پر اسی بارے میں فرمایا۔واضح رہے کہ انسان کے وجود میں سات قفل زبان۔دل۔روح۔سر خفی۔اخفیٰ اور توفیق الہی کے ہیں۔اسی طرح سات قفل زمین کے ساتوں طبقوں کے ہیں اور سات ہی قفل سات آسمانوں کے ان کے علاوہ عرش۔لوح قلم۔لوح محفوظ۔کرسی مقام ازل

---

(۱) روح روحی فی الدارین تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین این تفکر است بدنظر رحمت اللہ منظور....تا.... حق بردار و از بدعت باطل استغفار مرد آں است مرشد عالم باللہ کہ از تصور اللہ ذات راہ حضوری از مقام لی مع اللہ بکشاید و از کلمہ طیب لا الہ اللہ محمد رسول اللہ۔ (سلطان باہو - اورنگ شاہی - مکتوبہ ۱۳۳۶ ھ - ص ۱۶)

مقام ابد۔ مقام دنیا۔ مقام عقبیٰ۔ مقام معرفت توحید مولیٰ۔ مقام تجرید۔ مقام تفرید۔ مقام ناسوت۔ مقام ملکوت۔ مقام جبروت۔ مقام لاہوت۔ مقام مکان لامکانی الا اللہ اور مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہر ایک کا ایک ایک قفل ہے۔ کامل وہ شخص ہے جو ایک دم میں ایک ہی قدم پر اسم اللہ کی کنجی سے جس سے مراد محض آیات قرآنی اور احادیث ننانوے اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا طریق تحقیق ہے۔ مذکورہ بالا قفل کھول سکتا ہے۔ (۲)

اسی ضمن میں پھر فرمایا۔ طالب اللہ کو ہر منصب نور حضور سے دکھائی دیتا ہے اور ظاہر و باطن میں لوح محفوظ اس کے ضمیر میں رہتی ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمہ کے تصور کے حاضرات سے پاک ذکر اسے نصیب ہوتا ہے۔ (۳)

فقیر کو برکت کلمہ طیب سے معرفت کے حصول سے حضوری مجلس محمد صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا —— کامل فقیر وہ ہے جو محبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مجلس ہو اور ایک گہرے دریا میں جسے دریائے توحید مطلق کہتے ہیں جو نور الٰہی سے پر موج ہے۔ اور ایک مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لامکان میں ہے جس کی مثال نہیں دے سکتے یہ کلمہ طیّب کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ (۴)

اس کے بعد کلمہ طیّب کی فضیلت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ کلمہ طیّب کے نفی اثبات کے توسط سے دنیا قائم ہے۔ گویا جب لا الہ کہا جاتا ہے تو تمام دنیا فنا ہو جاتی ہے اور جب اثبات الا اللہ کہا جاتا ہے تو پوری کائنات پھر سے موجود ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ تمام سلسلہ انتہائی سرعت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس لئے فنا اور بقا کے اس سلسلہ کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا جس طرح ایک ایٹم (ATOM) یعنی ذرہ میں نفی اور مثبت طاقت کے انتہائی تیز عمل نفی ہو جانے اور مثبت کے آ جانے سے ایٹم کا وجود قائم ہے۔

---

(۲) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ۱۹۶۳۔ ص ۴

(۳) سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ۱۹۶۶۔ ص ۷

(۴) سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو چمن الدین لاہور ۱۹۶۶۔ ص ۵۲

اسی طرح تمام کائنات ہی ایسے ہی عمل سے قائم ہے۔ جس کی باطنی وجہ نفی اور اثبات کلمہ طیب کا جو دہ طبق پر عمل پذیر ہونا ہے۔ کلمہ طیب کی کنہ اسم اللہ ذات ہے۔ جس کی قہر احدیت سے دنیا فنا ہوتی ہے اور اس کی رحمت رحمانیہ سے دنیا کو پھر سے آن وجود ملتا ہے۔ اس سلسلہ فنا اور بقا کو تصوف کی زبان میں تجدد امثال کہتے ہیں۔ (۵)

مرشد کے فیضان کے بارے میں ایک مقام پر فرمایا۔ جب کامل مرشد طالب اللہ کو کسی مقام پر پہنچانا چاہتا ہے تو توجہ سے پہنچاتا ہے۔ پہلے طالب کو تصور دلاتا ہے اور تصور کے ذریعے اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ بعد ازاں لا الہ کی نفی میں فنا کرتا ہے۔ جب لا الہ کی نفی میں طالب نفس کو فنا کرتا ہے تو پھر صورت کے تصور میں الا اللہ کے اثبات میں پہنچا کر اس کے دل اور روح کو زندہ کرتا ہے۔ جس سے حواس خمسہ باطنی کے پردے کھل جاتے ہیں اور بری صفات زائل ہو جاتی ہے۔ اس وقت طالب اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ ہمیشہ معرفت الٰہی میں رہتا ہے۔ اس کے بعد طالب کی صورت کو تصرف میں لا کر اسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچاتا ہے۔ (۶)

---

(۵) تفصیل کے لئے دیکھئے۔ شیخ اکبر محی الدین۔ فصوص الحکم اردو ترجمہ محمد عبد القدیر صدیقی دکن ۱۹۴۲ء (فص سلمانیہ)

(۶) سلطان باہو۔ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ۱۹۶۳ء ، ص ۱۱

ک کلمیں دی گل تداں پیوسے جداں کلمیں دل نوں پھڑیا ہو (۱)

۱۴۷ بے درداں نوں خبر نہ کوئی دردمنداں گل مڑھیا ہو (۲)

کفر اسلام دی گل تداں پیوسے جداں بھن جگر وچ وڑیا ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں کلماں صحی کر پڑھیا ہو (۴)

لغت : پیوسے: ہم کو پڑی - پھڑیا : پکڑ لیا - گل : گلے میں۔
مڑھیا: مڑھا لیا- تعویذ بنا لیا۔

ترجمہ:- ۱- (ہمیں) کلمہ (طیب کی حقیقت کی) سمجھ اس وقت پڑی جب کلمہ (طیب کے انوار نے) دل کو قابو میں لے لیا۔

۲- یہ کلمہ (طیب نفی اثبات تو محض عاشقان ذات) اہل درد نے ہی (اپنے دل وجان کی) کی گردن میں مڑھ لیا ہے۔ بے درد (اہل دنیا اور بے معرفت لوگوں کو) اس (کلمہ طیب) کی (حقیقت کی) کوئی خبر نہیں ہے۔

۳- کفر و اسلام (میں تمیز) کی سمجھ بھی تب پڑتی ہے۔ جب (کلمہ طیب) کا نور جگر کو توڑ کر داخل ہو گیا۔ (دل و جان کو منور کر دیا)

۴- اے باہو- میں ان (عارفان کامل) کے قربان جاؤں جنہوں نے کلمہ (طیب نفی اثبات کا عرفان حاصل کر کے پڑھا۔

---

(۱) ب = ل ک۔

(۲) ب- ہ- ذ-

(۳) ب- ط- ذ

(۴) ب- ط- ق-

تشریح : لاالہ الاّ اللہ محمدٌ رّسول اللہ۔ کی قلبی تصدیق اور لسانی اقرار سے ہمارے قلوب سے غیر اللہ کی معبودیت و ربوبیت فنا ہوجاتی ہے۔ اس قلب کی عظمت کا کیا کہنا جس سے غیر اللہ کی معبودیت و ربوبیت فنا ہوکر اللہ کی ربوبیت و معبودیت متمکن ہوگئی ہے —— اس اقرار و تصدیق سے قلب سے شرک کا خروج ہوجاتا ہے۔ اور توحید داخل ہوجاتی ہے۔ جس ذات پاک نے یہ پیام ہم تک پہنچایا اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار و تصدیق سے قلب سے شرک کا خروج ہوجاتا ہے اور ایمان جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ایمان میں دو چیزیں ہیں، ایمان ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تصدیق ہے۔" (۱) اسی عرفان توحید و رسالت سے ہی کفر و اسلام کی تمیز اجاگر ہوتی ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا " ہر دو جہان علم کی قید میں ہیں اور علم کلمہ طیّب لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی قید میں ہے اور کلمہ طیّب اسم اللہ ذات کی قید میں ہے۔ جو شخص دلی تصدیق سے پڑھتا ہے اور کلمہ طیّب کی کنہہ جانتا ہے اس سے کوئی علم بھی مخفی نہیں رہتا" (۲)

کلمہ طیبہ کے عرفان اور کنہہ کو پالینے والے عارفان کامل ہیں جنہوں نے ماسوی اللہ کا ترک کیا ہوتا ہے۔ ان پر حضرت سلطان العارفین نثار ہونے کی تمنّا فرماتے ہیں۔

---

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۵۳

(۲) سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ھ۔ ص ۲۹۔

" ہر دو جہان در قید علم امت و علم در قید کلمہ طیب ... تا علم علوم مخفی و پوشیدہ نماند۔"

ک کلیں دی کل تداں پیوسے جداں مرشد کلماں دسیا ہو (۱) ہ

۱۴۸ ساری عمر وچ کفر دے جالی بن مرشد دے دسیا ہو (۲)

شاہ علی شیر بہادر وانگوں وڈھ کلیں کفر نوں سٹیا ہو (۳) ◎

دل صافی تاں ہووے باھو جاں کلماں لوں لوں رسیا ہو (۴)

لغت : دسیا : بتایا ۔ جالے : گزارے ،نبھائیے ۔ وانگوں : کی طرح ۔ کل : ادراک شعور
وڈھ : کاٹ کر ۔ سٹیا : پھینک دیا ۔ رسیا : سرایت کر گیا ۔

ترجمہ : ۱۔ کلمہ (طیب کی کنہہ کا) شعور تب ہوا۔ جب مرشد (کامل) نے کلمہ بتایا ۔

۲۔ (چونکہ کلمہ طیب کی کنہ کا عرفان بغیر مرشد کامل نہیں ہوتا اور معرفت ذات والیقان نہیں ملتا اس لئے خواہ تمام عمر بظاہر اسلام میں گزارے) بغیر مرشد کے ارشاد کے ساری عمر کفر میں گزارنے (کے مصداق ہے)

۳۔ کلمہ (طیب) نے حضرت (سیدنا) علی المرتضیٰ شیر (خدا) (رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے) بہادر کی طرح کفر کو کاٹ پھینکا ۔

۴۔ اے باہو ۔ صفائے دل (تو) تب (حاصل) ہوتا ہے جب کلمہ طیب ہر بن مو میں سرایت کر جائے ۔

---

(۱) ا۔ک۔

ہ باقی نسخوں میں (پیوسے) کی بجائے (پلیسی) درج ہے۔

(۲) ذ۔ ف۔

(۳) ا ک

◎ باقی نسخوں میں اسی طرح ہے۔ البتہ (وڈھ) (کلمہ) کے بعد آتا ہے۔

(۴) ذ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "جان لو کہ کلمہ اسم ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور جب تک مرشد کامل دن رات مکمل توجہ طالب پر مبذول نہ کرے اور طالب ظاہر باطن کے ساتھ حاضر نہ ہو تو ہمیشگی کی نظر نہیں ہوتی۔ طالب کو ہرگز قرب اللہ کی حضوری حاصل نہیں ہوتی" (۱)

مقام نفس دل کے قریب ہے جس سے دل متعدد امراض حرص و ہوا، حسد، بغض، شہوت وغیرہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔ صفائے دل کے لئے ذکر کلمہ طیب کی ضرورت ہے اور ذکر کلمہ طیّب سے ہی دل ان آلائشوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور مراۃ الرحمٰن بننے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ؎

زندہ قلبی قلب دانی از کجا   باطنش معمور کلی دل صفا (۲)

؎ قلب مومن مراۃ الرحمٰن یقین   جز جمالش را مبین در وی یقین
ماسوایش جملہ از خود دور کن   تا جمالش را بہ بینی بالیقین (۳)

---

(۱) بدانکہ کلمہ اسمی است چنانچہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وتا آنکہ مرشد کامل شب و روز متوجہ نشود کہ تمام توجہ با طالب و طالب ظاہر باطن حاضر نگردد غالب دوام نظر نکند منظور ہرگز طالب نرسد با قرب اللہ باحضور (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۲۸)

(۲) سلطان باہو، توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ چنن الدین ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۸ء ص ۲،

(۳) سلطان باہو۔ دیوان باہو ۔ مرتبہ چنن الدین لاہور ۱۹۵۵ء غزل ۲۲ ص ۱۱

ک ۔ کلمے لکھ کروڑاں تارے ولی کیتے سے راہیں ہو (۱)

۱۴۹ کلمے نال بجھائے دوزخ جتھے اگ بلے ازگاہیں ہو (۲)

کلمے نال بہشتیں جاناں جتھے نعمت سنج صباحیں ہو (۳)

کلمے جیہی کوئی ناں نعمت باھو اندر دوہیں سرائیں ہو (۴) ٥

لغت: تارے : تیرائے ، تیراکر پار کئے ، بہڑ ور کئے۔

بلے : جلتی ہے ۔ ازگاہیں : بے پناہ ۔ سنج صباحیں : شب و روز ، دن رات۔

ترجمہ : ۱۔ (ذکر کلمہ (طیب) نے سینکڑوں راہروان (معرفت) کو ولی (اللہ) بنادیا اور لاکھوں کروڑوں (سالکوں) کو (دریائے معرفت میں) تیراکر پار کیا)

۲۔ دوزخ جہاں بے پناہ آگ جلتی ہے وہ بھی (انوار) کلمہ (طیب) سے بجھ جاتی ہے۔

۳۔ کلمہ (طیب) کے ساتھ (ہی) (ان) بہشتوں میں جانا ہے۔ جہاں صبح و شام (تمام) نعمتیں (فراوان ہیں)

۴۔ اے باہو۔ کلمہ (طیبہ) جیسی کوئی اور نعمت دارین میں نہیں۔

---

(۱) ذ۔ش

(۲) ذ۔ش

(۳) ذ۔ش

(۴) ش

٥ باقی نسخوں میں کسی میں (کوئی) سے پہلے (نہ) آتا ہے اور کسی میں (نعمت) کے بعد (نہ) آتا ہے۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ کلمہ طیّب کی اصل کنہ کو سمجھنے سے ہی کروڑوں خلق خدا کو دریائے وحدت و معرفت سے آشنائی ہوئی اور وہ اس زندگی کے تلاطم سے کامیابی کے ساتھ پار ہوگئے۔ اور سینکڑوں عارف باللہ اور ولی اللہ ہوجانے والے بھی دراصل کلمہ طیب کی فیوضات سے مشرف ولایت و عرفان ہوئے۔

نیز اس بیت میں دوزخ سے نجات کا سبب بھی کلمہ طیب کی برکت کو ہی بتلایا ہے اور بہشت کی نعمت جو بیش بہا ہے وہ بھی کلمہ طیب کی برکت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ کلمہ طیب سے ہی اللہ تعالیٰ کا اقرار اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار حاصل ہوتا ہے جو مسلمان ہونے کی اصل بنیاد ہے۔ اس اقرار کے ساتھ تمام دنیوی بُت ٹوٹ جاتے ہیں اور خالصتاً پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُر شکوہ فقر کی اتباع ہوتی ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ دونوں جہانوں میں اس سے بڑی نعمت بھی کوئی نہیں ہے کیونکہ ایمان کا حصول کلمہ سے ہے اور عرفان کا حصول کلمہ کی حقیقت کو سمجھنے میں ہے نیز دنیا و عقبیٰ کی نعمتیں صحیح طور پر اتباع رسولؐ میں مضمر ہیں گویا جملہ دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں کا مرجع و منبع کلمہ طیب ہے۔ اس لئے اصل نعمت کلمہ طیب ہی ہے۔

لاالٰہ الاّ اللہ محمّد رسول اللہ۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی (طاقت) معبود نہیں۔ (اور) اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (جو اتباع کے لائق ہیں)

گویا عبادت کے لائق اللہ کی ذات ہی ہے اور اطاعت و اتباع کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی ہے۔

یہ ہے کلمہ طیب کا درس، جس میں دراصل انسان کے لئے عبودیت کا اعلیٰ درس موجود ہے اور بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل دستور اور کامل نمونۂ زندگی کی طرف راہ دکھائی گئی ہے۔

ایک مقام پر حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ نے کیا خوب فرمایا ؎

نجات مردم و جاں لا الٰہ الا اللہ　　کلید قفل جہاں لا الٰہ الاّ اللہ
چہ خوف آتش دوزخ چہ باک یوم الدین　　دلا اگر وِرد زباں لا الٰہ الاّ اللہ
نبود ملک دو عالم نبود چرخ کبود　　کہ بود قبل زمان لا الٰہ الاّ اللہ

---

(۱) سلطان باہو۔ محک الفقر کلاں۔ ترجمہ اردو حیات الدین لاہور ۱۹۷۴ء ص ۳۱۳

ک۔ کلمے نال میں ناتی دھوتی کلمے نال دیاہی ہو (۱)

۱۵۰ کلمے میرا پڑھیا جنازہ کلمے گور سہائی ہو (۲)

کلمے نال بہشتیں جاناں کلمہ کرے صفائی ہو (۳)

مڑن محال تنہاں نوں باھو جنہاں صاحب آپ بُلائی ہو (۴)

لغت : سہائی : آراستہ کی۔ گور : قبر۔ دیاہی : بیاہی گئی۔
ناتی دھوتی : نہائی دھوئی۔ مڑن : واپس پھرنا۔

ترجمہ : ۱۔ (انتہائے ذکر نفی اثبات کے بعد میرا یہ عالم ہے کہ) میں (انوار و تجلیات) کلمہ (طیبہ) میں نہا دھو کر (منزہ) ہوئی ہوں۔ (اور) کلمہ (طیبہ) کے ساتھ ہی میرا عقد نکاح ہوا ہے۔
۲۔ (تمام زندگی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے عقد میں گزر کر موت کے بعد) کلمہ (طیبہ) نے ہی میرا جنازہ پڑھا اور (انوار) کلمہ (طیبہ) نے ہی میری قبر کو آراستہ کیا۔
۳۔ کلمہ (طیّب) ہی (میرے نامۂ اعمال کی) صفائی کرے گا۔ اور کلمہ (طیبہ) کے ساتھ ہی میں نے خلد بریں میں جانا ہے۔
۴۔ اے باہو۔ (راہ عشق و معرفت و استغراق کلمہ طیب سے) ان (عارفان ذات) کا واپس (عالم ناسوت و آسائش تن) کی طرف پھرنا محال ہے۔ جنہیں صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی (اپنے قرب و حضور میں) بلائی فرماوے۔

---

(۱) ذ۔ الیتۃ (دیاہی) کی بجائے (بیاہی) درج ہے
۶۔ (ناتی) کی بجائے (نہاتی) درج ہے
(۲) ۵۔ ذ۔ ۶
(۳) ۵۔ ذ۔ ۶
(۴) ۵۔ذ۔ ۶

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں "جان کنی کے وقت شیطان تمہارا ایمان سلب کرنے کے لیئے مقابلہ کرتا ہے۔ اُس وقت عاقبت کی خبر ہو تو علم خاص کام کرتا ہے جو کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے وجود میں اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ ذکر نور سے جو کہ آتش سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور سرد نہیں پڑتا شیطان کو جلاتا ہے اور کلمہ کی برکت سے بھگا دیتا ہے (۱)

سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں "بہترین ہتھیاروں کا کہ شیطان سے جنگ کرنے میں انسان کی مدد کرے کلمہ توحید ہے اور خدا کا یاد کرنا ہے جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے کلمہ توحید کہا میرے قلعے میں داخل ہوا۔ اور عذاب سے بے خوف ہوا۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے خلوص دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا وہ بہشت میں داخل ہوا ہے" - (۲)

"اور قبر میں منکر نکیر کے رُوبرو جب وہ کلمہ پڑھتا ہے تو اس کی قبر اور برزخی معاملہ سنور جاتا ہے اور نکیرین اُسے کہتے ہیں کہ ۔ اے خدا کے نیک بندے اب تو دلہن کی طرح سو جا۔ اللہ تعالی تجھے جزا خیر عطا کرے ۔(۳) اور حشر و نشر وقت میزان اعمال ۔ گزر پلصراط اور دخول جنت تمام منازل اور امتحانوں میں کلمے سے کامیابی اور نجات حاصل ہوتی ہے"۔ (۴)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جن کو مالک و محبوب نے خود ہی کلمہ کی کنہ سمجھا کر فقر عطا فرما دیا ہو بھلا وہ ایک بار اپنی جان فقر کے حوالہ کر کے کب واپس لوٹتے ہیں۔

یہ بس مالک حقیقی خود اپنے راز کے عرفان کے قابل بناوے اور خود ہی اسے طلب فرما دے اور لذت

---

(۱) شیطان بوقت جانکندن با تو مقابلہ از برائے سلب ایمان کند ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ کہ شیطان میگریزد و میسوزد برکت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۷ھ ص ۱۶)

(۲) سیّد عبد القادر جیلانی ۔ غنیۃ الطالبین ۔ ص ۲۸۰

(۳) یا عبد الصالح نم کنوم العروس جزاک اللہ فی الدارین خیرًا

(۴) بشکریہ فقیر نور محمد کلاچوی ۔ انوار سلطانی ۔ مطبوعہ ۱۹۶۲ء ۔ لاہور ۔ ص ۱۷۱ ۔

دیدار سے مشرف فرماوے وہ ایک تو مصائب وہر سے بے پرواہ ہوکر ھل من مزید کہتے ہوئے آگے ہی قدم بڑھاتے ہیں اور دوسرا انہیں چاشنی دیدار حاصل ہوتی ہے اسے چھوڑ کر انہیں دنیوی زندگی کے ساز وسامان اور آسائش کی طرف واپس لوٹنا محال ہوتا ہے وہ لوگ نفس کے پھندے سے آزاد اور شیطان کے مکر سے بھی بچے ہوئے ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم۔ پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات حرمت وعزت والی مسجد سے یعنی مکہ سے بیت المقدس۔(۵) اور جہاں کیفیت حال یہ ہو کہ۔ تفاوت ان دونوں میں قدر دو کمان کے(۶) تو ایسے مقام فقر و وصال کو پہنچ کر دنیوی زندگی کی طرف پھر کون پسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہے۔ لہذا جسے وہ صاحب خود بلاوے اس کا لامکان پر پہنچنا تو محال نہیں بلکہ راستہ سے لوٹنا محال ہے۔ *

---

(۵) سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (پ ۱۵ ع ۱)

(۶) فکان قاب قوسین او ادنیٰ (النجم ۹)

* مکمل شرح کلمہ طیبہ کے لئے دیکھئے سلطان باہو۔ محک الفقر کلاں ترجمہ جینن الدین لاہور ۱۹۷۴ء ص ۷۰، ۹۲، ۲۲۹ تا ۳۰۹

ک۔ کن فیکون جدوں فرمایا اساں بھی کولوں ہاسے ہو (۱)٥

۱۵۱ ہکے ذات صفات ربیدی آہی ہکے جگ ڈھنڈیاسے ہو (۲)⊙

ہکے لامکان مکان اساڈا ہکے آن بُتاں وچ پھاسے ہو (۳)

نفس پلیت پلیتی کیتی **باھو** کوئی اصل پلیت تاں ناسے ہو (۴)

لغت: جدوں : جب ہکے : یاتو۔ کولوں : ساتھ ہی۔ ہاسے: تھے۔
ڈھنڈیاسے۔ ہم نے ڈھونڈا پھاسے: پھنسے۔ ناسے : ہم نہ تھے۔
ہکے : ایک تو۔ یاتو۔ بتاں : اجسام۔

ترجمہ: ۱۔ تخلیق کائنات سے پہلے جب ذات احد خالق کون و مکان نے ظہور کثرت کا ارادہ فرماکر کن فیکون فرمایا تو ہم بھی وہاں (اعیان ثابتہ میں) ساتھ ہی تھے۔

۲۔ یاتو ایک (ایسا وقت امر کن فیکون سے پہلے تھا کہ صرف اللہ جل شانہٗ کی) ذات (مع صفات رب تعالیٰ موجود تھی۔ (یا اب یہ عالم ہے کہ عالم اجسام میں آکر اسی ذات پاک کو) اس جہاں میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

۳۔ یاتو وہ عالم تھا کہ) ہمارا مکان لامکان تھا یا اب (یہ عالم ہے) کہ (ہم) اجسام (کی قید میں) آکر پھنس گئے ہیں۔

۴۔ اے باہو۔ (اس آمیزش) نفس پلید نے (قلوب و ارواح کو بھی آکر پلید کر دیا ورنہ (ہم) اصل میں تو پلید نہ تھے۔

---

(۱) ٥ - ا - ج ٥ نسخہ ب میں (فرمایا) کی بجائے (فرمایس) درج ہے۔

(۲) ا کوٗ۔

⊙ ہکے ذات صفات ربے دی آہی ہکے جگ وچ ڈھونڈ رہیا سی ہو۔ مطابق نسخہ ع

(۳) ا-ک = ا-ج میں یوں ہے ع ہکے لامکان مکان اساڈا ہکے بت وچ آن پھتھوسے ہو

(۴) ب - ا ج

تشریح : " عرفان نفس کے لئے ہمیں قرآن کی رہنمائی کافی ہے۔ کائنات کی ساری چیزوں کے علاوہ "شے" کا اطلاق ہماری ذات پر بھی ہوتا ہے۔ اب اشیا کی تخلیق کے متعلق حق تعالے کا ارشاد ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے (۱) ظاہر ہے کہ خطاب شے سے ہو رہا ہے۔ امر کن کی مخاطب شے ہے۔ اب یہاں دو احتمال ہیں۔ یا تو شے خارج میں موجود ہے یا معدوم۔ پہلی صورت میں امر کن کا خطاب تحصیل حاصل ہے۔ موجود شے کا موجود ہوجانا بے معنی ہے۔ اگر شے معدوم محض ہے تو پھر بھی خطاب باطل ہوگا۔ معدوم مخاطب کیسے ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ وہ شے جس کو ارادہ الٰہی خارجہ وظاہرا موجود کرنا چاہتا ہے جو امر کن کی مخاطب ہے۔ علماً تو ثابت ہو بوجود ذہنی یا علمی اور خارجاً معدوم ہو بوجود عینی۔ اشیا کی اس عدمیت خارجی پر حق تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:۔ " اور میں نے اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا۔ (۲) قبل از خلق تو شے نہ تھی یعنی معدوم تھا۔ وجود خارجی نہ رکھتا تھا۔ میں نے تجھے خلق کیا۔ ان نصوص سے یہ دو چیزیں ثابت ہورہی ہیں۔ ہر شے قبل تخلیق حق تعالےٰ کی "معلوم" ہے۔ اس کا ثبوت علمی ذات حق میں متحقق ہے۔ قبل از خلق خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضروری ہے۔ اس کا مزید ثبوت ان آیات سے ہوتا ہے کہ " کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار" (۳) " اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا" (۴)

آپ اپنی ذات کو لے کر غور کیجئے، یہ ایک صورت علمی والٰہی ہے، بالذات نہیں، بالغیر موجود ہے۔ یعنی خارجاً معدوم اور علماً ثابت ہے۔ یہ ذات معدوم زندہ نہیں کیونکہ اس میں حیات نہیں تو اس کی صفت موت ہوئی جو ضد ہے حیات کی، اس میں علم نہیں تو اس کی اصل صفت جہل ہوئی، اسی طرح وہ مضطر و مجبور و کور و گنگ ہے۔ یعنی جملہ صفات عدمی سے متصف ہے" (۵)

---

(۱) اذا اراد شیئًا ان یقول لہٗ کن فیکون (۲۳ ع ۴)

(۲) وقد خلقتك من قبل ولم تك شیئًا (۱۶ ع ۴)

(۳) الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر (۲۹ ع ۱)

(۴) وھو الخلّٰق العلیم (۲۳ ع ۴) (۵) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف ص ۵۷-۵۸-۵۹-۶۰

اس جملہ بحث سے یہ مقصد برآمد ہوا کہ حکم کن سے پہلے بھی ہمارا وجود علم الٰہی میں تھا۔ حضرت سلطان العارفین اسی لئے فرماتے ہیں کہ جب کن فیکون[6] کا حکم صادر فرمایا گیا تو ہم بھی اس وقت علم الٰہی میں پہلے سے موجود تھے۔ گویا اسی کی ذات سے متصف تھے لیکن اب ہمیں اسی ذات اعلیٰ صفات کو اس دنیائے ددن میں آکر عالم ہجر و فراق میں ڈھونڈنا پڑا۔ پھر فرماتے ہیں ہم جب علم الٰہی میں تھے تو گویا اسی لامکان کے لامکان سے متعلق تھے۔ مگر آج ہمیں زمان و مکان کے تنگدہ میں پھنس جانا پڑا۔ ہم اگر آج ناپاک و آلودہ دامن ہیں تو یہ ہمارے نفس کی ناشائستگی کی وجہ سے ہے ورنہ ہم بذات خود تو ناپاک نہ تھے کیونکہ ہمارا تعلق تو اس ذات پاک سے تھا۔

---

(٦) کہتا ہے اس کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے (پ۲ع۱۳)

ک کیا ہویا بُت اوڈھر ہویا دل ہرگز دُور نہ تھیوے ہو (۱) ٥

۱۵۲ سے کوہاں میرا مرشد وسدا مینوں وچ حضور دسیوے ہو (۲)◎

جیندے اندر عشق دی رتی اوہ بن شرابوں کھیوے ہو (۳)

نام فقیر تنہاں دا **باھو** قبر جنہاں دی جیوے ہو (۴)

لغت: اوڈھر: پوشیدہ، چھپا ہوا۔ بن: بغیر۔ کوہاں: کوسوں۔ بت: جسم۔ وسدا: بستا ہے۔ کھیوے: سرمست ہو، سرخرو

ترجمہ: ۱۔ (مرشد کامل بظاہر) جسم اگر پوشیدہ ہے تو کیا (حرج) ہوا۔ (میرا شوق) دل تو (انظر مرشد کامل سے) ہرگز دور نہیں ہوتا۔

۲۔ میرا مرشد (بظاہر جسم میں) سینکڑوں کوس دور بستا ہے۔ (لیکن) مجھے (عین) حضور میں دکھائی دیتا ہے۔

۳۔ جس (خوش نصیب سالک کے دل کے) اندر رتی بھر عشق بھی (اگر) آگیا ہو تو وہ بغیر شراب کے مست و مخمور ہے۔

۴۔ اے باہو۔ فقیر (تو ان عاشقان ذات) کا نام ہے (جنہیں فنا فی الذات ہو کر حیات بعد الممات حاصل ہو چکی ہو اور بظاہر جسمانی موت کے بعد) ان کی قبر بھی (حیات جاودانی سے) زندہ ہو۔

---

(۱) ارک

٥ نسخہ ۶، ۷۔ ذ۔ف وغیرہ میں یوں ہے ع کیا ہویا بت دور گیا، دل ہرگز دور نہ تھیوے ہو۔

(۲) ب۔ البتہ (کوہاں) کے بعد (تے) کا اضافہ ہے۔

◎ ۶۔ذ۔ف وغیرہ میں یوں ہے ع سیّاں کوہاں تے مرشد وسدا مینوں وچ حضور دسیوے ہو۔

(۳) ب، ذ۔

(۴) ب، ۷، ذ۔

تشریح :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں "مقام فنافی الشیخ یہ ہے کہ جب طالب اللہ صورتِ شیخ کا تصور کرے ۔صورت شیخ حاضر ہوکر طالب کو جس مقام پر چاہے پہنچادے ۔ درحقیقت مقام فنانی الشیخ اسے کہتے ہیں اور ہرگز صورتِ شیخ کا تصور بت پرستی نہیں" (۱)

گویا عشق کی برقی رداور آئینہ دل کی صفائی ہزارہا فرسنگ کی مسافت کو ختم کرکے ٹیلی ویژن کی طرح قریب تر اور مقابل و باحضور لے آتی ہے ۔جس طرح حضرت اویس قرنیؒ (۲) ——— بظاہر جسمانی طور پر دور رہے لیکن روحانی قرب کی وجہ سے ان کا شمار صحابہ کرام میں ہے ۔ ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا —" یاد رہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مردہ جانے اس کا ایمان سلب ہوجاتا ہے" (۳)

اسی ضمن میں پھر فرمایا "جو شخص اخلاص اور اعتقاد کے ساتھ اولیاء اللہ کی قبر پر زیارت کے لئے جاتا ہے جو کچھ جانتا ہے اس سے آیات قرآنی اسم اللہ ذات اسم اعظم کلمہ طیب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر روحانی کی طرف متوجہ ہو اور با فکر مراقبہ کرے تو اس وقت وہ روحانی بلا شک وشبہ قبر سے اس طرح نکلے گا ۔جس طرح سانپ کینچلی سے ۔ روحانی کے لئے قبر سے نکلنا اور اس میں داخل ہونا ایسا ہی آسان ہے جیسا غوطہ خور کے لئے پانی میں آنا جانا ۔اگر پڑھنے والا صاحب توفیق ہے تو دیکھے گا اگر مردہ دل ہے تو نہیں دیکھ سکے گا ۔خواہ ساری عمر ہی قبر پر بیٹھا کیوں نہ پڑھا کرے ۔اگر طالب صاحب باطن ہے تو روحانی اس سے دینی و دنیوی ہر کام کے لئے ہمکلام ہوتا ہے" (۴)

---

(۱) مقام فنانی الشیخ اینست چوں طالب اللہ صورت شیخ در تصور تصرف درآرد .... تا .... والا نہ صورتِ شیخ درتصور آوردن بت پرستی است" (مجالسۃ النبی ۔مکتوبہ ۱۳۵۴ھ ۔ص ۹)

(۲) حضرت اویس قرنی تابعی مدفن کوفہ وفات ۳۲ھ

(۳) بشنو اگر کسے حیات نبی اللہ رامردہ گوید ایمان او سلب شود ۔

(سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔حصہ دوم ۔شرح نظام الدین ۔ص ۱۲)

(۴) ہرکہ بر قبر اولیا با اخلاص اعتقاد در زیارت میرود .... تا .... صاحب باطن راز برای کار دینی و دنیوی روحانی متکلم میشود ۔ (سلطان باہو ۔ امیرالکونین ۔مکتوبہ ۱۳۴۲ھ ۔ص ۵۹)

گویا اہل اللہ کی قبور سے چشمۂ فیض و عنایات جاری رہتا ہے بشرطیکہ کوئی صاحب توفیق آئے اور فیضیاب ہو۔ اسی ضمن میں ایک روایت ملاحظہ ہو۔

"سید گل حسن شاہ قادری پر جب صحرانوردی کا زمانہ آیا اور باطنی بے چینی کا سامنا ہوا تو بیان کرتے ہیں "بعد قطع منازل و طے مراحل حضرت سلطان باہو صاحب کی خانقاہ میں پہنچا جو ملتان سے تیس کوس بجانب شمال مغرب واقع ہے اور دل میں خیال گزرا کہ ان بزرگ سے اس معاملہ میں استصواب کروں گا کہ اب کدھر کو جاؤں اور کہاں سے میرا مطلب حاصل ہوگا کیونکہ یہ مزار اس باب میں مشہور تھا کہ جو شخص اپنے حل مطلب کا سوال کرتا ہے اس کو کچھ اشارہ ہو جاتا ہے۔ بارہ دن اسی توقع میں گزر گئے مگر کچھ سراغ حصول مدعا کا نہ لگا میرے دل میں نہایت پریشانی اور تردد پیدا ہوا۔ ایک کامل مجذوب اس خانقاہ میں رہتے تھے ایک روز مجھ کو ملول دیکھ کر بولے کہ گل حسن ادھر آؤ مجھ کو تعجب ہوا کہ اس شخص نے میرا نام کیونکر جان لیا میں ان کے قریب گیا تو فرمایا کہ تم آزردہ نہ ہو کیونکہ بادشاہ سلامت دہلی گئے ہیں اور وہاں کے اہل دفتر نے رخصت لی ہے۔ جب وہ تشریف لاویں گے تو ہم تم کو رخصت کرادیں گے خاطر جمع رکھو، چلو تم کو باغ کی سیر کرائیں یہ کہہ کر باغ میں لے گئے۔ ایک پھول گلاب کا توڑا اور میرے سر پہ رکھ دیا۔ سیر کرتے کرتے عصر کا وقت ہو گیا کہا کہ چلو نماز پڑھیں۔ ہم دونوں نے ایک کنوئیں پر وضو کیا اور مسجد میں جا کر میں تو جماعت میں شامل ہو گیا اور وہ ایک طرف بیٹھ کر بڑ ہانکنے لگے۔ بعد نماز مجذوب تو چل دیئے۔ میں خانقاہ کی مسجد میں جا کر بیٹھا دوسرے دن مجذوب مجھ کو تلاش کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ چلو بادشاہ سلامت آ گئے ہیں۔ تم کو رخصت کرادیں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ کے اندر لے گئے جھک کر سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ شخص بہت دنوں سے بیٹھا ہے اس کا گلا کاٹ دو۔ پھر بڑ ہانکنے لگے۔ ذرا دیر میں بولے کہ چلو تمہاری رخصت ہو گئی۔ میں چلا آیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ سلطان باہو صاحب فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان کو جاؤ وہاں تمہارے سب مقاصد حاصل ہوں گے۔

اس کے بعد سید گل حسن دہلی اور پھر پانی پت کو آئے جہاں سید غوث علی شاہ قلندر قادری سے بیعت ہو کر اپنا مقصود حاصل کیا۔" (۵)

احتیاجی نیست قبر شئی شان | قبر آں جسمہ بجستہ جاوداں
قبرہای ہست عارف آنچناں | در فنا فی اللہ دار و لامکاں (۶)

---

(۵) سید گل حسن شاہ قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ء ص ۴۶۳ تا ص ۴۶۵
(۶) سلطان باہو۔ اورنگ شاہی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱۵

ک. کوک دلامتاں رب سنٹے چادردمنداں دیاں آہیں ہو (۱) ہ

۱۵۳ سینہ میرا دردیں بھریا اندر بھڑکن بھاہیں ہو (۲)

تیلاں باجھ نہ بلن مشالاں درداں باجھ نہ آہیں ہو (۳)

آتش نال یاراناں لاکے باھو پھر اوہ سڑن کہ ناہیں ہو (۴)

لغت: کُوک: فریاد کر دلا: اے دل بھڑکن: شعلہ زن ہیں۔
بھاہیں: آگ۔ مشالاں: مشعل، چراغ۔ لا کے: لگا کر

ترجمہ: ۱۔ اے (میرے) دل (خوب) فریاد وآہ وزاری کر شاید رب (تعالیٰ) دردمندوں کی آہ وزاری سُن لے (اور رحمت فرمادے)

۲۔ میرا سینہ درد (عشق) سے لبریز ہے اور (سینہ کے) اندر آتش (عشق) شعلہ زن ہے۔

۳۔ (رحمت ایزدی کے بغیر حصول عشق ومعرفت محال ہے جیسا کہ) تیل کے بغیر شمعیں روشن نہیں ہوتیں اور درد کے بغیر (دل سے) آہیں نہیں نکلتیں۔

۴۔ اے باھو۔ (جن عاشقان ذات نے) آتش (عشق) سے وابستگی کر لی ہے کیا وہ (قربِ آتش پاکر) پروانہ وار جلیں یا نہ؟

---

(۱) ا، ک

ہ باقی نسخوں میں (چا) کا اضافہ نہیں ہے۔

(۲) ۶، ش۔

(۳) ۶، ش۔

(۴) ذ۔ ۶، ش۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فارسی کے دیوان میں فرماتے ہیں -

کارہا ایں مشکل است ایں کارہا — زارہا باید دل خود زارہا (۱)

جائی آسائش ندیدی اے دلا — بالیقیں داں شعلہائی نارہا (۲)

صورت حسنش مبین ای بے خبر — نور ہا ایں نیست جملہ نارہا (۳)

سوزو گریہ کو انسانی زندگی میں اہمیت حاصل ہے - کوئی عبادت بھی سوزو تڑپ کے بغیر معنی نہیں رکھتی کیونکہ عبادت بھی عشق کے جذبہ سے ہوسکتی ہے اور عشق کے ساتھ سوزو گریہ ایک لازم چیز ہے -

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے - تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے وہ جو بیچ نماز اپنی کے زاری کرنے والے ہیں (۴)

حضرت سلطان العارفین بھی ایک عارف کامل کی حیثیت سے عشق الٰہی میں سوزو گریہ کی کیفیت پیدا کرنے کی تلقین فرماتے ہیں - اور اپنی کیفیتِ حال نہایت سوز بھری بتلاتے ہیں جس میں سینہ درد سے بھرا ہوا ہے اور اس میں آتش عشق سلگ رہی ہے - اور مثال دیتے ہیں کہ جہاں مشعل یا چراغ جلے تو لازم ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی ایندھن یا تیل جل رہا ہوتا ہے - اسی طرح جہاں سوزو گداز کی آہیں نکل رہی ہوں وہاں کوئی درد نہاں موجود ہوتا ہے - اور پھر فرماتے ہیں - بھلا عاشق ذات کے ساتھ یہ حال کیوں نہ ہو کیونکہ اُس نے تو ایسی ذات کے ساتھ عشق کر رکھا ہے جس کی تابانی آتش کی طرح ہر قریب ہونے والے کو جلاتی ہے -

آتش است ایں بانگ نائی نیست باد — ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد

آتش عشق است کاندر نی فتاد — جوشش عشق ست کاندری فتاد (۵)

---

(۱) یہ کام بہت کٹھن ہیں - اس راہ میں دل کو زار و پر آزار کرنا پڑتا ہے - سلطان باہو، دیوان باہو فارسی - غزل ۲۱ - مرتبہ معین الدین ۱۹۵۵ - ص ۱۰

(۲) اے دل تو نے کوئی یہ آرام کا مقام نہ پایا (اب تو) یقیناً آگ کے شعلوں کے (ساتھ نباہ کر) - سلطان باہو - دیوان باہو فارسی - غزل ۲۰ مرتبہ معین الدین ۱۹۵۵ - ص ۹ -

(۳) اے بے خبر اس کے حسین چہرے پر نظر نہ ڈال - یہ نور نہیں سراسر نار ہے - سلطان باہو - دیوان باہو فارسی غزل ۲۱ - مرتبہ معین الدین ۱۹۵۵ - ص ۱۰ -

(۴) قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون (المؤمنون - ۲۰۱)

(۵) مفتاح العلوم شرح مثنوی - مولوی محمد نذیر عرشی - دفتر اول حصہ پہلا - لاہور ۱۹۵۹ - ص ۲۹ -

ک۔ کامل مرشد ایسا ہووے جہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہو (۱)
۱۵۴ نال نگاہ دے پاک کریندا وچ سجی صبوݨ ناں گھتے ہو (۲)
میلیاں نوں کر دیندا چٹا وچ ذرہ میل نہ رکھے ہو (۳)
ایسا مرشد ہووے **باھو** جہڑا لوں لوں دے وچ وسے ہو (۴)

لغت: چھٹے: پٹخ کر صاف کرے۔ سجی: کھار۔ صبوݨ: صابن
گھتے: ڈالے۔ میلیاں: میل والوں کو۔ چٹا: سفید۔

ترجمہ:۔ ۱۔ مرشد کامل ایسا ہونا چاہیئے جو کہ (طالب کو کدورت نفس سے) دھوبی کی طرح خوب پٹخ پٹخ کر (صاف کرے)

۲۔ مرشد کامل (دھوبی کی طرح) کھار صابن نہیں ڈالتا (بلکہ محض) نگاہ کے ساتھ (طالب مولیٰ کے دل وجان ونفس کو) پاک کر دیتا ہے۔

۳۔ (مرشد کامل نگاہ لطف سے ان نفوس وقلوب کو جو کہ غیر اللہ کی محبت سے آلودہ) اور میلے ہوؤں کو (ایسا پاک وصاف اور) سفید کر دیتا ہے کہ (ان میں) ذرہ (بھر) میل (یعنی محبت غیر اللہ نہیں رہنے دیتا۔

۴ اے باہو۔ مرشد (کامل) تو ایسا کامل ہونا چاہیئے جو کہ (طالب اللہ کے وجود کے) ذرہ ذرہ میں بستا ہو۔

---

(۱) ع۔ البتہ (وانگوں) کی بجائے وانگن درج ہے۔
(۲) ف، ع، ذ
(۳) ذ۔
(۴) ع۔ ذ

تشریح : اسی بیت کے ضمن میں دیگر کتب میں بھی حضرت سلطان العارفین نے یہی خیال ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "باہو۔ فقیر کسے کہتے ہیں؟ جو لوگوں کو غیر سے بچائے اور دریائے وحدت میں دھوئے جس طرح کہ دھوبی ناپاک کپڑے کو پاک کرتا ہے"(۱)

پھر فرمایا "مرشد وہ ہے جو اپنی گہری نظر سے طالب کے وجود کو بہتے ہوئے پانی کی طرح پاک کر دے"(۲)

ہ صائب جماعتی کہ معنی رسیدہ اند　　تسخیر دل بیک نگاہ آشنا کنند

چوں آفتاب گرچہ نداریم لشکری　　تسخیر عالم از نگہ پاک کردہ ایم (۳)

اور ایک مقام پر فرمایا "مرشد کامل مثل رنگریز کے ہے، چونکہ وہ صاف کر کے تیار رنگ دیتا ہے۔ نیز مرشد مثل گل کوب (کمہار) کے ہے جو مٹی کو کوٹ پیٹ کر اس سے مختلف نوع کے برتن تیار کرلیتا ہے"(۴)

آخر میں حضرت سلطان العارفین مرشد کامل کی مکمل اتباع کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور طالب کو فنافی الشیخ ہوجانے کی تلقین کرتے ہیں۔

---

(۱) باہو فقیر کرا گویند کہ مردم را از غیر بکشد و در دریائے وحدت بشوید چنانچہ گاذر پارچہ پلید نجس را پاک کند۔
(سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۳۵

(۲) مرشد آنست کہ بنظر ہفت اندام وجود طالب را ہمچوں دریائے آب رواں پاک گرداند۔
(سلطان باہو۔ اورنگ شاہی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۷)

(۳) کلام صائب (بشکریہ مفتاح العلوم شرح۔ مولوی محمد نذیر عرشی۔ دفتر اول حصہ دوم۔ لاہور ۱۹۵۹ء۔ ص ۲۰۲۔

(۴) (مرشد) ہمچوں رنگریز، مرشد مثل گل کوب باشد۔　　سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۱۱۔

ک۔ کر عبادت پچھوتاسیں تینڈی عمراں چار دہاڑے ہو (۱)

۱۵۵ تھی سوداگر کر لے سودا جاں جاں ہٹ ناں تاڑے ہو (۲)

مت جانی دل ذوق مَنّے موت مریندی دھاڑے ہو (۳)

چوراں سادھاں رل پُور بھریا باھو رَبّ سلامت چاڑھے ہو (۴)

لغت ۱۔ پچھوتاسیں : تو پشیمان ہوگا ۔ تینڈی : تیری ۔ عمراں : عمر ۔ دہاڑے : دن۔ ایام
جاں جاں : جب تک ، ہٹ : دوکان ، تاڑے : بند ہو جائے ، منّے : راضی ہو
پُور بھریا : کشتی بھرلی ، رل : مل کر ، مت : شاید ، خدا کرے ، سادھاں : سعداں ، سعد ، نیک

ترجمہ ۱۔ اے درویش ! اللہ تعالیٰ کی ، عبادت کر ورنہ تو موت کے وقت تضیع اوقات پر پشیمان ہوگا۔ تیری عمر تو صرف ، چار روز ہے ۔

۲۔ (اے درویش ، (تیرے لئے اس دُنیا کی) دکان جب تک بند نہ ہو جائے (تو اس میں معرفت کا) سوداگر بن کر (عرفان و معرفت) کا سودا کر لے ۔

۳۔ خدا کرے (تیرے) ذوق دل کو محبوب مان لے (راضی ہو جائے) (کیونکہ زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں) موت (تو) ڈاکے مارتی ہے ۔

۴۔ اے باھو۔ (کشتی وجود کے اندر) نفس وشیطان) کے چوروں اور (عشق و ایمان کے) سعدوں نے مل کر (حیات کا) پُور بھر لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اس کشتی کو ، سلامت پار چڑھائے ۔

۱۔ ا ، ب میں یوں ہے کہ کر عبادت پچھوتاسیں تینڈی عمر ہے چار دہاڑے ہو

۲۔ ا۔ ب۔ ٹ۔ ذ۔ ش۔ ف۔ م۔ ن ، ۶۔ اج۔ ب پ۔ ب ج۔ ب د

۳۔ ا ، ب میں (منّے) کی بجائے (منیسی) درج ہے ۔

۴۔ ا۔ ذ ، ب میں یوں ہے کہ چوراں سادھاں رل پُور بھریے باھو رب صحیح سلامت چاڑھے ۔

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان العارفین نفس کی پاکیزگی اور عبودیت کے فرائض کما حقہٗ پورا کرنے کے لئے عبادت کی تلقین فرماتے ہیں اور احساس دلاتے ہیں کہ زندگی کے ایام بہت ہی مختصر ہیں۔ اس لئے اس قلیل وقت کو قطعاً ضائع نہ کیا جائے۔ اور اسے مالک حقیقی کی یاد میں صرف کیا جائے۔

دی آمدم وزمن نیامد کاری وامروز زمن گرم نشد بازاری
فردا بردم بی خبراز اسراری ناآمده به بدی ازیں بسیاری (۱)

عبادت کی تلقین کے بعد حصول معرفت کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مزید وقت ضائع کئے بغیر معرفت کا سودا جہاں سے مل سکے حاصل کیا جائے۔ کیونکہ عرفان نفس اور عرفان ذات الٰہی کے بغیر کہیں موت کا وقت نہ آجائے' اور ہماری عبادات رائیگاں نہ جائیں۔

بے لوث و پُر ایقان عبادت کرنا اور صدق و عرفان کو پانا اس گوناگوں انسانی زندگی اور انسانی وجود میں نہایت کٹھن کام ہے۔ کیونکہ اسی وجود کو پراگندہ کرنے کے لئے دنیوی الائش، حرص و ہوا' حسد' نخوت' کی شیطانی طاقتیں بھی مسلسل کارفرما رہتی ہیں۔ ایسے حال میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں فضل خداوندی کے ساتھ ہی اس گوناگوں جذبات کے حامل انسانی وجود کا کامیابی سے ہمکنار ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔

---

(۱) خواجہ عبداللہ انصاریؒ۔ مناجات نامہ۔

گ ۔ گند ظلمات اندھیر غباراں راہ نیں خوف خطر دے ہو (۱) ٥

مُکھ آبِ حیات منوّر چشمے اوتے سائے زلف عنبر دے ہو (۲) ۞

مُکھ محبوب دا خانہ کعبہ جِتھے عاشق سجدہ کردے ہو (۳)

دو زلفاں وِچ نین مصلّے جِتھے چاروں مذہب ملدے ہو (۴)

مثل سکندر ڈھونڈن عاشق اِک پلک آرام نہ کردے ہو (۵)

خضر نصیب جنہاں دے باھُو اوہ گھُٹ اُوتھے جا بھردے ہو (۶) ٥٥

لغت :۔ مُکھ : مُنہ ۔ گھُٹ : گھونٹ ، جرعہ ۔ اوتے : اُوپر

ترجمہ :۔ ۱ ۔ (اے درویش مو تو قبل ان تموتو کی حیات جاوداں پانے کے لیے) جہاں ظلمات (نفس کی انتہائی) اندھیرے (حوادثات و آلام کے گرد) غبار (اور عشق و معرفت میں لغزش کھانے کے خوف و خطرہ (سے بھرے ہوتے) راہ ہیں ۔

۲۔ (وہاں محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری پا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے منور آبِ حیات کے چشمے (بھی) ہیں جن کے اوپر (والیل) کی زلف معنبر سایہ (افگن) ہے ۔

(۳) محبوب (پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرۂ اقدس کعبہ اور خانہ (خدا) ہے جہاں عشاق (ذات) سجدہ کیا کرتے ہیں ۔

(۴) (والیل) کی دو زلفوں میں (نورانی) چشم (رحمت) ہی تو (وہ) سجدہ گاہ ہیں جہاں چاروں مذاہب آ کر ملتے ہیں ۔

(۵) (عاشقان) (ذات) اس آبِ حیات (رحمت کو) سکندر کی طرح ڈھونڈتے ہیں (اور اس جستجو میں) ایک پل بھی آرام نہیں کرتے

(۶) اے باہو ۔ (جہاں یہ چشمۂ آبِ حیات رحمت ہے) وہاں (وہ خوش نصیب عارف (عشق و معرفت) کا گھونٹ جا کر بھرتے ہیں جنہیں خضر (علیہ السلام) (جیسی خوش) نصیبی حاصل ہو ۔

۱۔ اک ٥ ۔ م ۔ ذ ف ۔ ش میں (راہ) سے پہلے (اگے) کا اضافہ ہے (۲) اک ۞ باقی نسخوں میں (مکھ) کی بجائے (لکھ) درج ہے (۳) ول ۔ (۴) لل ۔ (۵) ذ ۔ ش (۶) اک ٥٥ ۔ م ۔ ذ ۔ ف ۔ ش وغیرہ میں (باہو) سے پہلے (طالع) کا اضافہ ہے ۔

تشریح :- راہ عشق و معرفت کے کٹھن منازل طے کرنے پر ہی چشمۂ حیات اور تجلّی گاہ ربانی یعنی رخ پر انوار حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و فیضان حاصل ہوتا ہے۔ جب روح پُرنور کا حصول ہوتا ہے تو گویا تمام مذاہب کے اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جملہ مذاہب آئمہ (حنفی۔ حنبلی شافعی۔ مالکی) کا اصل مُدعا سنت نبوی اور آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی حضوری ہے ؎ بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست (علامہ اقبال)

حضرت شاہ ولی اللہؒ[1] فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہی صلّے اللہ علیہ وسلم سے مجھے براہِ راست جن امور کی وصیت کی گئی ان میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ :-

"ان چار مذاہب مروجہ کی تقلید سے کبھی باہر قدم نہ رکھوں اور جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کروں"[2]

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ——— مرشد کامل پہلے ہی دن طالب کو ظلمات باطل کی ہوا سے باہر نکال کر نورِ وحدانیت میں غرق کر دیتا ہے۔ جسے یہ توفیق نہیں وہ مرشد نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ ناقص اور بے خبر ہے۔ خدا کی معرفت سے اور مجلسِ محمدی صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نامحرم ہے۔ (۳)

گویا اس بیت میں رخ انور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آبِ حیات کا منور چشمہ خانہ کعبہ اور سجدہ گاہ عشاق فرمایا ہے۔ معنبر زلف و اللیل کو چشمہ آبِ حیات پر سایہ افگن اور انوار مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار مذاہب کا مرجع و مرکز قرار دیا ہے۔

راستہ نہایت پُرخوف و خطر اور اس میں تاریکی و مصائب تباہ کُن ہیں۔
عشاق کو تلاش میں اس قدر محو فرمایا ہے کہ انہیں پل بھر بھی آرام نہیں۔
اور ان نیک بختوں کی خوش نصیبی کی داد دی ہے جنہیں محفل حضوری صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمۂ حیات سے جرعہ نصیب ہوا۔

---

(۱) شاہ ولی اللہ۔ ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ وفات ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ (بلکہ بیغلام مصطفٰے قاسمی آف شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد مطابق خریدہ ۱۲ نومبر ۱۹۶۸ء)

(۲) مناظر احسن گیلانی۔ "تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ" ص ۱۶

(۳) مرشد کامل روز اول طالب را بیرون کشد از جملہ ہائل ظلمات ہوا ... تا ... و نامحرم است از مجلس حضور محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم (سلطان باہو، تیغ برہنہ۔ کلتبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۳)

گ۔ گجھے سائے رب صاحب والے کجھ نہیں خبر اصل دی ہو (۱)

۱۵۷ گندم دانہ بہتا چگیا ہن گل پئی ڈور ازل دی ہو (۲) ہ

پھاہی دے وچ میں پئی تڑپاں بلبل باغ مثل دی ہو (۳) ◎

غیر دِلے تھیں سٹ کے باھو رکھیے امید فضل دی ہو (۴) ہہ

لغت ۱۔ گجھے: پوشیدہ ، چگیا: چنا ، ہن: اب ، پئی: پڑگئی

پھاہی: پھندا ، دلے: دل ، رب صاحب: اللہ تعالیٰ

ترجمہ: ۱۔ (انسان ظل اللہ ہے) انسان اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ سایہ (اور راز) ہے (اس کا ماقبل) اصل (انتہائے حقیقت) کی کچھ خبر نہیں پڑتی۔

۲۔ (دام میں پھنسنے والے پرندہ کی طرح آرزوؤں کا) دانہ گندم بہت چن کر کھایا۔ اب (دام) ازل کی ڈور گلے میں پڑگئی ہے۔

۳۔ (قفس عنصری اور دام حیات) میں باغ (وبہاراں) کے بلبل (گرفتار) کی مثل میری (روح) تڑپ رہی ہے۔

۴۔ اے باھو۔ (آخر چارہ کار یہ ہے کہ) دل سے (حبّ) غیر اللہ نکال کر (اللہ تعالیٰ) کے فضل (وکرم) کی امید رکھی جاوے۔

۱۔ ف۔ ش۔

۲۔ ک ہ اکثر نسخوں میں (بہتا) سے پہلے (اساں) کا اضافہ ہے۔

۳۔ ک ◎ ج۔ ف۔ ش وغیرہ میں یوں ہے۔ مصرعہ پھاہی دے وچ میں پئی تڑفاں جیوں بلبل باغ مثل دی ہو۔

۴۔ ک۔ ہہ۔ ج۔ ذ۔ ف۔ ش وغیرہ میں یوں ہے مصرعہ غیر دلے تھیں چا سٹیوے باھو چا رکھے امید فضل دی ہو۔

تشریح :۔ اعیانِ ثابتہ حق تعالےٰ کے وجود کا آئینہ ہیں۔ اور عالم خارجی وہ عکس ہے جو اس آئینہ کے ذریعہ ظاہر ہو رہا ہے۔ اس عکس کو "ظل" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ظل نور سے ظاہر ہوتا ہے نور نہ ہو تو عدم ہے۔ اسی طرح عالم بھی وجودِ حق سے پیدا ہوا ہے اور اپنی ذات کے لحاظ سے عدم اور ظلمت ہے۔ شیخ اکبرؒ کو اس آیت کریمہ سے یہ اشارہ ملا ہے (۱) اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ۔ (۲)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اس چار بیتی میں انسان کو اللہ تعالےٰ کا سایہ کہکر معیتِ خداوندی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور پھر اس کی حقیقت سے ناآشنائی کا اظہار فرما کر اس راز کو فلسفیانہ رنگ عطا کرتے ہیں" مگر سمجھنے والوں کے لئے یہ راز فاش ہو جاتا ہے کہ انسان اور کائنات کی ہر چیز (صورِ علمیہ) کسی ذات مقوم یا معروض کا اعراض ہیں۔

ڈاکٹر سید ولی الدین فرماتے ہیں " حق تعالیٰ بحالہٖ باوصافہ و بحد ذاتہ جیسے کہ ویسے رہ کر بلا تبدیل و تغیر و بلا تعدد و تکثر صفت نور کے ذریعے صورتِ معلوم سے خود ظاہر ہوتے ہیں۔ تو معلوم کے موافق خلق کا نمود وجود ظاہر ہیں بطور وجود ظلی ہوا۔ اور اعتبارات الٰہیہ خلق سے وابستہ ہو گئے۔ ہوالاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئ علیم۔ (۳)

؎ سایۂ یزداں بود بندہ خدا ۔ مردۂ ایں عالم و زندہ خدا (۴)

اس ضمن میں مزید سنیئے "خوب سمجھ لو کہ خلق کا وجود حق تعالےٰ کے ظہور یا تجلی و تمثل کے بغیر ناممکن ہے اور حق تعالیٰ کا ظہور یا تجلی و تمثل بغیر صورِ خلق (صورِ علمیہ) کے ممکن نہیں۔ یہ شیخ اکبر کے الفاظ میں ایک دوسرے کے آئینے ہیں۔

---

(۱) ڈاکٹر سید ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔ ص ۱۲۱

(۲) الم تر الی ربک کیف مدّ الظل (۹ ع ۳)

(۳) وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے (الحدید-۳)

(۴) مفتاح العلوم شرح مثنوی ، مولوی محمد نذیر عرشی دفتر اول حصہ پہلا ۔ لاہور ۱۹۵۹ء ۔ ص ۱۹۳

فہو (حق س) مراتک فی رویتک نفسک و انت مراتہ فی رویتہ اسمائہ وظہور احکامہا (۵)
اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت سلطان العارفین نے جس ظل کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ انسان ہے اور اس کی ماہیت کی تفصیل اوپر واضح ہو جاتی ہے۔

بقول جامی سامی سے

اعیان ہمہ آئینہ وحق جلوہ گراست ۔ یا نور بود آئینہ واعیان صوراست
درچشم محقق کہ حدید البصراست ۔ ہریک دو ازیں آئینہ آئینہ دگراست (۶)

مندرجہ حقائق اور مقامات کے حصول کے لئے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ نظر مرشد کامل اور فضلِ رب تعالیٰ کی ضرورت ہے۔ اسی نظریہ کی دلیل میں حضرت سیدنا غوث الاعظم قدس اللہ سرہٗ کی شیطان ملعون سے گفتگو ہوئی۔ ملاحظہ ہو

حضرت غوث الاعظم جو شیطان ملعون سے فرماتے ہیں ۔

"میں نے کہا، کہ تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی طاقت سے بچ گئے۔ حالانکہ مجھے بچانے والی کوئی قوت نہیں۔ محض اللہ کا فضل وکرم ہے" (۷)

فضل ساعت کار صد سالہ کند ۔ نار ابراہیم را لالہ کند
ذرہ سایہ عنایت بہتر است ۔ از ہزاراں طاعت کوشش پرست (۸)

---

(۵) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن وتصوف ۔ ص ۷۹

(۶) ایضاً

(۷) سید عبدالقادر جیلانی ۔ غنیۃ الطالبین ۔ ص ۸

(۸) سید گل حسن قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ ۔ ص ۱۷۶

گ گودڑیاں وچ جال جنہاندی اوہ راتیں جاگن ادھیاں ہو (۱)
۱۵۸ ہک ماہی دی ٹکن نہ دیندی لوک اُنھے دیندے بدیاں ہو (۲)
اندر میرا حق تپایا اساں کھلیاں راتیں کڈھیاں ہو (۳)
تن تھیں ماس جدا ہویا باھو سوکھ جھلارے ہڈیاں ہو (۴)۵

لغت ؛ گودڑیاں: دلق، لباس درویشانہ۔ ہک: محبت۔ ٹکن: آرام کرنے۔
انھے: اندھے۔ سوکھ: لاغری۔ جھلارے: جھونکے لے۔ جال: گذران۔
تپایا: گرم کیا۔ کھلیاں: کھڑے پاؤں، ٹھہر ٹھہر کر۔ کڈھیاں: نکال دیں۔

ترجمہ: ۱- (عاشقان ذات) جن کی گودڑیوں میں گذران ہے وہ تو آدھی آدھی راتیں بیدار ہو کر (محو ذکر اسم اللہ ذات) ہوتے ہیں۔

۲- (ان عاشقان ذات کو) محبوب (حقیقی) کی محبت (کا غلبہ) آرام کرنے نہیں دیتا (ان کی یہ وحشت اور سرگردانی دیکھ کر) اندھے (نا واقف اسرار) لوگ (ان پر) تہمت و ملامت کرتے ہیں۔

۳- (اے درویش عشق ذات) حق (تعالیٰ) نے میرے اندر (دل و جان کو) تپش بخشی ہے (جس کے درد و سوز میں) میں نے کھڑے پاؤں (زندگی کی) راتیں گزار دی ہیں۔

۴- اے باھو (عشق ذات میں میرے) تن سے گوشت جدا ہو گیا ہے۔ (اور) کمزوری کے باعث (محض) ہڈیاں ہی جھول رہی ہیں۔

---

(۱) ذ

(۲) ذ۔ ۶

(۳) ش۔ ف۔ ۶

(۴) ا ک

۵ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع تن تھیں ماس جدا ہویا باھو سوکھاں جھلارے ہڈیاں ہو۔

دیدہ ام در پوست روئی دوست من ۔ کی ستانم جامۂ جز پوست من ۔ (۱)

تشریح : معمولی فقیرانہ لباس میں رہنے والے جو درویش رات بھر یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ وہ دراصل محبت کے ہاتھوں مجبور و بیقرار ہوتے ہیں اور لوگ ان کے رد نہاں کو نہ سمجھتے ہوئے ان کی ظاہری ہیئت کو دیکھ کر انہیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں " واضح رہے کہ ریاضت رازِ باطنی ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور کی آگ دن رات سر سے لے کر قدم تک ہڈیوں، مغز، گوشت رگ جان، چربی وغیرہ کو اس طرح جلا دیتی ہے جیسے خشک لکڑی کو۔ اس ریاضت کے سبب ظاہری آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ آگ نہایت ہی سخت ہے ۔.... اس قسم کی ریاضت اٹھانا جو بے نام اور بے ناموس ہے، مردانِ خدا کا کام ہے" (۲)

قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے ۔ اے کملی میں لپٹے ہوئے اٹھ رات کو پر تھوڑا سا۔ آدھی رات کو اٹھ کر نماز کو یا اس سے بھی کم تھوڑی سی رات کو اور سہج سہج قرآن کو پڑھ کر سمجھ سمجھ کر حرف جدا جدا چاہیئے۔ (۳)

عاشق تو شوقِ وصل میں بے قرار ہے۔ مگر اندھے بد باطن لوگ تہمت و ملامت کرتے ہیں۔ ایسے بے بصیرت و بد باطن لوگوں کے لئے قرآن شریف میں آتا ہے اور جو کوئی کہ ہے اس دنیا میں اندھا یعنی جس نے راہ ایمان کی یہاں نہیں پائی پھر وہ آخرت میں اندھا ہو گا۔ اور راہ نہ پاوے گا۔ امن کی راہ بھولے گا اندھوں کی طرح ۔ (۴) آخری دو مصرعوں میں عاشق کی بے قراری اور شب بیداری کا ذکر ہے اور فرمایا عشق محبوب میں محویت کی وجہ سے جانِ عاشق کو کسی چیز کا فکر و احساس نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ اس کا اپنا جسم و جان بھی ناتواں ہو جاتا ہے اس ضمن میں ایک مقام پر فرمایا ــــ " جب اسم اللہ ذات کا تصور جو لطیفہ نور غیب ہے قلب سے اٹھتا ہے تو تمام قلب جسم اور جان کا گوشت تک گرا دیتا ہے اسلئے صاحب قلب کو ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ وہ جان قربان کر دیتا ہے۔ (۵)

---

(۱) فریدالدین عطار، منطق الطیر۔ مرتبہ شیخ مبارک علی لاہور۔ ص ۲۶۱

(۲) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ اردو ترجمہ جنن الدین۔ لاہور ۱۹۶۸۔ ص ۳۶

(۳) یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا۔ او زد علیہ و رتل القرآن ترتیلا (المزمل ۱ تا ۴)

(۴) ومن کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا (پ ۱۵ ع ۸)

(۵) سلطان باہو۔ توفیق الہدایت۔ ترجمہ اردو۔ جنن الدین لاہور ۱۹۶۸۔ ص ۲۷

گ۔ گیا ایمان عشقے دیوں پاروں ہو کر کافر رہیئے ہو (۱)

۱۵۹ گھت زنار کفر دا گل وچ بت خانے وچ بہیئے ہو (۲)

جس خانے وچ جانی نظر نہ آوے اوتھے سجدہ مول نہ دہیئے ہو (۳)

جاں جاں جانی نظر نہ آوے **باھو** توڑے کلماں مول نہ کہیئے ہو (۴)

لغت: پاروں : کے لئے۔ گھت : ڈال کر۔ کافر: متغیر رنگ

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش) حصول عشق (ذات) کے لئے (جان و مال کے علاوہ متاع ایمان (بھی) چلا گیا (اب) متغیر رنگ و حال میں ہو کر رہنا چاہیئے۔

۲۔ (حصول عشق ذات کے لئے) کفر کا زنار گلے میں ڈال کر بت خانہ میں بیٹھ جانا چاہیئے۔

۳۔ جس گھر میں محبوب (حقیقی) دکھائی نہ دے وہاں ہرگز سجدہ ادا نہ کرنا چاہیئے۔

۴۔ اے باھو۔ جب تک (ذات مطلق) محبوب (حقیقی) نظر نہ آئے تب تک (بغیر مشاہدہ و بغیر تصدیق قلب) کلمہ ہرگز نہ کہنا چاہیئے۔

---

(۱) ب۔ ج

ک کے مطابق یوں ہے ع د۔ دے ایمان عشقے دے پاروں ہو کر کافر رہیئے ہو

(۲) ب ج

(۳) ب ج

(۴) ب ج

تشریح۔ تارہا زنار در گردن کنم — خویش را باید کہ ما کافر کنم

راہ مسلمانی ندانم راہ چیست — زاں سبب زنار در گردن کنم

بستہ ام زنار کافر گشتہ ام — مومناں را ہر زمان کافر کنم (۱)

ایمان کی اصل کنہ اور اُس کا نقطۂ عروج عشق ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ جب عشق وارد ہوا تو ایمان کمتر درجہ پر رہ گیا گویا بلند مرتبہ والا عشق حاوی ہو گیا جو اصل ایمان ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں لقائے محبوب میں محو کر دینے والا عشق چونکہ مذہب کی تمام رسوم ترک کرا دیتا ہے اسلئے عشق اختیار کرنے والے کو اصطلاحاً کفر کا حامل کہہ دیتے ہیں۔

؎ کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست — ہر رگِ ما تار گشتہ حاجتِ زنار نیست (۲)

اور سے کل منصب ملت ترک کریں۔ بن عشق دے سب نوں گدود جائیں (۳)

اسی ضمن میں مزید سنیئے ؎ ونج یار کوں سجدہ ضرور کیتا — کفر یار دا اساں منظور کیتا

دھوتی بنھ کے گل زنار کیتم — تلک لا کے سادھو یار کیتم

نہ ولیاں مسجد دوارے میں — کیتا یار دے نال اقرارے میں

جیتھوں پایا سب اسرارے میں — انہدی خاک میں سر کوہ طور کیتا (۴)

گویا دریار پہ بے خطر ہو کر بیٹھ جانا چاہیئے جہاں سے عشق و معرفت ذات کے اسرار ملتے ہیں۔ اس سے مقصد مرشد کامل سے منسلک ہو جانا ہے۔ راہِ طریقت میں اسے کفر اوّل بھی کہا گیا ہے۔ (۵)

؎ گر مرید راہِ عشقی فکرِ بدنامی مکن — شیخ صنعان خرقہ رہن خانہ خمار داشت (۶)

عاشق ذاتِ حقیقی کو سوائے اُس ذات کے کچھ اور دیکھنا گوارا ہی نہیں ہوتا۔ وہ ماسوائے اللہ کو ترک کر چکا ہوتا ہے۔ اسلئے جہاں اُسے محبوب حقیقی جلوہ گر نظر نہ آئے وہ مقام اُسکے لیئے سجدہ گاہ نہیں ہو سکتا۔

؎ اوہ بہشت میرے کیہڑے لیکھے جیتھے توں وی نظر نہ آویں — اوہ دوزخ مینوں لکھ بہشتاں جیتھے توں مکھڑا دکھلاویں (۷)

۱۔ سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مرتبہ ضیاء الدین لاہور ۱۹۵۵ غزل ۴ ص ۱۷ (۲) امیر خسرو (۳) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام لاہور ۱۹۶۲ ۔ غزل ۱۰ ص ۱۳۲ (۴) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام لاہور ۱۹۶۲ غزل ۱۱ ص ۱۳۲ (۵) کفر اولیٰ منزل اہل البصر گشت واضح این سخن در رہ کہ چیست (سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مرتبہ ضیاء الدین لاہور ۱۹۵۵ ۔ غزل ۲۱ ص ۱۸) (۶) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ش ص ۲۴ ۔ (۷) خواجہ غلام فرید

کیونکہ ؎ بن دلبر ملک اندھار ڈٹھے   اس عشق دا بھار ا بھار ڈٹھے
ساتوں شیخ ایہ باغ بہار ڈٹھے   بن یار نہ بھاویں گلزار میتوں (۸)

اسی طرح کلمہ طیّب کی کنہ چونکہ اسم اللہ ذات ہے اسلئے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عارف کو جہاں وہ محبوب حقیقی نظر نہ آئے وہاں وہ کلمہ بھی نہیں پڑھتا۔ دراصل عارف ہی وہ ہوتا ہے جو ہر سجدہ میں اپنے مسجود حقیقی کو دیکھے اور ہر کلمہ یا اسم اللہ ذات کے ساتھ ذات اللہ کو جلوہ گر پائے۔

؎ بجز رویش نخواہم ہیچ چیزی   ز شرق جاں جمال اللہ جو بیم (۹)

عطار نے اسی ضمن میں صاف بات کہہ دی ؎

؎ سالکی مرجنید را پرسید   کای ز سر تا قدم ہمہ اسرار
بتکلم در آکہ مشرک کیست   گفت ای ہرزہ گرد گردن سار
ہر کہ نادیدہ اسم او گوید   مشرک است آن فضول ناہموار (۱۰)

۸۔ سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲۔ غزل ۱۶۔ ص ۱۴۰۔

۹۔ سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مرتبہ چمن الدین لاہور ۱۹۵۵ء غزل ۱۰۵۔ ص ۲۳۔

۱۰۔ قصیدہ عطار۔ بشکریہ مولانا شاہ گل حسن۔ تذکرہ غوثیہ۔ دہلی۔ ۱۲۸۹ھ۔ ص ۲۰۰۔

ل - لایحتاج جنہاں نوں ہویا فقر تنہاں نوں سارا ہو (۱)
۱۶۰ نظر جنہاں دی کیمیا ہووے اوہ کیوں مارن پارا ہو (۲)
دوست جنہاندا حاضر ہووے دشمن لیٹ نہ وارا ہو (۳)٥
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبی ﷺ سوھارا ہو (۴)◎

لغت ؛ وارا : وار کرنے کا موقعہ، باری۔ لیٹ : لیں

ترجمہ ؛ ۱۔ (اے درویش) جنہیں (مقام) لایحتاج (حاصل) ہو گیا (انہیں عارفان ذات کا) فقر سالم (مکمل) حاصل ہو گیا۔

۲۔ جن عارفان ذات) کی نظر (تصوّر اسم اللہ ذات سے) کیمیا ہو چکی ہو انہیں پارہ کا کشتہ بنا کر (کیمیا حاصل کرنے کی) کیا ضرورت ہے؟

۳۔ جن (عارفان کامل کا) مشفق (رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال پر) حاضر (و ناظر) ہے۔ دشمن (نفس و شیطان ان پر) وار کرنے کا موقعہ نہیں پا سکتے۔

۴۔ اے باہو۔ میں (ان خوش نصیب عارفوں کے) قربان جاؤں۔ جنہیں (آنحضور ہادی دارین رحمۃ اللعالمین) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب رحمت و سعادت کا دیدار نصیب ہوا۔

---

(۱) ا - ذ - ج

(۲) ا - ٧

(۳) ا - ف - ج - ٧

٥ نسخہ ا ج میں یوں ہے ؎ دوست جنہاں داکول جلیندا تے دشمن لہن نہ وارا ہو

(۴) ا ک

◎ نسخہ ٧ - ا میں یوں ہے ؎ نام فقیر انہاندا باھو جنہاں ملیا نبی سوہارا ہو

نسخہ ذ - ف - ش وغیرہ میں یوں ہے ؎ نام فقیر تنہاندا باھو جنہاں ملیا نبی سوہارا ہو

تشریح :۔ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں " اولیاء اللہ لایحتاج ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ فقیر کو کہتے ہیں۔ اور الفقر لایحتاج اور تمام جہان اس کا محتاج ہوتا ہے اور فقیر کا نفس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے دراصل ایک سانس پاکیزہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس کو پاس انفاس کہتے ہیں۔ وہ سانس ہر وقت ذاکر رہتی ہے۔" (۱) فقر لایحتاج کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہیں گنج عنایت اور تمام جہان کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بعض فقیر بے جمعیت ہوتے ہیں۔ جو روٹی کے ٹکڑے کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کو فقیر مفلس بھی پڑھتے ہیں اور فقیر غنی بھی، اسم اللہ میں کوئی فرق نہیں۔ پھر کیا وجہ ایک تو مفلس رہتا ہے اور دوسرا غنی ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جو شخص اسم اللہ ذات کی عزت و عظمت و قدر جانتا ہے۔ اسے اسم اللہ عزت و عظمت اور قدر کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ اور جو اس کی عزت نہیں کرتا وہ فقر و فاقے میں مبتلا رہتا ہے (۲)

قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے "اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا دئے تھے۔ مجرم لوگ، اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت دینے اور مدد دینے کو" (۳) بلاشبہ حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ بھی اس آیت کریمہ کا عرفان رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کا ملجا و ماویٰ موجود ہو اسے دشمن کے دار کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے۔ فقیر کو اللہ کے سوا کسی کی حاجت نہیں۔ (۴)

---

(۱) سلطان باہو۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۹۲

(اولیاء اللہ لایحتاج است و اولیاء اللہ فقیر را گویند ..... تا ..... و پاس انفاس ذکر خاص آورد)

(۲) بعضے فقر لایحتاج کہ احتیاج ہیچکس ندارند ہیچاں صاحب گنج عنایت دارند ..... تا ..... ہر کہ اسم اللہ را عزت ندہد و قدر نداند اسم اللہ آں را در فقر و فاقہ خراب گرداند

(سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۲۳)

(۳) وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین وکفی بربک ہادیا و نصیرا (الفرقان ۔ ۳۱)

(۴) الفقر لایحتاج الا الی اللہ ۔ لشکر یہ سلطان باہو۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ۔ ص ۱۸

اور ہر چیز اس کی محتاج ہوتی ہے ۔ (۵) یہ فقیر باہو کہتا ہے کہ اذا اتم الفقر فھو اللہ ۔ جب فقر انتہائی مرتبے کو پہنچ جاتا ہے ، وہی اللہ ہے (۶) یہ اس وقت ہوتا ہے جب اٹھارہ ہزار عالم اور تیس ہزار ستر کا تماشا اس کے سینے میں مخفی خزانے کی طرح ہو اور اس کی مستی ہوشیاری کے برابر ہو ۔ اور اس کی نیند بیداری کے برابر ہو ۔ اور اگر آسمان چکی کی طرح ہو کر اس کے سر پر گر پڑے تو بھی رضائے حق سے سر نہ پھیرے ۔ واضح رہے کہ فقر کی راہ ورد و وظائف اور تسبیح نہیں ۔ مسائل کا پڑھ لینا صحیح نہیں ہے بلکہ ہمیشہ باشریعت ہونا چاہیئے ۔ اور مست الست رہنا چاہیئے جیسے کہ اونٹ کانٹے کھاتا ہے ۔ اور بوجھ اٹھاتا ہے ۔ جو مرشد خود دنیا مردار کا طالب ہے ۔ وہ تیلی کا بیل ہے ۔ اسے اپنے طالب کی کیا خبر ہو گی ۔ مرشد اس قسم کا ہونا چاہیئے ۔ جیسے اس فقیر کو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت فرمایا اور خذ بیدی ۔ میرا ہاتھ پکڑ ۔ ارشاد فرمایا ۔ جس سے راہِ توحید میں ظاہری اور باطنی آنکھ یکتا ہو گئی ۔ اور اسم اللہ ذات سے ملاقات حاصل ہوئی ۔ اور کشف و کرامات سے بیزاری حاصل ہوئی ۔ فقر کے لئے یہی کرامت کافی ہے ۔ کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ملاقات سے مشرف فرمائیں ۔ جس سے ازل اور ابد سے باخبر اور بیدار ہو جائے ۔ (۷)

فرمایا " کامل قادری اپنی نگہداشت محتاج ہونے میں رکھتا ہے ۔ اور طالب مرید کو لا محتاج کا مرتبہ بخشتا ہے ۔ اور کامل قادری خود رنج اٹھاتا ہے ۔ اور مرید کو گنج بخشتا ہے ۔ جس کا نور لذت و ذائقہ بہشت سے بڑھ کر ہے ۔ قادری رسم رسوم کی ابتدا کو عمل حاصل ہے کہ تمام دنیا کا خزانہ اور ملک سلیمانی کو قبضہ میں لاتا ہے جس کو دیکھنے سے اس کا دل سرد پڑ جاتا ہے اور پھر اسے اپنے

---

(۵) و کل شی محتاج اوست (سلطان باہو ۔ محبت الاسرار مکتوبہ ۱۳۰۶ ھ ۔ ص ۱۸)

(۶) ترجمہ مطابق سلطان باہو ۔ توفیق الہدایت ۔ ترجمہ اردو ۔ جلال الدین لاہور ص ۔ ۲۰م مطبوعہ ۱۹۶۸ء اذا اتم الفقر فھو اللہ

(۷) این فقیر باہو میگوید کہ اذا اتم الفقر فھو اللہ آنزمان میشود کہ تماشائے ہژدہ ہزار عالم وسی ہزار ستر در سینہ او خزانہ اسرار خزینہ گردد .... تا ...... ازازل تا ابد باخبر بیدار و ہشیار باشد

سلطان باہو ۔ محبت الاسرار مکتوبہ ۱۳۰۶ ھ ۔ ص ۳۰

سے جدا کر کے بھول جاتا ہے۔ اس واسطے قادری کا دل غنی ہو جاتا ہے۔ اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ (۸) پھر فرمایا "الفقر لایحتاج ، یعنی فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ یعنی فقیر کے گھر میں فاقہ ہی فاقہ ہو اور وہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرے تو لایحتاج ہے۔ یا اسے (لا یحتاج) کہتے ہیں۔ جو فقیر صاحب کیمیا ہوتا ہے اور اس کی نظر خود کیمیا ہوتی ہے۔ اور الفقر لایحتاج کے یا معنی یہ ہیں کہ فقیر اپنا تمام مال زر و سیم راہِ خدا میں صرف کر دیتا ہے اور تارک بن جاتا ہے۔ لیکن پھر اس مال دنیا کا رائی بھر بھی اس کے دل میں یہ خیال نہیں آتا اور اس کا محتاج نہیں بنتا۔ اور الفقر لایحتاج کے معنی یہ بھی ہیں کہ ان کا دل دنیا اور اہل دنیا کی طرف بالکل میلان نہیں کرتا اور ماسوائے خدا تعالیٰ کے کسی سے طمع نہیں رکھتا۔ اور الفقر لایحتاج کے یہ معنی بھی ہیں کہ فقیر کامل کی زبان سیف الرحمٰن ہوتی ہے۔ اور وہ جو کچھ کہتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اور کسی سے کچھ نہیں چاہتا۔ اور الفقر لایحتاج کے یہ معنی ہیں کہ فقیر مقام محبوبیت محمدیت پر پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ سب کائنات سے لایحتاج ہوتا ہے۔ (۹)

---

(۸) کامل قادری خود را نگہدارد در مرتبہ محتاج ..... تا ... قادری را دل غنی و مشرف بحضور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سلطان باہو۔ تیغ برہنہ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۱۳

(۹) الفقر لایحتاج یعنی درخانہ فقیر فاقہ بسیار است۔ الفقر لایحتاج یا آنکہ فقیر صاحب نظر کیمیا.....
تا.... الفقر لایحتاج یا آنکہ بمرتبہ محمدی رسیدہ باشد
سلطان۔ عین الفقر۔ حصّہ دوم۔ شرح نظام الدین۔ ص ۶

ل۔ لکھن سکھیوئی تے لکھ ناں جاتا کیوں کاغذ کیتو زایا ہو (۱)
۱۶۱ قط قلم نوں مارناں جانیں تے کاتب نام دھرایا ہو (۲)
سبھ صلاح تیری ہوسی کھوٹی جاں کاتب دے ہتھ آیا ہو (۳)
صحیح صلاح تنہاں دی **باھو** جنہاں الف تے میم پکایا ہو (۴)

لغت: لکھن: لکھنا۔ سکھیوئی: تونے سیکھا۔ زایا: ضائع۔ضائع کیا۔ جاتا: سمجھا۔ کیتو: تونے کیا۔ صلاح: تدبیر (لکھنے کا ڈھنگ، خوشخطی)

ترجمہ: ۱۔ (اے طالب) تونے لکھنا تو سیکھ لیا (لیکن رازِ معرفت) نہ لکھ سکا۔ تونے (فضول مسائل لکھ کر اپنی زندگی کا) کاغذ کیوں ضائع کیا۔

۲۔ (تو تو کاتب ازل کی) قلم کے نوک کو کاٹنے کا ڈھب بھی نہیں جانتا (تونے اپنا) نام کاتب (کیسے) رکھ لیا۔

۳۔ (جب تیرا نامہ اعمال) کاتب (تقدیر) کے ہاتھ آیا تو تیری سب تدابیر ناقص ہو جائیں گی۔

۴۔ اے باہو۔ صحیح تدابیر (تو ان عارفان ذات کی ہے) جنہوں نے (اپنا متاعِ حیات) اسم اللہ اور اسم محمدؐ کے تصورات کی مشق کی) پختگی میں گزارا۔

---

(۱) ک۔ ف

(۲) ک۔ ف۔ ع

(۳) ب۔ البتہ (جاں) کی بجائے (جداں) درج ہے۔
ک
ذ

(۴) ک۔ ش۔ ف۔ ذ۔ ع

ک میں البتہ (تنہاں دی) کی بجائے (انہاں دی) درج ہے

تشریح :- بیت میں علم و دانش رکھنے والوں کو علم معرفت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ اصل علم کا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ تحقیق رب تیرا حکمت والا علم والا ہے۔ (۱)

کیا انہوں نے پاک ہے تو نہیں علم ہے ہم کو مگر جو سکھایا تو نے ہم کو تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا۔ (۲)

گویا اصل علم وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو ورنہ دیگر علوم جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں دنیا سے فتنہ و فساد ختم نہیں کر سکتے علم وہ ہے جس سے دنیا میں امن، خوشحالی اور محبت پیدا ہو۔ اور یہ مقصد سوائے علم و حکمت الٰہی پر عمل کرنے کے اور اس حکمت کو حاصل کرنے کے پورا نہیں ہو سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے علم و حکمت الٰہی سے غفلت اختیار کرنے کے بعد جب سزا پائی، بہشت سے نکالے گئے اور زمین پر آئے تو اس کے بعد بھی جو چیز ان کے نجات کا باعث بنی علم الٰہی کا سیکھ لینا تھا۔ فرمان الٰہی ہوتا ہے۔

پس سیکھ لیں آدمؑ نے پروردگار اپنے سے کچھ باتیں پس پھر آیا اوپر اس کے (۳) یعنی ان کلمات ربی کے تصدق سے توبہ قبول ہوئی۔

حضرت سلطان العارفین بھی یہی تلقین فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے علم و دانش پر نہیں اترانا چاہیئے کیونکہ اصل علم اور اصل تدبیر کا مالک وہ ذات پاک خود ہے۔

البتہ وہ لوگ ہی صحیح صاحب تدبیر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں پختگی حاصل کر کے عرفاں حاصل کر لیا۔

؎ چوں جسم پیرِ مغاں در دل مقیم — محمد صد بار کن گشتی حکیم
چوں تصورِ شیخ را کردی حضور — واللہ می یابی احمد حضور (۴)

---

(۱) انّ ربّک حکیمٌ علیمٌ (پ، ع ۱۵)

(۲) قالوا سُبحٰنک لا علمَ لنا اِلّا ما علّمتنا اِنّک انت العلیم الحکیم (البقرۃ - ۳۲)

(۳) فتلقّیٰ آدمَ من ربّہٖ کلمٰتٍ فتاب علیہ (پ ۱ ع ۴)

(۴) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور - ۱۹۶۲ - ص ۲۳ -

ل لہٗ ھو۔ غیری دھندے ہِک پل مول نہ رہندے ہو (۱)

عشق نے پٹے رُکھ جڑھاں تھیں اِک دم ہول نہ سہندے ہو ۱۶۲ (۲)

جیڑھے پتھر وانگ پہاڑاں آہے اوہ لونڑ وانگوں گل وہندے ہو (۳)

عشق سوکھالا جے ہوندا باھو سبھ عاشق ہی بنڑ بہندے ہو (۴)

لغت : دھندے : کام کاج ۔ ہول : ڈر۔ لونڑ : نمک ۔ گل : پگھل کر، گل کر

وہندے : بہتے ہیں ۔ سوکھالا ، آسان بہندے : بیٹھتے ہیں۔

ترجمہ : ۱۔ اے درویش جب عشق ذات سالک کو ایسے مقام پر لے آتا ہے جہاں صرف (لہٗ ھو (وحدہٗ لاشریکَ لہٗ ہے) (تو ماسوا اللہ) غیر کے سب کام کاج ایک لمحہ بھر بھی (سالک کے دل میں) نہیں رہتے ۔

۲۔ عشق نے (تو کئی مضبوط ارادوں اور عقائد کے) درختوں کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیا (اور وہ قوی درخت عشق کا) ڈر ایک دم (بھی) نہ سہہ سکے۔

۳۔ (عشق ذات جب اجاگر ہوتا ہے) تو پہاڑوں جیسے (سنگین) پتھر بھی نمک کی طرح پگھل کر بہہ جاتے ہیں ۔

۴۔ اے باہو ۔ اگر عشق (ذات) آسان ہوتا تو سب (کہ و مہ) عاشق ہی بن بیٹھتے۔

---

(۱) ذ ۔ ۶

(۲) ذ ۔ ۶

(۳) ذ ۔ ۶

(۴) ذ ۔ ۶

تشریح :۔ حضرت شبلیؒ نے صوفی کی پہچان یہ بتلائی ہے ۔ صوفی خلق سے منقطع اور حق سے متصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تھا کہ ۔ میں نے تجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے غیر سے قطعاً منقطع کر دیا ہے دل تعلق غیر تو در کنار ۔ راز عشق کے اثر سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں ۔

فرمان الٰہی :۔ پھر سخت ہوگئے دل تمہارے ایسی نشانی قدرت کی دیکھ کر (دل تمہارے نرم نہ ہوئے) پھر وہ دل تمہارے جیسے پتھر ہیں بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ مقدار بعضے پتھروں میں سے نہریں نکلتی ہیں اور بعضے پتھر جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے نکلتا ہے پانی اور بعضے پتھر ہیں کہ گر پڑتے ہیں ۔ خدا کے ڈر سے اور نہیں خدا تعالیٰ بے خبر ان چیزوں سے جو تم کرتے ہو ۔ (۲)

سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں :۔ اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں ایسے مل جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے ۔ (۳)

؎ در بہاراں کی شود سرسبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ ۔ (۴)

لیکن منزل عشق کٹھن مراحل سے متعلق ہے ۔ اگر اس راہ میں مشکلات اور دل وجان ومال کی قربانیاں نہ ہوتیں تو سب لوگ اس راہ کو اختیار کر لیتے ۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں ؎

تو نۂ واقف ز دردِ دلبراں عشق آساں نیست مشکل کارہا
بوالہوس گر رو براہش آورد می خلد در زیر پایش خارہا (۵)

۱۔ ابوبکر شبلی ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ دیکھئے ص ۸۴۴ حاشیہ ۴

ان الصوفی منقطع عن الخلق ومتصل بالحق ، کقولہٖ تعالیٰ واصطنعتک لنفسی ، قطعہ عن کل غیر (ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔ ص ۱۶) (۲) ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہٰر وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون (البقرۃ ۔ ۷۴) (۳) ولو القیت سری فی جبال ۔ لدکت واختفت بین الرمال ۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی قصیدہ غوثیہ مرتبہ و ترجمہ حافظ برکت علی لاہوری ۔ ص ۴) (۴) مفتاح العلوم شرح مثنوی ۔ مولانا محمد نذیر عرشی ۔ دفتر اول حصہ دوم لاہور ۱۹۵۹ء ص ۲۳۶

۵۔ سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ مرتبہ محی الدین لاہور ۔ ۱۹۵۵ء ص ۹ ۔ غزل ۲۰)

ل۔ لوک قبر دا کرسن چارا لحد بناون ڈیرا ھو (۱)

۱۶۴ چُٹکی بھر مٹی دی پاسن کرسن ڈھیر اچیرا ھو (۲)

دے درود گھراں نوں ونجن کوکن شیرا شیرا ھو (۳)

بے پرواہ درگاہ رب **باھو** نہیں فضلاں باجھ نبیڑا ھو (۴)(۵)

لغت : چارا : کوشش۔ ڈھیر: مٹی کی ڈھیری قبر اچیرا : زیادہ اونچا۔

کوکن : فریاد کریں گے۔ نبیڑا : نپٹنا۔

ترجمہ : ۱۔(اے درویش تیرے مرنے کے بعد تیرے متعلقین) لوگ (تیری) قبر (تیار کرنے کی) کوشش کریں گے۔اور لحد (میں تیرا) ڈیرا بنا دیں گے۔

۲۔ (تیری قبر پر) چٹکی بھر مٹی ڈالیں گے اور زیادہ اونچا (مرقد کا) ڈھیر بنا دیں گے۔

۳۔ (تجھے دفن کر کے تیرا فاتحہ) درود کہہ کر (اپنے) گھروں کو (واپس) جاویں گے (اور تیری موت کے تاسف میں ہائے میرا) شیر (ہائے میرا، شیرا پکار پکار کر فریاد کریں گے۔

۴۔ اے باہو۔ اللہ تعالیٰ کی درگاہ (عالیہ مستغنی اور) بے پرواہ ہے۔ (وہاں تو اس کی ذات پاک کے) فضل (وکرم) کے بغیر نپٹنا محال ہے۔

---

(۱) ن۔د

(۲) ذ۔ع۔ن۔د

(۳) ذ۔ع۔ن۔د

(۴) ا۔ک

(۵) نسخہ ن۔د میں یوں ہے ع بے پرواہ درگاہ رب دی **باھو** عملاں باہجھ نہ ہوگ نبیڑا ہو

تشریح : بیت میں نیک اعمال کی تلقین کا اشارہ ملتا ہے اور اس کے ساتھ فضل الٰہی پر امید رکھنے کی بھی تلقین ملتی ہے۔ کیونکہ عرفاء نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی تمنّا کی ہے جو بے نیاز ہے۔
انسان کا دنیائے فانی سے کوچ کرنا تو ایک امر لازم ہے اور اس کی آخری آرام گاہ زیر زمین ہے۔ فرمانِ الٰہی: سب چیزیں جاتی رہیں گی اور کچھ نہ رہے گا۔ مگر ذات خدا تعالیٰ کی (۱) خویش و اقارب قبر پر مٹی ڈال کر آخر چھوڑ جائیں گے، رو دھو کر چل دیں گے اور بالآخر فضل خدا تعالیٰ کے بغیر زیر زمین اور آخرت میں اور کوئی سہارا نہ ہوگا۔
اسی ضمن میں کہ سب سے تلخ وقت اس دنیا میں وہ ہوتا ہے جب مردہ انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور خویش و اقارب قبر پر آخری مٹی کی چٹکی یا آخری خشت رکھتے ہیں۔ یہ آخری خشت یا آخری مٹی کی چٹکی تلخ ترین ہوتی ہے۔ یہی بات عطارؒ کی زبان گوہر فشاں و باعرفان سے سنیے ؎

چوں سلیمان کرد با چندان کمال ‏ ‏ ‏ پیش موری لنگ از عجز ایں سوال
گفت برگوای ز من آغشتہ تر ‏ ‏ ‏ تا کدامین رگ بغم بسرشتہ تر
داد آں ساعت جوابش مور لنگ ‏ ‏ ‏ گفت خشت واپسیں در گور تنگ
واپسیں خشتی کہ پیوند بخاک ‏ ‏ ‏ منقطع گردد ہمہ امید پاک
پس بپوشد خشت آخر روئے من ‏ ‏ ‏ تو مگرداں روئی فضل از سوئی من (۲)

---

(۱) كلّ شيءٍ هالك الّا وجهه (پ ۲۰ ع ۱۲)
(۲) فریدالدین عطار - منطق الطیر - لاہور ص ۳۵۰

ل۔ لوہا ہوویں پیا کٹیویں تاں تلوار سڈیویں ہو (۱)
۱۶۴ کنگھی وانگوں پیا چریویں تاں زلف محبوب بھریویں ہو (۲)
مہندی وانگوں پیا گھوٹیویں تاں تلی محبوب رنگیویں ہو (۳)
وانگ کپاہ پیا پنجیویں تاں دستار سڈیویں ہو (۴)
عاشق صادق ہوویں باھو تاں رس پریم دی پیویں ہو (۵)

لغت: تلی : تلون، کف پا (یا) کف دست۔ کپاہ : کپاس

ترجمہ:۔ ۱۔ (اے درویش راہ عشق مکمل صعوبتوں کو برداشت کرنا ہے لہذا) گرم لوہا بن کر (لوہار کے ہتھوڑوں کی) مارکٹائی (برداشت کرلیں) تب (مکمل ہوکر) تلوار کہلاؤ گے۔

۲۔ (اور) کنگھی کی طرح اپنا (جسم) چرا ڈالو گے تب زلف محبوب سے سیر ہوگے

۳۔ (اور) مہندی کی طرح پس جاؤ گے تب کفِ محبوب کی رنگینی کا شرف حاصل) کروگے۔

۴۔ (اور) کپاس کی طرح پیلنے اور پنجنے (کی زحمت گوارا کروگے تب کسی باندھ کے ہاتھوں) دستار کہلاؤ گے۔

۵۔ (اور) اے باہو اگر عاشق صادق بنو گے تب محبّت کا رس نوش کرنا (نصیب) ہوگا۔

---

(۱) پی (P)
ب ص میں (ہوویں۔ کٹیویں۔ سڈیویں) کی بجائے (ہوواں۔ کٹیواں۔ سڈیواں) درج ہے۔

(۲) پی (P)
ب ص میں (چریویں۔ بھریویں) کی بجائے (چریواں۔ بھریواں) درج ہے۔

(۳) پی (P)

(۴) پی (P) ب ص میں یوں ہے ع روئی وانگوں پیا پنجواں تاں دستار سڈیواں ہو

(۵) پی (P) ب ص میں یوں ہے ع عاشق ہوواں باھو تاں رس پریم دی پیواں ہو

تشریح: حضرت سلطان العارفین بیت میں مختلف مثالوں کے ساتھ یہ واضح کرتے ہیں کہ ہر مقصد کے حصول کے لئے مسلسل عمل کرنا پڑتا ہے اور صعوبتیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ اسی طرح عشق میں شربت وصل بھی اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو اس راہ میں صادق ہو۔ عاشق صادق وہی ہوتا ہے جو محبوب کے لئے ہر تکلیف و رنج کو خوشی کے ساتھ برداشت کرے۔

؎ حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست — احرام طوف کعبۂ دل بی وضو ببست (۱)

مراد یہ ہے کہ ہر مقصد کے حصول کے لئے تکالیف برداشت کرنی لازم ہیں۔

فرمان خداوندی ہے: پس تحقیق ساتھ سختی کے آسانی ہے۔ (۲)

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ سنو۔ مردان خدا کی راہ بالتوفیق ہے۔
طالب دیدار بے سر ہونا چاہیئے تاکہ اسرار کا سرّ حاصل کر سکے۔ (۳)

؎ اے مرد خدا اگر طلبی راہِ خدا — ایں راہ چنین است کہ جز جور و جفا نیست
باصدقِ دل بشو آگاہ قدم نہ — زیرا کہ رہِ عشق بجز صدق و صفا نیست (۴)

---

(۱) خواجہ شمس الدین حافظ ـ دیوان حافظ ـ تہران ۱۳۲۸ش ـ ص ۱۹

(۲) فانّ مع العسر یسرًا (الشراح ـ ۵)

(۳) سلطان باہو عقل بیدار ـ ترجمہ اردو ـ لاہور ـ ۱۹۷۰ء ص ۲۴

(۴) سلطان باہو ـ دیوان باہو ـ مرتبہ حسن الدین ـ لاہور ـ ۱۹۵۵ء ص ۴۷

م۔ مُوتو والی موت نہ ملی جیں وچ عشق حیاتی ہو (۱)

۱۶۵ موت وصال تھیسی ہِک جدوں اسم پڑھیسی ذاتی ہو (۲)٥

عین دے وچوں عین جو تھیوے دُور ہووے قرباتی ہو (۳)⊙

ہُودا ذکر ہمیش سڑیندا باھو دینہاں سُکھ نہ راتی ہو (۴)

ترجمہ: ۱۔ (اے طالب تجھے ابھی تک) موتوا قبل انتموتوا کی موت (کا مقام) حاصل نہیں ہوا۔ جس میں حیات عشق و ذات حاصل ہوتی) ہے۔

۲۔ موتوا قبل انتموتوا موت اور وصال (معرفت ذات) تو تب (ترے وجود میں) یکجا ہوں گے جب (ترے وجود کے ذرہ ذرہ میں خود بخود) اسم (اللہ) ذات (جاری ہوکر) پڑھا جائے گا۔

۳۔ جب وجود سالک عین (اسم اللہ ذات میں مستغرق و فنا ہوکر) عین (تجلیات ذات) بن جاوے (تو اس وقت دوئی اور من و تو نہیں رہتا اور بُعد تو درکنار) قربت (کا مقام بھی) بہت دور پیچھے رہ جاتا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ (یہ مقام موتوا قبل انتموتوا د مقام فنا فی الذات ذکر اسم **ھو** سے حاصل ہوتا ہے اور اسم) ھو کا ذکر تو ہمیشہ آگ لگائے رکھتا ہے۔ (ذاکر اسم ھُو کو) نہ تو دن کو چین ہے اور نہ رات کو آرام حاصل ہوتا ہے۔

---

(۱) ک۔ ف

(۲) ا ک

٥ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع موت وصال تھیوسے ہکو جدا اسم پڑھیوسے ذاتی ہو۔

(۳) ا ک۔

⊙ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع عین دے وچوں عین تھیوے دُور رہے قرباتی ہو

(۴) ب۔ ک۔

تشریح : جنیدؒ نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے : هوان يميتك الحق عنك ويحييك له ۔ یعنی صوفی فانی ز خویش و باقی بحق ہوتا ہے، وہ اپنی قیومیت ذاتیہ سے فانی ہو کر حق تعالیٰ کی قیومیت (ہویت وانا) سے باقی ہوتا ہے ۔ وہ اپنی ذات سے میت ہو جاتا ہے، اور حق تعالیٰ کی ذات سے اس کو بقا حاصل ہوتی ہے ۔ (۱)

رویمؒ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے ؟ تو فرمایا ۔ نفس کا حق کے ساتھ حق تعالیٰ کے ارادے پر چھوڑ دینا تصوف ہے ۔(۳) صوفی اپنے ارادے میں فانی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا فعل اس میں جاری ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کی کوئی مراد باقی نہیں رہتی اور نہ کوئی غرض اور نہ حاجت و مرام ۔ (۴)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "جب تک طالب مراتب موت، موتوا قبل انتموتوا کو نہیں پہنچتا محرم اسرار نہیں ہوتا ۔ (اور) ہرگز اللہ تعالیٰ کی معرفت کو نہیں پہنچتا ۔" (۵) ھو انتہائے عشق ہے ؎

در دل عاشق چو عشق آتش افروخت ہر چہ جز معشوق بود آں را بسوخت (۶)

اس بیت کے آخری دو مصرعے توحید حقیقت کے مرتبہ شیونانی سے متعلق ہیں ۔ جس کی تفصیل حصہ ت کے بیت ۴۲ میں بیان ہو چکی ہے ۔

---

۵ جنید بغدادیؒ دیکھئے حاشیہ ص ۴۴۸

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔ ص ۱۴

(۲) ابو محمد رویمؒ جنید بغدادیؒ کے ہمعصر و ہمشرب تھے ۔ گویا زمانہ تیسری صدی ہجری

(۳) استرسال النفس مع الله تعالىٰ على ما يريد ۔ (بشکریہ قرآن و تصوف از میر ولی الدین ۔ ص ۱۵)

(۴) ملاحظہ میر ولی الدین ۔ قرآن و تصوف ۔ ص ۱۵ ۔

(۵) سلطان باہو ۔ تیغ برہنہ ۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ ھ ۔ ص

(۶) شاعر نامعلوم ۔ بشکریہ مولانا شاہ گل حسن ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ دہلی ۱۳۸۹ ۔ ص ۲۰۸

م۔ مرشد وانگ سُنارے ہووے جہڑا گھت کٹھالی گالے ہو (۱)

۱۶۶ پا کٹھالی باہر کڈھے بُندے گھڑے یا والے ہو (۲)

کنّیں خوباں دے تدوں سہاون جدوں کھٹے پا اُجالے ہو (۳)

نام فقیر تنہاندا باھو جہڑا دم دم دوست سمہالے ہو (۴)

لغت : گالے: پگھلا دے والے: کان کا زیور اجالے : جلا دیوے
کنیں : کانوں میں۔ کھٹے پانا : زیور کو مصالحہ میں دھوکر چمکدار بنانا۔

ترجمہ :۔ ۱۔ مرشد (کامل) بمثل زرگر ہونا چاہیئے جوکہ (طالب اللہ ذات) کو (عشق کی) کٹھالی میں ڈال کر (اس کی ہیئت قلبی کو بدل دے) اور (ذکر اسم اللہ ذات کی حرارت سے اسے) پگھلا دے (اور اس کی کایا پلٹ دے)

۲۔ (جب طالب کے وجود سے خواہشات ماسوا اللہ کا غیر نکل جاوے اور اسے زرخالص بناکر) کٹھالی (عشق) سے باہر نکالے تو اسے اس قابل بنا دے کہ وہ آرائش محبوب کے کام کا (زیور) بندے یا والے بن جائے۔

۳۔ (اور پھر ان زیورات کو) آخری بار مصالحہ میں دھوکر چمکدار جلا بھی دے تاکہ وہ گوش محبوب کی زیبائش کا باعث بن جائے۔

۴۔ اے باہو۔ فقیر تو (اس عارف کامل) کا نام ہے جوکہ ہر آن بہ پاس محبوب حقیقی کو یاد رکھے۔

---

(۱) و ۵   (۲) ۵-۶

(۳) ل-۵-ب-ش-۶- البتہ (کنیں) کی بجائے (کنے) درج ہے۔

۵ میں " " " "

ب میں (تدوں) کی بجائے (تداں) اور "جدوں" کی بجائے "جداں" درج ہے۔

۴- ف- ش

تشریح : ؎ شکر بہ کردیم تا شیر شما ای توئی این مس وجود اکسیر ما (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں: "مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو اپنے طالب کو اس طرح پہچان لے جیسے سونے کو صراف پہچان لیتا ہے۔" (۲)

پھر فرمایا: "مردہ دل بھی حضوری و معرفت الٰہی میں پہنچ کر کندن بن جاتا ہے۔ کیمیا کے اقسام حسب ذیل ہیں: کیمیائے جسم، نظر، زبان، روح، سر، کان، ہاتھ پاؤں، توجہ، تصور، تصرف، وہم، اوہام، الہام، خیال، دلیل معرفت، قرب، نور، حضور، روشن ضمیر اور کیمیائے ہر نفس امیر۔ یہ تمام کیمیا اور دعوت تکسیر فنا فی اللہ۔ فقیر کامل مرشد جو کہ پہلے دن طالب صادق کو عطا نہیں کرتا تو یہ معرفت اللہ اور جمال حق کے لئے مرشد کی گردن پر طالب کا حق قائم رہتا ہے اور مرشد کے لئے یہ کیمیا کے مراتب آسان کام ہیں۔" (۳)

---

(۱) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۵۱

(۲) مرشد کامل آنرا گویند کہ بیک نظرش طالب اللہ را ہمچناں شناسد چنانچہ محک ذھب را چنانچہ صراف زررا۔

(سلطان باہو۔ عین الفقر۔ حصہ دوم۔ شرح نظام الدین۔ ص ۱۹)

(۳) مس وجود مردہ دل را بحضور معرفت قرب اللہ سرخ زر گردد چنانچہ کیمیا و جسم کیمیا۔ نظر کیمیا۔ زبان کیمیا۔ لاح کیمیا

"... و جمال حق طالب را بر گردن مرشد وبال این مراتبین کیمیا آسان کار است۔

" سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۲۳۲۔ ص ۳۹ - ۴۰)

م - مرشد مینوں حج مکے دا رحمت دا در وازہ ہو (۱)

۱۶۷ کراں طواف دوالے قبلے نت ہووے حج تازہ ہو (۲)

کُن فیکون جدو کا سُنیا ڈٹھا مرشدْ دا دروازہ ہو (۳)

مرشد سدا حیاتی والا باھو اوہو خضر تے خواجہ ہو (۴)⊙

لغت : دوالے : کے ہاں   جدوکا : جب کا۔

ترجمہ: ۱۔(دیدار) مرشد میرے لئے (ثواب) حج مکہ ہے (اور) باب رحمت (الہٰی) ہے

۲۔ (میں اپنے حقیقی) قبلہ کا طواف کرتا ہوں (اور میرے مقامات و درجات) حج تازہ ہوتے ہیں۔

۳۔(روز ازل سے) جب کا (فرمان) کن فیکون سنا ہے (تب سے میں نے) مرشد (حقیقی رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم) کا دروازہ دیکھ کر (پہچان) لیا ہے۔

۴۔ اے باہو، میرا مرشد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ جاوید ہے۔ وہی میرے لئے (بحر ظلمات میں آب حیات کے حصول کا رہنما) خضر ہے۔ (اور وہی میرا) آقا ہے۔

---

(۱) ذ۔۶

(۲) ذ۔۶

البتہ یہاں درج ہے ع کراں طواف دوالے قبلے حج ہووے نت تازہ ہو

(۳) ا ک

o اکثر نسخوں میں (ڈٹھا اللہ دا دروازہ ہو) درج ہے۔

(۴) ا ک

⊙ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع مرشد سدا حیاتی والا باھو اوہ کتھے خضر تے خواجہ ہو

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں"۔ مرشد کامل کی مثال کعبہ کی ہے۔ جو شخص حرم میں داخل ہوتا ہے نیک نیک اور بدبد رہتا ہے اور ایسا ہی مرشد کامل کی نظر میں صالح صالح اور مقبول ہوجاتا ہے اور طالع، طالع اور مردود ہو جاتا ہے"۔ (۱)

مرشد کامل کا قلب مرأۃ الرحمٰن ہوتا ہے۔ اور اس کی ذات ذات خداوندی میں محو ہونے کی وجہ سے کبھی خداوند تعالیٰ سے جُدا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کی ذات طالبوں کے لئے خانہ کعبہ کا مقام رکھتی ہے۔ جہاں ہمیشہ انوار و تجلیات الٰہی کا ورود ہوتا ہے۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین نے بھی اسی بات کا اظہار فرمایا ہے ۔

اسی ضمن میں ایک دلچسپ روایت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ پہلے تو حضرت امام جعفر صادق سے بیعت ہوئے۔ دو جگہ ان کی بیعت اور ثابت ہے۔ اور تین سو ساٹھ بزرگوں سے ملے ہیں۔ لیکن باوجود کوشش اور ملاقات کا ملین کے مقصود دلی کو نہ پہنچے۔ جب پھرتے پھرتے ناچار ہوئے اور اس بے نشان کا کہیں پتہ نہ چلا تو یہ خیال آیا کہ خیر خدا نہ ملا تو چلو خانۂ خدا ہی کی زیارت کریں۔ چنانچہ حج و عمرہ کے لئے مکہ کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں مختلف ملکوں اور شہروں سے انہیں گزرنا پڑا۔ ایک علاقہ میں ان کی ملاقات ایک نابینا درویش سے ہو گئی جس نے دریافت کیا کہ اے بایزید تو کہاں کو چل پڑا۔ بایزید بسطامی نے ارادہ ظاہر کیا تو درویش نے کہا میں اصل خانہ خدا ہوں میرے گرد طواف کر لے تیرا عمرہ اور حج مکمل ہو جاتے گا۔ اب رومی کی زبان سنیے :۔

گفت عزم تو کجا اے بایزید ۔۔۔ رخت غربت را کجا خواہی کشید!

گفت قصد کعبہ دارم از پگاہ ۔۔۔ گفت ہیں باخود چہ داری زاد راہ

گفت دارم از درم نقرہ دویست ۔۔۔ نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار ۔۔۔ ویں نکوتر از طواف حج شمار

واں درم ہا پیش من نہ اے جواد ۔۔۔ دانکہ حج کردی و حاصل شد مراد

---

(۱) مرشد کامل مکمل بمثل کعبہ است۔ بمجرد داخل شدن در حرم نیک نیک بدبد بیک نظر مرشد کامل صالح صالح شود و مقبول و طالع طالع شود و مردود (سلطان باہو۔ عین الفقر حصہ دوم۔ شرح نظام الدین۔ ص ۱۹)

عمرہ کردی عمر باقی یافتنی　　صاف گشتی بر صفا بشتافتی
حق آں حقی کہ جانب دیدہ است　　کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ ہر چندی کہ خانہ برّ اوست　　خلقت من نیز خانہ سرّ اوست
تا بکرد آں خانہ را در وی نرفت　　واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ　　گرد کعبہ صدق بر گر دیدۂ
خدمت من طاعت و حمد خداست　　تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن در من نگر　　تا بہ بینی نور حق اندر بشر!
کعبہ را یک بار بیتی گفت یار　　گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
با یزیدا کعبہ را دریافتی　　صد بہا و عز و صد فر یافتی
بایزید آں نکتہ ہا را ہوش داشت　　ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وی بایزید اندر مزید!　　منتہی در منتہی آخر رسید

گویا قسمت نے جب یاوری کی تو بایزید دم زدن میں کامل ہو گئے۔　　(۲)
سبحان اللہ۔ واقعی مرشد کامل رہنما بھی ہے اور آقا بھی۔

---

(۲) جلال الدین رومی۔ مثنوی۔ دفتر دوم۔ نولکشور ۱۳۹۲ھ ص ۱۴۹

م۔ مرشد کامل اوہ سہیڑیئے جیہڑا دو جگ خوشی وکھاوے ہو (۱)

۱۶۸ پہلے غم ٹکڑے دا میٹے وت رب دا راہ سمجھاوے ہو (۲)

اس کلر والی کندھی نوں چا چاندی خاص بناوے ہو (۳)

جس مرشد ایتھے کجھ نہ کیتا باھو اوہ کوڑے لارے لاوے ہو (۴)

لغت: سہیڑیئے: تعلق حاصل کرنا۔ میٹے: مٹاوے کلر: شور۔ کندھی: دیوار
کوڑے: جھوٹے۔ لارے: تسلی، وعدہ فردا لاوے: لگائے۔

ترجمہ: ۱۔ مرشد کامل ایسا ہونا چاہیئے جو کہ دونوں جہانوں میں خوشی دکھائے۔

۲۔ پہلے (توجہ باطنی سے معاش سے مستغنی کر کے طالب اللہ کے دل سے) روٹی کا غم مٹائے۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی (معرفت ذات) کا راہ (سلوک) سمجھائے۔

۳۔ (مرشد کامل ایسا ہونا چاہیئے جو کہ طالب اللہ کے) شور اور خراب حال) کے دیوار (جسم) کو (اسم اللہ ذات سے) زرِ خالص بنا ڈالے (اور اس کی کایا پلٹ دے)

۴۔ اے باہو۔ جس مرشد نے (اس جہان میں) کچھ نہ کیا (اور طالب اللہ کو راہ معرفت پر گامزن نہ کیا) وہ مرشد تو کذاب ہے) اور جھوٹی تسلیاں دیتا ہے۔

---

(۱) ذ - ک

(۲) ب - ذ - ک = ب میں (سمجھاوے کی بجائے (سمجھائے) درج ہے۔

(۳) ب-ذ-ک = ب میں (بناوے) کی بجائے (بنائے) درج ہے

(۴) ا ک۔

ا ج میں یوں ہے کہ جس مرشد ایتھے کجھ نہ کیتا اگاں کوڑے لارے لائے ہو

ب میں یوں ہے کہ جس مرشد ایتھے کجھ نہ کیتا باھو کا نوں کوڑے لارے لائے ہو

تشریح : انسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے پڑھنے کی تلقین فرمائی : اللّٰھمّ ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار ۔ اور ابن وہبؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ سفیان ثوریؒ اس آیت کے یہ معنی کہتے تھے دنیا کی نیکی سے رزق پاک مراد ہے اور آخرت کی نیکی جنت (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "مرشد کامل اس امر سے پہچانا جاتا ہے کہ آٹھ چیزیں مرشد کامل سے طالب کو عطا ہوتی ہیں جس سے طالب سے ہرگز خطا نہیں ہوتی اگر خطا ہو بھی جائے تو کم از کم مردود نہیں ہو جاتا اور وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں جن میں چار کا تعلق ظاہر سے ہے جو طالب کے وجود سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اول صدق مقال۔ دوم لقمۂ حلال۔ سوم اطاعت۔ چہارم توفیق و ہمت جس سے اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے چیزوں سے اجتناب کرے اور جو شریعت منع کرے اور چار چیزوں کا تعلق باطن سے ہے"(۲)

اور فرمایا " دینی دنیاوی کام اور ہر مشکل کے لیے جو طالبِ مرید کو پیش آئے اس وقت امداد کے لیے مرشد کو یاد کرے اگر پیر عامل اور مرشد کامل ہے تو معلوم کر کے توجہ سے اس مشکل کو رفع کر دے گا۔ ایسی باتوفیق توجہ اور قرب اللہ سے مرشد فقیر کی ایک بار کی مکمل توجہ زندگی اور موت میں بلحاظ توفیق اور نگہبان کے ہزاروں لشکروں سے بہتر ہے اور جس توجہ میں یہ صفت نہ پائی جائے تو ایسی خام توجہ پر کیا اعتبار"(۳)

فرمایا "اوّل مرشد کامل پر فرض عین ہے کہ طالب کے نفس کو عین جمعیت بخش دے نفس کی

○ انس بن مالک صحابیِ رسولؐ

○ ابن وہب ہمعصر سفیان ثوریؒ

⊙ سفیان ثوریؒ وفات کوفہ ۱۶۰ھ

(۱) سیدنا عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین ۔ ص ۶۵۲

(۲) مرشد کامل ازاں باید شناخت ......تا...... و چہار چیز باطن است سلطان باہو کلیۃ التوحید مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص

(۳) اند برائے کار دینی و دنیوی ہر مشکل کہ طالب مرید را کہ پیش آید ......تا ...... توجہ خام چہ اعتبار کند سلطان باہو ۔ تیغ برہنہ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ۔ ص ۱۰

جمعیت دنیاوی لذات سے ہوتی ہے۔ بغیر ان کے اس کو مرشد پر اعتبار نہیں آتا۔ خواہ ظاہر میں طالب سرزنش کی وجہ سے استغفار کیوں نہ پڑھتا رہے۔ دنیائے مردار کی بہتات سے جب نفس بیزار ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ دیدار کے لائق ہو جاتا ہے جیسا کہ ناپاک کپڑے کو ہی دھوبی پاک کرتا ہے گندگی اور بندگی دونوں ایک جگہ نہیں سما سکتے۔ دیدار اور مردار اس طرح نہیں سما سکتے جس طرح وجود باطن میں کفر اور اسلام یکجا نہیں ہو سکتے۔ جو مرشد دنیائے مردار کا تصرف نہیں جانتا وہ دیدار کس طرح کرا سکتا ہے ظاہر میں طالبوں کا دنیاوی خزانوں پر تصرف کرا دینا توفیق ہے اور باطن میں ذات و صفات کے تمام مراتب طے کرا دینا تحقیق ہے جس مرشد کو نہ توفیق کی واقفیت ہے اور نہ تحقیق کی وہ سراسر احمق اور بے دین ہے"(۱)

بیت کے آخر میں ایسے ہی مرشد کو حضرت سلطان العارفین نے جھوٹا قرار دیا ہے اس ضمن میں مزید فرمایا" ناقص مرشد آج اور کل کا وعدہ کرتا رہتا ہے"(۲)

---

(۱) اول بر مرشد کامل فرض عین است کہ نفسِ طالب را جمعیت بخشد تا ۔۔۔ مرشد کہ جز نہ از توفیق دارد نہ از تحقیق بر آنکس مرشد احمق است از طریق اہل زندیق۔

سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ۔ ص ۱۰۳

(۲) ناقص مرشد امروز فردا وعدہ کند۔ سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ۔ ص ۶

م- مرشد میرا شہباز الٰہی ونج رلیا سنگ حبیباں ہو (۱)
۱۶۹ تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں کداں ملسی نال نصیباں ہو (۲)
کوہڑیاں دے دُکھ دُور کریندا کرے شفا مریضاں ہو (۳)
ہر ہک مرض دا دارو تو ہیں باھو کیوں گھتنائیں وس طبیباں ہو (۴)

لغت: ونج: جاکر چھکیاں: کھینچیں - کوہڑیاں: برص کے مریضوں -
دا: کا گھتنائیں: ڈالتے ہو - وس: بس

ترجمہ: ۱- میرا مرشد (اقلیم معرفت) الٰہی کا شہباز ہے جو کہ حبیب (پاک) (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور جا ملا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے میری (محبت) کی رسیاں بھی (عالم بالا کی طرف) کھینچی ہیں (خدا جانے) میرے کب ایسے نصیب ہوں گے کہ (مجھے بھی) وصال (محبوب پاک) عطا ہو۔

۳- (میرا مرشد نظر رحمت سے) (دنیا کی بدترین مرض) برص والوں کے دکھ (بھی) دور کر دیتا ہے (ظاہری اور باطنی امراض میں مبتلا مریضوں کو شفا دیتا ہے۔

۴- اے باہو- تو خود ہی تو ہر مرض کا دوا ہے تو مجھے طبیبوں کے بس کیوں ڈالتا ہے۔

---

(۱) ۶- ش - ذ - ک

(۲) ک - ن - و

ہ اکثر نسخوں میں (ملسی) کی بجائے (ملتے) درج ہے۔

(۳) ذ - ا ک

⑤ باقی نسخوں میں (مریضاں) کی بجائے (غریباں) درج ہے۔

(۴) ۶ - ش - ذ - ک

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ مرشد شہباز صفت ہونا چاہیئے۔ یہ اہل بدعت روباہ باز جنہیں مرشد ہونے کے لائق نہیں۔ (۱)

؎ پیرِ من پیرانِ پیر دستگیر   آں وزیر مصطفےٰ ثانی امیر

طالبان عاشقان در روز سخت   بر سرِ جملہ کلاہ با تاج و تخت (۲)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں " طالب کو چاہیئے کہ دینی یا دُنیاوی جو کام کرے مُرشد کی اجازت کے بغیر نہ کرے اور دن رات کے خواب۔ مراقبہ۔ دلیل۔ الہام۔ حقیقت۔ واردات، علم غیبی۔ فتوحات رحمانی۔ خطرات نفسانی۔ وسوسہ و وہمات شیطانی سب کچھ مرشد کے آگے بیان کرے تاکہ مُرشد ان میں سے ہر ایک کا علاج کرے "۔ (۳)

؎ درد یکہ دارم در دلی آنرا نوردانی مرھمی   یاطبیب العاشقین دارو بدہ بیمار را (۴)

پھر فرمایا۔ فقیری عین صحت ہے اور دافع امراض۔ اس میں دیدار دوست سے مشرف ہونا اور بیماری کی دوا اور دوست کا دیدار ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، دوست کی دید بیمار کی شفا ہے (۵)

اسی ضمن میں حضرت سلطان محمد نواز نے فرمایا ؎

نیست کس چوں تو ای پرفسق و فجور   بر در سلطان بر و ہستی رنجور

صد ہزاران رنجوراں لاعلاج   از در باہو شدند آں لایحتاج (۶)

اور عراقی نے کیا خوب کہا ہے ؎   علاج درد عراقی بجز تو کس نکند

تو ئی کہ زندہ کنی مُردہ را بہ کُن فیکون (۷)

---

(۱) سلطان باہو، عقل بیدار۔ ترجمہ اردو۔ میں الدین لاہور ۱۹۷۰۔ ص ۱۲۸

(۲) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲۔ ص ۳۹

(۳) طالب ہر کار دینی دُنیوی میکند بغیر از حکم اجازت مرشد نکند۔۔ تا۔۔۔ ہر یک معالجہ از مرشد طبیب القلب تداوی میکند۔ سلطان باہو۔ فضل اللقا مکتوبہ ۱۹۱۰ء۔ ص ۵۱

(۴) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ مکتوبہ ۱۳۰۷ ہجری

(۵) سلطان باہو۔ محک الفقر خورد۔ ترجمہ اردو لاہور۔ ۱۹۶۱ء۔ ص ۱۱۵   لقاء الخلیل شفا العلیل بالشکریہ سلطان باہو۔ محک الفقر خورد۔ ترجمہ اردو لاہور ۱۹۶۱ء۔ ص ۱۱۵

(۶) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔ ص ۵۹

(۷) بالشکریہ مفتاح العلوم۔ شرح مثنوی عرشی۔ دفتر اوّل حصہ پہلا۔ لاہور ۱۹۵۵ء۔ ص ۶۰۔

م- مرشد مکّہ تے طالب حاجی کعبہ عشق بنایا ہو (۱)

۱۷۰ وچ حضور سدا ہر ویلے کریئے حج سوایا ہو (۲)

ہک دم میتھوں جُدا ناں ہووے دِل ملنے تے آیا ہو (۳)

مرشد عین حیاتی **باھو** میرے لوں لوں وچ سمایا ہو (۴)

لغت: ویلے : وقت۔ میتھوں: مجھ سے۔ عین: اصل، جوہر۔

ترجمہ: ۱- مرشد (بمصداق) مکہ کے ہے۔ (جس کے دل میں) عشق (ذات) نے کعبہ (حقیقت) تعمیر کیا ہے۔ اور طالب (مولیٰ) (بمصداق) حاجی کے ہے۔

۲- (اے طالب معرفت) (مرشد کامل) کے حضور میں (آئیے) اور ہر وقت (کعبہ حقیقت) کے حج (کی باریابی حاصل) کیجئے۔

۳- (مرشد کامل) مجھ سے ایک دم (بھر) بھی جدا نہیں ہے (پھر بھی) میرا دل (انتہائے شوق کی تشنگی میں مزید قرب و) وصال کا خواہاں ہے۔

۴- اے باھو (مرشد کامل تو) جوہر حیات ہے (جوکہ) میرے ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا ہے۔

---

(۱) ب - ع - ف - ذ - ش - ل

(۲) ب - ع - ف - ذ - ش - ل

(۳) ب - ع - ف - ش - ل

(۴) ع - ف - ذ - ش - ل

تشریح :۔ محبت شیخ چونکہ حقیقی محبت کا زینہ ہے اس لئے ہر طالب پہ فرض ہے کہ پہلے محبت شیخ میں انتہا کرے جب فنافی الشیخ کی حیثیت حاصل ہو جائے گی تو یہ محب محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت الٰہی میں قدم اٹھانے کے قابل ہو جائے گا۔ جو طالب شیخ ہی کے میدان مجازمیں ناکارہ رہ جاتے وہ اس سے آگے قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے ابتدائے محبت کا معیار یہ مقرر فرمایا کہ۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک ماں باپ اولاد اور اپنی جان و مال اور سب دُنیا و مافیہا سے مجھے بہتر نہ سمجھے۔ (۱)

احیائے باطنی و معنوی علم ہوتی ہے۔ علمی حیات کیسی ہے۔ حیات الٰہی ہے۔ ذاتی ہے۔ حیات نوری ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ نہیں ہے کہ ہم نے مُردہ دل کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو نُور عطا کیا جس کو لے کر لوگوں میں چلتا ہے (۲) لہٰذا جس کسی نے مُردہ دل کو حیات علمی سے کسی خاص مسئلے میں جو علم و عرفان الٰہی سے متعلق ہے زندہ کر دیا۔ بے شک اُس اُستاد نے شاگرد کو زندہ کر دیا۔ اور یہ اس معرفت کو لے کر وہ اپنے ہم شکل و ہم صورت لوگوں میں چلتا ہے۔ (۳)

حضرت سلطان محمد نواز نے فرمایا ؎

چوں وجود شیخ آید در وجود ۔۔۔ نور ذات حق بہ بین ای بہ گردود

چوں وجود شیخ نی در جسم تو ۔۔۔ کی در آید ذات حق کی اسم او (۴)

اسی ضمن میں مزید فرمایا ؎

در بحر وحدت غوطہ خورد آں فقیر ۔۔۔ پیر باہو ہر کرا شد دستگیر (۵)

---

(۱) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۲۴۴۔

حدیث :۔ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین

(۲) اومن کان میتاً فاحیینہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس (پ۸ ع۱۰) ترجمہ :۔ اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے۔

(۳) محی الدین ابن العربی۔ فصوص الحکم۔ ترجمہ مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی۔ دکن ۱۹۴۲ء۔ ص ۲۶۷

(۴) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲۔ ص ۵۸

(۵) 〃 〃 〃 ص ۵۹

م مرشد وَسّے سے کوہاں تے مینوں دِسّے نیڑے ہو (۱)

(۷) کی ہویا بُت اوہلے ہویا پر اوہ وسّے وچ میرے ہو (۲)

جنہاں الف دی ذات صحی کیتی اوہ رکھدے قدم اگیرے ہو (۳) ہ

نحن اقرب لبھ لیوسے باھو جھگڑے کل نبیڑے ہو (۴) ◎

لغت : وسّے : بستاہے۔ سے : سو، صد۔ دِسّے : نظر آتاہے۔

اوہلے : پوشیدہ۔ نبیڑے : فیصلہ کئے، نپٹ گئے۔ صحی : صحیح۔ لبھ لیوسے : ہم نے پالیا۔

ترجمہ : ۱۔ (میرا) مرشد (اگرچہ بچشم ظاہر) سیکڑوں کوس (دور) بستاہے۔ مجھے (انتہائے قرب قلبی سے) بہت نزدیک دکھائی دیتا ہے۔

۲۔ (مرشد) کا جسم ظاہر (میری چشم ظاہر سے) پوشیدہ ہے تو کیا ہوا۔ وہ تو میرے (دل) کے اندر بستاہے۔

۳۔ جن (عارفان) نے الف (اللہ تعالیٰ) کی ذات (پاک) کو پہچان لیا وہ (تو) (راہ معرفت میں) اور آگے قدم رکھتے ہیں۔

۴۔ اے باھو۔ ہم نے نَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِن حَبلِ الوَرِید (کے راز کے مطابق جب اس ذات کو اپنے اندر انتہائی قریب) پالیا تو سارے (بُعد اور دوئی) کے جھگڑے (خود بخود) نپٹ گئے۔

---

(۱) ذ

(۲) ش ۔ ذ ۔ ن

(۳) ل ک

ہ باقی نسخوں میں (کیتی) سے پہلے (جا) کا اضافہ ہے

(۴) ل ک

◎ ن ۔ و ۔ ز ۔ میں یوں ہے ع نحن اقرب لبھ لیونے باھو جھگڑے کل نبیڑے ہو

باقی نسخوں میں مصرعہ سے پہلے (باھو) آتا ہے۔

تشریح: اس بیت کے آخری دو مصرعے توحید حقیقت کے مرتبہ انفسی سے متعلق ہیں جس کی تفصیل حصہ ظ کے بیت ۱۱۹ میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ جان لو کہ عارف کامل قادری ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (۱)

تصوف جہاں تزکیہ نفس و صفائی باطن کا درس دیتا ہے وہاں علم قرب بھی قرآن و سنت کی روشنی میں سکھاتا ہے۔ تصوف دراصل علم قرب ہی ہے۔ مقربین اللہ کو اپنے سے قریب و اقرب پاتے ہیں۔ اپنا ظاہر و باطن پاتے ہیں۔ اول و آخر پاتے ہیں۔ محیط پاتے ہیں اور ساتھ دیکھتے ہیں۔ روح و ریحان و جنّت النّعیم (۲) سے ان کو بشارت دی گئی ہے۔ ان کے لئے رَوح و ریحان کا وعدہ ہے اور یہ مقربین کو صرف رویت حق ہی سے مل سکتی ہے۔ (۳)

ؔ پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور   جان اجان جہان میں سب میں ہے بھرپور

ؔ خدا بندے میں آکر یوں نہاں ہے
کہ جوں بو گل کی گل کے درمیاں ہے (۴)

---

(۱) بدانکہ عارف کامل قادری بہر قدرتی قادر و بہر مقام حاضر
سلطان باہو۔ رسالہ روحی مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۵

(۲) فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ النَّعِيمِ۔ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔ (الواقعہ۔ ۸۹)

(۳) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۱۸۔ ۱۹

(۴) شاعر نامعلوم۔ بشکریہ گل حسن قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ دہلی۔ ۱۲۸۹ھ۔ ص ۱،۲۔

م۔ مرشد ہادی سبق پڑھایا بِنْ پڑھیوں پیا پڑھیوے ہو (۱)

۱۰۲ انگلیاں وچ کنّاں⊙ دے دتیاں بن سنڑیوں پیا سنیڑوے ہو (۲)

نیٹن نیناں ولّوں ترتر تکدے بن ڈٹھیوں پیا ڈسیوے ہو (۳)

باھو ہر خانے وچ جانی وسدا کن سر اوہ رکھیوے ہو (۴)

لغت:۔ پڑھیوں: پڑھنے سے۔ کنّاں: کانوں دتیاں: دیں
سنیڑوں: سننے سے۔ ولوں: طرف۔ ترتر: متواتر۔ ڈٹھیوں: دیکھے

ترجمہ: ۱۔ (مجھے میرے) مرشد (کامل) ہادی (دارین) نے (ایسا) سبق پڑھایا کہ (وہ سبق میرے دل میں) بغیر (زبان سے) پڑھے پڑھا جا رہا ہے۔

۲۔ میں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر (انہیں بند کر لیا ہے) (آواز اسم اعظم) بغیر سنے سنائی دے رہا ہے۔

۳ چشم (محبوب) کو (میری) آنکھیں متواتر دیکھ رہی ہیں۔ (یہ نظارا) بغیر دیکھے دکھائی دیا جا رہا ہے۔

۴۔ اے باہو۔ وہ کان، سر (آنکھیں اور دل رکھنا چاہیئے۔ جس کے ہر خانے میں محبوب (حقیقی جلوہ گر ہو)

---

(۱)-۶- ٥ باقی نسخوں میں (بن) سے پہلے (اوہ) کا اضافہ ہے۔

(۲) ا ک ۔ ⊙ بعض نسخوں میں (کناں) کے بعد (وچ) آتا ہے۔

(۳) ش ۔ ف

(۴) ش ۔ ف

تشریح :- تصوف کی اصطلاح میں یہ چار بیتی توحید حقیقت کے مرتبہ اسمائی و صفاتی کے زمرہ میں آتی ہے۔ یعنی " عارف بکثرت ذکر الٰہی ہر قسم کے رنگ میں اُسی ذات پاک کو متجلی دیکھتا ہے اور ذکر سلطان الاذکار وجود عارف میں ظاہر ہوتا ہے اور غیریت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

شعر :- بنام آنکہ او نامی ندارد بہر نامی کہ خوانی سر بر آورد (داراشکوہ)

اور مرتبہ صفاتی میں اللہ تعالیٰ سالک کے اعضائے حسی سمع و بصر وغیرہ پر تجلی فرماتا ہے " (۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں — ازلی شاگرد باطنی اُستاد (مرشد) سے فیض فضلی کے سبب توحید و معرفت کے علوم کا مطالعہ بغیر زبان کے کرتا ہے۔ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔ بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ بغیر پاؤں کے چلتا ہے اور بغیر ہاتھوں کے پکڑتا ہے اس قسم کا عارف زندہ قلب اور دونوں جہان میں زندہ ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں مرتا۔ اس قسم کے عارفوں کا جسم سراسر نور ہوتا ہے (۲)

پھر فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس میں میں نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو (۳) — علم کا مرتبہ کلام اللہ اور فقر کا مرتبہ فنا فی اللہ ہے (۴)

اور فرمایا " غنایت ہدایت سے ہے۔ اور ہدایت سات طرح کی ہے۔ چار علم ہیں۔ یعنی عمل، فیض، حلم اور تقویٰ۔ اور تین باطنی یعنی نفس کو پہچاننا۔ خواہشات نفسانی سے نکلنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس طرح پہچاننا کہ قدرت کی زبان سے بات کرے۔ قدرت کے کانوں سے سُنے۔ اور قدرت کی آنکھوں سے دیکھے۔ جو شخص اس بات کا معتقد ہے نفس اس کا مطیع ہو جاتا ہے بدخصلتوں سے باز رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔ معرفت الٰہی میں قدم رکھتا ہے " (۵)

---

(۱) مولانا گل حسن شاہ۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴۔ ص ۱۳۷

(۲) شاگرد ازلی از استاد باطن فیض فضلی مطالعہ علم توحید معرفت۔۔۔ تا عارفان راجثہ نور۔ سلطان باہو۔ امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۳۲ ھ ص ۲۹

(۳) ما نظرت فی شیء الا رایت اللہ فیہ عینیؐ۔

(۴) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اُردو۔ لاہور۔ ۱۹۶۸ء۔ ص ۴۸

(۵) سلطان باہو اسرار قادری۔ ترجمہ اُردو۔ لاہور ۱۹۶۳۔ ص ۳۸

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کو اپنے مرشد ہادی دارین سے جو ستر معارف افشاں ہوتے ان کی فیوضات سے ہمہ تن ذات حق سے نہ صرف آگاہ ہوتے بلکہ ذات حق میں محو ہو گئے (صوفی یا مقرب) جاننے لگتا ہے کہ ملک و حکومت، افعال و صفات و وجود اصالۃً حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور وہ ان تمام اعتبارات کے لحاظ سے "فقیر" ہے "اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔(۶) اس لئے وہ جان لیتا ہے کہ حق تعالیٰ ہی حیّ ہیں۔ ظاہراً و باطناً۔ ھوالحیّ القیوم، وہی علیم و قدیر ہیں۔ ظاہراً و باطناً۔ ھوالعلیم القدیر۔ وہی سمیع و بصیر ہیں ظاہراً و باطناً۔ ھوالسمیع البصیر اپنے اس فقر کے امتیاز سے اس کو خود بخود اپنی امانت کا امتیاز حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جاننے لگتا ہے کہ اس میں وجود، انا، صفات و افعال، ملکیت و حاکمیت "من حیث الامانت" پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا صوفی حق تعالیٰ ہی کے وجود سے موجود ہوتا ہے۔ ان کی حیات سے زندہ ہوتا ہے اور ان ہی کے علم سے جانتا ہے ان ہی کی قدرت و ارادے سے قدرت و ارادہ رکھتا ہے۔ ان ہی کی سماعت سے سنتا، بصارت سے دیکھتا اور کلام سے بولتا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ صوفی کے ہاتھ پاؤں، ناک، کان حق تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں اور شاید یہی مطلب ہے جُنید کے اس قول کا: ھوان یمیتک الحق عنک ویحییک بہ۔ یعنی وہ فانی از خویش و باقی بحق ہوتا ہے۔ (۷)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ نے انتہائے فقر کا سبق اپنے مرشد ہادی دارین سے حاصل کیا۔ جس فقر کے لئے ارشاد باری ہوتا ہے۔ انتم الفقرا الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید۔ مرشد کے فیضان نظر سے جب اس آیت مبارک کے مطابق فقر کی اصل کنہہ معلوم ہو گئی تو اصل فقر حاصل ہو گیا۔ جس کی تفصیل حضرت سلطان العارفین یہ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر میری بصارت کا کچھ اور رنگ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے جس کے لئے ارشاد ربانی ہوتا ہے۔ بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (۸) فقیر اس حال میں ہوتا ہے کہ اسکی سماعت اپنی نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کی ہوتی ہے۔ وہ فقر ہی کیا ہوا جس میں سماعت بصارت

۶۔ یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید (فاطر - ۱۵)

(۷) ڈاکٹر سید ولی الدین۔ قرآن و تصوف - ص ۲۱ تا ۳۲

(۸) انہ ھو السمیع البصیر - بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے (۱۶:۱۵)

کا انسان خود دعویٰ کر بیٹھے۔ فقر اسی کا نام ہے جب فقیر اس آیۃ کریمہ کے مطابق صاحب حال ہوتا ہے کہ۔ یا کون مالک ہے کان کا اور آنکھوں کا تو اب کہیں گے کہ اللہ (۹)

ہیچ میدانی کہ تو کیستی و چیستی؟ — در دولت دریاب نیکو ہستی یا نیستی ؟

آنکہ می بیند بصیر است وآنکہ می شنود سمیع — آنکہ می داند علیم است خود بگو تو کیستی ؟

یعنی جو دیکھتا ہے وہ تو بصیر ہے اور جو سنتا ہے وہ تو سمیع ہے، جو جانتا ہے وہ تو علیم ہے اور تو پھر اے انسان بتا تو کیا ہے ؟ تو اس کا عارف جواب دے گا کہ میں "فقیر" ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس فقر کا حضرت سلطان العارفین اس بیت میں حال بیان کر رہے ہیں۔ اس میں تو فقیر کا جسم اپنا جسم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اس جسم کے ہر حصہ میں مجھے محبوب حقیقی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور یہ اس فقر کے درس کا نتیجہ ہے جو مرشد کامل ہادی دارین کے فیضان نظر سے حاصل ہوا۔

میر ولی الدین محقق فرماتے ہیں — "رازِ تحقیق" اور "سرّ کن فیکون" کو اس وقت بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ جب حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تجلی و تمثل کی ماہیت کا انکشاف فرما دیتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (۱۰) ایک مرد کامل کے قلب مبارک کی وساطت سے۔ جس کے متعلق شیخ اکبر کا یہ قول ہے :۔ جو حق تعالیٰ کو سمو گیا وہ خلق سے کیونکر تنگ ہو سکتا ہے اور اس کا کیا حال ہوگا اے سامع۔ (۱۱)

بہر حال یہی وہ کیفیت حال ہے جس کے بارے میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ میرے جسم کے بال بال میں محبوب سما گیا ہے اور ساتھ ہی وضاحت فرماتے ہیں کہ اس کیفیت حال کے لئے ایسے سر اور کان کی ضرورت ہے جو ایک فقیر کو قرب ذات سے حاصل ہو۔

---

(۹) امن یملک السمع والابصار — فسیقولون اللہ (۱۱ع ۹)

(۱۰) ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے (۲۶؍۱۲) نیز دیکھیے (۲۸ع ۱۱)

(۱۱) من وسع الحق فما ضاق عن خلق فکیف الامر یا سامع (بشکریہ میر ولی الدین - قرآن و تصوف - ص ۸۱)

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں رہو (۱۲) وہی سنتا ہے، وہی دیکھتا ہے۔ (۱۳) اور وہ تمہارے نفوس میں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ (۱۴) چند لوگوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہونگے[۱۵] اور ہم اس کے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم نہیں دیکھتے (۱۶)

اسی نکتہ کی شرح کے لئے اس سے پہلے ردیف ق کے بیت ۱۴۴ میں بھی وضاحت ہو چکی ہے۔

---

(۱۲) وھو معکم اینما کنتم (پ ۲۷ ع ۱۷)

(۱۳) وھو السمیع البصیر۔ اور وہی سنتا دیکھتا ہے (الشوریٰ۔ ۱۱)

(۱۴) وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں (الذٰریٰت۔ ۲۱)

(۱۵) وجوہٌ یومئذٍ ناضرۃ الیٰ ربّھا ناظرۃ۔ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہونگے، اپنے رب کو دیکھتے (القیٰمۃ۔ ۲۲-۲۳)

(۱۶) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور ہم دل کی رگ سے اس سے زیادہ نزدیک ہیں (۲۶ ع ۱۶)

۴۔ مرشد باجھوں فقر کماوے وچ کفر دے بُڈّے ہو (۱)
۱۷۳ شیخ مشائخ ہو بہندے حجرے غوث قطب بَنْ اُڈّے ہو (۲)
تسبیحاں نپ بہن مسیتی جویں موش بہندا وڑ کھڈّے ہو (۳)
رات اندھاری مشکل پینڈا باھو سَے سَے آون ٹھڈّے ہو (۴)

لغت :۔ بُڈّے : ڈوبے ۔ بہندے : بیٹھتے ۔ اُڈّے : اُڑے ۔
پینڈا : سفر ۔ بہن : بیٹھتے ہیں ۔ وڑ : داخل ہوکر ۔ کھڈّے : غار میں، بل میں، گڑھے میں ۔

ترجمہ : ۱۔ (اے درویش جو شخص) مرشد کامل) کے بغیر (راہ) فقر (و معرفت ذات کے حصول میں) کمائی کرتا ہے ۔ وہ تو (گمراہ) ہوکر کفر میں ڈوب جاتا ہے ۔
۲۔ (یہ مرشدان خام) شیخ مشائخ بن کر حجروں میں بیٹھ جاتے ہیں اور غوث قطب بن کر (اقلیم معرفت میں) اُڑنے کا (دم مارتے ہیں)
۳۔ (حالانکہ یہ مدعیان ناقص) تسبیحیں (ہاتھ میں) پکڑ کر اس طرح مساجد میں بیٹھ جاتے ہیں جیسا کہ چوہا اپنے بل میں (گھس کر) بیٹھ جاتا ہے ۔
۴۔ اے باہو ۔ (بغیر چراغ عشق حیات زندگی کی) رات اندھیری ہے اور (راہ معرفت ذات) کا سفر بہت دشوار ہے اور سینکڑوں ٹھوکریں لگتی ہیں (اس کا طے کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں)

---

(۱) ذ ۔ ۶ ۔ ف ۔
(۲) ب ۔ ۷ ۔ ذ ۔ ۶ ۔ ف ۔
(۳) ۷ ۔ ذ ۔ ۶ ۔ ف = ۷ میں (جویں) کی بجائے (جیوں) درج ہے
(۴) ب ۔ ۷ ۔ ذ ۔ ۶ ۔ ف

تشریح : ”حضرت سہل بن عبداللہ التستری (۱) نے کتاب معرفۃ المریدین میں لکھا ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس کا کوئی مُرشد نہیں ہے اس کا شیخ یا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ (۲)
شیخ العالم حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (۳) کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کسی کا اگر ظاہری اُستاد یعنی شیخ نہ ہو تو اس کا امام و پیشوا شیطان ہوتا ہے“۔ (۴)

نیز حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں :۔ جو شخص زر کے گرداب میں پڑا ہوا ہے اُس کا مراقبہ مانند گربہ اہلِ موش کے ہے (۵) بیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مرشد کامل کے اتباع کے بغیر جملہ زہد و عبادت رہبانیت اور مثل موش کے گوشہ گیری کے مترادف ہے۔

اسی ضمن میں صحیح طریق کار کے لئے سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں ” فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو چیز تم کو رسول دیں اسکو لے لو اور جس سے روکے اس سے باز رہو اور ڈرو اللہ سے اور اس کی مخالفت نہ کرو (۶) ورنہ تم قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دو گے اور اپنے لئے اور عمل و عبادت گھڑ لو گے۔ جیسے اللہ نے اس قوم کے حق میں فرمایا جو سیدھا راستہ بھول گئے اور فرمایا اور گوشہ گیری اُنہوں نے اپنی طرف سے نکال لی جس کو ہم نے ان پر فرض نہ کیا تھا“ (۷) گویا تاریکی میں بھٹکتے رہنے اور ٹھوکریں کھانے کی بجائے مرشد کامل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع کی روشنی میں اس دُنیا کے تُند و تاریک سفر کو طے کرنا چاہیئے۔

---

(۱) سہل تستری (م ۲۸۳ ھ / ۸۹۶ء)

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان۔

(۳) شیخ شہاب الدین ابوالحفص عمر بن محمد بکری سہروردی (۵۳۹ - ۶۳۲ ھ) مصنف۔ عوارف۔ اعلام الہدیٰ۔

(۴) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۹۱۔

(۵) آنکہ در ورطۂ زر است پس مراقبہ نیز مثل گربہ اہل موش است (سلطان باہو: عین الفقر۔ شرح نظام الدین حصہ دوم۔ ص ۱۵)

(۶) وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو (۲۸ ع ۴)

(۷) قال اللہ وما اٰتکم الرسول ... تا ... ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم۔
سید عبدالقادر جیلانی۔ فتوح الغیب (مع غنیۃ الطالبین) مقالہ ۳۶ - ص ۱۳۷

م :۔ مال تے جان سب خرچ کراہاں کریئے خرید فقیری ہو (۱)

۱۷۴ فقر کنوں رب حاصل ہووے کیوں کیجے دلگیری ہو (۲)

دُنیا کارن دین ونجاون کوڑی شیخی پیری ہو (۳)

ترک دُنیاں تھیں قادری کیتی باھو شاہ میراں دی میری ہو (۴)

لغت :۔ کراہاں : کرکے ، کریئے : کریں ، کارن : کے لئے ، دُنیاں : دُنیا ، ونجاون : ضائع کرتے ہیں ، کوڑی : جھوٹی ، میری : بادشاہی، سرداری ۔

ترجمہ :۔ ۱۔ (اے درویش راہِ معرفت میں) مال اور جان سب سے (کچھ) صرف کرکے (ابھی) فقیری خرید کرنا چاہیے ۔

۲۔ یہ سودا باعث نقصان نہیں، فقر (کے حصول) سے تو رب (تعالیٰ) (کا دیدار) حاصل ہوتا ہے اسلئے غم واندوہ نہیں کرنا چاہیے ۔

۳۔ (جو نام نہاد مرشدان اتقی) (حصول) دُنیا کے لئے (متاع) دین ضائع کر دیتے ہیں (وہ کذاب ہیں اور ان کی) جھوٹی شیخی اور پیری ہے ۔

۴۔ اے باہو ترک دُنیا تو (سیدنا غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانی) قادری نے حاصل کی ہے (اسی لئے اقلیم معرفت میں) شاہ میراں (قدس سرہٗ) کی بادشاہی ہے ۔

۱۔ ک ۔ ا ۔ البتہ (کراہاں) کی بجائے (کریوے) درج ہے ۔ ایس

ع ۔ البتہ (تے) کا اضافہ نہیں اور (کراہاں) کی بجائے (کچیوے) درج ہے ۔

ک ۔ میں یوں ہے ؎ مال تے جان سب خرچ کچیوے تے کریئے خرید فقیری ہو ۔

ب ۔ میں یوں ہے ؎ مال جان سب خرچ کریوے کریئے خرید فقیری ہو ۔

۲۔ ا ۔ غ ۔ ب

۳۔ ا ۔ ع ۔ ہ ۔ ب میں (ونجاون) کی بجائے (گوامن) درج ہے ۔

۴۔ ا ۔ ک ۔ میں یوں ہے ؎ ترک دُنیا نوں قادری کیتی باہو شاہ میراں دی میری ہو

وغیرہ میں یوں ہے ؎ ترک دُنیا دی قادری کیتی باہو شاہ میراں دی میری ہو ۔

تشریح :۔ قرآن شریف میں وارد ہوتا ہے ۔ وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے[1]۔

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں ۔فقر کیا ہے ، فقر خانہ ویرانی ہے اور یہ طریقہ خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا ہے ۔آپؐ نے مال دنیا سے گھر کبھی آباد نہ کیا ۔ بلکہ جو کچھ ہاتھ آیا راہ مولا میں صرف کیا ۔ یہاں تک کہ اپنے خانہ میں چراغ روشن کرنے کے لئے روغن تک نہ رہنے دیا ۔فرش کے لئے بوریا بھی نہ رہتا ۔ دنیا کو سہ طلاق دی ۔فقیر بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جو کچھ خدا دے وہ خدا ہی کو دے دے اور جو کچھ خدا دلا دے وہ بھی دے دے[2]

قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے ۔ اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے ۔ (۳)
یعنی ہر طرح آخرت (وہ جہان) بہتر ہے دنیا سے ۔

حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ۔ قادری پر لازم ہے کہ وہ پہلے تمام تر دنیا پر تصرف حاصل کرے اور پھر جس طرح وہ اسے حاصل کرلے اسی طرح اسے چھوڑ بھی دے ۔ دنیا کا عمل دین کے لئے ہے تاکہ دنیا سے بالکل ہی دل سرد ہو جائے اور پھر دنیا کو یاد بھی نہ کرے ۔ (۴)

اور فرمایا ۔ ہر طریقہ خرقہ پوش ہے اور قادری طریقہ اللہ کی توحید کی محبّت و معرفت کے دریا کو نوش کرنے والا ہے ۔ ہر طریقہ خرقہ پوش ہے اور قادری طریقہ میں فنا فی اللہ ہو کر نفس سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ہر طریقہ کا کوئی قائم مقام ہے ۔ مگر قادری طریقہ میں کامل فقر معرفت اور ہدایت ہے ۔ہر طریقہ جبّہ و دستار ہے اور قادری طریقہ میں محض مشاہدہ اور دیدار جمال ہے ۔ ہر طریقہ میں تسبیح کا ورد ہوتا ہے اور قادری طریقہ میں وحدت میں غرق ہو کر نفس کو ذبح کیا جاتا ہے۔

---

(۱) الّذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون ۔ (التوبہ ۔ ۲۰) ۔ قرآن عظیم مترجم شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی ۔ تاج کمپنی ۔ ص ۳۰۵

(۲) فقر چیست فقر خانہ ویران را گویند..... تا..... فقیر ہموں را گویند کہ آنچہ خدا دہد وآنچہ خدا دہاند بخدا دہد۔
(سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ شرح نظام الدین ۔ حصہ دوم ۔ ص ۲۷)

(۳) وللآخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ (الضحیٰ ۴)

(۴) قادری را لازم است اول تمام دنیا در تصرف در آرد... تا ... بتمامیت دل سرد شود و باز دنیا را یاد نکند
(سلطان باہو ۔ نور الہدیٰ کلاں ۔ مکتبہ ۱۹۶۱ء ۔ ص ۱۹۸ ۔

ہر طریقہ میں طالب کے سر سے حجام کی طرح محض تقلید کے لئے بال کاٹے جاتے ہیں۔ اور قادری طریقہ میں محض ایسی توجہ حاصل ہوتی ہے جو توحید مطلق ہی ظاہر کرتی ہے۔ (۵)

پھر فرمایا۔ دنیا ہمیشہ ہمارے پیچھے مارے مارے پھرتی ہے۔ قادری ہرگز ہرگز دنیا پر نگاہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی نظر دیدار پر ہوتی ہے۔ وہ دائمی طور پر تارک الدنیا ہوتا ہے۔ (۶)

---

(۵) ہر طریقہ خرقہ پوش و طریقہ قادری از محبت و معرفت توحید اللہ دریا نوشش ... تا .... در طریقہ قادری توجہ بعین نمائی مطلق توحید است۔

(سلطان باہو۔ نورالہدیٰ۔ مکتوبہ ۱۳۶۱ھ۔ ص ۱۲۸)

(۶) دنیا ہمیشہ دنبال ما خوار است بر دنیا قادری نظر نکند کہ نظر قادری بر دیدار است ددام تارک۔

(سلطان باہو۔ امیرالکونین۔ مکتوبہ ۱۳۴۸ھ۔ ص ۱۰۷)

م میں کوجھی میرا دلبر سوہنا میں کیونکر اس نوں بھانواں ہو (۱)

۱۷۵ ویہڑے ساڈے وڑدا ناہیں پئی لکھ وسیلے پانواں ہو (۲)

ناں میں سوہنی ناں دولت پلے کیوں کر یار منانواں ہو (۳) ٥

ایہہ دکھ ہمیشاں رہسی باھو روندڑی ہی مرجانواں ہو (۴)۞

لغت :- کوجھی : بدصورت ۔ سوہنا: خوبصورت ۔ بھانواں : پسند آؤں
ویہڑے : صحن ، آنگن ۔ پلے : دامن سے بندھی ہوتی۔ منانواں : راضی کروں
روندڑی : روتی ہوئی۔

ترجمہ :- ۱- میں (اعمال میں) بدصورت ہوں اور میرا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر لحاظ سے خوبصورت ہے ۔ میں (اس ذات اقدس) کو کیسے پسند آؤں۔

۲- میں لاکھوں (حیلے) وسیلے ڈالتی ہوں (وہ محبوب) میرے (دل کے) آنگن میں (تشریف فرما) نہیں ہوتا۔

۳- میں نہ تو (اعمال میں) خوبصورت ہوں اور نہ ہی دولت (ایقان) میرے دامن میں بندھی ہوئی ہے ۔ میں اپنے محبوب کو کیسے راضی کروں۔

۴- اے باہو۔ مجھے یہی (محبوب کو راضی کرلے کا) دکھ ہمیشہ رہے گا (اور اسی غم واندوہ میں) روتے میں مرجاؤں گی۔

---

(۱) ہ - ذ - ش - ف

(۲) ہ - ذ - ف

(۳) ہ - ش ۔ ٥ ذ - ف میں یوں ہے ع- نہ میں سوہنی نہ دولت پلے میں کیکر یار منانواں ہو

(۴) ذ - ش - م - ر ۞ ہ میں یوں ہے ۔ع- ایہہ دکھ سانوں ہردم رہسی باھو روندی ہی مرجانواں ہو

تشریح: بیت نہایت ہی دلکش اور عام فہم ہے۔ ترجمہ میں مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ البتہ حضرت سلطان العارفینؒ عارف کامل جب شوقِ محبوب بیان انکساری و عجز کا اظہار کرتے ہیں تو اس موقعہ پر ذرا انہیں سے محبت وعشق کے بارے میں ذرا مزید سن لیجئے۔

فرماتے ہیں۔ عشق کا قصّہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ مقام اہلِ محبّت کا ہے۔ اہلِ محبت اہلِ محرم کو کہتے ہیں۔ یہاں مجرم کی گنجائش نہیں۔ اور محرم و مجرم میں ایک نقطہ کا فرق ہے۔ جیسا کہ ع اور غ میں نقطے کا فرق ہے یا جیسے غم اور غم ہیں۔ سو تو عین نہ ہو۔ عین ہو۔ تاکہ عین ہی دیکھے عین ہی سُنے اور عین ہی کہے۔

• واضح رہے کہ یہ مقام محبت فنا فی المحبّت کا ہے۔ مقام محبّت کی یہ تعریف ہے کحب اللہ، والذین اٰمنوا اشدّ حبّاً للّٰہ، ویحبّھم یحبّونہ‘ (۱) اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح ایمان والے اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے محب ہوتے ہیں۔ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

• محبت اس بات کا نام ہے کہ جناب سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا اور کچھ نہ ڈھونڈھیں اور اللہ تعالیٰ کے شوق میں رقص کریں۔ اصلی حالت کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ اپنے نفس پر غضب کریں۔ لوگوں کو اپنا حال پریشان دکھائیں۔ مرتبہ عشق بمنزلہ زہر ہے۔ ؎

؎ بلبل نیم کہ نعرہ زنم دردِ سر کنم پروانہ وار سوزم و دم بر نیاورم
؎ پروانہ نیم کہ بہ یک شعلہ جاں دھم مرغِ سمندرم کہ بآتش نشستہ ام (۲)

---

(۱) ومن النّاس من یتّخذ من دون اللہ انداداً یحبّونھم کحبّ اللہ۔ والّذین آمنوا اشدّ حبّاً للہ۔ (پ ۲ ع ۴) اور بعضے لوگوں میں سے وہ ہے کہ پکڑتا ہے سوائے اللہ کے شریک محبت کرتے ہیں ان سے جیسا کہ محبت خدا کی اور جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں زیادہ ہیں محبت میں واسطے اللہ کے۔

(۲) سلطان باہو۔ جامع الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ جنون الدین ۱۹۶۸ء۔ ص ۶۲-۶۳

م- مذہباں دے دروازے اُچے راہ ربانال موری ہو (۱)

۱۷۶ پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھپ چھپ لنگھیئے چوری ہو (۲)

اڈیاں مارن کرن بھیڑے دردمنداں دے کھوری ہو (۳)٥

باھو چل اُتھائیں وسیئے جتھے دعوٰی ناں کس ہوری ہو (۴)۞

لغت: اُچے: اونچے۔ موری: چھوٹا دریچہ، قریبی راہ۔ لنگھیئے: گزرنا چاہیئے۔
اڈیاں: ایڑیاں کھوری: بغض رکھنے والے۔

ترجمہ :- ۱- مذہبوں کے دروازے اونچے ہیں (اور) خدا تعالٰی کی راہ قریبی ہے۔

۲- (اس راہ معرفت ذات کے دریچے میں سے مذاہب کے رسمی اور نام نہاد ٹھیکیداران) پنڈتوں اور مولویوں سے چھپ چھپ کر گزرنا چاہیئے۔

۳- (یہ مذاہب کے مدعی) دردمندان (عشق) کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں (حقارت کی) ایڑیاں مارتے ہیں (اور ان سے طبعی) حسد و نفاق رکھتے ہیں۔

۴- اے باہو۔ وہاں جا کر بسیرا کریں جہاں (سوائے ذات حقیقی کے) کسی اور کا دعوٰی نہ ہو۔

---

(۱) ۶- ل

(۲) ۶-

(۳) ل ک

٥- باقی تمام نسخوں میں (کھوری) کی بجائے (گھوری) درج ہے

(۴) ل ک

۞ باقی اکثر نسخوں میں (کس) کی بجائے (کسے) درج ہے۔

تشریح طالبِ حق کو چاہیئے کہ مذاہب کے جھگڑوں سے علیحدہ رہے اور جس طریق پر شیخ گامزن ہو اس کو لازم اختیار کرے کیونکہ بعض اوقات تحریکات دنیا اور مذہبی جھمیلوں کا الجھاؤ طالبِ معرفت کو اس کے مقصد سے بہت دور پھینک دیتا ہے ہم نے لاکھوں اور ہزاروں نہیں تو سینکڑوں لوگ ایسے ضرور دیکھے ہیں جو اس الجھن میں پھنس کر پیر تو درکنار راہ معرفت ہی کا انکار کر کے گمراہ ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ مذہبی جھمیلوں سے علیحدگی کے ساتھ خود بخود متعصبانہ تمیز مذہب و ملت اُٹھ جائے گی اور حضرت منصور حلاج کی طرح یہ بھی **انا علی المذہب ربی** میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں کہنے لگ جائے گا کیونکہ اہل مذہب خدا ہی کے مذہب پر ہو جاتے ہیں اور وہاں یہ تمیز من و تو اور مذہب و ملت نہیں ہوتی"[1]

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی رسوم میں اس قدر بھول بھلیاں آچکی ہیں کہ ان کے ذریعے سے منزلِ مقصود پر پہنچنا بالکل محال ہے گویا مذہب کے دروازے ناقابلِ تسخیر ہیں ان کے ذریعے سے معرفت ذات اور صفائے باطن کا حصول مشکل ہے حالانکہ خداتعالیٰ کی راہ تو قریبی ہے وہ تو شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ جب طالب مذہبی جھمیلوں سے دور رہ کر اور مذہبی نام نہاد ٹھیکہ داروں سے جان بچا کر خداتعالیٰ سے لَو لگاتا ہے تو اسے وہ قریبی راہ مل جاتی ہے جس سے قربِ خداوندی حاصل ہو جاتی ہے حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ دراصل ان مذہبی ٹھیکہ داروں کے بلند و بالا اور ناقابلِ رسا دروازوں کے چکر سے بچنے کی تلقین فرماتے ہوئے فقراء کی راہِ معرفت ذات و صفائے باطن کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

ایک روز حضرت غوث علی شاہ قلندر نے ارشاد فرمایا کہ جہانگیر بادشاہ کو شاہ حسین ڈھڈا کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ وہ لکڑی کا گھوڑا بنائے اس پر سوار پھرا کرتے تھے وزراء نے کہا حضور وہ تو لڑکوں میں کھیلتا رہتا ہے اس کے پاس جانا مناسب نہیں اتفاقاً رات کے وقت وہ فقیر محلِ شاہی کے جھروکے تلے آنکلا کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی اس نے جھٹ پٹ کمند لٹکا دی اور شاہ صاحب کو اوپر کھینچ لیا۔ بادشاہ نے پوچھا بھلا آپ کو خدا کیسے ملا۔ کہا جیسے تو ملا۔ بادشاہ بولا میں کیسے ملا کہا کہ جیسے خدا۔ تب بادشاہ نے کہا کہ صاحب اس معمہ کا مطلب سمجھائیے۔ فرمایا کہ سنو اگر میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا تو پہلے دربانوں سے ملتا پھر اہلکاروں کی التجا کرتا پھر امیروں کی اور وزیروں کی خوشامد کرتا نہا دھو کر معقول لباس پہن کر حاضر ہوتا

---

[1] ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۸۵ - ۱۸۶

پھر بھی خدا جانے تمہارا جی ملنے کو چاہتا یا نہ چاہتا۔ لیکن جب خود تم نے بلانا چاہا تو بے راہ گھسیٹ لیا۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ حکایت کے بعد فرمایا کہ اسی طرح فقرا کی دو قسمیں ہیں ایک اکتسابی جو درجہ بدرجہ لوگ طے کرتے ہیں اور ایک وہبی کہ جذبہ غیبی ان کو ایک آن میں ادھر سے ادھر کھینچ لیتا ہے (۲)

---

(۱) سید گل حسن شاہ قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴، ص ۱۸۳ - ۱۸۴،

م۔ میں شہباز کراں پروازاں وچ دریا کرم دے ہو (۱)

۱۷۷ زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ہو (۲)

افلاطون ارسطو جیہیں میرے اگے کس کم دے ہو (۳)

حاتم جیہیں لکھ کروڑاں در باھو دے منگدے ہو (۴)

لغت :۔ کم : کام منگدے : بھکاری ، مانگنے والے ۔

ترجمہ :۔ ۱۔ میں وہ شہباز (معرفت) ہوں کہ دریائے کرم (درحمت باری تعالی) میں پروازیں کرتا ہوں ۔

۲۔ (شہباز ونہائے اوج معرفت و وحدت ہوکر) میری زبان (اپنی زبان اپنی زبان نہیں رہی بلکہ زبان قدرت ذات بن گئی ہے) اس لئے (امر) کن کے برابر (کام کرتی ہے) اور میں قلم (ازل) کے لکھے ہوئے کاموں کو (دست قدرت سے) موڑ لیتا ہوں ۔

۳۔ (سلطان العارفین اور سلطان الفقراء ہوکر) میرے سامنے افلاطون اور ارسطو جیسے (حکمائے جہاں) کس کام کے ہیں ۔

۴۔ حاتم (طائی) جیسے لاکھوں کروڑوں (سخی) باھوؒ کے دروازہ کی گدائی کرتے ہیں ۔

---

(۱) اک

(۲) اک

(۳) اک

(۴) اک

تشریح :- یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ صفاتی سے متعلق ہے جسکی تفصیل حضرت کے بیت ۵۰ میں بیان ہوا ہے۔

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ - باری تعالٰے کے دریائے کرم و رحمت میں شہباز معرفت کے مقام اولی الامر پر فائز ہونے کا اظہار فرماتے ہیں۔

فرمایا "اولی الامر اُس کو کہتے ہیں جسکا امر واپس نہ لوٹے - فقیروں کی زبان اللہ کی تلوار ہے اُس کا امر کن جس چیز پر بھی صادر ہو جائے اللہ کے حکم سے ہو جاتا ہے - خواہ جلدی یا بدیر۔" (۱)

فرمایا **اللہ تعالٰے** نے اپنی بعض کتابوں میں اے آدم کے بیٹے میں معبود ہوں - میرے سوا کوئی معبود نہیں - میں کہتا ہوں کسی چیز کو وہ ہو، وہ ہو جاتی ہے - میری فرمانبرداری کر میں تجھ میں یہ وصف ڈالوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا، وہ ہو جائے گی - اور تحقیق دیا ہے یہ مرتبہ اللہ نے اپنے بہت پیغمبروں اور دوستوں اور بنی آدم سے بعض خاصوں کو (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں جب بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے - میرے کانوں سے سُنتا ہے اور میری زبان سے بولتا ہے - پھر جب سب کچھ اُس کا ہو گیا تو اب کن کہنے والا بھی وہی ہو گا - اور آواز بھی اُسی کی ہو گی، صرف حلق بندے کا ہوتا ہے - (۳)

بیت میں جہاں پر حضرت سلطان العارفین معرفت ذات میں یکجان ہو کر مشیت ایزدی کے ایما اور رضا کے کارکن ہونے کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں وجودی فلسفہ کا وجدان ہی نمایاں ہوتا ہے - متقدمین کے دور میں حسین بن منصور حلاج نے کسی اور واشگاف انداز میں کہا "انا الحق" یعنی میں حق ہوں اور بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "سُبحانی سُبحانی ما اعظم شانی" یعنی میں پاک ہوں، میری

---

(۱) اولی الامر آنرا گو بند کہ امر او بازگشت نخورد لسان الفقرا سیف الرحمان سخن او کن ہر چیز یا کہ بجہ ید شود بامر اللہ تعٰلی بشود خواہ زود خواہ دیر ... (سلطان باہو - امیر الکونین - مکتوبہ ۱۳۲۲ھ ص ۳)

(۲) قال اللہ فی بعض کتبہٖ یا ابن آدم انا اللہ لا الٰہ ... تا ... ذلک بکثیر من انبیاءہٖ و اولیاءہٖ و خواصہٖ من بنی آدم - سید عبد القادر جیلانی - فتوح الغیب - مقالہ ۱۶ -

(۳) ابوالفیض قلندر سہروردی - الفقر فخری - ص ۲۸۵

شان کتنی بلند ہے - تیرھویں صدی ہجری میں خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں "آکھ انا الحق، تھی منصور" انا الحق کہو اور منصور ہو جاؤ - نیز اسی ضمن میں ایک محقق نے کیا خوب فرمایا -

"اگر ہم اس امر میں حق تعالےٰ سے استعانت چاہیں کہ وہ ہمیں یاد رکھیں اور ہم سے راضی رہیں تو ہمیں چاہیئے کہ حق تعالیٰ کو یاد رکھیں اور ان کے ہر حکم و فعل سے راضی ہو جائیں - تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا - (۴) اسی لئے حکم فرمایا - اللہ کو بہت یاد کرو - (۵) اور ہمارے راضی ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جاتے ہیں - رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ -

؎ آناں کہ رضائے حق بجان می جویند درراہ رضائے او بسرمی پویند

ہر یک ہمہ آں کند کہ حق فرماید حق نیز ہماں کند کہ ایشاں گویند " (۶)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں " جسے قرب مشاہدہ اور حضوری حاصل ہے اسکی بات کبھی خطا نہیں کرتی - کیونکہ جو کچھ وہ کہتا ہے قرب الٰہی کے سبب قبول ہوتا ہے - اس قسم کے فقیر کی زبان رحمانی تلوار ہوتی ہے - جو موذی کو قبل ایذا قتل کر دیتی ہے - ان مراتب کو اہل ہوا و ہوس کیا جانیں کہ ایسے لوگ سارے جہان کو ایک دم میں فنا کر سکتے ہیں اور ایک ہی توجہ سے سارے جہان کو بحکم خدا بہ اجازت رسولؐ بقا بھی بخش سکتے ہیں - کیونکہ جو فقراء اہل حضور غرق فی التوحید، فنا فی اللہ اور اسم اللہ جلالی اور جمالی نور سے منور ہیں - ان کی کوئی بات بھی حکمتِ الٰہی سے خالی نہیں ہوتی " (۷)

حضرت سلطان العارفین نے یہ فرمایا " غوث الاعظم حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں - مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مُراد فقر سے یہ نہیں کہ کسی شخص کے نزدیک کچھ نہ ہو بلکہ میری مُراد فقر سے یہ ہے کہ فقیر صاحب امر ہو کہ اگر کسی چیز کو

---

(۴) فاذکرونی اذکرکم (پ ۲ ع ۲) پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو -

(۵) اذکروا اللہ ذکرا کثیرا - اللہ کو بہت یاد کرو (۲۲ ع ۳)

(۶) ڈاکٹر میر ولی الدین - قرآن و تصوف - ص ۵۲ - ۵۳

(۷) کسیکہ با مشاہدہ با قرب اللہ و دوام حضور حصول الوصول است ..... تا ..... اسم اللہ جلالی جمالی ہرگز سخن نہ باشد از حکمت اللہ تعالیٰ خالی - سلطان باہو - امیر الکونین - مکتبہ ۱۳۳۲ ھ - ص ۵۸ -

کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتے"(۸) نیز فرمایا ۔" جب فقر انتہائی درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو ذات میں ل جاتی ہے(۹)۔ وہ کنہ کن کی باتیں کرتا ہے ۔یعنی فقیر جس چیز کو کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ہو جا وہ فی الفور ہو جاتی ہے بشرطیکہ فقیر صاحب سخن کو کُن کے ہر مقام اور توحید معرفت کی خبر ہو ۔قرب الٰہی حاصل ہو ۔ نورِ الٰہی میں غرق اور فنافی اللہ ہو ۔اگرچہ صاحب کن فقیر عین العیان بات اور جواب با صواب حق کی حضوری سے کرتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں التماس ہی کرتا ہے پھر بھی اس کی بات جو کچھ ہونا لکھا گیا (۱۰) کی طرح ہوتی ہے ۔گویا قلم کی زبان اس کے مُنہ سے نکلتی ہے اور ازل کی سیاہی مُنہ سے گراتا ہے ایسی بات کی تاثیر دن بدن ترقی پر ہوتی ہے اور قیامت تک وہ ترقی مسدود نہیں ہوتی ۔جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔فقیروں کی زبان رحمانی تلوار ہوتی ہے"(۱۱)

اور فرمایا ۔ فقر کی ابتدا عبودیت ہے اور اسکی انتہا ربوبیت ہے ۔ شعر میں فرمایا

مجھ میں چار چیزیں تھیں ۔ پھر تین رہ گئیں ۔ اور دو رہ گئیں ۔ پھر دوئی سے گذر کر میں ایک ہو گیا ۔ (۱۲)

پھر کلید التوحید میں فرمایا ۔ میں اس مقام پہ پہنچا ہوں جہاں کسی کی طاقت نہیں ۔میں لامکان کا شہباز ہوں ۔ جہاں مکھی صفت جیسوں کی پرواز کی طاقت نہیں ۔ طبقات آسمانی لوح قلم عرش کرسی تو کیا فرشتہ کی بھی وہاں گنجائش نہیں ۔ یہ کوئی ہوس والوں کا مقام تو نہیں ہے ۔(۱۳)

---

(۸) در رسالہ غلام محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز رقم است ۔ لیس الفقیر عندی من لیس لہ شئی بل الذی لہ امرا اذا قال لشئیٍ کُن فیکون ۔ سلطان باہو ۔عین الفقر ۔شرح نظام الدین ۔ص ۳۴ ۔

(۹) اذا اتم الفقر فھو اللہ ۔

(۱۰) جف القلم بما ھو کائن ۔

(۱۱) سلطان باہو ۔قرب دیدار ۔ترجمہ اُردو ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ ۔ ص ۲۸ ۔ ۲۹ ۔

(۱۲) ابتدا فقر عبودیت است و انتہا فقر ربوبیت است ؎ چار بودم سہ شدم اکنوں دو ام ۔ وز دوئی بگذشتم و یکتا شدم

سلطان باہو ۔عین الفقر ۔شرح نظام الدین ۔حصہ دوم ۔ص ۔ ۳۸ ۔

(۱۳) ؎ جائیکہ من رسیدم امکان نہ ہیچکس را شہباز لامکانم آنجا نہ جا مگس را

لوح قلم عرش کرسی کونین رہ نیابد فرشتہ در نگنجد آنجا نہ جا ہوس را

سلطان باہو ۔کلید التوحید ۔مکتوبہ ۔ ۱۳۰۶ ھ ۔ص ۱۴ ۔ ۱۵ ۔

ایک روایت میں "حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک بار جلوت میں سُبحانی ما اعظم شانی کہا۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت آپ کی زبان سے یہ کیا کلمہ نکلا فرمایا کہ اگر اب ایسا سنو تو بلا تامل چھری مارنا۔ اگلے دن پھر وہی کیفیت ہوئی، مریدوں نے چھریاں ماریں مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا۔ فرمایا بایزید یہ ہے جسے تم دیکھتے ہو۔ وہ بایزید نہ تھا" (۱۴)

حکمت اور دانائی میں حضرت سلطان العارفین قبل مسیح کے یونانی حکما افلاطون (۱۵) اور ارسطو (۱۶) کے نام لے کر فرماتے ہیں کہ دُنیا کے ایسے عظیم الشان داناؤں اور مفکروں کی بھی فقیر کامل کے سامنے کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ فقیر ہی عقل کامل اور فکر کامل کا مالک ہوتا ہے۔ دنیوی دانشوروں اور مفکروں کا فقیر کامل کے ساتھ عقل و دانائی میں بھلا کیا برابری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جود و سخا میں بھی دنیوی حاتموں کی فقیر کامل کے جود و سخا کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فقیر کا ہاتھ دست قدرت ہے۔ دنیوی حاتم دراصل فقیر کے محتاج ہیں۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ فقیر کو مالک الملکی تبھی کہتے ہیں پس ایسا شخص اگر چاہے تو ایک مفلس گداگر کو ساتوں ولایتوں کا بادشاہ بنا دے۔ (۱۷)

---

(۱۴) سید گل حسن شاہ قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ ۔ ص ۱۴۷

(۱۵) افلاطون (۴۲۷ ق م ۔ ۳۴۷ ق م) بمطابق ہسٹری آف یورپین پولیٹیکل فلاسفی از بھنڈاری ۔ بنگلور ۱۹۶۳ ۔ ص ۱۲ ۔

۱۶ ۔ ارسطو ۳۸۴ ق م ۔ ۳۲۲ ق م) " " " " ص ۴۳ ۔

(۱۷) سلطان باہو ۔ تیغ برہنہ ۔ ترجمہ اُردو ۔ لاہور ۔ ص ۱۳ (الشکریہ المعارف ۔ لاہور ۔ ص ۵۳)

ن۔ نال کوسنگی سنگ نہ کریئے کُل نوں لاج نہ لاسیئے ہو (۱)
۱۷۸ تمے تر بوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ مکّے لے جائیے ہو (۲)
کانواں دے بچّے ہنس ناں تھیندے توڑے موتی چوگ چگائیے ہو (۳)
کوڑے کھوہ ناں مٹھے ہوندے باھو توڑے سے مناں کھنڈ پائیے ہو (۴)

لغت : کوسنگی: بے وفا۔ لاج نہ لائیے : بدنام نہ کیجئے۔ چوگ : کھلانا، پرندوں کا دانہ۔ چگائیے : کھلایا جائے، چگایا جائے۔ تمے : حنظل۔ ہنس : ایک خوبصورت پرندہ۔ سے : صد، سو۔ کھنڈ : کھانڈ، چینی۔

لغت : ۱۔ (اے درویش) ناجنس نامحرم (اسرارِ معرفت) بے وفا ساتھی کے ساتھ رفاقت نہ کیجئے (اور نامحرم کی رفاقت سے) سب (عارفانِ ذات کے سلوک) کو بدنام نہ کیجئے۔

۲۔ (کیونکہ کڑوے) تمے (جو کہ تربوز کے مثل و مشابہ ہیں) خواہ انہیں مکۃ المکرمہ تک ہی کیوں نہ لے جائیں وہ ہرگز ہرگز تربوز نہیں بن سکتا (یعنی فطرت ازلی نہیں بدل سکتی)

۳۔ کوّوں کے بچے (کوے ہی رہیں گے) خواہ انہیں موتیوں کی چوگ (خوراک) چگائی جاوے وہ (ہرگز) ہنس نہیں بن سکتے۔

۴۔ اے باہو۔ (فطرت ازلی نہیں بدلتی، لہٰذا) خواہ سینکڑوں من کھانڈ ڈالی جاوے جن کنوؤں کا پانی (اصلاً) کڑوا ہے۔ وہ میٹھے نہیں ہو سکتے۔

---

(۱) ک - ح - ذ - ب - و - اب۔

(۲) ک - ذ - ب - و

(۳) ک - ح - خ - ب - ز - ل ب = پ بہیند تھیندے) کی بجائے (ہوندے) درج ہے۔

(۴) ک - ح - ذ - ب

نسخہ ن - و میں (کھنڈ) کی بجائے (گڑ) درج ہے۔
اب

تشریح :- بیت میں حضرت سلطان العارفینؒ تلقین فرماتے ہیں کہ راہ سلوک و معرفت کے سالکوں کو نامحرم اسرارِ ذات لوگوں کی رفاقت سے احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ جو لوگ فطرت ازلی سے نامحرم ہیں وہ دانائے راز اور آشنائے حقیقت کبھی نہیں ہو سکتے یہ نامحرم اسرار لوگ حنظل کی طرح ہیں جن کی سرشت میں تلخی ہی تلخی ہے - مٹھاس پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور انکی مثال کتوں کی سی ہے جو اپنی ازلی فطرت کو نہیں بدل سکتے - نیز ان کی مثال ایسی زمین کی سی ہے جس میں سے صرف کڑوا پانی ہی نکلتا ہے - اگر سالک و عاشق کسی ایسے نامحرم کی رفاقت اختیار کرتا ہے تو گویا عشاق ذات کے پورے طبقہ کو بدنام کررہا ہے -

نسلِ انسانی میں فطرت کی پختگی کا اثر ایک سائنسی محقق یوں بیان کرتے ہیں :-

"باپ اور ماں کی طرف سے جین (GENES) نصفاً اولاد کو ورثے میں ملتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اولاد والدین کے خصائص کی مظہر ہوتی ہے - انسان ان مخفی رازوں سے روشناس ہو کر حیرت زدہ ہے اور قدرتِ کاملہ کی داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس نے اتنے دقیق مسئلہ کو روزِ ازل سے ایسی خوبصورت اور مکمل صورت میں حل کیا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی " (۱)

ابن العربی فرماتے ہیں :- سرِ قدر اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اپنی شدتِ ظہور کی وجہ سے مستور ہو گیا ہے اور لوگوں کی طلب و الحاح بڑھ گیا ہے - دیکھو ہر شخص جانتا ہے کہ جیسی استعداد ہوتی ہے ویسی ہی اس پر صورت آتی ہے - گھوڑے کے نطفے پر ہاتھی کی صورت نہیں آتی - انار کے دانے پر آم کا درخت نہیں اُگتا حنظل کڑوا ہے - لیموں کھٹا ہے - تو اُس کے خالق پر کیا الزام - جیسی حقیقت تھی ، ویسا ہی خدا نے اُسکو پیدا کیا - نمایاں کیا - ابدی کافر کبھی ایمان نہ لائے گا - معصوم ، پیغمبرؑ کبھی گناہ نہ کرے گا - نو مسلم کی فطرت والا پہلے کفر میں مبتلا ہو گا - پھر اسلام لائے گا - مرتد پہلے مسلمان رہے گا - پھر کفر کرے گا - غرضیکہ ؎

دیتا ہے ہر اِک کو حکیم　　　جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے　　　جس کی جیسی فطرت ہے　　(۲)

اسی اصول کے مطابق جسے ہدایت دی جائے گی اُسے فطرت ازلی سے ثمرہ ملنا تھا -

---

(۱) بشکریہ جناب عزیز اللہ - مقالہ جین - مجلہ سائنٹفک ڈائجسٹ - گورنمنٹ کالج لاہور - جلد نمبر ۳ - شمارہ اول

(۲) محی الدین ابن العربی - فصوص الحکم - ص ۲۳۸ -

اور جسے ضلالت ملی ہے وہی اسکی اقتضائے فطرت یا اقتضائے نفسی تھی۔

اسی لئے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ناجنس کے ساتھ مل کر گزارنا گویا اپنے ہم جنس یعنی عشاقِ ذات کے طبقہ کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے :۔ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے (۳)

اور حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے شقی اپنے بطن میں شقی رہتا ہے اور سعید اپنے بطن میں سعید رہتا ہے ۔ (۴)

اسی ضمن میں رومیؒ سے بھی سُنیئے

هر دو گون زنبور خوردند از محل — لیک شد زاں نیش وزاں دیگر عسل

هر دو گون آہو گیا خوردند و آب — زیں یکی سرگیں شد زاں مشک ناب

هر دو نی خوردند از یک آب خور — آں یکی خالی و آں پُر از شکر

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا — واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد — واں خورد زاید ہمہ نورِ خدا

ایں زمین پاک و آں شورست و بد — ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دد

هر دو صورت گر بہم ماند رواست — آب تلخ و آب شیریں را صفاست (۵)

---

(۳) قرآن ، كذلكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (۲۹ ع ۱۵)

(۴) السعيد من سُعِدَ فى بطن أمّه والشقى من شُقِىَ فى بطن أمّه ۔

بحوالہ طبرانی جامع صغیر ۔ جامع صغیر السیوطی ۲ ص ۳۶ الشکریہ نور سلطان قادری مہتمم جامعہ انوار باہو ۔ بھکر)

(۵) مفتاح العلوم ۔ شرح مثنوی ۔ دفتر اوّل حصہ پہلا ۔ عرشی ۔ لاہور ۱۹۵۹ ۔ ص ۔ ۱۴)

ن ۔ نہیں فقیری جھلیاں مارݨ ستیاں لوک جگاوݨ ہو (۱)

۱۷۹ نہیں فقیری وہندیاں ندیاں سکیاں پار لگھاوݨ ہو (۲)

نہیں فقیری وچ ہوا دے مصلّے پا ٹھیہراوݨ ہو (۳)

فقیری نام تنہاں دا باہو جہڑے دل وچ دوست ٹکاوݨ ہو (۴)

لغت :۔ جھلیاں : رقص درویشاں

ستیاں : سوئے ہوئے

سکیاں : خشک خشک

جگاوݨ : جگاتے ہیں

لگھاوݨ : گزارتے ہیں

ٹکاوݨ : ٹھہراتے ہیں ۔ قائم کرتے ہیں ۔

ترجمہ :۔ ۱۔ (جو مدعیان فقر) رقص درویشانہ کرتے ہیں (اور ہُو ہُو کے نعروں سے رات کو) سوئے ہوئے لوگوں کو (خواب سے) بیدار کرتے ہیں (ان کا صرف یہ فعل) فقیری نہیں ہے ۔

۲۔ (جو مدعیان فقر) بہتی ندیوں میں خشک پار لگا دیتے ہیں (یہ بھی) فقیری نہیں ہے ۔

۳۔ (جو مدعیان فقر) ہوا میں مصلّٰی ڈال کر ٹھہرا لیتے ہیں (یہ بھی) فقیری نہیں ہے ۔

۴۔ اے باہو۔ فقیری تو ان عارفان کامل (کے مراتب) کا نام ہے جو کہ دل میں محبوب (حقیقی) کو ٹھہرا لیتے ہیں ۔

---

(۱) ک ۔ خ ۔ البتہ (جھلیاں) کی بجائے (جلیاں) درج ہے ۔ اُکے

(۲) ک ۔ ش ۔ (لگھاون) کی بجائے (لگاون) درج ہے اُکے ۔ البتہ (لگھاون) کی بجائے (ملگھاون) درج ہے

(۳) ک ۔ ع ۔ اُکے ۔ البتہ (ٹھیراون) کی بجائے (ٹھہراون) درج ہے ۔

(۴) اُک کا میں یوں ہے ع نام فقیر تنہاں دا باہو دل وچ دوست ٹھہراون ہو

خ میں یوں ہے ع فقیری نام تہیندا باہو دل وچ دوست ٹھراون ہو

ک میں یوں ہے ع خاص فقیری (حضرت باہو) دل وچ دوست ٹکاون ہو

ب د میں یوں ہے ع فقیری نام تہیندا باہو دل وچ دوست دھراون

تشریح :- یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ اول کے بیت نمبر ۱۶ میں ملاحظہ ہو۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں — اوّل جو صاحب طریقت پر آثار کشف و کرامات کے ظاہر ہوتے ہیں وہ محض نفسی ہوتے ہیں جن سے وہ مسرور اور خوش ہوتا ہے لیکن اس خیال سے اور خوش ہونے سے وہ انسان معرفت الٰہی سے بہت دُور ہوتا ہے اگرچہ مخلوق کی نظر میں اسکی حالت عین ثواب ہوتی ہے (۱)

اور فرمایا — فرمانِ ربّانی ہے — کہ اے میرے حبیب لوگوں کو کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو ، تب خداتعالیٰ تمہیں دوست رکھیگا ۔ پس اگر کسی نے یہ مراتب حاصل کر لئے ہوں کہ پانی پر چلتا ہے تو سمجھیں یہ گھاس کا تنکا ہے ۔ اور اگر کسی کو دیکھیں کہ ہوا میں اُڑتا ہے تو جان لیں کہ یہ ایک مکھی ہے ۔ اس سے زائد اس کی کچھ قدر نہیں ۔ فقیر کو چاہیئے اللہ کے رسولؐ کی رضامندی حاصل کرے تو کچھ ہے ۔ اللہ بس باقی ہوس ۔ (۲)

پھر فرمایا ۔ اگر تو ہوا پر اُڑے تو یہ مکھی کا سا مرتبہ ہے ۔ اگر پانی پہ چلے تو تنکے کا سا ۔ اگر دل ہاتھ میں لائے تو ہوس کا مرتبہ ہے ۔ عینے لعینے غرقے فنافی اللہ ، فانی نفسے باقی الروح اور مشرف بلقاء الٰہی ہونا کافی ۔ (۳)

حضرت مجدد الف ثانیؒ (۴) نے ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ "یہ شخص طالب کرامات ہے ۔ اس پر فلاں شخص کی صحبت کا اثر ہے پھر آپ نے سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص طالب کرامات ہو اُسے چاہیئے کہ

---

(۱) اوّل طریقت کو برد صاحب طریقت نازل میشود کہ آن محض کشف و کرامات مطلق از نفس انا مغرید خوش در وقت مسرور از قرب وصال اللہ دور تر اگرچہ در نظر خلق ثواب تر ۔ (سلطان باہو۔ کشف الاسرار۔ شرح فقیر نظام الدین ۔ ص ۲۸)

(۲) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ باقی مراتب طیر سیر اگر بر آب روی خسی و اگر بپری مگسی ، نبی صاحب را رضا مند کن آنگاہ کسی ۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس ۔ (سلطان باہوؒ۔ عین الفقر۔ حصہ دوم۔ شرح فقیر نظام الدین ۔ ص ۷۴)

(۳) اگر بر ہوا بپری مراتب مگس است و اگر بر آب روی مراتب خس است و اگر دل بدست آری مراتب ہوس است ۔ عینے لعینے غرقے فناہ فی اللہ نفسے فناہ روح لقاء مشرفے لقا اللہ بس است ۔

سلطان باہو۔ فضل اللقاء مکتوبہ قلمی ۔ ۱۹۱۷ء ۔ ص ۲۔۳

(۴) احمد عرف امام ربانی (۹۷۲ھ تا ۱۰۳۴ھ) سرہند

وہ اپنا دُوسرا شیخ تلاش کرے اور جو متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اقتباس انوار فنا و بقا اور دیگر کمالات معرفت ذات وصفات کا طالب ہو وہ یہاں رہے۔" (۵)

حضرت غوث علی شاہ قلندر فرماتے ہیں کہ ۔ ایک روز ہمارے دوست محبوب علی صاحب جب زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہو کر واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چل کر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز رہنے کا اتفاق ہوا ۔ رات کو نماز تہجد کے لئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ مؤذن ذکر میں مشغول ہے جب لا کھینچتا ہے تو غائب ہو جاتا ہے اور الا اللہ کہتا ہے تو موجود، یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی ۔ بعد نماز فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کنجنی کا مکان ہے اور اُس کے دروازہ پر ایک فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے ۔ مجھ کو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپکو تو بڑا ہی تعجب ہوا خیر کل ہم بھی تماشہ دکھائیں گے ۔ دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو فقیر بھی آموجود ہوا غسل کیا اور میری چادر باندھ لی ۔ پھر نفی اثبات کرنے لگا ۔ جب لا کو کھینچتا تھا تو اس وقت میں اور وہ فقیر اور مسجد سب نفی ہو جاتی تھی بلکہ میرا علم مفقود ہو جاتا تھا ۔ اسی طرح دس بارہ ضربیں لگائیں پھر لنگوٹ باندھ چل دیئے اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو فقیری نہیں کہتے یہ تو ایک شعبدہ ہے ۔ فقیری کچھ اور ہی چیز ہے ۔ جو زبان پر نہیں آسکتی ۔ ع نکتہ داں را گنگ باید شد ز حرف " (۶)

عوام الناس نے بزرگی درویشی اور ولایت کا مفہوم اپنی طرف سے الگ گھڑ رکھا ہے ۔ مثلاً کسی کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو کرامت دکھائے ۔ کوئی اُس کو ولی جانتا ہے جو دُنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کرلے کوئی گفتگوئے مکاشفہ کو پسند کرتا ہے اور کوئی ولائیت کا نشان لوگوں کی مُرادیں پوری ہونا رکھتا ہے ۔ یہی فہم وعقل کی کجروی اور گمراہی مستحق لعن وطعن ہے جس نے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر اغراض زندگی کی یافت اور حصول کے لئے صحیح وغلط کی پہچان سے دُور جا پھینکا ہے اور وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ ہم اوہام وجہل کی تاریکی میں بزرگی کے تقدس کا نور کیونکر ڈھونڈھ سکتے ہیں ۔ جبکہ اس مسئلہ میں ہمارا معیار اور یہ کہ ہی غلط ہے ان کو تو چاہیئے کہ وہ قرآن وحدیث کی ضیا پاشیوں سے کسی مردِ خدا کی پاکیزہ حیات کا نور اور اخلاق وروحانیت کی بلندیوں میں معرفت الٰہی کا ظہور پانے کی سعی کریں ۔

---

(۵) محمد عبدالاحد ۔ مقامات ربّانی ۔ مطبع مجتبائی دہلی مرتبہ ۱۳۱۸ھ ۔ ص ۲، ۳

(۶) سید گل حسن شاہ ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ مرتبہ ۱۸۸۳ ۔ ص ۳۲۷

حکایت:۔ ایک بزرگ تبلیغ دین کے سلسلہ میں کہیں تشریف لے گئے تو ایک شخص انکی درویشی کا جائزہ لینے اور پرکھنے کو لوہے کی تاروں کا بنا ہوا ایک گورکھ دھندا ان کے سامنے لے آیا اور کہنے لگا کہ آپ فقیر ہیں تو اس گورکھ دھندے کو کھول دیجئے"۔ فقیر صاحب نے جواب دیا کہ "میں نے فقیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ لوہار ہونے کا نہیں کیا"۔

اصل بات یہ ہے کہ مدعی کو اس کے دعوے میں تو پرکھا نہیں جاتا اور اس کی درویشی کو تی کسوٹی سمجھ لی جاتی ہے۔ سٹے کا نمبر، مال حرام کا حصول، مغویہ عورتوں کی نشاندہی، اموال مسروقہ کی خبر دہندگی، مویشی کا اظہار گمشدگی، اولاد کا نہ ہونا اور عملیات حب و لبغض کی کامرانی تو بتائیے کہ یہ کام ایک باخدا درویش کی دعوت میں شامل ہیں۔ اگر ہیں تو کہاں تک اور اگر نہیں تو اس کام کے کرنیوالے نجومی، رملی، بچھنڈی، جوگی، مکار، بہروپئے جو بھی رنگ یا روپ اختیار کرسکیں گے وہ وہ ہوگا جس کے شبہ میں عوام فریب کھا جائیں۔ (۷)

ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے لئے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ ع

فقیری نام تہنا ندا باہو جہڑے دل وچ دوست ٹکاون ہو

کسی نے حضرت غوث الاعظم محبوب سُبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے فقیر کے معنی پوچھے تو آپ نے فرمایا کہ فقیر کے نام میں چار حرف ہیں۔ جن کی اپنی توضیح و تاویل فقیر کی صحیح ترجمانی کرتی ہے اور پھر آپ نے اس کے معنی بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

فاءُ الفقیر فناءُ یہ فی ذاتِہٖ ... وفراغہٗ من نعتِہٖ وصفاتِہٖ

والقافُ قوۃُ قلبِہٖ بحبیبِہٖ ... وقیامُہٗ للّٰہِ فی مرضاتِہٖ

والیاءُ یرجوا ربَّہٗ ویخافُہٗ ... ولیقومُ بالتقویٰ بحقِّ تقاتِہٖ

والراءُ رقّۃُ قلبِہٖ وصفاتِہٖ ... ورجوعُہٗ للّٰہِ عن شہواتِہٖ (۸)

---

(۷) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ تلخیص از ص ۱۳۷ تا ص ۱۴۰

(۸) یعنی فائے فقر سے مراد فنا فی اللہ ہو کر اپنی ذات و صفات سے فارغ ہو جاتا ہے اور قاف فقر سے مراد یادِ الٰہی سے ہے اپنے دل کو قوت دینا اور ہمیشہ اس کی رضامندی پر قائم رہنا ہے اور ی سے مراد یاس نا اُمیدی سے دُور رہ کر اُمید وار رحمت الٰہی ہونا اور اس سے ڈرتے رہنا اور ایسی پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے اور ر سے مراد رقتِ قلب اور اسکی صفائی اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے۔ بشکریہ۔ ابوالفیض قلندر سہروردیؒ۔ الفقر فخری۔ ص ۱۴۰

حضرت مظفر کرمانشاہی (۹) فرماتے ہیں - فقیر وہ ہے کہ خدا کی طرف اسکی کوئی حاجت نہ ہو - کیونکہ اسکی تمام حاجت وہ خود ہی ہے - (۱۰)

ایک حدیث میں وارد ہوتا ہے - اگر کسی آدمی کو ہوا میں اُڑتا ، آگ کھاتا اور پانی پر چلتا دیکھے اور وہ میری سُنت ترک کرے تو اُسے پیٹ ڈالو (۱۱)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں - اگرچہ انسان کتنا ہی توحید و معرفت میں گم ہو جائے مگر خلاف شرع اسکو ہرگز نہ ہونا چاہیئے کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے شخص کے لئے سزا مقرر فرماتی ہے کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اُڑتا نظر آتے یا پانی پر چلتا ہوا نظر آئے اور تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص سُنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل کرتا ہے تو اُس کو جوتے مارو (۱۲)

پھر فرمایا - اگر کوئی شخص عرش سے اُوپر ستر سالہ راہ کے برابر اُڑتا چلا جائے تو بھی وہ ہوائے نفس میں مبتلا ہے - (وہ فقیر عارف نہیں) فقیر عارف باللہ وہ ہے جو قرب رحمانی میں فنا فی اللہ ہے - (۱۳)

ابوالعنیض قلندر نے فرمایا - جو شخص صحیح معنوں میں متبع رسول ؐ نہیں وہ ہزار ولایت کے دعوے کرے اور کرامات کی ڈھینگیں مارے ، ہوا پر پرواز کر کے دکھاتے ، اس کا ولی ہونا تو در کنار اس کی مسلمانی میں بھی شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے - (۱۴)

اور انہیں معانی میں جنید بغدادیؒ (۱۵) نے فرمایا - کہ بے شریعت درویش اگر ہوا پر اُڑتا ہے تو مکھی ہو گا اور اگر کشتی کی مانند سمندر میں چلتا ہے تو اسے گھاس پھوس کا تنکا سمجھ اور اُس پر اعتقاد نہ کر (۱۶)

---

(۹) مصنف مثنوی بحر الاسرار ۱۲۰۶ھ میں بقید حیات تھے - (مطابق رضا قلی ہدایت - ریاض العارفین تہران - ۱۳۱۶ - ص ۴۹۳)

(۱۰) ابوالعنیض قلندر سہروردی - الفقر فخری - ص ۴۲)

(۱۱) حدیث : اذا رایت رجلا یطیر فی الھوآء ویاکل النار ویمشی علی المآء فھو ترک السنۃ فاضربہ - لشکر یہ سلطان باہو محبت الاسرار مکتوبہ ۱۲۰۲ھ - ص ۱۶ -

(۱۲) اگرچہ در توحید تمام غرق شوی خلاف شریعت و سُنت مباش قال علیہ السلام اذا رایت رجلا ... ... فاضربہ بالنعلین - سلطان باہو عین الفقر - شرح العلام الدین ص ۵۹

(۱۳) اگر کسی ہفتاد سالہ راہ فوق العرش بر ہوا پرد ہنوز بہ نفس ہوا فقیر عارف باللہ چیست فقیر باللہ آنست کہ فنا فی اللہ لقرب الرحمٰن است سلطان باہو - امیر الکونین - قلمی مکتوبہ ۱۳۳۲ھ - ص ۲۹ ۔

(۱۴) ابوالعنیض قلندر سہروردی - الفقر فخری - در بیان تصوف و شوقی - ص ۱۲۷

(۱۵) شیخ جنید بغدادی - بغداد - وفات ۳۰۲ھ

(۱۶) ؎ مرد درویش بی شریعت اگر : بپرد بر ہوا مگس باشد
در چو کشتی روان شد بر آب : اعتقادش مکن کہ خس باشد (جنید بغدادیؒ)

ن۔ ناں رب عرش معلّیٰ اُتّے ناں رب خانے کعبے ہو (۱)

۱۸۰ ناں رب علم کتابیں لبھّا ناں رب وِچ محرابے ہو (۲)

گنگا تیرتھ تھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بےحسابے ہو (۳)

جد دا مرشد پھڑیا باھو چھٹے سب عذابے ہو (۴)

لغت: لبھّا: ملا۔ پا لیا۔ پینڈے: فاصلے، مسافت۔

ترجمہ:۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نہ تو (محض) عرش معلیٰ پر ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ (محض) خانہ کعبہ میں ہے۔

۲۔ (ذات) رب (تعالیٰ) نہ تو علم وکتابوں میں پایا اور نہ ہی (ذات) رب (تعالیٰ) محراب میں ہے۔

۳۔ بہت مسافتیں طے کیں (لیکن) گنگا اور تیرتھ میں (بھی) پوجا پاٹ کرنے سے رب تعالیٰ کا دیدار ہرگز نہ ہوا۔

۴۔ اے باھو۔ (دیدار رب تعالیٰ تو مرشد کی نظر رحمت سے ہوا لہٰذا) جب سے مرشد (کامل کا دامن) پکڑا (بُعد وفراق کے) سب عذابوں سے چھوٹ گئے۔

---

(۱) ع۔ف۔ش۔ز۔م۔ذ

(۲) ع۔ف۔ش۔ز۔م۔ ذ میں یوں ہے کہ ناں رب علم کتابیں لبھدا نہ رب وِچ نمازے ہو

(۳) ع۔ف۔ش۔ز۔م۔

ذ میں یوں ہے کہ گنگا تیرتھیں مول نہ ملیا میں اویں پینڈے جھاگے ہو

(۴) ع۔ف۔ش۔ز۔م۔

ذ میں یوں ہے کہ جد دا مرشد پھڑیا باھو چھٹے سب نگا دے ہو

تشریح : یہ بیت توحید معرفت واس سے متعلق توحید صفات کی خبر دیتا ہے۔ جس کی تفصیل حصہ ا کے بیت ۱۶ اور حصہ ج کے بیت ۴۰ میں بیان ہوا ہے۔

اس چار بیتی میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ محبوب حقیقی کسی ایک جگہ مقید نہیں ہے بلکہ تم جدھر اپنا منہ پھیرو وہیں ذات اللہ کی۔ (۱) کے فرمان کے مصداق ہر جگہ موجود ہے اور قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے۔ ذات حق ہر ذات شے پر قائم دموجود ہے۔(۲) اور یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے ان فرمان الٰہی سے۔

اور ہے خدا تعالیٰ سب چیز کا گھیرنے والا (۳)

نیز اللہ تحقیق پہنچا ہے ساتھ سب چیز کے ازروئے علم کے۔ (۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہودیوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ پاک و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے کیفیت سے اُس شخص کے جو اس بات کا زعم کرتا ہے کہ ہمارا معبود محدود یعنی مقید ہے کسی ایک جہت میں۔ پس نہ جانا اس نے خالق و معبود کو اور جس نے اس بات کا ذکر کیا کہ مکان اس کا احاطہ کرتے ہیں تو اس کو حیرت اور تخلیط لازم ہوگی۔ بلکہ وہی سب مکانوں پر محیط ہے۔(۵)

---

(۱) فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (القرآن پ ۱ ع ۱۴)

(۲) افمن ھو قائم علیٰ کل نفس بما کسبت ۔ ترجمہ : اے جو کوئی کہ ہو وے رکھوالا آدمی پر اور بدلہ دینے والا ہو ان کاموں کا جو اس نے کئے ہوں۔

(تفسیر موضح القرآن۔ مطبع دین محمدی لاہور ۱۳۳۹۔ ص ۲۵۵) (پ ۱۳ ع ۱۱)

(۳) وکان اللہ بکل شیٔ محیطا (القرآن پ ۵ ع ۱۵)

(۴) وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما (پ ۲۸ ع ۱۸)

(۵) سبحانہ وتعالیٰ عن تکیف من زعم ان الٰھنا محدود فقد جھل الخالق والمعبود ومن ذکران الاماکن بہ تحیط لزمہ الحیرۃ والتخلیط بل ھو محیط بکل مکان۔

(اخرجہ ابونعیم عن محمد بن اسحٰق عن نعمان بن سعد)

امام ابوحنیفہ نے ذات مطلق کو جہت فوق یا جہت تحت میں حصر کرنے والے کو کافر کہا ہے(۶)۔ اسی طرح ہم ذات باری کو کسی ایک صفت میں بھی مقید نہیں کر سکتے جیسے کہ الظاہرہ' یا الباطن' وغیرہ۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی نہ محض عرش پر ہے اور نہ محض کعبہ میں ہے عرش ہم سے پوشیدہ ہے جس کا تعلق الباطن سے سمجھا جائے اور کعبہ ہم دیکھ رہے ہیں اس کا تعلق الظاہر سے کہا جائے۔ اس طرح وہ ذات باری نہ صرف محض الباطن میں ہے اور نہ صرف محض الظاہر میں ہے۔ اسی طرح نہ وہ ذات باری قیل وقال کے علوم میں ہے اور نہ سجدہ گاہوں میں پوشیدہ ہے۔ بالآخر محبوب حقیقی سے وصال مرشد کامل ہادی دارین کے توسط سے حاصل ہوا۔ جس نے یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی کہ وہی خدا تعالیٰ سب چیزوں سے پہلے تھا اور سب چیزوں سے آخر ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کھلا اور آشکارا ہے صریحاً اپنی قدرتوں سے اور چھپا ہوا ہے اپنی ذات سے جو کوئی اسے سمجھ نہ سکے اور خدا تعالیٰ سب چیز کا جاننے والا ہے(۷)۔ اور سب وہم وخیال کے تصورات اور بُت بیک وقت ٹوٹ گئے۔ اور فقیر نے ذات ھو میں فنا ہو کر بقا پائی۔

جب حضرت بایزید بسطامیؒ (۸) کو فقر میں عروج حاصل ہوا تو عرش پر پہنچے۔ عرشیوں سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ صاحب ہم تو سنا کرتے ہیں کہ خدا زمین پر ہے۔ تعجب ہے کہ آپ یہاں ڈھونڈنے آئے۔ واہ سبحان اللہ تعالیٰ اشانہٗ عما یصفون۔ (۹)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ یہ عشق و محبت ہے کہ مذہب وملت تحریر وتقریر کتاب ودفتر میں جس کی بحث نہیں بلکہ وہ فیض رب الارباب ہے۔(۱۰)

---

(۶) من حصر اللہ تعالیٰ فی الجہۃ الفوقیۃ والتحتیۃ فقد کفر۔ (بشکریہ ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن وتصوف)

(۷) ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم۔ (پ ۲۷ ع ۱۷)

(تفسیر موضح القرآن۔ مطبع دین محمدی لاہور ۱۹۳۹ء۔ ص ۵۶۲)

(۸) حضرت بایزید بسطامی عارف۔ وفات ۲۳۴ھ بسطام۔

(۹) سید گل حسن شاہ قادری۔ تذکرہ غوثیہ۔ مرتبہ ۱۸۸۴ء۔ ص ۳۲۲۔

(۱۰) سلطان باہو۔ حجۃ الاسرار۔ ترجمہ اردو۔ چٹنی الدین لاہور۔ ۱۹۶۳ء ص ۸

اب جلہ بیت کی وضاحت حضرت سلطان محمد نواز رح کے کلام میں دیکھئے ؎

ہکو ذات سجݨ دی معبود جانڑیں — کل بود نوں خود نابود جانڑیں
ہکو نفی اثبات خیال کریں — نہ توں پیارا اہل وعیال کریں
دم دم وچ یار دا جمال کریں — ہر ذرہ وچ معبود جانیں
کر جسم اسم وچ فانی اے — تھیسے بیشک لا مکانی اے
آئیس نظری ہر جا جانی ہے — وچ وحدت دے لکھ سود جانڑیں
واہ ہادی راہ بتایا ہے — کل شئ وچ نظری آیا ہے
قلب قلزم وچ سمایا ہے — خود ذات نوں عین معبود جانڑیں (۱۱)

---

(۱۱) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔ ص ۱۱

ن۔ ناں ہیں عالم ناں میں فاضل ناں مفتی ناں قاضی ہو (۱)
۱۸۱ ناں دل میرا دوزخ منگے ناں شوق بہشتیں راضی ہو (۲)
ناں ہیں تریہے روزے رکھے ناں میں پاک نمازی ہو (۳)
باجھ وصال اللہ دے باھو دنیاں کوڑی بازی ہو (۴)

لغت :۔ تریہے : تیسوں۔ باجھ : بجز۔ بغیر۔ دنیاں : دنیا

ترجمہ : ۱۔ میں نہ تو عالم ہوں نہ فاضل، نہ مفتی ہوں، نہ قاضی ہوں۔

۲۔ میرا دل نہ تو دوزخ مانگتا ہے اور نہ ہی شوقِ بہشت کی رضا رکھتا ہوں۔

۳۔ میں نے نہ تو (خوف دوزخ یا شوق بہشت کے لئے) تیسوں روزے رکھے ہیں اور نہ ہی (میں حصول دنیا وعقبیٰ کے لئے) پاک نمازی بنا ہوں۔ (بلکہ میرا مدعا و ماحصل تو معرفت ووصال ذات ذوالجلال ہے)

۴۔ اے باہو۔ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بغیر (خواہ خوف دوزخ ہو یا شوق بہشت یا حصول دنیا) یہ دنیا (سب) جھوٹی بازی ہے۔

---

(۱) ۶۔ ا ب۔ م۔ ذ۔ ف = ی۔ ا ج میں یوں ہے ع ناں میں ہندو ناں میں مسلم ناں میں ملاں قاضی ہو

(۲) ۶۔ ا ب۔ ذ۔ م۔ ذ۔ ف = ی میں یوں ہے ع ناں دل دوزخ منگے میرا ناں شوق بہشتیں راضی ہو

(۳) ۶۔ ا ب۔ ذ۔ م۔ ذ۔ ف۔

(۴) ۶۔ ا ب۔ ذ۔ ذ۔ ف۔

ی میں یوں ہے ع باجھ وصال رب دے باھو ہور سبھا جھوٹھی بازی ہو

ا ج میں یوں ہے ع باجھ وصال اللہ دے باھو سب غفلت کوڑی بازی ہو

تشریح :- یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ الف کے بیت ۱۶ اور حصہ ج کے بیت ۶۰ میں آچکی ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ بحیثیت فقیر ہونے کے اپنے علم و فضل کی نفی فرما رہے ہیں کیونکہ علم و قدرت تو اُس ذاتِ باری کے ہی ہیں۔ (۱)

فقیر کی ذات دوزخ اور بہشت کے امید و بیم سے آزاد ہوتی ہے وہ دُنیا کی آلائشوں سے پاک اور آخرت کی مسرتوں سے بے باک ہے کیونکہ نہ تو وہ طالبِ دُنیا ہے اور نہ طالب عقبیٰ۔ اُس کا مقام اس سے ارفع ہے۔ وہ دُنیا و عقبیٰ کو ایک آنکھ اُٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ وہ جزا اور سزا کے دھندوں سے آزاد، مقصد اعلیٰ کے وعید سے پُر دیدہ رہتا ہے۔

حدیث میں وارد ہوتا ہے جو دُنیا کا طالب ہے وہ ہیجڑا ہے، عقبیٰ کا طالب زن ہے اور اللہ کا طالب ہی مرد ہے (۲) اور جو طالبِ مولیٰ ہو اُسے عقبیٰ کے حُور و قصُور بہشت و غلمان کا کیا دھیان۔

عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اے رب کافر کو کفر اور دیندار کو دین عطا فرما۔ اور عطار جو جذبۂ عشق سے سرشار ہے اُسے دردِ دل ہی عنایت فرما۔ (۳) فقیر کا مقصود شہودِ حق اور رویت محبوب ہے۔

فقیر کے روزے اور نمازیں نہ خوفِ دوزخ کی وجہ سے ہیں اور نہ حصولِ بہشت و عقبیٰ کے لئے بلکہ خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہیں۔ اس لئے تمام زاہدوں کی سی نہ اُسکی نماز قرار دی جا سکتی ہے اور نہ روزے۔ فقیر کا تو ہر سانس یادِ الٰہی میں مستغرق ہے۔ اُس کے نماز روزوں کی حقیقت و مراتب کی تفصیل تو ذاتِ جلیل کو ہی معلوم ہے۔

حضرت سلطان العارفین بیت کے آخر میں واضح فرماتے ہیں کہ انسان کے جملہ تعلقات اور خواہشات

---

(۱) القرآن۔ وھو العلیم القدیر (۲۱ ع ۹)

(۲) حدیث۔ طالب دُنیا مخنث، طالب عقبیٰ مؤنث، طالب مولیٰ مذکر۔ الکریہ مفتاح العارفین سلطان باہو۔ نذیر اُردو امین الدین لاہور ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۳)

(۳) کفر کافر را و دین دیندار را۔ ذرہ دردت دل عطار را

(فریدالدین عطار۔ منطق الطیر۔ مطبوعہ نولکشور ۱۳۳۸ ہجری۔ ص ۱۴)

بے سود ہیں اور رائیگاں ہیں۔ حصولِ دُنیا عقبیٰ کی تمام کوششیں گھٹیا حیثیت کے کھیل ہیں۔ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کا وصال ہے جو قطعاً بازی نہیں بلکہ سر بازی ہے۔

فقیر تو صرف اپنے مولیٰ کی رضا چاہتا ہے اور اُسی ذات کی طلب کرتا ہے۔ (۴) اور درگاہِ ایزد تعالیٰ سے طالبِ مولیٰ کے لئے ہی بشارت ہوتی ہے کہ۔ پھر اگر وہ (مرنے والا) نزدیکوں سے ہے تو پھر اُسے آرام اور خوشی اور عیش اور خوشبوئیاں ہیں اور باغ ہیں سب نعمتوں کے بھرے ہوئے۔ (۵)

اسی سلسلۂ کلام کے لئے بیت ۶ کی شرح بھی ملاحظہ ہو۔ نیز اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سُلطان العارفین نے اس بیت میں بھی اپنے آپ کو محض عاشق کی صف میں رکھنے کے لئے یہ ارشادات فرمائے ہیں۔ نیز خود کو علماء و فضلا کی صف سے اگر باہر رکھا ہے تو اس کا مقصد بھی یہ ظاہر فرماتا ہے کہ روزِ ازل سے ہی اُنہوں نے عقبیٰ کے متوالوں کے گروہ سے علیحدگی اختیار فرمائی اور دوزخ بہشت وغیرہ کے بیم و اُمید رکھنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ صاف ظاہر فرمایا کہ وہ طالبِ مولیٰ ہیں جن کا مدعا اللہ کا وصال حاصل کرنا ہے اور باقی دُنیا و عقبیٰ کی جتنی بھی بازیاں ہیں اُن کے سامنے دروغ محض، بے مقصد اور ہیچ ہیں۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ رح نے ایک شخص کو فرمایا کہ کیا تو ولی اللہ بننا چاہتا ہے۔ اُس نے عرض کیا، کہ ہاں! حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا کہ دُنیا اور آخرت کی طرف خواہش نہ کر۔ کیونکہ ان کی خواہش سے خدا کی طرف اعراض ہوگا۔ (۷)

حضرت سُلطان العارفین فرماتے ہیں۔ غوث الاعظم نے فرمایا کہ محبت اللہ کے ساتھ ہے اور غیر اللہ کے ساتھ دل کو وحشت ہے۔ حضورؐ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دُنیا تمہاری ہو۔ عقبیٰ تمہارا ہو میرے لئے اللہ کافی ہے۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا جس شخص نے ارادہ دُنیا کا کیا پس اس کے لئے دُنیا ہے۔ جس نے ارادہ عقبیٰ کا کیا اُس کے لئے عقبیٰ ہے اور جس نے خوشنودی اپنے مولیٰ کی چاہی اُس کے لئے اللہ تعالیٰ ہے۔

---

(۴) الٰھی انت مقصودی و رضاک مطلوبی، ترکت لک الدنیا و الآخرۃ، اتمم علیّ نعمتک وارزقنی وصولک التام۔

(۵) فامّا ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنت نعیم (القرآن۔ پ۲۷ ع۱۶) تفسیر موضح القرآن۔ ۹۳۹، بریلوی محمدی پرنٹنگ پریس ۵۶۲)

(۶) حضرت ابراہیم بن ادھم۔ وفات ۲۶۰ھ۔ مدفن شام (مطابق تذکرۃ اکرام مؤلفہ محمد بشیر داناپوری)

(۷) ابوالفیض قلندر سہروردی۔ الفقر فخری۔ ص ۱۵۵۔

اور حدیث قدسی میں ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔ (۸)

سیدنا غوث الاعظم نے فرمایا۔ عام لوگ دُنیا کو چھوڑنے کی پرہیزگاری کرتے ہیں اور خاص لوگ بہشت کو چھوڑنے کی پرہیزگاری کرتے ہیں اور خاص الخاص کی پرہیزگاری ماسویٰ اللہ ترک کرنا۔ (۹)

کہا گیا ہے کہ حضرت شعیبؑ دس سال تک روتے یہاں تک کہ انکی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ خدا تعالیٰ نے پھر انکی آنکھوں میں بینائی عطا فرمائی اور اُن کو یہ وحی نازل فرمائی: اگر تُو دوزخ کی آگ سے ڈرتا تھا پس میں نے تجھ کو اُس آگ سے بے خوف کیا اور اگر بہشت کی خواہش رکھتا تھا تو تجھ کو بہشت دی اور اگر رضامندی کا طلبگار تھا تو وہ بھی عنایت کی حضرت شعیبؑ نے کہا کہ "اے جبرئیلؑ میرا رونا نہ تو بہشت کی خواہش سے تھا، اور نہ عذاب آتش دوزخ سے تھا۔ لیکن بسبب اشتیاق دیدار محبوب حقیقی کے تھا تب جناب احدیت سے حکم ہوا کہ یہ رونا تیرا حق بجانب ہے (۱۰)

ایک روز حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ھمراز ہو رہے تھے۔ رب العزت کی طرف سے آواز پہنچی کہ اے بایزید کسقدر تو ریاضت و محنت و مجاہدہ کی مشقت اُٹھا رہا ہے۔ کیا تمہیں مقامِ عرش چاہیئے۔" جواب دیا کہ اے میرے مالک عرش رُوحانیوں کی جگہ ہے 'مَیں رُوحانی نہیں" پھر ندا آئی کہ "تجھے کرسی چاہیئے" عرض کیا کہ "اے پروردگار کرسی کرّوبیاں کی جگہ ہے 'مَیں کرّوبی نہیں" پھر ندا آئی" اے بایزید تجھے آسمان چاہیئے" عرض کیا کہ" اے پروردگار آسمان فرشتوں کی جگہ ہے 'مَیں کوئی فرشتہ نہیں" پھر ندا آئی کہ

---

(۸) قال غوث محی الدین قدس سرہٗ الانس باللہ والمتوحش عن غیر اللہ قال علیہ السلام الدنیا لکم والعقبیٰ لکم والمولیٰ لی یعنی صاحب فرمود دُنیا باشد باشما و عقبیٰ باشد باشما مرا مولیٰ بس است۔ قال علیہ السلام من اراد الدنیا فھو اراد الدنیا و من اراد العقبیٰ فھو اراد العقبیٰ و من اراد المولیٰ فھو اراد المولیٰ۔ حدیث قدسی۔ دع نفسک و تعال۔

سلطان باہوؒ۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین۔ ص ۲۲۔

(۹) عبدالقادر جیلانی۔ غنیۃ الطالبین۔ ص ۳۹۳

ہ شعیبؑ پیغمبر خدا ابن ہودؑ بن شالخ بن ارفخشدؑ بن سام بن نوحؑ

(مطابق نسب نامہ کلاں۔ مصنفہ حاجی شاہ ضیاء اللہ لاہور ۱۲۹۶ ھجری)

(۱۰) سید عبدالقادر جیلانی۔ غنیۃ الطالبین۔ ص ۶۱۶۔

"تمہیں بہشت کی خواہش ہے" عرض کیا کہ "اے خداوند بہشت مومنوں اور پرہیز گاروں کی جگہ ہے" پھر ندا آئی "شاید اب دوزخ چاہیے" جواب دیا کہ اے "مالک الملک دوزخ تو منکروں کی جگہ ہے، مَیں منکر نہیں ہوں" پھر لطف وکرم سے آواز آئی کہ "شاید اے بایزید تو مجھے چاہتا ہے" "اچھا تو اگر تو ہمیں نہ پا سکے تو پھر کیا کرے گا" خواجہ بایزیدؒ نے ایک سرد آہ نکالی اور سر بسجود ہو کر جان محبوب حقیقی کے حوالے کر دی (۱۱)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ دُنیاوی تصرف قرب شیطانی ہے۔ اور تصرف عقبیٰ مطلق نادانی ہے۔ اور تصرف معرفت مولیٰ جمعیت جاودانی اور غرق توحید اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور شعر میں فرمایا کہ مجھے پیر طریقت کی نصیحت یاد ہے کہ یادِ خدا کے بغیر جو کچھ ہے برباد ہے۔ (۱۲)

اور فرمایا۔ اہلِ علم کو معاش کی تلاش اور دُنیا مُردار کے سونے چاندی کی طلب رکھتی ہے۔ اور فقیر کو مولا کے دیدار کی طلب رہتی ہے۔ اہلِ علم پر دوزخ حرام ہے اور فقیر پر دوزخ و بہشت دونوں حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے دیدار کی خواہش رکھتے ہیں۔ (۱۳)

حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ سے ایک دن پوچھا گیا کہ آپ خدا کی عبادت کس لئے کرتی ہیں۔ کیا دوزخ کے ڈر سے یا جنت کی اُمید پر؟ رابعہؒ نے کہا "مَیں اپنے مالک کو یوں کہتی ہوں کہ اے میرے پروردگار مَیں تیری عبادت دوزخ کے ڈر سے کرتی ہوں تو تُو مجھے دوزخ میں جلا، اور اگر بہشت کے لئے عبادت کرتی ہوں تو مجھے بہشت عطا نہ کر۔

---

(۱۱) بشنو روزی بایزید بسطامی با حق ہمراز بود از حضرت رب العزت آواز رسید کہ ای بایزید۔۔۔۔ "تا آہ کشید سر بسجدہ نہاد و جان بحق سپرد (سلطان باہُوؒ۔ عین الفقر۔ جلد دوم۔ نظام الدین۔ ص ۸)

(۱۲) تصرف دُنیا از قرب شیطانی و تصرف عقبیٰ مطلقاً نادانی و تصرف مولیٰ جمعیت جاودانی غرق فی التوحید فی اللہ تعالیٰ لامکانی۔ بیت۔ مرا پیر طریقت نصیحتی یاد است: کہ غیر یادِ خدا ہر چہ ہست برباد است سلطان باہُوؒ۔ تیغ برہنہ قلمی مکتوبہ ۱۳۰۶ ھج۔ ص ۲۲۔

(۱۳) اہلِ علم را طلب روزِ معاش۔۔۔۔ و بر فقیر ہم دوزخ و ہم بہشت حرام است۔ قولہٗ تعالیٰ:۔ یرجوا لقاءَ ربہ۔ (سلطان باہُوؒ۔ محبت الاسرار۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ ھج ص ۱۴)

٥ رابعہ بصریؒ ۔ ۱۸۵۴ ھج (مطابق مجلہ دین و دانش۔ محکمہ اوقاف لاہور اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۵۰)

اگر تیرے لئے عبادت کرتی ہوں تو مجھے اپنے دیدار سے محروم نہ فرما - (۱۴)

اور حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ نے کیا خوب فرمایا -

دنیا جسم را قیصر و خاقان را
تسبیح ملک را و صفا رضوان را
دوزخ بدرا و بہشت مر نیکان را
جانان ما را جانِ ما جانان را (۱۵)

اسی ضمن میں حضرت سلطان محمد نواز نے کیا خوب فرمایا ہے

دُنیا عقبیٰ توں ہاں عاری ہیں
ناں ہاں جنتی تے ناں ناری ہیں
منگاں دلبر دی دِلداری ہیں
اسانوں طالب نہ حورُ و قصور سمجھ (۱۶)

---

(۱۴) رابعہ بصریؒ را پرسیدند کہ خدا تعالیٰ را برائی کی میپرستی بہ بیم دوزخ یا برای اُمید بہشت - رابعہ گفت خداوندا ترا اگر ترا از برای ترس دوزخ می پرستم مرا در دوزخ بسوز و اگر ترا از برائی بہشت میپرستم مرا بہشت نصیب مکن و اگر ترا از برای تو میپرستم از من دیدار و جمال خود دریغ مدار -

سلطان باہوؒ - عین الفقر - شرح نظام الدین ص ۹۹ - ۱۰۰

(۱۵) ابوسعید ابوالخیر - رباعیات ابو سعید ابوالخیر - مطبوعہ لاہور - ۱۹۳۴ء رباعی ۱۶ ص ۵ -

(۱۶) سلطان محمد نواز - مجموعہ کلام - لاہور ۱۹۶۲ء غزل ۱۵ - ص ۱۲۹

ن۔ ناں میں سنی ناں میں شیعا میرا دوہاں توں دل سڑیا ہو (۱)
۱۸۲ مُک گئے سبھ خشکی پینڈے جدوں دریا رحمت دچ وڑیا ہو (۲)
کئی مَن تارے تر تر ہارے کوئی کنارے چڑھیا ہو (۳)
صیح سلامت چڑھ پار گئے **باھو** جنہاں مرشد دا لڑ پھڑیا ہو (۴)

لغت: دوہاں : دونوں۔ مُک گئے : ختم ہوگئے۔ پینڈے : فاصلے۔
من تارے : ناشناور۔ ترتر : تیر تیر کر۔ لڑ : دامن۔

ترجمہ: ا۔ میں نہ تو (محض) سنی ہوں اور نہ ہی شیعہ ہوں (کیونکہ یہ سب فرقہ پرستی میں مبتلا ہیں اور معرفت ذات و توحید سے ناشناسا ہیں۔ ان کی فرقہ وارانہ ذہنیت کی وجہ سے) میرا دل دونوں سے جلا ہوا ہے۔

۲۔ (مذاہب کے فرقہ وارانہ اختلافات کی) سب خشک منازل (اس وقت) طے ہوگئیں۔ جبکہ (خالق حقیقی کے رحمت کے دریا رحمۃ اللعالمین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) کے دریائے رحمت میں داخل ہوئے۔

۳۔ (دریائے معرفت و توحید میں) کئی غیر شناور تیر تیر کر ہار گئے (اور اسے عبور نہ کر سکے (اور سیکڑوں ہزاروں میں سے) کوئی (ایک خوش نصیب) کنارے پر (بعافیت اور بامراد ہوکر) پار چڑھا۔

۴۔ اے باہو (اس دریائے معرفت و توحید) سے تو وہی صحیح و سلامت پار ہوئے جنہوں نے مرشد (کامل) کا دامن پکڑا۔

---

(۱) ان
(۲) ان
(۳) ان
(۴) ان

تشریح :۔ کفر اسلام آور اوریرے راہ فقر دا پرے پریرے
ناں اوتھے ملّاں پاٹون پھیرے بھاٹویں کڈھن لکھ لکھ چلا ہے
ناں اوتھے کفر تے ناں اسلامے پیر مغاں جتھے بھرڈتا جامے
ناں اوتھے دِن تے ناں اوتھے شامے ہکو ڈسدا قل ھواللہ ہے (۱)

عاشق و عارف دنیا میں محبّت، اخوّت، سچائی اور راست بازی کی داغ بیل ڈالتے ہیں حق کی تلاش کرتے ہیں اور حق کو حاصل کرتے ہیں۔ وہ تفرقہ بازی سے کوسوں دُور ہیں۔ حضرت سلطان العارفین ایک عارف کامل ہونے کی حیثیت سے سُنّی، شیعہ یا کسی فرقہ سے اپنے آپ کو شمار کرنے سے نہ صرف انکار فرماتے ہیں بلکہ ان مذاہب کی فرقہ بازیوں سے سخت نالاں ہیں۔ وہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک مسلک اور ایک شعار کے حامی ہیں۔ اور اس حکم خداوندی پر پابند ہیں کہ۔ اور محکم پکڑو ساتھ رسّی اللہ کے اکٹھے اور مت متفرق ہو۔ (۲)

اور مت ہو مانند ان لوگوں کے کہ متفرق ہوئے اور اختلاف کرنے لگے۔ (۳)

عارف و عاشق کا مقصود وصال حق ہے۔ اس کا تعلق دریائے رحمت کے ابر کرم سے ہے وہ مذاہب کے خشک و تند تفرقہ بازی سے لاتعلق ہے۔

حضرت سلطان العارفین مرشد کامل سے، جو دریائے رحمت الٰہی کا شناور ہے منسلک ہوکر واصل حق ہونے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ورنہ اس راہ معرفت میں کئی غیر آشنا بھٹک کر رہ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ راہ معرفت سے وہ سلامتی کے ساتھ پار ہوتے جنہوں نے مرشد کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

صاف ظاہر ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اگر مرشد کامل حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) سلطان محمد نواز ۔ مجموعہ کلام ۔ لاہور ۶۲ ۱۹ء ۔ ص ۱۲۶

(۲) واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرّقوا ۔ (پ ۴ ۔ ع ۲)

(۳) و لا تکونوا کالّذین تفرقوا واختلفوا ۔ (پ ۴ ع ۲)

کا اتباع کرے۔ اور ان کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھے تو تمام فرقہ بازیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ اس طرح اتباع کرنے والے عرفان حق کے قریب ہو سکتے ہیں۔

یاد رہے حضرت سلطان العارفین نے سُنّی شیعہ کے الفاظ محض فرقہ پرستی سے انکار کرنے کے لئے استعمال فرمائے ہیں اور ان کی کتب و تعلیمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اہلسنت والجماعت حنفی المشرب اور اہل بیت کے مسلک کے پیروکار تھے۔

کتاب اورنگ شاہی میں فرمایا۔ یہ فنا فی اللہ فقیر سنّی سنت جماعت طریقہ قادری سروری سے ہے۔ (۴) اور فرمایا ؎

دست بیعت کرد مارا مصطفےٰ ؐ   فرزند خود خواند ست مارا مجتبےٰ
خاکپایم از حسینؑ واز حسنؑ   معرفت گشتہ است بر من انجمن (۵)

---

(۴) فنا فی اللہ فقیر سنی صاحب سنّت جماعت از طریقہ قادری سروری۔
سلطان باہو۔ اورنگ شاہی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱

(۵) سلطان باہو۔ رسالہ روحی۔ مکتوبہ ۱۳۰۶ھ۔ ص ۶

ن۔ ناں اوہ ہندو ناں اوہ مومن ناں سجدہ دیڑ مسیتی ہو (۱)

۱۸۲ دم دم دے وچ ویکھن مولا جنہاں قضا نہ کیتی ہو (۲)

آہے دانے تے بنڑے دیوانے جنہاں ذات صحی ونج کیتی ہو (۳)

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں عشق بازی چُنڑ لیتی ہو (۴)

لغت: دیڑ: دیں، دیتے ہیں۔ لیتی: لی۔ صحی: صحیح

ترجمہ: ۱۔ (عارفان ذات کا مذہب تو محض عشق وعرفان ذات حق تعالی ہے۔ لہذا) وہ نہ تو ہندو (بت پرست ہیں) اور نہ ہی (صرف ظاہر کلمہ گو) مومن ہیں۔ اور نہ ہی (عابدان ظاہر کی طرح محض) مساجد (ہی) میں جا کر سربسجود ہوتے ہیں۔

۲۔ (بلکہ وہ عارفان ذات جنہوں نے نماز وقتی تو درکنار نماز دائمی بھی) قضا نہیں کی وہ اپنے ہر ایک دم (اور سانس) میں (ذات) مولا تعالی) کا (دیدار) دیکھتے ہیں۔

۳۔ (یہ عارفان ذات) جنہوں نے ذات (حق تعالی) کا عرفان حاصل کر لیا ہے۔ (دراصل) دانا تھے۔ (لیکن) دیوانے بنے ہوئے ہیں (تاکہ ان کا ماسوا اللہ سے تعلق نہ رہے۔)

۴۔ اے باھو۔ میں ان (عاشقان ذات کے) قربان جاؤں، جنہوں نے (بذات خود دنیا وعقبی کو ترک کر کے) بازی عشق (ومعرفت) کو چن لیا ہے۔

---

(۱) ذ۔ش۔ف۔ل۔۶

(۲) ش۔ف۔۶

نسخہ ل۔ذ۔ میں مصرع یوں ہے کہ دم دم دے وچ ویکھن مولا جنہاں جان قضا نہ کیتی ہو۔

(۳) ذ۔ف۔ل۔۶

(۴) ذ۔ش۔ف۔ل۔۶۔

تشریح:۔ یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ (۱) کے بیت ۱۹ میں ملاحظہ ہو۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشاق ذات کو کسی مذہب کے دائرہ میں شمار کرنا غلط ہے۔ عاشق ذات تو مذہبی رسوم و فرقہ بندیوں سے بلند تر مقصود مذاہب یعنی باری تعالیٰ سے دائمی لو لگائے ہوئے ہوتا ہے اور وہ دانائے راز دنیا میں ظاہراً نادان اور بے تکلفانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ دراصل اپنے لئے مسلک عشق کو اختیار کرلیتا ہے۔ اس کے قربان جائیے کیونکہ وہ اپنی زندگی کا عیش و آرام و لذات دنیوی کو قربان کر چکا ہوتا ہے۔

ایسے عاشق ذات کی کیفیت حال ابوسعید ابوالخیر کے الفاظ میں واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔

فرمایا۔ ؎ تا روئی ترا بدیدم ای شمع طراز ۔ نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز ۔ چوں بی تو بوم نماز من جملہ مجاز (۱)

اسی مفہوم میں سلطان محمد نوازؒ (۲) بزبان سرائیکی فرماتے ہیں۔

؎ ناں ویساں مسجد دوارے میں ۔ کیتا یار دے نال اقرارے میں

جھتوں پایا سب اسرارے میں ۔ اینہدی خاک میں سرمہ کوہ طور کیتا

کدی گنگے وِنجاں کدی مکے او ۔ ہے ہر جا یار تھیا پکے او

گیا وہم خیال تے شکے او ۔ سوہنیں یار اساکوں مسرور کیتا

ہادی باہوؒ رہبر دین میرا ۔ نال صدق دے آیا یقین میرا

کیتس جسم تے روح تلقین میرا ۔ خود باہوؒ میں ذاتی نور کیتا (۳)

عشاق ذات کے ذکر دوام و دائمی محویت حق کے بارے میں حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ جو شخص ایک مسئلہ فقہ شریف کا سیکھتا ہے اس کو ایک سال کی عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ لیکن جو شخص ایک دم خداوند کریم کا ذکر کرتا ہے اور اس میں مشغول ہوتا ہے۔ اس کو ہزار مسئلہ فقہ سے افضل ثواب اور درجہ ملتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ فقہ کا سیکھنا اور تلاوت قرآن مجید کرنا بناء اسلام اور ظاہری عبادت ہے جن کی قضا ممکن ہے اور سانس کی قضا غیر ممکن ہے۔ (۴) چنانچہ حدیث شریف میں مسطور ہے۔ جو شخص

---

(۱) رباعیات ابوسعید ابوالخیر۔ رباعی ۲۱۷ ۔ لاہور ۱۹۳۴ ۔ ص ۳۸

(۲) سلطان محمد نواز۔ صاحب کتاب مجموعہ کلام مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء حضرت سلطان باہوؒ کی آٹھویں پشت سے ہیں۔ وفات ۱۹۲۸ء

(۳) سلطان محمد نواز۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء غزل نمبر ۱۱ ۔ ص ۱۳۲

(۴) یک مسئلہ فقہ آموختن از عبادت ثواب یکسالہ بہتر است و یکدم با خدا تعالیٰ ــــ تا ــــ لیکن دم قضا باز نیاید۔ سلطان باہوؒ۔ عین الفقر۔ شرح نظام الدین ۔ ص ۲۴

فرض دائمی کو ادا نہیں کرتا اس کے فرض وقتی کو خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ (۵) عشاق کی محویت اور شوق کے اس عالم سے نتیجتاً دنیوی زندگی بسر کرنے والے انہیں دیوانہ سمجھنے لگتے ہیں اور وہ خود بھی دیوانہ وار رہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اصل عقل کے مالک ہوتے ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ کامل فقرا ہمیشہ خلوت گزیں ہوتے ہیں اور خلقت کو چھوڑ کر تنہا جنگلوں میں بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔ تو بعض دیوانے بن جاتے ہیں اور بعض ظاہر میں مجذوب لیکن باطن میں محبوب بنے رہتے ہیں۔ یار کے ساتھ ہی انہیں بہار ہوتی ہے۔ دیدار سے ہی انہیں جمعیت حاصل ہوتی ہے (۶) اور دیوان باہوؒ میں اسی طرح ارشاد ہوتا ہے ؎ بہ عقل خویش معقولم نبز خلق مجنونم۔ نشانہ وار این جانم ولی یار لیست بے پرواہ (۷)

اسی طرح سرائیکی میں ملاحظہ ہو ؎ لوک آکھے سالوں کملا دیوانا۔ وزح دریا وحدت ہاں دُرّ یگانا

یار اگے میں بہت سیانا۔ ملیایں عشق دا تھلا ہے (۸)

یہ ظاہر میں دیوانے اور اصل میں فرزانے ہی تو عشق کے حامل ہوتے ہیں جو کہ راز عبودیت ہے۔ عبودیت کے بارے میں میر ولی الدین فرماتے ہیں۔ عبودیت ہی حریت کا سبب ہے۔ حریت کیا ہے؟ **ھو انقطاع الخاطر عن تعلق ما سوی اللّٰہ تعالیٰ بالکلیہ** ایسی آزادی اس انسان کو نصیب ہوتی ہے جس نے اغراض دنیاوی و اخروی سے اپنے قلب کو آزاد کر کے حق تعالیٰ سے بندگی و افتقار کی نسبت جوڑ لی ہے۔ حریت نہایت عبودیت کا نام ہے۔ آزادی بے بندگی نہیں۔ ع کہ بستگان کمند تو رستگارانند (حافظ)

نیز ؎ خواجگی را خواجگی از بندگی ست۔ بندگی کردن کمال خواجگی ست

عبد ہو کر ہی وہ امین اللہ۔ خلیفۃ اللہ اور ولی اللہ ہوتا ہے۔ ایسا عبد کہ سکتا ہے **انا عبدك** اور پھر **من رانی فقد رای الحق** (رواہ المسلم والبخاری) (۹) عشاق ذات ہی دراصل کمال عبودیت پر فائز ہوتے ہیں اور اس راہ میں سر کی بازی لگانا انہیں کا شیوہ ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎ یار سر بازی بکن در راہ عشق

زانکہ سر بازی ست بازی عاشقاں (۱۰)

---

(۵) من لم یود فرضا دائما لم یقبل اللّٰہ منہ فرضا الوقت۔ بشکریہ سلطان باہوؒ عین الفقر شرح نظام الدین۔ ص ۲۴

(۶) سلطان باہوؒ۔ عقل بیدار۔ ترجمہ اردو۔ چمن الدین لاہور ۱۹۷۰ء۔ ص ۶۰

(۷) سلطان باہوؒ۔ دیوان باہو فارسی۔ مطبوعہ چمن الدین لاہور ۱۹۵۵۔ غزل نمبر ۷۔ ص ۴۔

(۸) سلطان محمد نوازؒ۔ مجموعہ کلام۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔ غزل نمبر ۲۔ ص ۱۲۷

(۹) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۱۳۴

(۱۰) سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی۔ مخطوطہ (معہ منظوم پنجابی ترجمہ) غزل ۱۵

ن ۔ ناں میں جوگی ناں میں جنگم ناں میں چلا کمایا ہو (۱)ہ

۱۸۴ ناں میں بھج مسیتیں وڑیا ناں تسبا کھڑکایا ہو (۲)ہ

جو دم غافل سو دم کافر مرشد ایہہ فرمایا ہو (۳)ھ

مرشد سوہنی کیتی باھو پل وچ جا پہنچایا ہو (۴)⊙

لغت: چلا: چلہ، چالیس روزہ ریاضت کشی ۔ تسبا، بڑی تسبی ۔

سوہنی کینی : بہترین کام کیا ۔ بھج : دوڑ کر

ترجمہ:- ا۔ اے درویش میں حصول معرفت میں) نہ تو جوگی وجنگم بنا ہوں نہ ہی چلہ (وریاضت کی محنت کر) کمایا ہے۔

۲۔ نہ تو میں (عابدان ظاہر کی طرح) دوڑ کر مساجد میں داخل ہوا ہوں اور نہ ہی (میں نے) موٹے دانوں والی تسبیح کو (ورد اوراد میں) کھڑکھڑایا ہے ۔

۳۔ (میں نے تو حصول معرفت کے لئے محض دائمی ذکر ذات اختیار کیا ہے) مجھے مرشد نے یہ فرمایا ہے کہ" جو دم (ذکر الٰہی سے) غافل ہے (وہی دم بے معرفت خارج ہو کر) کافر ہو جاتا ہے ۔"

۴۔ اے باہو۔ میرے مرشد (کامل) نے کتنا خوبصورت کام کیا کہ (بغیر محنت وریاضت) ایک پل میں (حضور ذات صلی اللہ علیہ وسلم میں) پہنچا دیا ۔

---

(۱) ج-اکسف ● ل-ش میں یوں ہے ع ناہیں جوگی ناہیں جنگم ناہیں چلا کمایا ہو ۔

(۲)ج-اک-ل-ف

ش میں یوں ہے ع ناہیں بھج مسیتیں وڑیا نہ تسبحہ کھڑکایا ہو۔ ہ

(۳) اک ۔ ھ باقی نسخوں میں (مرشد) سے پہلے (سانوں) کا اضافہ ہے ۔

(۴) اک ۔

⊙ باقی نسخوں میں (پہنچایا) کی بجائے (بخشیا) درج ہے ۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ میں نے حصول مقصد کے لئے جوگیوں اور سنیاسیوں کے سے کام یا چلہ کشی کے مشقوں سے کبھی کام نہیں لیا بلکہ اسے غیراز مقصود و غیر مسنون سمجھتے ہیں۔ اسی طرح گوہر مقصود کو نہ تسبیح و اوراد کے دہرانے سے اور نہ مساجد میں ظاہری نوافل کی ادائیگی سے حاصل کیا بلکہ یہ سب فضل الٰہی تھا جو مرشد کامل کے توسط و نظر کرم سے عطا ہوا۔

اسی ضمن میں ڈاکٹر میر ولی الدین تصوف پر اشراقیت کے اثرات بتاتے ہیں جن سے دراصل اسلامی تصوف تو بالکل پاک ہے۔ مگر عوام کی نگاہ میں وہ کمالات جنہیں صوفی ہیچ سمجھتا ہے اہمیت پانے لگے اور انہیں کے بارے میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بھی مکمل نفی فرمادی۔

ڈاکٹر میر ولی الدین لکھتے ہیں۔ اب "کمالات" کو جو محض توابع ہیں اور حصول مقصود کے بعد خود بخود پیدا ہوتے ہیں اصل مقصود قرار دیا جانے لگا۔ لذات و احوال، کشف کونی، تصرفات و کرامات، وجد و حال، رویائے صادقہ وغیرہ سالک کی غایت قرار پائے اور ان کو بزرگی اور تقویٰ کی علامت خاص خیال کیا جانے لگا۔ ان کمالات کے کے حصول کے لئے غیر مسنون مشقوں اور شغلوں کی ابتدا ہوئی۔ جوگیوں اور سنیاسیوں تک سے بھی اشغال وغیرہ کے سیکھنے میں دریغ نہیں کیا گیا۔ جس کا مقصود صاحب تصوف و کرامات ہونا تھا اور بس اور اس فوق والبشر قوت و طاقت کی خواہش کا حاصل اپنے نفس کو مخلوق کی نظر میں برتر بنانے اور ان کے قلوب کو مسخر کرنے کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔ حقیقی اسلامی تصوف تو ہویٰ اور نفس کے پنجے سے نجات حاصل کرنا اور یافت و شہود حق کا قائم کرنا، خلق سے فانی ہوکر حق سے بقا پانا کہلاتا ہے۔ (۱) عمر بن عثمان المکیؒ (۲) سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ صوفی نقد وقت کی قیمت جانتا ہے اور ہر وقت جس کا ہوتا ہے اس کا ہو رہتا ہے۔ (۳)

چنانچہ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ان کمالات ظاہری کو انہوں نے کبھی اپنا شعار نہیں بنایا۔ بلکہ ان کا طریق کار تو ہر دم اپنے نفس کی نگرانی کرنا رہا ہے۔ اور اسی خالص اسلامی تصوف کی ہی برکت تھی کہ حضرت سلطان العارفین کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے شرف قبولیت عطا ہوا۔

---

(۱) ڈاکٹر میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۲۴ - ۲۵

(۲) عمر بن عثمان مکیؒ۔ جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ گویا زمانہ تیسری صدی ہجری (مطابق تذکرۃ الاولیا۔ فرید الدین عطار لاہور ۱۳۱۸ھ ص ۲۲۲ ج ت ۲۹۶ھ (مطابق غلام سرور لاہوری۔ خزینۃ الاصفیا۔ نولکشور۔ ص ۲۷)

(۳) ان یکون العبد فی کل وقت بما ھو اولی بہ فی الوقت۔
بشکریہ میر ولی الدین۔ قرآن و تصوف۔ ص ۱۵

ن۔ نفل نمازاں کم زناناں روزے صرفہ روٹی ہو (۱) ٥
۱۸۵ مکے دے ول سوئی جاندے گھروں جنہاں تروٹی ہو (۲) ھ
اُچیاں بانگاں سوئی دیون نیت جنہاں دی کھوٹی ہو (۳)
کی پرواہ تنہاں نوں باھو جنہاں گھر وچ لدھی بوہٹی ہو (۴) ◎

لغت: صرفہ: بچت۔ تروٹی: کاہل، کم چور، اچیاں: اونچی۔
بانگاں: اذانیں۔ دیون: دیتے ہیں۔ بوہٹی: عروسہ

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش مردان کامل عاشقان ذات تو ہمیشہ محو استغراق اور نماز دائمی میں مستغرق ہیں) (یہ چند) نوافل نمازیں (پڑھ لینا) (جن کے صلہ میں امید بہشت ہے یہ تو گویا) عورتوں کا کام اور مقام ہے) (اسی طرح عاشق تو وہ ہیں جنہوں نے قطعاً لذات دنیا سے نفس کو روک لیا ہے۔ یہ چند نوافل) روزے رکھ لینا (تو گویا محض) روٹی کی بچت (کرنے کے مترادف ہے)۔

۲۔ (عاشقان ذات کو تو دل میں ہر وقت تجلی ذات حاصل ہے لہٰذا جنہیں الیقان معرفت حاصل نہیں ہے اگرچہ یہ لوگ) مکہ کی طرف جاتے ہیں' یہ بھی اپنے خانہ (دل) کے خسارہ یافتہ ہیں۔

۳۔ (اسی طرح) بہت بلند آواز سے اذانیں بھی وہ (لوگ) دیتے ہیں جن کی نیت (ریا اور انا سے ملوث ہوکر) کھوٹی ہوتی ہے۔

۴۔ اے باہو۔ ان عارفان ذات) کو (زیادہ حیلہ و فکر کرنے) کی کیا ضرورت (ہے) جنہیں عروسہ (معرفت) اپنے ہی (دل کے نہاں) خانہ میں مل گئی۔

---

(۱) ل ک۔ ا ج میں یوں ہے ع نمازاں پڑھنا کم زناناں روزہ صرفہ روٹی ہو
٥ باقی تمام نسخوں میں (صرفہ) کی بجائے (صدقہ) درج ہے

(۲) ذ۔ ل ک۔ ھ باقی نسخوں میں (جاندے) کی بجائے (جادے) درج ہے۔

(۳) ۶۔ش۔ف (۴) ۶۔ش۔ف۔ ل ک۔ ◎ سوائے ل ک باقی تمام نسخوں میں بوہٹی کو 'بوٹی' لکھا گیا ہے

تشریح: عام اصطلاح میں آسان کام کو زنانہ یا عورتوں کا سا کام کہا جاتا ہے اس بیت میں نوافل و نماز کو حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے 'کم زناناں' فرما کر یہ ظاہر کیا کہ راہ معرفت میں نوافل و نماز تو آسان کام ہیں، دشواریاں کچھ اور ہی ہوتی ہیں اسی طرح روزے تو وہ لوگ بھی رکھ لیتے ہیں جو خوراک بچانا چاہتے ہوں۔ اور حج تو وہ لوگ بھی کر لیتے ہیں جو امور خانگی سے فارغ ہو گئے ہوں اسی طرح مذہب کے بلند و بانگ نعرے تو وہ لوگ بھی لگا سکتے ہیں جن کی سرے سے نیت ہی خراب ہو حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں دراصل اپنے دل میں ذات باری کو حاصل کر لینا، اطمینانِ قلب پالینا ہی اصل مقصود ہے باقی تمام کام رسوم منزل ہو سکتے ہیں انہیں منزل مقصود نہیں کہا جا سکتا۔

اس بیت میں حضرت سلطان العارفین نے مرشد کامل کے مقام ارفع کو ظاہر فرمایا ہے جہاں پر سردسۂ معرفت کا حصول ضروری ہے جس کے بغیر کوئی مرشد، مرشد کامل کے مقام پہ فائز نہیں ہو سکتا اور اس بیت میں قطعاً حضرت سلطان العارفین کا مقصد نماز روزہ اور حج کی فرضیت و افادیت سے انکار کرنا نہیں۔

کتاب عین الفقر میں حضرت سلطان العارفین اسی موضوع کو وضاحت کے ساتھ اور کھلے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ نماز نفل کا ادا کرنا عورتوں کا کام ہے روزہ نفل رکھنے سے نان کی بچت ہے اور حج کو جانا دنیا وجہاں کا سیر و تماشا ہے لیکن دل کو اپنے اختیار میں رکھنا مردوں کا کام ہے اور یہ فقیر (باہو علیہ رحمۃ) کہتا ہے کہ نماز نفل ادا کرنا روح کی پاکیزگی ہے روزہ نفل رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے حج کو جانے سے ایمان مضبوط ہو جاتا ہے دل کو تو خام آدمی بھی اختیار میں لا سکتا ہے (البتہ) بشریت سے بلند ہو کر ذات اللہ میں فنا کے بعد ہمیشہ کی بقا حاصل کر لینا مردوں کا کام ہے پس مرشد کو مرد بننا چاہیئے۔ (۱)

---

(۱) بشنو بزرگی گفتہ است نماز نفل گزاردن کار بیوہ زنان است و روزہ نفل داشتن صرفہ نان است، و حج رفتن سیر و تماشائے جہان است دل بدست آوردن کار مردان است۔ و ایں فقیر میگوید کہ نماز نفل گزاردن پاکی جان است، روزہ نفل داشتن خوشنودی رحمٰن است بر حج رفتن ثبوتی ایمان است دل بدست آوردن کار خامان است از بشریت بر آمدن و از خود فانی

معلوم ہوا بیت میں حضرت سلطان العارفین کا اصل مقصد مرد مولیٰ یعنی مرشد کامل کا مرتبہ ظاہر کرنا ہے
نیز حدیث میں آتا ہے کہ ـــ دنیا کا طالب ہیجڑا ہے عقبیٰ کا طالب زن ہے اور مولیٰ کا طالب مرد ہے (۱)
پس بالا بیان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ بیت میں حضرت سلطان العارفین نے صوم و صلوٰۃ
و حج وغیرہ کو راہ عشق میں بہت آسان کام کے طور پہ بتلایا ہے منازل عشق میں حق معرفت اللہ تعالیٰ کا
حصول ہی ان کی نظر میں انتہائی سخت اور مردانہ کام ہے۔

گشتن دعین فانی شد بقا باللہ بودن کار مردان است پس مرشد مرد باید
سلطان باہو عین الفقر، شرح نظام الدین، ص ۸۶ - ۸۷ نیز یہی مفہوم دیکھیے۔
سلطان باہو۔ مفتاح العارفین ترجمہ اردو جنن الدین لاہور ۱۹۶۳ء ص ۳۱ - ۳۲
اور ملاحظہ ہو۔ سلطان باہو محک الفقراء خورد ترجمہ اردو جنن الدین لاہور ۱۹۶۱ء ص ۵۱
(۱) طالب دنیا مخنث ، طالب عقبیٰ مؤنث ، طالب مولیٰ مذکر ،
بشکریہ سلطان باہو مفتاح العارفین ترجمہ اردو جنن الدین لاہور ۱۹۶۳ء ص ۲۳۔

ن ۔ ناں کوئی طالب ناں کوئی مرشد سب دلاسے مٹھے ہو (۱) ٥
۱۸۶ راہ فقر دا پرے برے سب حرص دنیا دے کٹھے ہو (۲)
شوق الٰہی غالب ہویاں جند مرنے تے اوٹھے ہو (۳)
باھو جیں تن بھڑکے بھا برہوندی اوہ مرن ترہائے بھکھے ہو (۴)

لغت:۔ مٹھے : نقصان یافتہ ، کٹھے : ذبح ہوئے ۔قتیل ، بھا : آگ ، ہویاں : ہونے پر ، جند : جان
اوٹھے : اٹھ بیٹھے : آمادہ ہو ، برہوندی : عشق کی ، ترہائے : پیاسے

ترجمہ:۔ ۱۔ (اس زمانہ میں) نہ (تو) کوئی (خالص معرفت ذات کا) طالب ہے اور نہ (ہی کوئی دم زدن میں معرفت اللہ ذات میں پہنچانے والا) مرشد ہے ۔(بلکہ) سب (حیلوں اور) دلاسوں کے نقصان یافتہ ہیں ۔

۲۔ فقر (فنا فی اللہ) کا راہ تو دور بہت دور ہے (یہ طالبان خام و مرشدان ناقص) تو قتیل حرص دنیا ہیں (انہیں راہ فقر کی کیا خبر)

۳۔ (معرفت ذات) الٰہی کا شوق (دل و جان میں) غالب ہونے پر (سالک کی) جان (راہ حق میں) مرمٹنے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے ۔

۴۔ اے باہو ۔جن (سالکان طریقت) کے جسم پر آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے و... آسائش جسم و جان سے بے نیاز ہو کر راہ معرفت عشق ذات میں) پیاسے (اور) بھوکے مرجاتے ہیں ۔

---

(۱) ۔ د ۔ ﻫ ۔ البتہ (طالب) کے بعد (تے) درج ہے ۔
٥ ۔ اکثر نسخوں میں (مرشد) کو پہلے اور (طالب) کو بعد میں لکھا ہے ۔
(۲) ۔ د ، ب ، ﻫ ، ۶ ۔ البتہ (دے کی بجائے (دی) درج ہے ۔
(۳) د ۔ ب ۔ البتہ (ہویاں) کی بجائے (ہویا) درج ہے ۔
• ۔ ﻫ ۔ میں یوں ہے ع شوق الٰہی غالب ہویا جند جیون توں رٹھے ہو
۶ میں یوں ہے ع شوق الٰہی غالب ہویا جند مرنے نٹھیں رٹھے ہو
(۴) ۔ د ، ۶ میں یوں ہے ع جیں تن بھڑکے بھا برہوندی باہو اوہ مرن تہانے گھٹے ہو
ب میں یوں ہے ع جیں ڈٹھا تن بھا برہوندی باھو مرن ترہائے بھکے ہو

تشریح :۔ حضرت سلطان العارفین اس بیت میں اس امر کی طرف خیال دلا رہے ہیں کہ ــــ مرشدی اور طالبی رسمی و رواجی رہ چکی ہے۔ فقر کی اصل کہنہ سے پیر و مُرشد سب غافل ہیں اور دُنیا کے حرص میں پھنسے ہُوئے ہیں۔ حالانکہ راہ فقر و طریقت کا مدعیٰ اپنی پہچان، حق تعالیٰ کی پہچان اور حصُول رضا و رویت الٰہی ہے اور فرماتے ہیں جب کبھی عشق الٰہی یعنی اصل فقر غالب ہوتا ہے۔ تو سالک مرنے سے پہلے مرنے کی تمنا کر کے اس مقام کو حاصل کرتا ہے۔ اور جس جسم میں آتشِ ہجر و فراق بھڑک اُٹھے بھلا اُسے دُنیا کی حرص ہوس سے کیا غرض، وہ تو اس دُنیا میں دائمی صوم اختیار کرتے ہُوئے گویا بھُوکا پیاسا رہتا ہے نیز مقصد فقر کے بغیر مرشدی طالبی تو محض حرص دُنیا ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ وہ لوگ سخت بے وقوف ہیں جو باوجود معرفت اور قرب الٰہی سے محروم ہونے کے طالبی اور مُرشدی کرتے ہیں۔ ایسے مرشد او طالب محض (رسم ورواج کی) تقلید میں پھنسے ہُوئے ہیں۔ (۱)

راہ فقر پر تو وہی گامزن ہوتا ہے جو پہلے اپنی جان راہِ حق میں دے دینے کا فیصلہ کر چکا ہو۔

قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے۔ کہ دو کہ اگر ہے تمہارے ہی واسطے آخرت کا گھر خدا تعالےٰ کے ہاں سوائے اور آدمیوں کے تو بھلا پھر آرزو کرو مرجانے کی اگر تم سچے ہو اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی کبھی بسبب اس کے جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے ظالموں کو۔ (۲)

آخر میں فرمایا، جس کے دِل میں عشق کی آگ جلتی ہے وہ ہی تشنگی و گرسنگی کو برداشت کئے ہوئے اس دُنیا سے گذرتے ہیں۔

؎ محبت است کہ دل را نمی دہد آرام   وگرنہ کیست کہ آرامگی نمی خواہد   (۳)

---

(۱) عجیب احمق آن قوم مردم کہ مرشدی طالبی از شاہ دل سیاہ بی خبر از معرفت قرب اللہ اینچنیں طالب بنام طالب بے شعور خام معلوم شد کہ این چنیں طالب مُرشد با تقلیدی لباس عوام الناس۔ سلطان باہو۔ امیر الکونین۔ مکتبہ بر ۱۳۲۲ ھجری ص ۱۱۳

(۲) قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولن یتمنوہ ابداً بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین (البقرہ ۹۴/۹۵)

(۳) شاعر نامعلوم

ن - نت اساڈے کھلے کھاندی ایہا دنیا زشتی ہو (۱)
۱۸۷ دنیاں کارن بیھہ بیھہ رووَن شیخ مشائخ چشتی ہو (۲)
جیندے اندر حُب دنیاں دی بُڈی انہاں دی کشتی ہو (۳)
ترک دنیاں تھئیں قادری کیتی باھُو خاصا راہ بہشتی ہو (۴)

لغت :۔ کھلے کھاندی : (جوتے کی مار لیتی ہے۔) بیقدر ہوتی ہے ۔
بُڈی : ڈوب گئی ، ایہا : یہی ، کارن : واسطے

ترجمہ :۔ ۱۔ یہی دنیائے زشت تو روزانہ ہمارے جوتے (کی مار) کھاتی ہے (اور ہماری نظر میں ذلیل وخوار ہے)
۲۔ (اسی) دنیا (کے حصول) کے لئے شیخ ومشائخ چشت بیٹھ بیٹھ کر روتے ہیں ۔
(۳)۔ (اے درویش) جن (مدعیان فقر) کے اندر دنیا کی محبت ہو ان کی (ایمان وایقان) کی کشتی تو ڈوب گئی ۔
(۴) اے باہو ۔ (صرف) قادری (کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے محبت ذات حاصل کر کے اور غیر اللہ سے متنفر ہو کر) دنیا کی ترک کر لی ہے جو کہ خالص راہ بہشت ہے ۔

---

(۱) - ا - ب - ش - ف - ذ
٥ - نسخہ ب میں (ایہا) کی بجائے (ایہہ) درج ہے ۔
وج میں یوں ہے ع نت اساڈے درتے رہندی ایہا دنیا زشتی ہو ۔

(۲) - ا - م
٥ باقی نسخوں میں یوں ہے ع جیندے کارن بہ بہ رووَن شیخ مشائخ چشتی ہو
و ج میں یوں ہے ع دنیا کارن چھڑن دیوانے شیخ مشائخ چشتی ہو

(۳) - ا ،
٥ باقی نسخوں میں یوں ہے ع جس جس اندر حُب دنیا دی بڈی انہاں دی کشتی ہو ۔
نسخہ ب میں (ڈبی) کی بجائے (ڈبی) درج ہے ۔
اج میں یوں ہے ع جنہاں اندر حب دنیا دی غرق تنہاں دی کشتی ہو

(۴)۔ ا
٥ اکثر نسخوں میں یوں ہے ع ترک دنیا دی کرنوں باہو خاصہ راہ بہشتی ہو
نسخہ ب میں (قادری) کی بجائے (قادریاں) درج ہے ۔
اج میں یوں ہے ع جنہاں ترک دنیا دی کیتی باہو خاصہ راہ بہشتی ہو

تشریح:۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اوّل یہ کہ فقیر کی نظروں میں دنیا ہمیشہ ذلیل و خوار رہی ہے اور وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ حالانکہ دنیا کی فریب کاری اتنی موثر ہے کہ بڑے بڑے مشائخ بھی کسی نہ کسی طرح اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ دوم یہ کہ ترک دنیا یعنی دنیاوی آلودگیوں سے پاک رہنے میں مکمل کامیابی طریقہ قادری کے سالکان نے حاصل کی ہے۔ جس کی اعلیٰ مثال سلسلہ قادریہ کے رہبر اعلیٰ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔

بیت میں مشائخ چشت کی کمزوری ظاہر کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ اس امر کا اظہار فرمانا تھا کہ دنیا کی فریب کاری کا اثر وسیع ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ صوفیائے کرام کے جتنے بھی سلوک ہیں سلوک قادریہ کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور دیگر سلوک رکھنے والے صوفیائے کرام نے خود اس امر کو تسلیم کیا ہے۔

خواجہ غلام فریدؒ سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھے اور ان کے بارے میں مولانا غلام احمد اختر لکھتے ہیں کہ ـــــ آخر عمر میں سلسلۂ قادریہ کے اذکار اور مشاغل آپ پر غالب ہو گئے تھے۔ اور ان میں آپ کے اوقات بسر ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سلسلۂ قادریہ آخر کار سب پر غالب آجاتا ہے۔ (۱)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ـــ ہر سالک ہر خاندان اور ہر طریقہ والا اگر تمام عمر چلہ کشی۔ خلوت، ذکر و فکر میں سر مارتا رہے۔ پھر بھی اس کی انتہا قادری کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچتی۔ کیونکہ قادری سروری طریقہ مثل آفتاب کے ہے اور دوسرے طریقے چراغ کے مثل ہیں۔ پس چراغ کی کیا طاقت کہ آفتاب کے سامنے روشن ہو۔ (۲)

---

(۱) مسعود حسن شہاب۔ خواجہ غلام فریدؒ۔ ص ۵۲

(۲) ہر سالک ہر خانوادہ و ہر طریقہ اگر تمام عمر بچلہ و خلوت با ذکر و فکر سر بسنگ زند انتہائی ہر طریقہ را بابتدائی قادری ہرگز نمی رسد چرا کہ طریقہ قادری سروری مثل آفتاب است و دیگر طریقہ ہا مثل چراغ۔ پس چراغ را چہ قدرت است کہ پیش آفتاب روشن شود۔

سلطان باہو۔ تیغ برہنہ مکتوبہ ۱۳۰۶۔ ص ۲

پھر فرمایا - مرشد کامل قادری وہ ہے جو ایک ساعت یا ایک روز میں بہر صورت ان تمام مراتب کو حاضرات اسم ذات سے یا توجہ یا نظر یا فکر سے طالب اللہ کے نصیب میں عطا کر دے - ایسی قوت اور توفیق فقر و وحدانیت قادری طریقہ میں ہی ہے - پس اگر کوئی اور دعویٰ کرے تو جھوٹا اور اہل حجاب میں سے ہے (۳)

اور فرمایا - علمائے عامل باللہ اور فقیر کامل فی اللہ کے لئے حیات و ممات ایک ہی ہے نیز ان کے لئے قبر اور گھر - خواب اور بیداری - مستی اور ہوشیاری - بھوک اور پیٹ بھر کھانے - مجاہدہ اور مشاہدہ - بولنا اور خاموش رہنا یکساں ہے کیونکہ وہ بیان سے گزر کر عیان پر پہنچ جاتے ہیں - اور جان سے گزر کر لامکان پر چلے جاتے ہیں - یہ مراتب قادری کے ابتدائی مراتب ہیں - اے ناسوتی پریشان! ہر ایک طرح کی انتہا قادری کی ابتدا کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی - جو شخص دعویٰ کرے کہ مقابلہ کرسکتی ہے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا اہل حجاب اور مادر زاد اندھا ہے - جو کچھ میں کہتا ہوں سچ سچ کہتا ہوں یہ کوئی حسد کی وجہ سے نہیں کہتا - (۴)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں - اگرچہ آپ سب کا مقام بلند ہے - پھر بھی میرا مقام آپ کے مقام سے بلند تر ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا - (۵)

نیز ـــــ جس طرح باز اشہب (سیاہ و سفید پروں والا باز) تمام پرندوں پر غالب ہے اسی طرح میں تمام مشائخ پر غالب ہوں - بتاؤ مردانِ خدا میں سے کون ہے جس کو میرے جیسا مرتبہ عطا کیا گیا ہے - (۶)

---

(۳) مرشد کامل قادری آنست کہ دریک ساعت یا دریک روز ایں ہر یک عطا مراتب ہر آئینہ از حاضرات اسم اللہ ذات یا با توجہ یا بانظر یا بتفکر طالب اللہ را نصیب گرداند ایچنیں قوت و توفیق الفقر وحدانیت در طریقہ قادریست پس دیگر یکہ دعوی کند کذاب اہل حجاب میباشد - سلطان باہو - تیغ برہنہ قلمی ۱۳۰۶ ھ - ص ۲۵

(۴) علما عامل باللہ و فقیر کامل فی اللہ را حیات و ممات یکی ست .... تا ..... ہر کہ دعویٰ کند کہ برسد دروغی د کاذب مادرزاد کور اہل ظلمت و حجاب تا بلب گور فقیر آنچہ گوید از حساب نہ از حسد - سلطان باہو - فضل اللقاء - قلمی مکتوبہ ۱۹۱۷ء ص ۸

(۵) مقامکم العلی جمعاً ولکن - مقامی فوقکم مازال عالی -
سید عبدالقادر جیلانی - قصیدہ غوثیہ - مرتبہ و مترجمہ حافظ برکت علی لاہوری - مطبوعہ آرمی پریس لاہور - ص ۲

(۶) ان البازی اشہب کلّ شیخ - ومن ذا فی الرجال اعطی مثالی
سید عبدالقادر جیلانی - قصیدہ غوثیہ - مرتبہ و مترجمہ حافظ برکت علی لاہور - ص ۳

پھر فرمایا ـــــ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قطبوں پر حاکم بنایا ہے۔ پس میرا حکم ہر حالت میں جاری ہے (۷)

اور ـــــ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور میرا مرتبہ محذع (خاص مقام) ہے اور میرے قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔ (۸)

دارا شکوہ رح (۹) لکھتے ہیں۔ بروز جمعہ ۸ رجب المرجب ۱۰۵۵ ہجری المقدس اس فقیر کو غیبی آواز دی گئی کہ اولیائے خدا کے سلسلوں میں سے بہتر سلسلہ عالیہ اور عمدہ طریقہ قادریہ ہے (۱۰)

---

(۷) و ولانی علی الاقطاب جمعاً ۔ فحکمی نافذٌ فی کل حالِ
سید عبدالقادر جیلانی ۔ قصیدہ غوثیہ ۔ مرتبہ و مترجم حافظ برکت علی لاہور ۔ لاہور ۔ ص ۳

(۸) انا الحسنی والمحذع مقامی ۔ واقدامی علیٰ عنق الرجال ۔
سید عبدالقادر جیلانی ۔ قصیدہ غوثیہ ۔ مرتبہ و مترجم حافظ برکت علی لاہوری ۔ لاہور ص ۸

(۹) محمد دارا شکوہ حنفی قادری ۔ ابن شاہ جہان شاہنشاہ ہند (دور مغلیہ ہند)

(۱۰) محمد دارا شکوہ ۔ رسالہ حق نما۔

ن نال میں سیر نال پا چھٹا کی نال پوری سرساہی ہو (۱)
۱۸۸ نال میں تولہ نال میں ماسا ہݨ گل رتیاں تے آئی ہو (۲)
رتی ہوݨواں وِنج رتیاں تُلاں اوہ بھی پوری ناہی ہو (۳)
وزن تول پورا وِنج ہوسی **باھو** جداں ہوسی فضل الٰہی ہو (۴)

لغت : چھٹاکی : چھٹانک سرساہی : چھٹانک کا ½ حصّہ ماسا: ماشہ
گل: بات، معاملہ۔ ہوݨواں : میں ہو جاؤں۔ رتیاں : رتیوں میں ۔ تُلاں: وزن کیا جاؤں ۔

پوری : وزن میں برابر ۔

ترجمہ :۔ ۱۔ میں نہ تو (وزن ہستی میں) سیر ہوں، نہ پاؤ ہوں، نہ چھٹانک ہوں اور نہ ہی سرساہی ہوں۔
۲۔ نہ ہی تولہ ہوں نہ ہی ماشا ہوں بلکہ اب تو بات رتیوں پہ آ گئی ہے ۔
۳۔ میں اگر رتی ہوتا تو رتیوں میں تو تولا جا سکتا (اب تو) پوری رتی بھی نہیں ہوں ۔
۴۔ اے باہو۔ جب اللہ تعالیٰ کا فضل (شامل ہوتا ہے) تب سب وزن تول پورا جا ہوتا ہے ۔

---

(۱) ج ۔ ا ن ۔
(۲) ج ۔ ا ن ۔
(۳) ج ۔ ا ن ۔
(۴) ج ۔ ا ن ۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین اس بیت میں دو افکار پیش کرتے ہیں - پہلی فکر میں فرماتے ہیں کہ انسان بحیثیت بشر خاکی کے کیا ہستی رکھتا ہے - اس کی وزن ہستی تو حقیقت میں کچھ بھی نہیں، اس کا عقل محدود، اس کی بصیرت و بصارت محدود، اس کی سماعت و قوت ہمہ محدود ہے تو اس کی جملہ ہستی کی کیا بضاعت؟ کچھ بھی نہیں وزن ہستی میں اس کا شمار نہ سیر میں ہے اور نہ دراصل سرسا ہی میں ہے -

دوسری فکر میں فرماتے ہیں کہ البتہ جب انسان پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص اس کے شامل حال ہو جائے تو وہ حقیقتاً باوزن ہستی ہو جاتا ہے - کیونکہ اس کا تعلق عقل کل، بصیر، سمیع، قوی سے اور مکمل طور پر عظیم الشان ظاہر و باطن سے ہو جاتا ہے -

گویا مخلوق خدا میں باوزن ہستی ذات فقیر ہے جس کا تعلق ذات اللہ سے ہے - اسی ضمن میں ایک حکایت قابل بیان ہے - ایک بار حضرت سلطان نظام الدین اولیا رح نے حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت میں یہ سوال تحریر کیا - منکہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاراں ہیچ من خود را ہیچ می پندارم و حق میفرماید کہ من درتو ام و شریعت میگوید کہ ادب کن پس جواب ایں ہر سہ کلمہ قلمی فرمایند - قلندر صاحب رح نے جواب میں یہ رباعی ارسال فرمائی ہے

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من   ایں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئی من و تو   چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من (۱)

دراصل انسان کی ہستی کا تمام راز اسی وجود مطلق کے دم سے ہے - اگر اس کا تصور نہیں تو انسان کی کوئی حقیقت نہیں - اس کی ہستی بے وزن ہے اور اگر اس ذات مطلق کا تصوّر شامل حال ہے تو انسان ہر حال میں باوزن اور باحقیقت ہے -

اسی ضمن میں حضرت سلطان محمد نواز رح کا خیال دیکھئے

نہ من منم نہ من منم   نہ جسم من نہ تن منم
رفتم زکفر و از ایمان آنجا رسد نہ کس گماں   مکان لامکان منم نہ من منم نہ من منم

۱۔ بشکریہ مولوی گل حسن قادری ۔ تذکرہ غوثیہ ۔ دہلی ۱۲۸۹ھ ص ۲۷۵

۲۔ سلطان محمد نواز: مجموعہ کلام ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ ۔ ص ۲۰ تا ص ۲۲ (اقتباس)

ن نیڑے وسن دُور دسیون دیڑھے ناہیں وڑدے ہو (۱)
۱۸۹ اندروں ڈھونڈن داول نہ آیا مورکھ باہروں ڈھونڈن چڑھدے ہو (۲)
دوُر گیاں کُجھ حاصل ناہیں شوہ لبھّے وچ گھر دے ہو (۳)
دل کر صیقل شیشے وانگوں باھو دور تھیون گل پردے ہو (۴)

لغت :- نیڑے : نزدیک ۔ وسن : بستے ہیں ۔ وَل : طرز، طریقہ، ڈھب

مورکھ : بدبخت ، منحوس

ترجمہ :- ۱۔ اے درویش محبوب حقیقی تو (شہ رگ سے بھی) قریب بستا ہے (اور تجھے قریب نفس اور اپنی کم نظری سے) دور دکھائی دیتا ہے (اور یہ حسرت ہے کہ محبوب میرے دل کے) صحن میں داخل نہیں ہوتا ہے ۔

۲۔ (انہیں اپنے من کے) اندر (اپنے محبوب حقیقی کو) تلاش کرنے کا ڈھب نہیں آتا ۔ (اور یہ) بدبخت (اپنے من سے) باہر تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔

۳۔ (اے درویش) دور جا کر (ڈھونڈھنے) سے کچھ حاصل نہیں، محبوب حقیقی تو اپنے (دل کے) گھر کے اندر مل جاتا ہے ۔

۴۔ اے باہو (اسم ذات کے ذکر و تصور سے) دل کو آئینہ کی طرح صیقل کر لیں تو سب پردے (جو کہ رویت محبوب کے لئے حجاب بنے ہوتے ہیں) دور ہو جائیں گے ۔

---

(۱) ت ۔ ب ا ۔

(۲) ت ۔

ب ا میں یوں ہے ع ڈھونڈن داول کسے نہیں پایا مورکھ ڈھونڈن چڑھدے

(۳) ت ۔ ب ا ۔

(۴) ت ۔ ب ا میں یوں ہے ع دل کر صیقل شیشے وانگر حضرت باہو اُڈ دین غفلت دے پردے

تشریح : بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی تو ہمارے قریب ہی ہے البتہ غیر عارف کی نظر میں وہ دور ہے۔ دیوان باہو میں فرمایا ؎

قرب حق نزدیک من حبل الورید　　تو جمالش را نہ بینی بے نظر
چوں حجاب ماؤ ومن آمد میان　　زاں سبب بینی بیاباں بشتر　(۱)

دراصل وہ ذات باری تعالیٰ ہم سے دور نہیں البتہ ہماری اپنی ذات حجاب کا باعث ہے۔ ہم اگر اپنی ذات میں غور کریں تو وہ محبوب حقیقی تو ہم میں موجود ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔" اور بیچ جانوں تمہاری کے ہے کیا پس نہیں دیکھتے ہو تم۔ (۲) اپنے سے باہر ڈھونڈنے سے کیا سُود اور دور جانے سے کیا فائدہ، وہ محبوب تو اپنے خانۂ دل میں موجود ہے۔

؎ قرب حق با تو چناں دار یقین　　تو ہمی دانی کہ ازما دور تر
کاشکی از قرب او واقف شوی　　تا نگردی گرد دنیا دربدر
یار منزل دوستاں خود دور نیست　　چشم باید تا شوی صاحب نظر
وادی طی کن کہ خود نزدیک تر　　منزل جاناں در جان خود نگر　(۳)

البتہ تو اسے اس لئے نہیں دیکھ سکتا کہ تیرے دل پر حجاب ہے۔ اس زنگ آلود حجاب کو صاف کر دے۔

؎ زنگ از دل دُور کُن صیقل بزن　　لایزل لاصیقل آمد بالیقین (۴)

پھر فرمایا ؎

باصدق دل بشو آگاہ و قدم نہ　　زیرا کہ رہی عشق بجز صدق وصفائیت
ای یار بجز کار جفا خود ذکری چیست　　ایں ذکر صفا است بجز اہل صفائیت　(۵)

---

(۱) سلطان باہو، دیوان باہو۔ مرتبہ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء۔ غزل ۲۲۔ ص ۱۱

(۲) وفی انفسکم افلا تبصرون (الذٰریٰت۔۲۱۔) قرآن مجید عکسی ترجمہ شاہ رفیع الدین۔ ص ۶۲۷

(۳) سلطان باہو۔ دیوان باہو۔ مرتبہ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء۔ غزل ۲۲۔ ص ۱۰۔ ۱۱

(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 غزل ۲۳ ص ۱۱

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 غزل ۴۷ ص ۲۰

و۔ وحدت دے دریا اُچھلے تھل جل جنگل رینے ہو (۱) ۵

۱۹۰ عشق دی ذات منیندے ناہیں سانگاں جھل تیپنے ہو (۲)

رنگ بھبھوت ملیندے ڈٹھے سیئے جوان لکھینے ہو (۳) ۵

میں قُربان تنہانتوں **باھو** جہڑے ہوندیاں ہمت ہینے ہو (۴) ۵

لغت: اچھلے: اچھل پڑے۔ رینے: سیراب ہوئے۔ جھل: سہہ
تیپنے: تھپیڑیں۔ لکھینے: بیش قیمت، اعلیٰ قدر۔ بھبھوت: گرد، خاکستر۔
ہوندیاں: ہوتے ہوئے۔ ہینے: عاجز۔

ترجمہ: ۱۔ (اے درویش) دریائے وحدت (ذات توجوش میں آکر اس طرح اپنے کناروں سے باہر) چھلک پڑا ہے (کہ کوئی شے ان کی فیض یابی سے خالی نہیں) اور پانی ریگستان جنگل (وغیرہ) (سب کے سب رحمت ذات سے) سیراب ہو گئے ہیں۔

۲۔ (بعض ازلی بدنصیب) (اس قدر فیضان عالم کے باوجود دریائے وحدت) عشق (اللہ) ذات کے منکر ہیں اور (اپنی ازلی بدبختی) کے نیزوں کے زخم) زندگی و آخرت کے) تھپیڑوں میں سہہ رہے ہیں۔

۳۔ (حالانکہ اس کے برعکس) سینکڑوں (خوش نصیب) بیش قیمت نوجوان (جنہیں ذوق عشق ذات حاصل ہو گیا ہے) انہیں (آسائش تن کو ترک کرکے) گرد و خاکستر کا رنگ ملتے ہوئے بھی دیکھا

۴۔ اے باہو۔ میں ان عاشقان صادق کے) قربان جاؤں۔ جو کہ ہمت (اعلیٰ) حاصل ہونے کے باوجود عاجز ہیں۔

---

(۱) ا۔ ب۔ ک ۵۔ ع۔ ف۔ ش۔ ذ میں (تھل جل) کی بجائے (جل تھل) درج ہے۔

(۲) ا۔ ب۔ ک۔ ج ک میں (تیپنے) کی بجائے (پیچھینے) درج ہے۔

(۳) ا۔ ب۔ ۵ ع۔ ش۔ ف۔ ذ میں (رنگ کی بجائے (انگ) درج ہے

(۴) ا ۵ ب۔ ک۔ ن میں یوں ہے کہ میں قربان تنہاں توں **باھو** جہڑے ہوندی ہمت ہینے ہو

تشریح :- یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ شہودی سے متعلق ہے جکی تفصیل حصہ ب کے بیت ۲۳ میں بیان ہو چکا ہے -

بیت میں حضرت سلطان العارفین کا فرمان یہ ہے کہ کائنات میں ہر طرف مظہر ذات ہے اور ہر طرف وحدت و معرفت کے اسرار ظاہر ہیں۔ مگر ایسے لوگ بھی کثرت سے موجود ہیں جو اس وحدت و معرفت کے دریا سے فیض یاب نہیں ہوتے بلکہ محبوب حقیقی کے عشق سے انکار کرتے ہیں۔ عشق ذات الہی ایک حقیقت ہے جس سے انکار کرنے پر اسی دُنیا میں بھی المناک نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ البتہ ایسے خوش بخت جوان بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنی زندگی عشق الہی میں وقف کر رکھی ہوتی ہے - اور یہ بیش قیمت جوان ظاہراً فقیروں اور درویشوں کی طرح گرد و غبار سے لٹے ہوئے ہوتے ہیں - یہ پُر عزم و بلند ہمت و بیش قیمت جوان ہر قوت و حوصلہ رکھنے کے باوجود اپنے قادر مطلق کی محبت و رضا کے لئے اس دُنیا میں عاجزوں کی طرح رہتے ہیں - ان عشاق ذات کے صبر و حوصلہ و تسلیم و رضا کے سامنے قربان جایئے -

دریائے رحمت کے فیضان کے ضمن میں ابن العربی فرماتے ہیں ـــ شان "رحمن" اللہ تعالیٰ کی کُلی اور عالمگیر صفت ہے جو سارے عالم پر اثر فرما ہے جس سے کافر و مسلم دونوں مستفید ہو رہے ہیں۔ مسلم کو بھی وجود مل رہا ہے اور غیر مسلم کو بھی اور ہر ایک کو جزوی طور سے بلحاظ خصوصیات جو فیض پہنچ رہا ہے اس کو رحیمیت کہتے ہیں (۱)

اسی طرح سلطان العارفین فرماتے ہیں ـ اور مجھے حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کو ارشاد کرنے کا حکم ملا ہوا ہے مسلم ہوں یا کافر، بانصیب ہوں یا بے نصیب اور خواہ زندہ ہوں یا مُردہ - (۲)

گویا دریائے رحمت الٰہی تمام کائنات کی مخلوق کو سیراب کر رہا ہے۔ البتہ بدبخت و بانصیب

---

(۱) محی الدین ابن العربی - نصوص الحکم - ص ۲۵۶

(۲) واز حضور فائض النور اکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم ارشاد خلق شدہ چہ مسلم وچہ کافر چہ بانصیب وچہ بی نصیب چہ زندہ وچہ مُردہ -

سلطان باہو - رسالہ روحی - مکتبہ ۱۳۰۶ ہجری - ص ۶ -

اس رحیم کی رحمت سے مستفید ہونے کے باوجود انکار کرتے ہیں ۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے ۔ سمجھ اور جان کہ بے شک کافر شبہ میں ہیں اپنے پروردگار کے دیدار سے۔ اور جان کہ بے شک خدائے تعالیٰ سب چیز کو گھیرنے والا ہے ۔ (۳)

اور وہ لوگ، عشاقِ ذات جن کا شیوہ تواضع و انکساری ہے حقیقتاً اصل، بلند اور پائیدار طاقت کے مالک ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی عشاق میں سے کوئی ایک عبداللہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ابن العربی یوں کہتے ہیں ۔

"ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے ۔ وہ اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے ۔ اس کو قطب الاقطاب اور غوث کہتے ہیں ۔ جو عبداللہ اور محمدی المشرب ہوتا ہے ۔ وہ بالکل بے ارادہ تحت امر اور قرب فرائض میں رہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہوتا ہے اُس کے توسط سے کرتا ہے ۔ سب سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی بڑی قدرت ہے اور وہ ہے کہ اپنے کو بے بس بے طاقت جانتا ہے ۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ کس قدر تاباں ہے وہ پکار کر کہہ رہا ہے ۔ میری اصلی حالت دیکھنا ہو تو ، خسوف و کسوف میں دیکھو ، مجھے نور سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا ۔ ظلمت میری اصل ہے ۔ یہ نور شمس ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو ۔" (۴)

---

(۳) الا انھم فی مریۃٍ من لقاءِ ربھم الا انہ بکلِ شیءٍ محیط ۔ (پ ۲۵ س ۴۱)

ترجمہ: سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے ۔ سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے ۔

(قرآن عظیم ۔ مترجمہ شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ تاج کمپنی ۔ ص ۶۹۰)

اور ملاحظہ ہو ۔ من کان یرجوا لقاءَ اللہ فانّ اجل اللہ لاٰت و ھو السمیع العلیم (العنکبوت ۔ ۵)

ترجمہ: جسے اللہ سے ملنے کی اُمید ہو تو بے شک اللہ کی میعاد ضرور آنیوالی ہے اور وہی سنتا جانتا ہے ۔

(قرآن عظیم ۔ مترجمہ شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ تاج کمپنی ۔ ص ۶۴۳)

مزید فرمان ہوتا ہے ۔ والذین کذبوا بایٰتنا ولقاء الاٰخرۃ حبطت اعمالھم (پ ۹ س ۷)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا ۔

(قرآن عظیم ۔ مترجمہ شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ تاج کمپنی ۔ ص ۲۰۱)

(۴) محی الدین ابن العربی ۔ فصوص الحکم ۔ ص ۲۳۲ ۔

و- وحدت دے دریا اُچھلے ہک دل صحی نہ کیتی ہو (۱)

۱۹۱ ہک بُت خانے واصل تھیئے ہک پڑھ پڑھ رہے مسیتی ہو (۲)٥

فاضل چھڈ فضیلت بیٹھے عشق بازی جان لینی ہو (۳)©

ہرگز رب نہ ملدا باھو جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی ہو (۴)

لغت: اُچھلے: اچھل پڑے، لبریز ہے۔ صحی: صحیح

تھیئے: ہوتے۔ ترٹی۔چوڑ کیتی: سب کچھ برباد کیا ہے۔

ترجمہ:۔ ۱۔ (اے درویش) دریائے وحدت (تو) موجزن ہے۔ ایک (تیرے) دل نے (ہی) عرفان (حاصل) نہ کیا۔

۲۔ ایک (تو ایسے عارفان ذات ہیں جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل ہے) (وہ) تو بتخانہ (میں رہ کر) بھی واصل (ذات) ہوگئے۔ اور ایک (ایسے بے معرفت بھی ہیں جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل نہیں) وہ مساجد میں پڑھتے پڑھتے (بھی محروم) رہ گئے۔

۳۔ جب (کسی خوش نصیب کی زندگی کے قمار کی) بازی (عشق ذات) جیت لیتا ہے تو ایسی حالت میں کئی) فاضل (علم ظاہری کی) فضیلت ترک کرکے (محو عشق ذات ہوجاتے ہیں)

۴۔ اے باہو۔ (وصال حق کے لئے متاع دارین کا قربان کردینا لازم ہے) (اس لئے) جنہوں نے اپنا سب کچھ (راہ حق میں قربان و) برباد نہ کر دیا انھیں ہرگز (دیدار رب تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا۔

---

(۱) ب۔ش۔ذ۔ف (۲) ب۔ اک۔ ٥ ف۔ش۔ذ میں (واصل) سے پہلے (ونج) کا اضافہ ہے۔

(۳) اک۔ © ب میں یوں ہے ع فاضل چھوڑ فضیلت بیٹھے عشق بازی جُن لیتی

ف۔ذ۔ش میں یوں ہے ع فاضل چھڈ فضیلت بیٹھے عشق بازی جس لیتی ہو۔

(۴) ب۔ش۔ذ۔ف۔

تشریح :- یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ شہودی سے متعلق ہے جس کی تفصیل حصہ ب کے بیت ۲۳ میں ملاحظہ ہو۔

بیت میں حضرت سلطان العارفین ایک بار پھر اس حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں کہ دریائے وحدت تو تمام کائنات میں موجزن ہے۔ بحکم الٰہی — خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔ (۱)

پھر فرمان ہے — اور رحمت تیری نے سما لیا ہر چیز کو۔ (۲)

لیکن افسوس تیرے دل نے اُسے نہ پایا۔ پھر فرماتے ہیں یہ عرفان و معرفت علم و فضل کے مراتب سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ کسی مقدس کام میں قیام یا عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ محبت ذات میں ماسوا کو ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم ظاہر روشنی طبع اور شائستگی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے جو علم معرفت حاصل کرنے کے لئے ممد ثابت ہوتا ہے بلکہ معرفت کے لئے ایک زینہ کا کام بھی دیتا ہے لیکن صفائی قلب اور پاکیزگی نفس کے لئے علم باطن کا کام ہے جس کے لئے تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے۔ اسی طرح مقدس مقامات، مساجد و خانقاہ وغیرہ ایک پاکیزہ ماحول تو پیدا کر سکتے ہیں جو علم معرفت کے حصول کے لئے ممد ہیں لیکن معرفت کے حصول کے لئے سالک کو تزکیۂ نفس کا انتظام و اہتمام کرنا ہوگا ورنہ ظاہر علم اور مسجد و خانقاہ کی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے کہ نفس ہی فربہ ہوتا رہے چہ جائیکہ معرفت حاصل ہو۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ یہ ہر ایک کے اپنے دل کی صفائی اور روحانیت کا معاملہ ہے کوئی تو بُت خانے میں رہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عرفانِ ذات حاصل کر لیتا ہے اور کوئی مسجد میں رہ کر علم و عبادت میں مصروف رہ کر بھی بلعم باعور کی طرح محروم رہے اور جب عرفان ذات حاصل ہوجاتا ہے تو بڑے بڑے عالم فاضل عرفانِ ذات کے سامنے اپنے ظاہری علم و فضل کو ہیچ سمجھ کر عالمانہ فخر و غرور چھوڑ کر فقیرانہ عجز و نیاز اختیار کر لیتے ہیں اور مولانا کے رُوم کی طرح فضیلت چھوڑ کر فقر اختیار کر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اپنا سب کچھ قربان کئے بغیر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا حق حاصل نہیں ہو سکتا۔

اسی موضوع پر شرح بیت ۳۰ میں بھی بیان ہو چکی ہے ؎

کمینہ شرط وفا ترک سر بود حافظ ۔۔۔ برو اگر ز تو ایں کار بر نمے آید (۴)

---

(۱) الا انہ بکل شیء محیط (پ ۲۵ ع ۱) (۲) ورحمتی وسعت کل شیء (۹ ع ۹)

(۳) بنی اسرائیل کا ایک عالم درویش جو کہ کافر تھا۔

(۴) حافظ شیرازیؒ

د۔ وحدت دا دریا الٰہی جتھے عاشق لیندے تاری ہو (۱)

۱۹۲ مارن ٹبیاں کڈھن موتی آپو آپی واری ہو (۲)٥

دُرِّ یتیم وچ لئے لشکارے جیوں چن لاٹاں ماری ہو (۳)۞

سو کیوں نہیں حاصل بھردے باھو جہڑے نوکر نیں سرکاری ہو (۴)

لغت : تاری : تیراکی ٹبیاں : غوطے کڈھن : نکالیں

آپو آپی : اپنی اپنی ۔ لشکارے : چمک دمک ۔ لاٹاں : شعاع ،شعلہ ۔

حاصل بھردے : محصول ادا کرتے ۔

ترجمہ :۔ (اے درویش) (یہ) دریائے وحدت الٰہی ہے جہاں عاشقان (ذات) تیراکی کرتے ہیں۔

۲۔ (یہ عاشقان ذات دریائے وحدت میں غواص بن کر) غوطہ زن ہوتے ہیں اور (اپنی اپنی استطاعت کے مطابق) باری باری (عرفان ذات) کے جواہرات برآمد کرتے ہیں ۔

۳۔ (انہیں جواہرات دریائے معرفت ذات میں ایک) دُرِّیتیم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) جن کی تجلّی (آسمان معرفت میں) بمثال ماہتاب (بصارت افروز و) شعاع فگن ہے۔

۴۔ اے باہو ("تمام سالکان طریقت تو) (مدنی) سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) (کی بارگاہ عالی کے خادم) اور نوکر ہیں۔

لہٰذا یہ (بارگاہ نبوت میں اخلاص وارادت کا) محصول کیوں نہیں ادا کرتے۔

---

(۱) ۲ ۔ ف ۔ ذ ۔

(۲) ارک ۔ ٥ ۔ ۶ ۔ ذ ۔ ف ۔ ش میں یوں ہے ع مارن چبھیاں کڈھن موتی آپو اپنی واری ہو

(۳) ارک ۞ ۶ ۔ البتہ (چن) کی بجائے (چند) درج ہے ۔

ش ۔ ف ۔ ذ میں بھی (چن) کی بجائے (چند) درج ہے۔

(۴) ۶ ۔ ف ۔ ش ۔

تشریح :۔ یہ بیت عامۃ المسلمین کے لئے ایک لمحۂ فکر یہ پیدا کرتا ہے ۔ جبکہ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کا دریائے وحدت و معرفت تو ہر وقت جاری ہے اور خواصانِ اُمّت غواصی کرکے جواھر معرفت حاصل کرتے ہیں اور اُس دُرِّ یتیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب و وصال حاصل کرکے اپنے دامن مراد بھر لیتے ہیں اور وہ دُرِّ یتیم اور اُسکی حقیقت ماہ تاباں کی طرح روشن ہے مگر تمام امت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس تابانی کو کیوں نہیں دیکھتی اور اس کا اتباع کرنے میں کیوں غافل ہیں ۔

قرآن حکیم میں بھی کئی بار فرمان ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص بندے لوگوں کو ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں بھیجے اور ہر دور کے لئے ہدایت کی کتاب بھی ساتھ بھیجی تاکہ لوگ ہدایت پائیں اور کتاب الٰہی کو اپنا دستور بنالیں مگر لوگ اپنے فرائض منصبی سے غافل ہیں اور حق ادا نہیں کرتے (۱)

---

(۱) ولقد اتینا موسی الکتٰب ۔۔۔۔ تا ۔۔۔ فریقاً تقتلون (البقرۃ ۔ ۸۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اسکی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان (انبیاءؑ) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو (قرآن عظیم ترجمہ احمد رضا خان ۔ ص ۲۲)

— ولما جاءھم رسولٌ ۔۔۔ تا ۔۔۔ کانھم لا یعلمون (البقرۃ ۔ ۱۰۱)

ترجمہ :۔ اور جب اُن کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتابیوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دی (قرآن عظیم ۔ ترجمہ احمد رضا خان ۔ ص ۲۶)

— کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ۔۔۔ تا ۔۔۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون (البقرۃ ۔ ۱۵۱ ۔ ۱۵۲) ترجمہ :۔ جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے ۔ اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جسکا تمہیں علم نہ تھا ۔ تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو (قرآن عظیم ترجمہ احمد رضا خان ص ۳۷ ۔ ۳۸)

— نزل علیک الکتٰب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ وانزل التوراۃ والانجیل (آل عمران ۔ ۳) ترجمہ :۔ اُس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اُس سے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری (قرآن عظیم ۔ ترجمہ احمد رضا خان ۔ ص ۹۷) (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس بیت میں تین باتیں کہی گئی ہیں ۔ اوّل دریائے وحدت میں عشاق ذات سرشار ہو چکے ہیں اور ہر ایک دریائے معرفت میں غواصی کرکے دُرِ مقصود حاصل کر رہا ہے ۔ دوم ۔ دریائے وحدت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ماہِ تاباں کی طرح روشن و تابندہ ہے ۔ سوم ۔ اُمتِ محمدی جس نے تابع رہنے کا دم بھرا ہے وہ کیوں اپنے فرض اتباعِ رسولؐ سے غافل ہیں ۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا . . . تا . . . علی کل شیئ قدیر (آل عمران ۱۶۴ - ۱۶۵)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے ۔ کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دوگنی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی ۔ تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ۔ (قرآن عظیم ۔ ترجمہ احمد رضا خان ص ۱۱۴ ، ۱۱۵)

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل (سید عالمؐ) آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (قرآن) اتارا ۔ (قرآن عظیم ۔ ترجمہ احمد رضا خان ۔ ص ۱۶۹)

— قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین (المائدہ ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (سید عالمؐ) آیا اور روشن کتاب (قرآن) ۔ (قرآن عظیم ترجمہ احمد رضا خان ص ۔)

و ۔ وکنجڑ سرتے فرض ہے مینوں قول قالوبلیٰ داکرکے ہو (۱) ۃ

۱۹۳ لوک جانے ملے متفکر ہوئیاں وتج وحدت دے وڑکے ہو (۲) ھ

شوہ دیاں ماراں شوہ ونج لہیساں عشق تلہ سر دھرکے ہو (۳) ۃ

جیوندیاں شوہ کسے نہ پایا باھو جیں لدھا تیں مرکے ہو (۴) ۵

لغت:۔ دکنجڑ: جانا ، شوہ: محبوب ، شوہ: انتہا ، لہیساں: اتاردوں گا۔ لدھا: حاصل کیا ۔ پایا۔

ترجمہ:۔ ۱۔ (اے درویش ۔میں نے روزازل اس ذات سے) قالوبلیٰ کا قول کیا ہے (اس لئے راہ معرفت میں عرفان حق کے لئے) جانا (میرے) سرپرفرض ہے ۔

۲۔ (میں تو) دریائے وحدت (ذات) میں داخل ہوکر (ایفائے عہد ازل کا فرض منصبی ادا کررہا ہوں) (لیکن نامحرم راز) لوگ سمجھتے ہیں کہ (میں) متفکر ہوگیا ہوں ۔

۳۔ میں نے دریائے وحدت میں تیرنے کے لئے عشق کے تلہ (کا سہارا بناکر) اس پر سر دھرلیا ہے (اور انشاء اللہ) محبوب (حقیقی) نے جو ضرب (عشق میرے دل پر لگائی ہے یہ مجھے) دریائے (وحدت) کے انتہا تک اتارلے جاوے گی ۔

۴ ۔ اے باہو۔ حیات (نفس) کے ساتھ (کسی سالک) نے (وصال) محبوب حاصل نہیں کیا (بلکہ جس نے بھی (وصال محبوب) حاصل کیاہے ۔موت (نفس) حاصل کرکے ہی کیا ہے ۔

---

(۱) اکہ ۃ باقی نسخوں میں ہے کا اضافہ نہیں ہے ۔
ۃ باقی تمام نسخوں میں (سرتے) کی بجائے (سرپر) درج ہے
ء میں یوں ہے ع وکجن سرپرفرض مینوں ہویا قول قالوبلے داکرکے ہو ۔
ب میں یوں ہے ع وکجن سرفرض ہویا میں تان قول آیہاں قالوکرکے ۔
(۲) ء ، ذ ، ش ، ف ، ھ ۔ ب میں یوں ہے ع لوک جانی متفکر ہویاں وچ رات اندھاری ڈرکے ۔
(۳) ۔ ذ ۔ش، ف ، ۃ ب ۔ البتہ شوہدیاں) کی بجائے (شوہدی) درج ہے ۔
(۴) ۔ ب ۔ البتہ (جیوندیاں) کی بجائے (جیندیاں) درج ہے ۔ ء ۔ ن
۵ ۔ باقی نسخوں میں مصرعہ سے پہلے باہو آتا ہے ۔

تشریح: ۔ یہ ایک لقائے خاص و ملاقات مخصوص ہے ع بے مرے کے خدا نہیں ملتا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث دجال میں فرماتے ہیں ۔ تم میں کا کوئی شخص جب تک نہ مرے ۔ اپنے خدا کو نہیں دیکھ سکتا ۔ جس کی یہ صفت ہوگی وہ ضرور مشتاق ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کا شوق بھی اپنے مقربوں کے لئے اسی قدر ہے باوجودیکہ حق تعالیٰ اپنے عاشقوں کو دیکھتا ہے تو وہ بھی حق تعالیٰ کو ضرور دیکھنا چاہیں گے مگر مقام دنیا حق سے مانع ہے ۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے حق تعالیٰ فرماتا ہے حتیٰ نعلم یہاں تک کہ میں جان لوں ۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ عالم ہے ۔ وہ اس صفت خاص و طریقۂ مخصوص کے طور پر ملاقات کا شوق رکھتا ہے جو بعد موت ہوگی ۔ اس وقت عاشقوں کے شوق کو بھی تسکین ہوگی ۔ حدیث قدسی جس میں حق کا تردد مذکور ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے ، فرماتا ہے کوئی کام جو مجھے کرنا ہے اس میں سے کسی میں مجھے ایسا تردد نہ ہوا جیسا مجھے مومن بندے کے قبض روح کے وقت ہوتا ہے ۔ وہ مرنے کو مکروہ سمجھتا ہے اور میں اس کی ناخوشی کو مکروہ جانتا ہوں ۔ مگر اس کا مجھ سے ملنا بھی ضروری ہی ہے ۔ اپنے عاشق کو اپنے وصال و ملاقات کی بشارت دی اور یوں نہ فرمایا کہ اس کا مرنا ضروری ہے تاکہ موت کے ذکر سے غمگین نہ ہو ۔ چونکہ بے مرے کے خدا نہیں ملتا ۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے رب سے نہ ملے گا جب تک مر جائے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اور میرا ملنا ، میری ملاقات بھی ضروری ہے ۔ غرض کہ اشتیاق حق کا اس نسبت کے وجود کے لئے ہے ۔ ؎ یحن الحبیب الی رویتی ۔ میرا دوست میرے دیدار کے لئے بیقرار و مشتاق ہے ۔ ؎ وانی الیہ اشد حنینا " اور میں اس کے لئے اس سے زیادہ مشتاق و بیقرار ہوں ۔ (۱)

قول غوث الاعظم ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبادت کر اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آوے تجھ کو یقین ۔ یقین سے مراد اس جگہ موت و دیدار حق تعالیٰ ہے اور مخالفت شیطان و ہوائے نفس سے عبادت حاصل ہوتی ہے ۔ (۲)

نیز حدیث میں آتا ہے ۔ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے (۳)

---

(۱) ۔ محی الدین ابن العربی ۔ فصوص الحکم ۔ ۴۲۷ ۔ ۴۲۸

(۲) قال اللہ عزوجل وعلا واعبد ربك حتی یاتیك الیقین یعنی الموت و اللقاء فالعبادة بمخالفة الشیطان والهوٰی ۔
(سید عبدالقادر جیلانی ۔ غنیۃ الطالبین ۔ ص ۲۹۶)

(۳) الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب ۔
بشکریہ سلطان باہو ۔ محبت الاسرار ۔ ترجمہ اردو چمن الدین ۱۹۶۶ ۔ ص ۵

(۱) دِیہہ دِیہہ ندیاں تارُو ہوئیاں بمبل چھوڑے کاہاں ھُو

۱۹۴ (۲) یار اساڈا رنگ محلیں در تے کھلے سکاہاں ھُو

(۳) ناں کوئی آوے ناں کوئی جاوے اسیں کِیں ہتھ لکھ مُنجاہاں ھُو

(۴) ۵ جے خبر جانی دی آوے باھو کھڑ کلیوں پھُل تھواہاں ھُو

لغت :- دِیہہ دِیہہ : بہ بہ کر ، تارُو : تیراک شناور ، بمبل : پشتہ ـ جو سرکے پودے یا کانے کے اُوپر ہوتا ہے۔
کاہاں : کاہنے ـ کاہی کے پودے نے ، محلیں : محل میں ، در : دروازہ ، تے : کے اُوپر ، کھلے : کھڑے ہو کر
سِکاہاں : ہم آرزُو اور محبت میں ترسیں ، کِیں : کس کے ذریعے ، مُنجاہاں : بھیجیں ، جے : اگر ، کھڑ : کھِل کر
کلیوں : کلی سے ، پھُل : پھول ، تھواہاں : ہو جاویں -

ترجمہ :- (۱) وصالِ حق کے لئے وحدت و معرفت کی ، ندیوں میں بہ بہ کر (یعنی تیر تیر کر) میں اب تیراک ہو گیا ہوں (گویا معرفت کے بُوٹے) کاہنہ نے (پختگی کے) سِٹے نکال لئے ہیں -

(۲) میرا محبوب (تو اس منزل سے بہت ارفع ہے اور خیال و گمان میں نہ سمانے والے) رنگین محل میں ہے (اور) میں (اسکے) دروازہ پہ کھڑا ہو کر (دیدار کے لئے) ترس رہا ہوں۔

(۳) (مقام محبوب کا یہ عالم ہے کہ وہاں) کوئی آجا نہیں سکتا (اب) میں کس (قاصد) کے ہاتھ (اپنے محبوب کو خط) لکھ کر بھیجوں -

(۴) اے باہو - (زہے سعادت) اگر (میرے) محبوب کا پیغام آجاوے تو میں کلی کی طرح کھل کر باغ باغ ہو جاؤں -

---

(۱) - اک ، ۵ :- البتہ (چھوڑے) کی بجائے (چھوڑن) درج ہے۔ ب :- البتہ (کاہاں) کی بجائے (کہیاں) درج ہے۔
ب د :- میں یوں ہے - مصرع - داہ رہ ندیاں تارو ہو یاں بمبل چھوڑے کاہاں -
(۲) اک ، ۵ :- البتہ (رنگ) کی بجائے (رنگ محل) درج ہے - اور (محلیں) کی بجائے (محلے) درج ہے۔ اور (در تے) سے پہلے (میں) کا اضافہ
ب د :- البتہ (محلیں) کے بعد (اساں) کا اضافہ ہے۔
(۳) ب ، ۵ :- البتہ (اسیں کیں) کی بجائے (کِیں) درج ہے۔ ب د :- البتہ (اسیں) درج نہیں ہے۔
(۴) اک ، ۵ :- البتہ (لکھ) درج نہیں ہے -
۵ - ب :- میں یوں ہے مصرع جے کوئی خبر جانی دی دیوے ، ہر کھڑ کلیاں پھل تھیواں ہو
(نوٹ ، د - ف - ت - میں قافیہ کاہیں - سکاہیں - بھجاہیں - تھواہیں درج ہے۔

ع میں شاہباز کراں پروازاں وچ دریا کرم دے ہو ۵

تشریح :- بیت میں حضرت سلطان العارفین اپنے شوق کی واردات بیان فرماتے ہیں کہ وہ دریائے عشق و معرفت میں مسلسل تیرنے سے اب اس بحر معرفت کے شناور ہو چکے ہیں ۔ مگر وہ حقیقت مطلق جس مقام ارفع میں اپنی لامکانی میں بے پرواہ ہے ۔ اس کے ہاں کسی کی کیا مجال ہے جو اس دریائے معرفت کے شناور کا حال بھی پہنچا سکے ۔ وہ تو اس کے اپنے فضل و رحمت سے ہی قرب پا سکتے ہیں اور جب اس کی مہربانی ہو گی تو گویا ہم کلی کی طرح کھل جائیں گے ۔

فارسی کے دیوان میں فرماتے ہیں ۔ میں عشق کے جملہ طریق کا واقف ہوں اور درد و محبت کے تمام دفتر پڑھ چکا ہوں ۔ اب اس کے دیدار میں میرا دل مفتون ہو چکا ہے لیکن وہ محبوب بے پرواہ ہے (۱)

بقول حافظ ع کہ برد بنزد شاہاں ز من گدا پیامی

کہ بکوئی می فروشاں دو ہزار جم بجامی (۲)

حضرت سلطان العارفین محبوب کا دیدار ہونے پر ایک اور مقام پر اس طرح شادمانی کا اظہار فرماتے ہیں ۔

ع حسن محبوب کتنا دلکش ہے ، بلندی ہے اللہ کی ذات کو

میں نے جب اس کا حسن دیکھا تو دل باغ و بہار ہو گیا (۳)

---

۵ دیکھئے حصہ م بیت ۱۷۷

(۱) سہ طریق عشق می دانم ز درد اوراق می خوانم ۔ برخ دل دار مفتونم ولی یار لیست بی پرواہ
(سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ قلمی ۔ از کتابخانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری)

(۲) خواجہ شمس الدین محمد حافظ تجلیات حافظ شیرازی ۔ تہران ۱۳۲۸ ش ص ۲۴۸

(۳) سہ تعال اللہ چہ زیبا روی دلدار ۔ چو حسنش دیدم و دل گشت گلزار
(سلطان باہو ۔ دیوان باہو فارسی ۔ قلمی ۔ از کتابخانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری

ھو ۔ 'ہو' دا جامہ پہن کراہاں اسم کماون ذاتی ہو (۱)

۱۹۵ کفر اسلام مقام نہ منزل ناں اوتھے موت حیاتی ہو (۲) ہ

شاہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے پا اندر ونے جھاتی ہو (۳) ◎

اوہ اساں وچ اسیں انہاں وچ باھو دور رہی قرباتی ہو (۴)

لغت:۔ کراہاں : کرکے ، جھاتی : جھانک ، لدھوسے : پا یا ، قرباتی : قرب

ترجمہ:۔ ۱۔ (عارفان ذات اپنے آپ کو ذات ھو سے فنا کرکے اور) ھو کا جامہ زیب تن کرکے (ذکر اسم اللہ) ذات (کا ورد) کماتے ہیں ۔

۲۔ (وہ عارفان ذات) ایسے لامکانی ہو چکے ہیں کہ وہاں) نہ تو کفر و اسلام ہے اور نہ ہی مقام و منزل اور نہ ہی وہاں (کشمکش) حیات و موت ہے ۔

۳۔ میں نے (فنافی ھُو ہو کر) اپنے (ہی من کے) اندر جھانک کر ذات محبوب حقیقی کو، شہ رگ سے بھی نزدیک پا لیا ۔

۴۔ اے باہو ۔ او درمن و من دراو (پاکر مقام استغراق و محویت ذات حاصل ہے فنافی الذات کے بعد بُعد تو درکنار قرب (کی گنجائش بھی) نہیں ۔

---

(۱) ۔ ا ، ب ، ہ ۔ البتہ (کراہاں) کی بجائے (کرینگی) درج ہے ۔

ہ ل ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ذ میں یوں ہے ع ۔ ھو دا جامہ پہن گھر آیا اسم کماون ذاتی ہو

ی ۔ البتہ (کراہاں) کی بجائے (کر آیا) درج ہے ۔

(۲) ۔ ا ، ب ۔ ی ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ہ ۔ ل میں یوں ہے ع نہ اوتھے کفر اسلام دی منزل نہ اوتھے موت حیاتی ہو

(۳) ۔ ب ۔ ہ ۔ البتہ (اندرونے) کی بجائے (دل اندر) درج ہے ۔

◎ ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ذ میں یوں ہے ع شاہ رگ تھیں نزدیک لبھیسی نوں پا اندرونے جھاتی ہو

تیسرا مصرعہ ا ۔ ی ۔ میں یوں ہے ع ناں لبھے مشرق ناں اتھے مغرب ناں اتھے دینہہ تے راتی ہو ۔

ب ۔ ج میں یوں ہے ۔ ع شہ رگ تھیں نزدیک لدھیسے پا درونی جھاتی ۔

(۴) ۔ ا ۔ ب ۔ البتہ (اسیں انہا وچ) پہلے آتا ہے ۔ اور (رہی) کی بجائے (رہے) درج ہے

۶ ۔ ذ ۔ ش ۔ ف ۔ البتہ (رہی) کی بجائے (ہوئی) درج ہے ۔ ل ۔ البتہ (رہی) کی بجائے (ہوئی) درج ہے ۔

تشریح :- تصوف کی اصطلاح میں یہ بیت توحید حقیقت کے مرتبہ تنزلی کے ذکر میں ہے۔ اور اس مقام کی شرح بیت ۳۲ میں کی گئی ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں - میں علم دیدار کا عالم ہوں مجھے نور ہی دکھائی دیتا ہے - مجھے علم دیدار کے سوائے اور کوئی علم - ذکر، فکر، اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ انہیں چاہتا ہوں کیونکہ تمام علم دیدار الٰہی کی خاطر ہیں سو مجھے حاصل ہے۔ جہاں پر دیدار الٰہی ہے وہاں نہ صبح ہے نہ شام، نہ منزل نہ مقام ہے بے مثل و مثال، ذات لاہوت و لامکان کے اندر اسم اللہ ذات سے انوار تجلیات کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس نور میں دیدار ربقا نظر آتا ہے - (۱)

نیز فرمایا - جتنے مقام ہیں مثلاً ازل - ابد، عرش - کرسی - لوح - قلم - تحت الثریٰ اور بہشت، ان میں اگر کوئی کہے میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو وہ کافر ہے - یہ از روئے حرص و ہوا ہے - دیدار و لقا محض فیض فضل اور عطا ہے جو اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے - جس وقت انوار کی تجلی ہوتی ہے اس وقت کسی جگہ یا مقام کا نام و نشان تک نہیں رہتا - بلکہ لامکان ہوتا ہے (۲)

فقیر کے عین ذات ہونے کے ضمن میں پھر فرمایا - موسیٰ علیہ السلام جب عشق کی تجلیات کے انوار سے مشرف ہوئے - بعدازاں موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر انوار تجلیات تاباں ہوئے اور حکم ہوا کہ اے موسیٰؑ اس وقت اپنے منہ پر برقعہ ڈالو اور جب موسیٰؑ اپنے منہ پر نقاب ڈالتے تو وہ نقاب انوار تجلیات آتش عشق سے سوختہ ہو جاتا لیکن پھر مہتر موسیٰ چاندی و سونا و مس و آہن سے اپنا منہ ڈھانپتے تو وہ بھی آتش عشق سے سوختہ ہو جاتے - حکم ہوا کہ مہتر موسیٰؑ اگر ہزار مرتبہ ہزارہا نقاب منہ پر

---

(۱) من عالم علم دیدار نور بینم بجز علم دیدار، دیگر علم ذکر فکر مراقبہ ندانم و نخواہم کہ جملہ علوم از اللہ برائی دیدار است۔ جائیکہ دیدار است نہ صبح نہ شام نہ روز نہ منزل نہ جا نہ مقام در ذات بے مثل مثال معرفت لاہوت لامکان وصال از میان از اسم اللہ ذات و حروف انوار تجلیات بخیزد انوار تجلیات و در آن انوار می بیند لقا دیدار۔
سلطان باہو - امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۴۲ھ - ص ۷۰

(۲) ازل مقام است و ابد مقام است و از عرش کرسی و لوح و قلم تا تحت الثریٰ مقام است و بہشت مقام است کہ با ہر یک مقام و در ہر مقام خدا تعالیٰ را تشبیہہ دادن روا نیست و نیست روا کہ در مقام مشرف دیدار خدا گوید کافر شود از سر ہوا است اینست مراتب دیدار لقا .... تا ..... در لامکان مشرف لقائی دیدار
سلطان باہو - امیر الکونین - مکتوبہ ۱۳۴۲ھ - ص ۵۶

ڈالتے جاؤ گے سوختہ ہوتے جاؤ گے۔ باقی نہ رہیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے مالک کیا کروں۔ حکم ہوا کہ کسی میرے ولی، زندہ دل عارف باللہ فنافی اللہ کی گدڑی سے ٹکڑا لے کر اس کا نقاب اپنے منہ پر ڈالو وہ سالم رہے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے عارف باللہ فنا فی اللہ کی دلق سے ٹکڑا لے کر اپنے منہ پر ڈالا اور وہ اپنے حضرت موسیٰؑ کے چہرہ پر تا م رہا۔ حضرت موسیٰؑ نے متحیر ہو کر عرض کیا کہ اے میرے مالک یہ نقاب کیوں نہ جلا۔ حکم ہوا یہ نقاب پارچہ گدڑی میرے درویشوں سے ہے اور ان کے وجود میں سوائے میرے ذکر اور عشق کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور ان کے وجود میں اللہ کے فقر کا راز دن رات تجلی کر رہا ہے اور اللہ فقیر انسان کے فقر کا راز ہے۔ دوسرے لوگ محض حیوان ناطق ہیں۔ نیز۔ حدیث قدسی میں ہے۔ انسان کامل میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں (۳)

حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ (۴) نے فرمایا

ای زاہد ظاہر بین از قرب چہ می پرسی

او در من و من در وی چوں بو بگلاب اند (۵)

---

(۳) موسیٰ صلوات اللہ علی نبینا و علیہ السلام بانوار تجلی عشق مشرف گشت . . . . . تا . . . . . حدیث قدسی — الانسان سرّی وانا سرّہٗ (سلطان باہو - عین الفقر - شرح نظام الدین - ص ۶۱ - ۶۲)

(۴) نصیر الدین محمود اودھی معروف بچراغ دہلی - وفات دہلی ۷۵۷ھ (مطابق روابط فرہنگی پاکستان و ایران مولفہ مولف کتاب ہذا - کوئٹہ ۱۹۷۱ء - ص ۴۰)

(۵) نصیر الدین چراغ دہلی

ھ ہِک جاگن ہِک جاگ نہ جانن ہِک جاگدیاں ہی سُتّے ہو (۱)

۱۹۶ ہِک ستیاں جا واصل ہوئے ہِک جاگدیاں ہی مُٹھے ہو (۲)

کے ہویا جے گھگّو جاگے جہڑا لیندا ساہ اپُٹھے ہو (۳)

میں قربان تنہاں توںؔ باھو جنہاں کھوہ پریم دے جُتّے ہو (۴)

لغت :۔ سُتّے : سوتے ہوئے ۔ مٹھے : محروم ہوگئے۔ گھگھو : اُلو

ساہ : سانس ۔ اپٹھے : اُلٹے ۔ جُتّے : جوتے ۔ چلائے

ترجمہ : ۱۔ ایک (تو وہ عارفان کامل ہیں جن کے دل ذکر اللہ ذات میں) بیدار ہیں۔ (اور) ایک (وہ طالبان خام ہیں) جنہیں بیداری (دل) کی سمجھ ہی نہیں (اور) ایک ایسے بدنصیب ہیں جو کہ بظاہر زندہ اور) بیدار ہیں لیکن (ان کے دل خواب غفلت میں) خوابیدہ ہیں۔

۲۔ ایک (تو وہ عارفان ذات ہیں جو کہ ذکر ذات میں مستغرق ہیں اور) سوتے ہوئے بھی (معرفت ذات) میں جا واصل ہوئے ۔ (اور) ایک (ایسے بدنصیب ہیں) جو کہ (بظاہر تو) جاگتے رہے لیکن (عرفان ذات سے) محروم رہے ۔

۳۔ گھگو جو کہ اُلٹے سانس لیتا ہے (اور ذکر اللہ ذات سے محروم ہے) اگر جاگتا رہے ، (تو اس کے بیدار رہنے سے) کیا حاصل؟

۴۔ اے باہو۔ میں ان عارفان ذات) کے قربان جاؤں جنہوں نے محبّت (الٰہی) کے کنوئیں (اسم اللہ ذات اور ذکر نفی اثبات میں) چلا ئے رکھے۔ (اور زمین دل کو محبت الٰہی سے ہمیشہ شاداب و سرشار رکھا)

---

(۱) ب ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ذ (۲) اک ۔ ب ۔ البتہ (جا) کی بجائے (دکبہ) درج ہے ۔

ھ ۔ ۲ ۔ ف = ھ میں البتہ (ہی) کی بجائے (بھی) درج ہے ۔

(۳) اک ۔ ھ ۔ ب = مؤخر دو میں (کے) کی بجائے (کی) درج ہے اور (جہڑا) درج نہیں ہے ۔

۶ ۔ ذ ۔ ف ۔ ش میں یوں ہے ۔ ع کی ہویا جے گھگو جاگے اوہ لیندا ساہ اپٹھے ہو

(۴) ب ۔ ھ ۔ ۶ ۔ ف ۔ ش ۔ ذ ۔

تشریح :- حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ؎

ہر کہ بیدار است او در خواب تر   ہست بیداریش از خوابش بتر

ہر کہ در خوابست بیداریش بہ   مست غفلت عین ہشیاریش بہ (۱)

حق تعالیٰ فرماتا ھے :- کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ لوگ سمجھتے ہیں وہ سوتے ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک وہ بیدار ہوتے ہیں اور لوگوں کے نزدیک وہ سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک ہوشیار ہیں۔ لوگوں کے خیال میں بھوکے ہیں لیکن میرے نزدیک سیر ہیں۔ لوگوں کے نزدیک اہل شرب ہیں لیکن میرے نزدیک پیاسے ہیں۔ ان کا پیٹ تنور ہے اور ان کا کھانا نور ہے۔ ان کا سونا حضور اور ان کا وجود مغفور ہے۔ زاہد بہشت کا مزدور ہوتا ہے۔ دُنیا کا طالب رنجور رہتا ہے اور مولا کا طالب مسرور رہتا ہے (۲)

نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ اس فقر میں عارف کا کھانا پینا ایک ہے۔ سونا اور جاگنا ایک ہے۔ مستی ہشیاری ایک ہے۔ چپ رہنا اور بات کرنا ایک ہے۔ چنانچہ باطن ان کا بھرپور ہے اور ان کا کھانا نور ہے۔ اور ان کا دل بیت المعمور ہے اور اُن کا سونا حضورؐ کی ملاقات ہے۔ سُن لے اے زاہد بہشت کے مزدور اپنے چلے اور محنت پر مغرور (۳)

آنحضور علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں کہ۔ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ نیز میں نے اپنے رب کو دل کی آنکھ سے کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ (۴)

روایت ہے کہ۔ حضرت مجدد الف ثانی کبھی تہجد کو خود نہیں اُٹھے بلکہ باذن و اعلام و صدا تنہائی رات کے اُٹھائے گئے ہیں۔ (۵)

حضرت غوث علی شاہ قلندر نے ذکر فرمایا ہے کہ ۔ بڑا پیر و مرشد کامل تو جنت حیران ہے۔ اگر منتہم میں رہبر

۱۔ مفتاح العلوم ۔ شرح مثنوی ۔ عرشی ۔ دفتر اول حصہ پہلا ۔ لاہور ۱۹۵۹ء ص ۱۹۰

۲۔ سلطان باہو ۔ جامع الاسرار ۔ ترجمہ اُردو ۔ ضیاء الدین لاہور ۔ مطبوعہ ۱۹۶۸ ۔ ص ۲۲ ۔

۳۔ سلطان باہو ۔ محک الفقر خورد ۔ ترجمہ اُردو ۔ ضیاء الدین لاہور ۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ ۔ ص ۳۴

۴ ۔ حدیث :- قال علیہ السلام ینام عینی ولا ینام قلبی

حدیث :- رأیٔ ۔ قلبی ربی ۔ بشکریہ سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ شرح نظام الدین ۔ جلد دوم ۔ ص ۶ ۔

۵ ۔ محمد عبدالاحد ۔ مقامات ربانی ۔ مرتبہ ۱۳۱۰ ھ ۔ مطبع مجتبائی دہلی ۔ ص ۲۵ ۔

تو پیر و فقیر سے کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر قسمت میں ہے تو پیر خود تعلیم کرنے کو گھر بیٹھے آجاتا ہے - چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرد خدا کا وقت رحلت قریب ہوا تو بستی میں آئے دیکھا کہ ایک لڑکا جولاہے کا تانے کی بان کر رہا ہے فقیر نے اپنی ٹوپی اتار کر اُس کے سر پر رکھ دی اور کہا مجھ کو سرکار نے طلب کیا ہے تو میری تجہیز و تکفین کر دینا - اتنا کہہ کر چادر تان کر لیٹ گئے اور رخصت ہوئے - اُن کے کفن دفن کے بعد وہ لڑکا سب سے الگ تھلگ قطع تعلق کر کے بیٹھ رہا - اس کے وارث رزق پہنچنے لگے - لڑکے نے کہا نہ میں نے لیا نہ کسی سے کچھ طلب کیا - نہ میں اس کوچہ سے واقف تھا - خدا نے گھر بیٹھے اپنی نعمت عطا فرمائی ہے اب نہ میں تمہارے کام کا رہا نہ تم میرے مطلب کے ہو - جاؤ اپنا کام کرو (۶)

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں - قادری کا کھانا پینا مجاہدہ - اس کا سونا مشاہدہ ہے - اور اس طریقہ میں بھوک اور شکم سیری برابر ہے - خواب اور بیداری برابر ہے - مستی اور ہوشیاری برابر ہے - خاموشی اور گویائی برابر ہے - اس صاحب طریقہ کو لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن سے ہم سخن ہے اور وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور شاہ محی الدین گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے ہم سخن ہوتا ہے (۷)

---

(۶) سید گل حسن شاہ قادری - تذکرہ غوثیہ - مرتبہ ۱۸۸۴ ع ص ۱۹۰

(۷) قادری را خوردنی در نصب بدہ و خواب او مشاہدہ و این طریقہ را گرسنگی و سیری برابر است - خواب بیداری برابر - مستی و ہوشیاری برابر - خاموشی و گویائی برابر - صاحب این طریق را خلق میداند کہ با ما ہم سخن است و ایشان دوام ہم سخن با خدا و رسول خدا و شاہ محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز -

سلطان باھو - گنج الاسرار مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۴

۱۹۶ ہک دم سجن تے لکھ دم ویری ہک دم ڈے مارے مرڈے ہو (۱)

۱۹۷ ہک دم پچھے جنم گوایا چور بنٹے گھر گھر دے ہو (۲)

لائیاں دا ادہ قدر کی جانن جہڑے محرم ناہیں سرّ دے ہو (۳)

سوکیوں دھکے کھاون باھو جہڑے طالب سچے در دے ہو (۴)

لغت: ہک: ایک ویری: دشمنی رکھنے والا۔ جنم گوایا: زندگی کو برباد کیا۔

لائیاں: محبّت کا لگاؤ سرّ: راز

ترجمہ: ۱۔ (اس محبوب کا) ایک دم دوست اور مہربان ہے (جس کے لئے) لاکھوں نفوس (سارا جہان) دشمن بن گیا ہے۔ (میں) اسی ایک دم (محبوب) کے لئے مر رہا ہوں۔

۲۔(میں نے اسی ایک دم (محبوب) کے لئے (اپنی) زندگی برباد کردی (اور اسی جرم محبت میں) گھر گھر کا (یعنی ہر کسی کا) چور (اور مورد الزام) بنا۔

۳۔ محبت کی لگن کی وہ لوگ کیا قدر و قیمت جان سکتے ہیں جوکہ (عشق و محبت کے) راز کے ہی محرم نہیں ہیں۔

۴۔ (اے باہو۔ وہ (عاشقان صادق) کیوں در بدر پھریں (یعنی وہ پریشان حالی میں مبتلا نہیں رہ سکتے۔) جوکہ سچے دردانہ (مرشد کامل) کے طالب ہوں۔

---

(۱) اک ۔ ۶ ۔ البتہ (ہک) کی بجائے (اک) درج ہے

ذ۔ ف ۔ ش ۔ میں بھی (ہک) کی بجائے (اک) درج ہے

(۲) اک ۔ ۶۔ البتہ (ہک) کی بجائے (اک) درج ہے

ذ ۔ف ۔ش ۔ میں بھی (ہک) کی بجائے (اک) درج ہے

(۳) ۶۔ف۔ش ۔ (۴) ۶۔ف ۔ش ۔ ذ۔

تشریح : فارسی کے دیوان میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں (سارے جہان کے) کئی ہزار دوست ہیں۔ مگر میرا دوست حقیقی ایک ہی ہے۔ میں نے کسی کو غمخوار نہ دیکھا، میرا دلدار ایک ہی ہے۔ (۱)

پھر فرمایا۔ اس دوست کے بغیر کسی سے اُنس نہیں۔ جب وہ میرا انیس ہے تو میں بھی اسی ایک ذات حقیقی کا ہی ہوں۔ (۲)

عشاق جب اس ایک ذات محبوب سے منسلک ہو گئے تو ماسوی اللہ سے بیگانہ ہو جانے پر اہل دنیا و اہل عقبیٰ انہیں مورد الزام ٹھہرانے لگے۔ لیکن وہ بھی اس آتش عشق کو کیا جانیں اسے تو وہ سمجھ سکتا ہے جس کے ہاں یہ آگ سلگ رہی ہو۔

اسی ضمن میں ایک مقام پر فرمایا: فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو۔ اور فقر اختیار کیا ہوا ہو۔ اور سلطان الفقر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ (۳)

؎ تو نہ واقف ز درد دلبراں   عشق آسان نیست مشکل کار ہا (۴)

آخر میں فرمایا محبوب حقیقی کا طالب بھلا کیوں کر دھکے کھاتا پھرے ؎

کاشکے از قرب او واقف شوی   تا نگردی گرد دنیا در بدر (۵)

---

(۱) ؎ یاران صد ہزار ولی یار ما یکیست   غم خوار کس ندیدم دلدار ما یکیست

سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی (قلمی مع منظوم ترجمہ پنجابی از کتاب خانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری۔

(۲) ؎ ما انس کس نگیرم جز دوست آں حقیقی   گر ہم انیس با من زاں انس ما یکیست

سلطان باہو۔ دیوان باہو فارسی (قلمی مع منظوم ترجمہ پنجابی) از کتابخانہ حکیم محمد رمضان پہاڑپوری۔

(۳) سلطان باہو ؒ اسرار قادری۔ ترجمہ اردو۔ چنن دین لاہور ۶۳ ۱۹ ء ص ۳۶

(۴) " " دیوان باہو مرتبہ چنن الدین لاہور ۵ ۱۹۷ء غزل ۲۰ ۔ ص ۹

۵ " " " " " غزل ۲۲ ۔ ص ۱۰

ھ ہردم شرم دی تند تروڑے جاں ایہہ چھوڈک بلّے ہو (۱)

۱۹۸ کِچرک بالاں عقل دا دیوا میںوں برہوں انھیری جھُلّے ہو (۲)

اُجڑ گیاں دے بھیت نیارے لکھ لعل جواھر رُلّے ہو (۳) ●

دھوتیاں داغ نہ لہندے باھو جہڑے رنگ مجیٹھی دُھلّے ہو (۴) ◎

لغت:۔ تروڑے: توڑتا ہے۔ چھوڈک: ایندھن۔ کِچرک: کیونکر، کیسے۔
انھیری: آندھی۔ بلے: جلتا ہے۔ جُھلّے: چلے: برپا ہے۔
رُلّے: دربدر ہوئے، ضائع ہوئے۔ دھوتیاں: دھونے سے۔ دُھلّے: دھوئے ہوئے
مجیٹھی: سیاہ پختہ رنگ۔

ترجمہ:۔ ۱۔ جب (دل وجان میں عشق کا) ایندھن جلتا ہے تو ہر آن میں شرم کی تار کو توڑ کر (بے باک بنا) دیتا ہے۔
۲۔ میں عقل کا چراغ کیسے روشن کروں میرے (خانۂ دل میں) تو فراق (عشق) کا طوفان برپا ہے۔
۳۔ جو (سالک راہِ عشق میں بظاہر) اجڑ گئے۔ ان کے تو نرالے بھید ہیں (یہ تو وہ) لاکھوں لعل وجواہرات ہیں (جو کہ گودڑیوں میں) گم ہو رہے ہیں۔
۴۔ اے باہو۔ (جو عاشق عشق کے مجیٹھی (پختہ) رنگ میں دھلے گئے (ان پر رنگ عشق غالب آگیا ہے) ان کے داغ ہائے (عشق) دھونے سے نہیں اترتے۔

---

(۱) ش۔ ف۔ ۶ = ۶ میں (بلّے) کی بجائے (بلتھے) درج ہے۔
(۲) ذ۔ ش۔ ف۔ ۶ = ۶ میں (انھیری) کی بجائے (ھنیری) درج ہے۔
(۳) ل ک۔ ●۔ ذ۔ ل۔ ج۔ میں (رُلّے) کی بجائے (رلتے) درج ہے۔
(۴) ل ک۔
◎ ف۔ ش میں (دھلّے) کی بجائے (دھتے) درج ہے اور مصرعہ میں (باھو) پہلے آتا ہے۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جب بھی آتشِ عشق جلی وہاں پر بے باکی اور بے صبری وارد ہو جاتی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا (۱) ، مگر عشقِ الٰہی نے بے باکی اور بے تابی پیدا کی اور خدا کے مقبول پیغمبرؑ نے دیدار کی آرزو کر دی (۲) ، حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں پھر جہاں طوفان ہجر و فراق کے جھکڑ بھی چل پڑیں تو وہاں بھلا کیسے چراغ عقل کو روشن رکھا جا سکتا ہے ۔ ایسے عالم میں تو بے تابی اور بے صبری کی وجہ سے دیوانگی کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ مقامات واردات عشق ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ عشق جسم و جاں کے ہر عوامل پر چھا چکا ہوتا ہے گویا عشق کی مکمل حکمرانی ہوتی ہے اور عقل و شعور کا کسی وہاں نہ گنجائش رہتی ہے اور نہ اُسکی قدر ہوتی ہے ۔ ظاہراً تو یہ حکمرانی عشق دیوانہ وار کیفیات کی حامل ہوتی ہے مگر عملی زندگی میں یہی دور ہوتا ہے جس میں اعلیٰ مقاصد اور رفیع مقامات حاصل کئے جاتے ہیں ، عقل کو عزت ، نام و ناموس کی فکر رہتی ہے اور عشق ہر خطرات سے بالاتر ہو کر ہر موانع کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے ۔

نیز بیت میں پھر فرماتے ہیں : ۔ یہ فقیر ، عارف و عاشق لوگ اپنے مقصدِ عظیم کی تلاش میں نمود و نمائش کی زندگی کو سب سے پہلے خیرباد کہتے ہیں اسی لئے دُنیا پرستوں کے سامنے وہ اُجڑے ہوئے اور لُٹے پٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ حالانکہ یہی تو وہ قیمتی لعل و جواہر کی سی حیثیت رکھنے والے ہوتے ہیں جنہیں گویا دُنیا کے سفر میں گرد آلود اور در بدر پایا جاتا ہے ۔ اور یہی وہ عشاقِ ذات ہیں جن پر عشق کا رنگ اس قدر پختہ ہو چکا ہوتا ہے جسے دُنیا کی کوئی آب و تاب اپنے زیب سے متاثر نہیں کر سکتی ۔

؎ در رضائش مرضیِ حق گم شود   ایں سخن کی باور مردم شود (۳)

---

(۱) ولمّا جآء موسیٰ لمیقاتنا وکلّمہ ربہ (پ ۹ ع ۷)

اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا (قرآن عظیم مترجمہ احمد رضا خاں بریلوی تاج کمپنی ص ۲۷۰)

(۲) قال ربّ ارنی انظر الیک (پ ۹ ع ۷)

عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا ۔ (قرآن عظیم ۔ مترجمہ محمد احمد رضا خاں بریلوی ۔ تاج کمپنی ۔ ص ۲۷۰)

(۳) اقبالؒ ، اسرار خودی ، شرح مطبوعہ لاہور ۔ ۱۹۴۳ء ۔ ص ۱۰۸)

ھ ہسّن دے کے روونْ لیوئی تینوں دتا کس دلاسا ہو (۱)
199 عمر بندے دی اینویں وہانی جیویں پانی وچہ پتاسا ہو (۲)
سوڑی اسامی سٹ گھتیسن پلٹ نہ سکسیں پاسا ہو (۳)
تینھوں صاحب لیکھا منگسی باھو رتی گھٹ نہ ماسا ہو (۴)

لغت: دہانی: گزری، ضائع ہوئی۔ سوڑی: تنگ۔ دلاسا: تسلی۔
پاسا: پہلو، ماسا: ماشہ، لیکھا: حساب۔

ترجمہ:- ۱۔ (اے انسان) تونے (عاقبت کی راحت اور) ہنسی دے کر (اس کے عوض) (خواہشات نفس اور راحت دنیا لے کر دنیا وعاقبت کا روگ اور) رونا (دھونا) لے لیا۔ تجھے یہ تسلی کس نے دی ہے۔
۲۔ اے بندۂ (خدا) تیری عمر ایسے ضائع ہوگئی ہے جیسا کہ پانی میں پتاسہ گھل جاتا ہے۔
۳۔ (وہ وقت عنقریب ہے جب مرنے کے بعد تجھے قبر کی) تنگ اسامی میں پھینک دیں گے۔ اور وہاں تو پہلو بھی نہ پلٹ سکے گا۔
۴۔ اے باہو۔ وہ مالک حقیقی (جس نے متاع حیات عطا فرما کر اپنے کار خاص کے لئے تجھے خلیفہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے وہ تو قیامت کے روز) تجھ سے (ایسا) حساب طلب فرمائے گا جس میں رتی اور ماشہ بھر کی (و بیشی) نہ ہوگی۔

---

(۱) ۶۔ش۔ف۔ذ
(۲) ۶۔ش۔ف۔ذ
(۳) ش۔ف۔ذ۔۶۔ (البتہ (گھتیسن) کی بجائے (گھتیسی) درج ہے۔
(۴) ۶۔ش۔ف۔ذ۔

تشریح :- خواہشات نفس میں پڑنا اور اصول فطرت و قانون قدرت کے خلاف زندگی بسر کرنا دراصل سراسر خود اپنے آپ کو موت دینے کے مترادف ہے۔ قانون الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا دونوں جہان کی راحت ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ لہو و لعب میں اور قانون الٰہی کے خلاف زندگی بسر کرنے والے کس اُمید پر الیا کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی خوشی اور ابدی راحت کے بدلے غمی اور دو جہاں کا خسارہ مول لے رہے ہیں اور پھر اپنی زندگی میں جو سراسر عارضی ہے جس کے لمحات اس طرح بیت رہے ہیں جیسے پانی میں تیزی کے ساتھ بتاشہ کی شکر گھل جاتی ہے۔ گویا انسان اپنی مسلسل ختم ہونے والی اور قلیل عمر کو دیکھنے کے باوجود نہ جانے کیوں خواہشات نفس میں پھنس جاتا ہے۔ اے آدمی کس چیز نے فریب دیا تجھ کو ساتھ پروردگار تیرے کرم کرنے والے کے (۱) اور اس طرح اپنی ابدی راحت کو غم و آلام میں ڈال دیتا ہے۔ انسان کے لئے وقت مرگ اور اس کے لئے قبر کی تیاری بھی فکر دلانے کے لئے کافی ہے۔ جہاں حرکت کرنے کا بھی مجاز نہ ہو گا۔ اس کے بعد اُسے اُس عادل و قادر مطلق کے سامنے بھی پیش ہونا ہو گا جس کے ہاں انسان کے ذرہ بھر کے عمل کا اجر لازماً ملتا ہے۔

قرآن حکیم میں فرمان ہوتا ہے :- تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر بُرائی کرے اسے دیکھے گا۔ (۲)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں :- ہر ایک ذرہ زراعت کے ڈھیر کی طرح ہوتا ہے جب تک تن میں جان ہے نیک و بد پر (کڑی) نظر رکھ۔ (۳)

---

(۱) یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم (الانفطار ۶)

(۲) فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ - (الزلزال ۷-۸)

قرآن عظیم۔ مترجمہ شاہ محمد احمد رضا خان - تاج کمپنی - ص ۹۵۷

(۳) ہر ذرہ مثلِ زراعت خرمن است   نیک بد را نظر کن در جان تن است

سلطان باہو، امیر الکونین - مکتبہ ۱۳۳۲ ھج - ص ۱۱۹

۵ ہور دوا نہ دل دی کاری کلماں دل دی کاری ہو (۱)

۲۰۰ کلماں دور زنگار کریندا کلمیں میل اتاری ہو (۲)

کلماں ہیرے لعل، جواہر، کلماں ہٹ پساری ہو (۳)

ایتھے اوتھے دو ہیں جہانیں باھو کلماں دولت ساری ہو (۴)

لغت: کلماں: کلمہ طیب (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کاری: مجرب و کافی

ہور: اور ایتھے، ادھر پساری: عطار

ترجمہ:- ۱- (اے درویش شفائے) دل کے لئے اور کوئی دوا مجرب نہیں ہے۔ (صرف) کلمہ (طیب) ہی (شفائے) دل کے لئے مجرب و کافی (دوا) ہے۔

۲- کلمہ (طیب) دل سے (شرک کفر حرص و ہوا بغض و حسد وغیرہ) کا زنگار دور کرتا ہے اور کلمہ (طیب ہی دل سے آلائش دنیا کی) میل اتارتا ہے۔

۳- (ذکر) کلمہ (طیب ہی روز جزا) ہیرے اور لعل و جواہرات ہوں گے اور کلمہ (طیب ہی عارف کے دل میں دکان (معرفت) ہے (جس میں عطار کی دکان (کی طرح سب ادویہ موجود ہیں)۔

(۴) اے باہو- یہاں اور وہاں (دونوں جہانوں میں کلمہ (طیب ہی) ساری دولت ہے۔

---

(۱) خ-ف-ش-ع-ل

(۲) خ-ف-ش-ع-ل

(۳) خ-ف-ش-ع-ل

(۴) خ-ف-ش-ع-ل

تشریح: حضرت سلطان العارفین کلمہ طیب **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی فضیلت ابیات شریف میں ایک بار پھر دہراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شفائے دل کے لئے مجرب دوا اگر کوئی ہو سکتی ہے تو کلمہ طیب ہی ہے۔ اس کے ہر حرف کو غور سے سمجھ کر اس کی مطابقت میں زندگی ڈھالی جائے تو دل روشن اور زندہ ہو جاتا ہے۔ نیز کلمہ کا ہی فیضان ہے جس سے دنیا اور دین کی جملہ منازل میں سالک کامیاب ہو سکتا ہے۔

مزید شرح کے لئے درج ذیل ابیات کی تشریح دیکھ لیجئے۔

حصہ ا - بیت ۱۶	حصہ ب - بیت ۲۸
حصہ ز - بیت ۱۰۳	حصہ ط - بیت ۱۱۸
حصہ ک بیت ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰	

۵ - ہکی ہکی پیڑ کوکوں کُل عالم کوکے عاشقاں لکھ لکھ پیڑ سہیڑی ہو (۱)

۲۰۱ جتھے ڈھہݨ رڑھݨ دا خطرہ ہووے کوݨ چڑھے اس بیڑی ہو (۲)

عاشق چڑھدے نال صلاحاں دے اونہاں تار کپر وچ بھیڑی ہو (۳)

جتھے عشق پیا تلدا نال رتیں دے باھو اُتھے عاشقاں لذت نکھیڑی ہو (۴)

لغت: - پیڑ: درد۔ دکھ ، کوکے: فریاد کرے ، سہیڑی: اپنائی ، ڈھہݨ: گر جانا ، رڑھݨ: بہ جانا ، بیڑی: کشتی ، تار: جو پانی سر سے گزرا ہوا ہو ، کپر: گھمن گھیر ، نکھیڑی: تمیز کی، علیحدہ شخصیت جتلائی

ترجمہ: - ۱- سارا جہاں ایک ایک درد (کی تاب نہ لا کر اس سے) فریاد کرتا ہے (لیکن) عاشقان (ذات) لاکھوں دردوں (اور غم واندوہ کو) اپناتے ہیں (اور گلہ و فریاد نہیں کرتے)

۲- جہاں گرنے اور بہ جانے کا خطرہ (لاحق ہو) اس (عشق کی) کشتی میں (سوائے عاشقان ذات کے) کون سوار ہوتا ہے۔

۳- عاشقان (ذات) تو (دریائے وحدت میں غرق ہو جانے والی کشتی پر اپنی) مرضی سے سوار ہوتے ہیں اور وہ غرقاب و گھمن گھیر میں (کشتی) بے تحاشا چلا دیتے ہیں۔

۴- (حضورِ بارگاہ ذوالجلال) جہاں عشق (کی قدر و قیمت ہے اور عشق کا ذرہ ذرہ قیمتی ہے سونے اور جواہرات کی طرح) رتی ماشہ سے تل رہا ہے وہاں عاشقان (ذات جو متاع عشق سے مالا مال ہیں ان کی لذت و عشق) نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

۱- ب ج نسخہ ت میں بیت یوں ہے ا - اک اک پیڑ کل عالم کوکے لکھ عاشقاں پیڑ سہیڑی ہو
جتھے ڈبن رڑھن دا خطرہ ہووے کون چڑھے اس بیڑی ہو
عاشق نیک صلاحیں چڑھدے تار کپر وچ بیڑی ہو
جتھے رتیاں ماشے عشق دکاوے باہو اتھوں عاشقاں لذت نکھیڑی ہو

۲- اِکے
ب ج میں (ڈھہݨ رڑھݨ) کی بجائے (ڈھاہن گڑن) درج ہے۔
۳- ب ج
۴- ب ج
البتہ (باہو) سے پہلے (حضرت) کا اضافہ ہے اور (لذت) سے پہلے (جا) کا اضافہ ہے۔

تشریح : حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ منازلِ عشق کی تکالیف اٹھانا ہر انسان کا کام نہیں۔ لوگ تو اس راہ کی ایک ایک تکلیف پر چلا اٹھتے ہیں۔ صرف عشاق ذات ہیں جنہوں نے اس راہ کی لاکھوں تکالیف برداشت کی ہوئی ہوتی ہیں۔

؎ تا شدم حلقہ بگوش درِ میخانۂ عشق ہر دم آید غمی از نو بمبارکبادم (۱)

بحرِ عشق ہمیشہ متلاطم ہے اس میں بار بار گرنے اور ڈوب جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ ان خدشات کے ہوتے ہوئے بھلا اس سفر کے لئے کون کشتی پر سوار ہوتا ہے۔

؎ شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین حائل کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا (۲)

البتہ عشاق بحرِ عشق میں اپنی کشتی ڈال دیتے ہیں اور مطابق حدیث شریف۔ پہلے رفیق کی تلاش کرو پھر رستہ پر چلو۔ (۳) مرشد کامل سے ہدایت و توفیق حاصل کر کے اس بحر کی تند و تیز لہروں میں رواں دواں ہو جاتے ہیں۔

؎ ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند وآنکہ این کار ندانست در انکار بماند

جز دلم کو ز ازل تا با بد عاشق رفت جاوداں کس نشنیدیم کہ در کار بماند (۴)

آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عشاق ذات نے تو وہاں سے ہی لطف و قرار حاصل کر لیا جس کے ہاں عشق کی قدر و قیمت ہے۔ حتّٰی کہ وہاں رتی بھر عشق بھی در خور اعتنا ہوتا ہے۔ اور عشاق کو اس کے صلہ میں لقائے محبوب حاصل ہوتا ہے۔

؎ بجام عشق می خوردم ز ہستی خویش خود مردم

سعادت گوئی خود بردم سر بازار سر بازم (۵)

---

(۱) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ش۔ ص ۲۰۴

(۲) " " " " "

(۳) الرفیق ثم الطریق دلشکر بہ سلطان باہو۔ شمس العارفین۔ ترجمہ اردو چنن الدین لاہور ۱۹۶۲۔ ص ۶

(۴) خواجہ شمس الدین محمد حافظ۔ کلیات حافظ شیرازی۔ تہران ۱۳۲۸ ش۔ ص ۸۵

(۵) سلطان باہو۔ دیوان۔ مرتبہ چنن الدین لاہور۔ ۱۹۵۵ء۔ غزل ۴۔ ص ۲۔

ی : یار یگانہ ملسی تینوں جے سر دی بازی لائیں ہو (۱)
۲۰۲ عشق اللہ وچ ہو مستانہ ہو ہو سدا الائیں ہو (۲)
نال تصوّر اسم اللہ دے دم نوں قید لگائیں ہو (۳)
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا تد باھو نام سدائیں ہو (۴)

لغت : الائیں : تو کہتا رہ
سدائیں : تو کہلا

ترجمہ : ۱۔ (اے درویش) اگر تو (قمارِ عشق و معرفت میں) سر کی بازی لگالے (تو انشاءاللہ) تجھے محبوب یگانہ ملے گا۔

۲۔ (لیکن یہ بھی شرط ہے کہ) اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں مستانہ ہو کر ہمیشہ (دل و جان سے) ہو ہو کا ذکر کہتا رہ۔

۳۔ (اور) اسم اللہ (ذات) کے تصور سے (اپنے) دم کو مقید کیے رکھ (تاکہ تیرا کوئی سانس ذکر اللہ کے بغیر خارج نہ ہونے پائے۔)

۴۔ جب تیری ذات اسم اللہ ذات میں اور اسم اللہ ذات ذات (احدی جل جلالہٗ) میں مل کر (فنا ہو گئی) تب تو اپنا نام (فنافی ہو کے واسطہ سے) باھو کہلایا۔

---

(۱) ب، ال، اس، ہ، ء، ش، ف

(۲) ب، ال، اس، ہ، ء، ش، ف

(۳) ال، اس، ہ، ء، ش، ف

(۴) ب، اس - ال -
البتہ (جاں ذاتی) کی بجائے (جاں ذاتے) درج ہے۔
ہ - البتہ (ذاتے) کی بجائے (ذاتی) درج ہے
ء، ش، ف،

تشریح: حضرت سلطان العارفین بیت میں سالک کو تین امور کی تلقین فرماتے ہیں، اول یہ کہ وصلِ محبوب حقیقی اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو اپنا سر قربان کر دے موت سے پہلے مرنے کی کیفیت و حال پیدا کرے، دوم، ذکر دائم کو لازم قرار دے اور سوم یہ کہ فنا فی الذات ہونے کے لیے اسمِ ذات **اللہ** کا تصور باقاعدگی سے کرے، آخر میں فرمایا کہ وہ خود اسی لیے باہو کہلائے کہ انہوں نے اپنی ذات کو ذاتِ محبوب حقیقی میں فنا کر دیا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ واضح رہے کہ تصور اسم اللہ اور ذکر اللہ میں ہمیشہ مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحمت اور جمالیت کی نظر فرماتا ہے، اس طرح خدا تعالیٰ سے نور مشاہدہ اور ربوبیت کے عین وصال کا مشاہدہ عطا ہوتا ہے۔ (۱)

فارسی کے دیوان شریف میں فرمایا۔ اے باہو تو ہمیشہ ہو ہو کے ذکر میں مشغول رہ تو ہو ہر گزارہ اسی میں حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے (۲)

امیر الکونین میں فرمایا۔ باہو نے ہو میں فنا ہو کر بقا حاصل کیا کہ ابتدا سے انتہا تک ہوسے ہی اسے لقائے الٰہی حاصل ہوا۔ (۳)

باھو ہو میں گم ہو کر ذات اللہ میں فنا ہوا، اس طرح باھو کا نام خدا تم کے ساتھ متصل ہو گیا (۴)

حضرت سلطان محمد نواز سے اس بیت کی مزید وضاحت سنیئے۔

لذت عشق دی تدآئی جداں جسم اسم وچ غرق ہویا | پتہ ذات سفات دا تد لگیا جداں جسم اسم وچ غرق ہویا
واقف راز لاہوت دا تد ہویم جداں عقبیٰ دنیا دا ترک ہویا | سگ نواز نوں راز سلطان دتا وچ ہُو باھو نہ کوئی فرق ہویا

اسی ضمن میں مکمل شرح حصہ ج کے بیت ۳، کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

---

(۱) بدانکہ کسیکہ تصور اسم اللہ و بذکر اللہ چنانچہ بذکر دوام و فکر تمام مشغول میشود اللہ تعالیٰ برآں بندہ نظر رحمت جمالیت کند آنرا از نظر جمالیت خدا نور جمال مشاہدہ نوریت ربوبیت وصال شاہد

سلطان باہو گنج الاسرار، قلمی مکتوبہ ۱۳۰۶ھ ص ۱۹

(۲) ؎ باہو بذکر ہو ہو دائم تو شغل میدار | ہو ہو بکن تو ہر ہو ہو ہائے ہو حقیقت

سلطان باہو، دیوان باہو فارسی قلمی از کتاب خانہ حکیم محمد رمضان پہاڑ پوری

(۳) ؎ باہو باہو فنا باہو بقا شد | کہ اول وآخر راز ہو لقا شد ۔ سلطان باہو، امیر الکونین مکتوبہ ۱۳۳۲ھ ص ۱۰

(۴) باہو در ہو گم شدہ فی اللہ فنا | نام باہو متصل شد با خدا " " " " " ص ۱۲

(۵) سلطان محمد نواز، محمد نواز، مجموعہ کلام، لاہور ۱۹۶۲ء ص ۱۰۹

الادب المفرد

مع ترجمہ و شرح